براہین قاطعہ

علیٰ

ظلام انوار الساطعہ

مؤلفہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

بارشاد

رئیس الفقہاء والمحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی

ناشر ○ مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار
گوجرانوالہ

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے

الحمد للہ العلی الاعلیٰ کہ کتاب لاجواب ماحی رسوم و بدعات
دافع اوہام و ظلمات محلیٰ بحجج لامعہ موسوم بدلائل نافعہ اسنیٰ

البراہین القاطعة

١٣٨٢ھ

علیٰ

ظلام الانوار الساطعة

الملقب

بالدلائل الواضحة

علیٰ

کراہیۃ المروج من المولود والفاتحة

١٩٦٢ء

مکتبہ خلیل — راجپوت مارکیٹ، اردو بازار لاہور

عائشہ رضی اللہ عنہا اکیڈمی — حاجی ملا سٹریٹ، نوآباد بغدادی کراچی ۲

Marfat.com

137346

ابتدائیہ

زیرِ نظر کتاب براھین قاطعہ فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی لاجواب تحقیقی اور فاضلانہ تالیف ہے جو آپ نے حسب ارشاد راس المحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی مولوی عبدالسمیع رامپوری کی فاتحہ و مولود کی حمایت میں لکھی گئی کتاب انوارِ ساطعہ کے جواب میں لکھی ہے۔ کتاب کی افادیت کے لئے مولانا سہارنپوری کا نام ہی سند ہے۔ آپ اپنے دور کے بہت بڑے اہلِ علم اور اہلِ قلم سمجھے جاتے ہیں۔ آپ نے کئی ایک تحقیقی علمی اور وقیع شاہکار کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں براھین قاطعہ کے علاوہ ابوداؤد شریف کی بہترین شرح بذل المجہود۔ المہند علی المفند ہدایات الرشید مطرقۃ الکرامہ۔ اتمام النعم، تنشیط الاذہان۔ اور چار ضخیم جلدوں میں فتاوی جو مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں غیر مطبوعہ ہیں شامل ہیں۔

آپ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے سلوک کی منازل قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی سے طے کیں۔ جذب و شوق کی عجیب کیفیت آپ پہ طاری رہتی تھی۔ مدینہ طیبہ میں وفات پانے اور وہیں دفن ہونے کی آرزو میں وہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ بالآخر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو مدینہ طیبہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع کے قبرستان میں اہل بیت کی قبور کے جوار میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اہلِ بدعت براھین قاطعہ کا جواب تو نہ دے سکے لیکن عام مسلمانوں کو کتاب اور صاحب کتاب سے بدظن کرنے کے لئے ان کی بعض عبارتوں کو سیاق و سباق سے الگ کرکے ان کی مراد کے خلاف خیانت مجرمانہ کرتے ہوئے کفریہ معنیٰ کشید کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

براھین قاطعہ پر پہلا اعتراض: خانصاحب بریلوی نے حسام الحرمین صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ لاہور میں اور مولوی محمد عمر اچھروی نے مقیاس حنفیت صہ۲۱۲ صہ۲۱۳ میں لکھا ہے کہ براھین قاطعہ کی صہ۴۷ کی عبارت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہوتی ہے اور صاحب براھین نے شیطان و ملک الموت کے علم کی وسعت نص سے ثابت کی ہے، اور حضور کے وسعتِ علم کو شرک بنایا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس اعتراض کے تفصیلی جوابات کے لئے اہلِ علم المہند، سیفِ یمانی، عباراتِ اکابر اور فیصلہ کن مناظرہ کی طرف رجوع کریں۔ یہاں اجمالاً اتنی بات لکھی جاتی ہے کہ براھین قاطعہ مولوی عبدالسمیع رامپوری کی رسومات و بدعات کی تائید و ترویج کے لئے لکھی جانے والی کتاب انوار ساطعہ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ انوارِ ساطعہ صہ۵۰ تا صہ۵۳ میں مؤلف انوار ساطعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر جگہ

Marfat.com

حاضر و ناظر ہونے کو آفتاب و ماہتاب ملک الموت اور شیطان کے ہر جگہ حاضر ہونے پر قیاس کیا ہے۔ اور ان کے حاضر ہونے پر کچھ روایات بھی پیش کی ہیں۔ جنہیں وہ "نص" سمجھتا ہے اور نص پر اپنے قیاس فاسد کی بنیاد رکھتے ہوئے یہ عقیدہ منوانا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہر جگہ حاضر ناظر تسلیم کیا جائے۔ اس طرز استدلال پر مولانا سہارنپوری گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہر جگہ حاضر ثابت کرنا عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے اور عقیدہ قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خبر واحد کافی ہے۔ اس کے لئے دلیل قطعی درکار ہے اور مؤلف نے ایسا نہیں کیا پھر اس کا یہ دعویٰ نرا دعویٰ ہی ہے جو قابلِ التفات نہیں۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہر جگہ حاضر ناظر ہونا ثابت کرنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اس پر مولانا نے اختصاراً تین حوالے پیش کئے۔ دو حدیث سے اور ایک فقہ حنفی کی مستند کتاب بحر الرائق کا۔ اور ثابت کیا یہ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے مخالف عقیدہ مردود ہے۔ قابلِ اعتنا نہیں۔

۳۔ مسلمان فاسق بھی کیوں نہ ہو شیطان سے افضل ہے اور خود مؤلف الانوار الساطعہ مولوی عبدالسمیع انسان ہونے کی وجہ سے شیطان سے افضل ہے، تو اپنے قائم کردہ قیاس کے رو سے اپنے لئے ہی شیطان سے زیادہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونا ثابت کر دکھادے۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو اس قیاس کی کیا وقعت ہے جس سے نصوص کو رد کیا جائے اور ایک فاسد عقیدہ اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مؤلف انوارِ ساطعہ کے اس بے بنیاد قیاس اور اس کی پیش کردہ احادیث جن کو مؤلف مقیس علیہ اور نص قرار دے کر ان سے قیاس کرتا ہے۔ اور ملک الموت اور شیطان کو زیادہ مقامات میں حاضر مانتا ہے اور ان کے لئے ان امور میں وسعت علمی تسلیم کی ہے۔ گرفت کرتے ہوئے لکھا۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بعد دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (مؤلف انوارِ ساطعہ کے نزدیک) نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کہ یہ علم محیط زمین کے ذرّہ ذرّہ کو حاوی ہو اور ہر پاک و ناپاک اور کفر وغیر کفر کی مجلس میں آپ حاضر ہوں۔ کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟ الخ مولانا سہارنپوری" علم محیط زمین کا جملہ تحریر فرماتے ہیں اور آگے ان امور الخ کا بولتے ہیں جن سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ بحث صرف علم روئے زمین کی ہے۔ مطلق علم کی نہیں اور نہ علوم عالیہ کی ہے جن پر فضیلتِ انسانی کا مدار ہے۔

آپ نے علم زمین کی وسعت ان دلائل کی بناء پر جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں پیش کئے ہیں ملک الموت اور شیطان کے لئے تسلیم کی ہے اور اسی وسعتِ علمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے

Marfat.com

غیر ثابت بالنص کہا ہے۔ لیکن ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

فاضل بریلوی اور اس کے اذناب اتباع کی دیانت دیکھئے کہ وہ مولوی عبدالسمیع کو جس نے یہ قیاس فاسد کیا ہے۔
اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ لکھا ہے کہ " اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے۔ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے ۔ کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ آگے لکھتا ہے کہ ملک الموت اور شیطان کا حاضر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

دوسرا اعتراض: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علماء دیوبند سے اردو سیکھنا۔ اہل بدعت میں یہ اعتراض بھی خاصا وزنی سمجھا جاتا ہے اور اسے خوب اچھالا جاتا ہے کہ صاحب براہین قاطعہ نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اردو زبان علماء دیوبند سے سیکھی اور ان کی شاگردی کی ہے۔ العیاذ باللہ۔

جواب: مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں علمی سطح سے بہت نیچے اتر کر بعض علماء دیوبند پر بے تحقیق اور بلاوجہ تنقید کی تھی جس کے جواب میں مولانا سہارنپوری رحمۃ نے مدرسہ دیوبند کی خدمات اور عنداللہ اس کی مقبولیت بیان کرتے ہوئے ایک خواب کا ذکر کیا جو صہ ۲۶ صہ ۲۷ پر درج ہے اور جسے بنیاد بنا کر غوغا آرائی کی جاتی ہے یہ ایک خواب کی بات ہے اور ہر اہل دانش پر واضح ہے کہ خواب کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن جسے تعبیر کہا جاتا ہے۔ ان دونوں میں کبھی مناسبت ظاہری ہوتی ہے اور کبھی خفی جسے اہل تعبیر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس خواب کی نہایت واضح روشن اور بے غبار تعبیر صرف اس قدر ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب خواب کو یہ تبلایا کہ " میرا کلام یعنی میری احادیث اس وقت سے اردو زبان میں شائع ذائع ہوئیں۔ جب سے کہ دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس مدرسہ کے علماء نے اپنی تحریر و تقریر سے اس خدمت کو انجام دینا شروع کیا۔" اس سے قبل اول تو اس درجہ علوم اسلامیہ کا شیوع نہ تھا اور سلطنت مغلیہ میں جو کچھ علوم اسلامیہ کی اشاعت ہوئی۔ وہ بیشتر فارسی زبان میں تھی۔ دارالعلوم دیوبند قائم ہونے کے بعد تفسیر حدیث اور دیگر علوم و فنون کی تحریری تقریری اور تدریسی اشاعت اردو زبان میں ہوئی۔ اس میں کونسی بات خلاف شریعت ہے۔ جس پر اس درجہ شور و غوغا کیا جاتا ہے۔ دراصل وہ بات جس کا سارے فسانے میں ذکر نہ تھا۔

وہ بات انہیں بہت ناگوار گذری ہے

بریلوی احباب کے ہاں اگر ضابطہ یہی ہے کہ خواب کے ظاہری پہلو پر ہی حکم لگایا جاتا ہے تو خانصاحب بریلوی کے اس خواب کے بارہ ان کا کیا فیصلہ ہے جس کے موافق انہوں نے امام الانبیاء صلی اللہ کی امامت کی

Marfat.com

ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ ان کے پیر بھائی برکات احمد۔ کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ آپ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا انتھی۔ ملفوظات حصہ دوم ص۲۵

براھین قاطعہ میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے۔ وہ سب خواب ہی خواب تھا۔ یہاں تو صرف زیارت ہی خواب میں ہوئی ہے۔ باقی خانصاحب نے امامت تو اسی عالم میں کی ہے اور امام الانبیاء کو مقتدی بنا کر کس قدر نازاں ہیں کہ فرماتے ہیں۔ الحمد للہ اس جنازہ کی نماز جس میں بقول ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے۔ میں نے پڑھائی۔ افسوس فاضل بریلوی نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ آنحضرت کو صفِ اول میں جگہ ملی یا خانصاحب کے مقتدیوں اور معتقدوں کے بھی پیچھے کہیں دوسری تیسری صف میں کھڑے خانصاحب کے لئے کیا حکم ہے۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ماہم بر باد رفتہ باشد

سعید الرحمٰن تنویر

Marfat.com

فہرست مضامین براہین قاطعہ

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
خطبہ وجہ تالیف کتاب و ضرورت تالیف	۵	خیرالقرون میں خیریت کونسی خیریت مراد ہے	۳۹
مسئلہ خلعت وعید فدا رہیں مختلف فیہ ہے	۶	اس جملہ کا مطلب اور حدیث ان بعدہم قوما یشہدون	۴۱
معنیٰ حدیث مثلی	۷	ولا یستشہدون الخ کے معنیٰ	؍؍
وترکی ایک رکعت حدیث صحیح میں موجود ہے۔	؍؍	صحیحین کی روایت غیر صحیحین پر کیا راجح ہوتی ہے	۴۲
نفس ایصال ثواب وذکر مولود مندوب	؍؍	معنیٰ حدیث ثم یفشو ما یظہر الکذب	۴۳
شرکت امرداں کیوں وجہ ممانعت ہے	۸	قرون ثلثہ میں کسی امر کا بلانکیر ہونا دلیل ہے نہ کہ مطلق وجود	۴۴
زیب وزینت محفل کیوں وجہ ممانعت ہے	۱۲	حدیث من احدث الخ میں مالیس منہ کے معنیٰ	؍؍
بحث شیرینی وتحقیق مسئلہ التزام مباح	۱۷	مقید میں حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے، اس قاعدہ کا مطلب	؍؍
جو روشنی وجہ ممانعت ہے کونسی ہے	۱۹	اور بدعت حسنہ اور سنت میں محض فرق اصطلاحی ہے نزاع	؍؍
صاحب انوار کے لطیفہ کا جواب اور تحقیق حدیث ان الدین لیارز الی الحجاز الخ	۲۲	حقیقی نہیں ہے	؍؍
معنی آیت ان اولیاءہ الا المتقون اور اہل حرمین سے بغض نہ رکھنے کی معنے	۲۵	حدیث من سن سنۃ حسنۃ میں سنۃ حسنۃ سے کیا مراد ہے اور	
تحقیق ندا بلفظ یا رسول اللہ ﷺ	۲۷	حدیث ودیگر عبارات مثبتہ بدعۃ حسنہ مانعین کو مضر نہیں	۴۵
رام پوری کی شکایت ، اربعہ کا جواب	۳۱	اللہ تعالیٰ کی کسی صفت خاصہ میں کماً کیفاً شرکت کا اعتقاد ہی	
حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی اجازت قیام مولود ناواقفیت	؍؍	شرک نہیں بلکہ نفس شرکت کا اعتقاد بھی شرک ہے	۵۴
حال جہلا پر مبنی ہے	؍؍	بحث علم غیب	۵۵
قرون ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنیٰ	۳۲	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے جواب کے رد کا رد	۵۸
تقلید شخصی واجب ہے	۳۳	امر مباح بلکہ مندوب بوجہ التزام واعتقاد تاکد بدعت وناجائز	
اشغال مشائخ ثابت بالسنۃ ہیں	۳۴	ہوجاتا ہے، اس لئے متقدمین کا تعامل بھی اس بارے	
یہ ہیئات اور طریق ذکر ثابت بالسنۃ ہیں	۳۵	میں حجت نہیں	۶۱
بدعت حسنہ وسیئہ کی حقیقت	؍؍	مولوی امیر باز خاں کے جواب کے رد کا رد کون التزام بدعت	
بدعت کی حدود جو منقول ہیں متعارض نہیں محض اختلاف عنوان ہے	؍؍	ہے اور کون جائز و مستحب ہے	۶۴
معنی حدیث علیکم بسنتی الخ وحدیث ما انا علیہ واصحابی		تارک الورد ملعون وصاحب الورد ملعون کی تحقیق	۶۹
وحدیث خیر القرون الخ	۳۷	مرکب کی ہیئت ترکیبیہ حرام ہوگی تو مرکب کا حکم بدل جاویگا	
قرون ثلثہ میں جو چیز نکلی اس کے سنت ہونے کے معنی اور حدیث	۳۹	اگرچہ تمام اجزاء مباح ہوں	۷۷

Marfat.com

مضامین	صفحہ
فاتحہ مروجہ کو طعام سامنے رکھکر دعا زیادہ فرمانے پر قیاس نہیں کرسکتے کہ فارق موجود ہے	۷۹
کھانے پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہنود کی مشابہت ہے اور رفع یدین جہاں ثابت نہیں ہوا مکروہ ہے	۸۳
جس قدر عبارات مؤلف موہومہ جواز فاتحہ مروجہ ہیں کسی سے فاتحہ مروجہ ثابت نہیں ہوتی	۸۴
شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے بدعت ہونا فاتحہ کا ثابت ہوتا ہے اور عبارت شاہ صاحب موہومہ جواز عرس مؤول ہے اپنے مدلول میں نص نہیں ہے اور حدیث صحاح اس کی معارض ہے	۸۵
شرح منیہ کی ایک عبارت کی توجیہہ	۸۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم روٹی آنے پر انتظار سالن کا نہ کرتے تھے اس سے اور نیز لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام سے کراہت فاتحہ مروجہ ثابت ہوتی ہے	۹۱
جمعرات کی فاتحہ کو کیوں منع کرتے ہیں	۹۲
شب جمعہ میں ارواح کے اپنے گھر آنے کے اثبات میں سب روایات مخدوش ہیں اور خلاف صحاح	۹۳
تذکرۃ الموتیٰ اور عوارف سے ارواح کا برزخ میں چلنا پھرنا ثابت ہے نہ گھر آنا	۹۵
اولیاء کو بلکہ خود فخر عالم علیہ السلام کو کثرت اتباع کی حرص تھی اور اجتماع روحانی بین الاولیاء خواہ ان میں بعد حسی کسی قدر ہو سکتا ہے	۹۶

مضامین	صفحہ
صالح مُزّی کا قصہ مانعین کو مضر نہیں مجوزین کو مفید نہیں اور اس کی صحت میں بھی کلام ہے	۹۷
عیدین اور شب برارۃ اور عشرہ کی فاتحہ میں کوئی روایت قابل احتجاج نہیں ہے	۹۸
تنزل الملئکۃ والروح سے شب برارت وغیرہ میں ارواح کا گھر آنا ثابت نہیں ہوتا	۹۹
مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ ہے اسمیں ضعاف کیا احاد صحاح بھی قابل اعتماد نہیں	۱۰۰
صاحب الانوار کے ایک قاعدہ متعلقہ اصول کی تغلیط	۱۰۱
سویم کی بحث	۱۰۳
سویم کی ہیئت ترکیبیہ بدعت ہے نہ کہ کلمہ ودیگر اجزاء	۱۰۴
سویم کے قرآن خوانی کی بحث متضمن بر فوائد	۱۰۶
سویم میں اجتماع برادری کی بحث	۱۱۲
تیسرے دن کے تعیین کی بحث	۱۱۳
التزام مباح ومستحب کی عجیب بحث جو باب بدعات میں اصل کلی ہے	۱۱۴
تشبہ کی عجیب بحث کہ جو بدعت کی قسم کرنے والی ہے اور معنیٰ حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم	۱۲۸
مسجد میں گھڑا بھیجنے کی بحث	۱۲۸
چالیس روز تک کھانا بھیجنے کا بیان	〃
چہلم ودہم وغیرہ کی تحقیق	〃
مانعین کے دلائل پر مؤلف کے نقض کا رد	〃

مضامین	صفحہ
دلیل اول شرح منہاج کی عبارت اور اس میں مؤلف کی تشریح	۱۲۹
دوسری دلیل عبارت بزازیہ کی اور مؤلف کی خوش فہمی	۱۳۱
تیسری دلیل عبارت شاہ ولی اللہ صاحب اور اس میں مؤلف کی تحریف	۱۳۵
چوتھی دلیل عبارت قاضی ثناء اللہ صاحب	〃
پانچویں دلیل نوادر الفتاویٰ کی عبارت اور اس میں مؤلف کی خیانت وتحقیق مسئلہ کراہت طعام میت	۱۳۶
چھٹی دلیل نیز عبارت نوادر الفتاویٰ اور مطلب اس عبارت کا	۱۳۹
تعین ایام فاتحہ	۱۴۰
تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم قرآن اور اس کو رسوم مروجہ کا مقیس علیہ نہیں بنا سکتے	۱۴۱
تحقیق مسئلہ تثویب اور مسئلہ تثویب کو رسوم سے کچھ مس نہیں	۱۴۱
قاعدہ کم من احکام تختلف باختلاف	〃
الزماں کی تحقیق	〃
تحقیق اعجام وتحزیب قرآن وتزئین مساجد اور بیان اس کا کہ ان مسائل پر رسوم مروجہ کو قیاس نہیں کرسکتے	۱۴۲
مطلب عبارت شاہ ولی اللہ صاحبؒ درباره تجدید اشغال وبیان اس امر کا کہ تجدید اشغال مقیس علیہ رسوم مروجہ نہیں بن سکتے	۱۴۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
رسوم مروجہ میں مؤلف کے قیاسات لایعنی سب مردود و مطرود ہیں اور عبارات سلف سے بالکل اس کا جواز ثابت نہیں	۱۴۴
نقل فتویٰ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری	″
نقل فتویٰ جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمۃ اللہ و تشریح عبارات شرح منیہ مؤید مانعین و تحقیق مبحث ما بہ النزاع	۱۵۱
آیۂ ورفعنا لک ذکرک مذاکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے	۱۵۳
استدلال جواز محفل کا رد	″
امر مستحسن بہیئت ما امر بہ الشرع بدعت ہے	۱۵۸
مولانا احمد علی صاحب کے استدلال حدیث عطایا میں مؤلف کے کلام بے سروپا کا رد	″
زیادۃ لفظ سیدنا درود شریف میں ثابت ہے و معنی کل ما کان ادخل فی التعظیم الخ اور یہ قول مفید مؤلف نہیں	۱۶۱
نقل قول ملا علی قاری و امور ملحقہ و وجوہ اربعہ سے محفل مولود مروجہ بدعت ہے	۱۶۵
معنی حدیث ما راٰہ المسلمون حسنا الخ و حدیث علیکم بالسواد الاعظم و حدیث لا یجتمع امتی علی الضلالۃ	۱۷۱
تمام عبارات سلف سے اجازۃ نفس ذکر و کراہت قیود مستنبط ہوتی ہے	۱۷۲
تشبہ ناجائز کی حقیقت	۱۷۳
آلات حرب جدیدہ میں تشبہ ناجائز نہیں ہے	۱۷۵
مشابہت ممنوعہ میں من کل الوجوہ تشابہ ضروری نہیں	۱۷۸
تفصیل امور لاحقہ ممنوعہ محفل مولد	۱۷۸

مضمون	صفحہ
فرش و منبر و استعمال خوشبو و تقسیم شیرینی سب امور بذاتہا مباح ہیں مگر ان کی ہیئۃ ترکیبیہ رائجہ محفل مولد بدعت ہے	۱۸۰
مدارس اسلامیہ جزوی انتظامات سے ثابت بالسنۃ ہیں بوجہ معارض ہرگز نہیں بن سکتی	۱۸۲
مجلس نکاح و صوم یوم عاشورا نظیر اور مثل مجلس مولد مروج نہیں ہو سکتے جیسا کہ مؤلف سمجھا ہے	″
امام مالک کا عند التحدیث تعطر و تبخر فرمانا ادب ہے اہل بدعت کو مفید نہیں	۱۸۷
بحث طعام محفل مولد	۱۸۸
تعیین وقت و میلاد میں مؤلف کی استدلال آیۂ ربنا انزل علینا الخ و صوم یوم عاشورا کا نقض ہے آپ کا اعتبار مدخل مفید تعیین وقت و میلاد نہیں	۱۹۱
آیۂ ورہبانیۃ ابتدعوہا الخ و تداعی اہتمام تراویح سے جواز التزام محفل مولود نہیں مستخرج ہوتا	۱۹۳
مطلق قیام تعظیمی بحث نہیں بلکہ اس مطلق کی تقیید ممنوع ہے	″
قیام مولد کے بعض افراد شرک ہیں اور گناہ کبیرہ سے تو کسی حال خالی نہیں	۱۹۸
سجدہ تحیۃ غیر اللہ کو حرام ہے	۱۹۹
زیارت روضہ مطہرہ کے وقت قیام دست بستہ پر قیام مولد کو قیاس کرنا فاسد ہے	۲۰۰
اگرچہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں مگر ہر وقت یہ بات ضروری نہیں	۲۰۸
کشف کی حقیقت اور یہ کہ کشف سے احکام ثابت نہیں ہوتے	″
تشریف آوری روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اثبات میں مؤلف کی غلطیاں	۲۱۱

مضمون	صفحہ
جواز قیام مولد میں مؤلف کے قیاسات کا رد	۲۱۳
ندا و خطاب غائب کی کون قسم ناجائز ہے اور اس کے جواز میں مؤلف کے دلائل بے اصل ہیں	۲۲۰
منبر کے بارے میں مانعین کے اعتراض کا نہ سمجھنا	۲۲۸
خوشبو و دیگر سامان مولد پر مانعین کا اعتراض	۲۲۹
عیدین کے احکام پر مولود کو قیاس نہیں کر سکتے	۲۳۰
ترک قیام کے دلائل پر مؤلف کی زبان درازی	۲۳۰
جواز قیام کی کوئی وجہ مروجہ مولودوں میں نہیں پائی جاتی	۲۳۲
رمل حج و صوم عاشورا و تصویر شیخ سے حکایات کے ساتھ محکی عنہ کا سا معاملہ کرنا ثابت نہیں	۲۳۴
مؤلف کا تیسیر شامی قیام تعظیم مولد کرنا بے اصل ہے	۲۳۸
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہو کر اشعار پڑھنے سے جواز قیام مولود کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا	۲۴۴
بانیان مولود کا تارکین قیام پر مثل تارک فرض کے ملامت کرنے کا حال	۲۴۵
آیۂ اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس الآیۃ سے جواز قیام نکالنا لغو و بیہودہ ہے	۲۴۷
ذکر ولادت کی طرح ذکر معراج و حج وغیرہ پر قیام نہ کرنے کا جواب بے اصل ہے	۲۴۸
اگر مباح یا مستحب کی مداومت موہم وجوب ہو تو ترک ضروری ہے	۲۴۹
مروجہ مولود کے جواز سے شریعت کے حکم مطلق کو مقید کرنا لازم آتا ہے	۲۵۰
مجدد صاحب کی عبارت سے جواز مولد ثابت نہیں	۲۵۱
اعتراضات مانعین کے جواب میں مؤلف کی لغزشیں اور ایک قاعدہ کلیہ مفیدہ	″
علماء متقدمین کے مولود کرنے کی کیفیت	۲۶۲

[illegible] محفل مولود [illegible] قدس اللہ ۲۷۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزار ہزار شکر تیرا اے منعم حقیقی کہ تو نے ایسا حبیب مقبول عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا جس کا وجود باجود مومنین کیلئے موجب نور وایمان اور باعث آرام جان ہے، لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب وجہ تالیف وضرورت تالیف | الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین اما بعد بندہ احقر الناس خلیل احمد انبہوی عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت متدینان[1] بادانش[2] عرض کرتا ہے کہ ہر چند جناب حق تعالیٰ نے منشور عام واجب الاذعان نازل فرمایا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کیا) اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتہار علی الاعلان فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث (تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے مضبوطی سے پکڑلو اور نئے نئے امور سے بچو اس لئے کہ اسمیں نئی نئی باتوں کا پیدا کرنا گمراہی ہے) مگر تاہم عوام کالانعام[3] باغوائے شیطانی[4] اختراع فی الدین سے باز نہ رہے اور محدثات کو عمدہ عبادت تصور کرکے منہمک ان بدعات کے ہوئے اور بعض علماء ربانیین نے اگرچہ قلع وقمع میں ان محدثات کی سعی بلیغ فرمائی مگر علماء دنیا نے بتسویل[5] نفسانی ان بدعات کی تحسین میں رسائل تالیف کئے ہر چند یہ سب کچھ تھا لیکن کسی نے فقہاء مجتہدین وعلماء راسخین کو سب[6] وشتم سے یاد نہ کیا تھا اور نہ علماء اولیاء کے طعن سے اپنا دنیا ودین برباد کیا اس سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمیٰ بانوار ساطعہ کہ فی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گذری کہ اس کے مؤلف نے صراحتاً علماء راسخین اور اولیائے مقبولین پر طعن وشتم کرکے مورد من عادیٰ ولیاً لی فقد اذنتہ بالحرب کا ہوا ہے اور طرفہ یہ کہ وہ خود علم وفہم سے بالکل عاری جہل مرکب میں مبتلا ہے۔ نہ سائل کی مراد سے واقف ہوا نہ مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعوے ودلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اس پر دعویٰ علم وتبحر وتفقہ کا وہ کچھ کہ گویا دنیا میں لاثانی ہے اور باوصف اس زعم وتبحر[7] وناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اخفاء میں مکنون[8] کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تاگنجائش انکار باقی رہے مگر بقول ؏ نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا ؛ چونکہ مؤلف مجمع جہلاء میں فخر آپی اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصور

[1] دین دار [2] قابل یقین [3] جانوروں کے مانند [4] شیطان کے بہکانے سے [5] نفس کے فریب میں آکر [6] گالی گلوچ [7] تکبر [8] پوشیدہ۔

Marfat.com

لاکھوں کروڑوں درود اس امام رسل کی روح پر فتوح پر جس کے فیض تعلیم وہدایت سے ہر زندہ دل اپنے مردگانِ غمناک کی ارواح کو فاتحہ و درود سے راحت رساں ہو ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم

امابعد: اہلِ اسلام کو اپنی اس حالتِ نازک پر رونا چاہیئے کہ اسلام ایک گلِ پژمردہ کی طرح سمومِ[1] اختلافات بیجا سے آناً فاناً کمہلایا جاتا ہے، اورعنا دو فساد ایک تند بادِ شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اٹھا چلا آتا ہے نہ زبانیں سچی نہ سینے صاف، سیکڑوں مفسد ہزاروں اختلاف کو ئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جس کی شان عالی یہ ہے من اصدق من اللہ حدیثا اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے

کر کے ممدح کرکے داد چاہتا ہے اور یہ فہم و دانش و علم چند جہلائی تحسین پر اپنے جامہ میں نہیں سماتا چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوے کی ہے لہذا خوب روشن ہوگیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہوا کہ مؤلف اس کا مولوی عبد السمیع رام پوری ہے جو میرٹھ میں بر مکان شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اس نے ابتدائی طفلی سے رسائل مبتدعین کی جمع کر کے یہ ملکہ واہیہ بہم پہنچایا، اور باوجودیکہ خدمت جناب مولانا احمد علیصاحب سہارنپوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی ------- اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم میں یہ بضاعۃ مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی ان کو بھی مع علماء متقدم ومتاخر کے نشانِ سہام طعن وشتم بنایا، اس وجہ سے زیادہ تر موجب ملال تعجب کا ہوا، چونکہ جہلاء ضلال اس کتاب پر ناز کرتے ہیں اور خود مؤلف بھی اس تار عنکبوت کو حصن حصین تصور کرتا ہے اس کی حقیقت جہل کی کشف کو ضروری جانا تاکہ مؤلف کو مبلغ اپنے علم و فہم کا واضح ہو جاوے اور ہر ناظر پر کیفیت مؤلف کی اور استعداد و لیاقت اس کی ہویدا ہو جاوے، اور اس رد کا نام البراہین القاطعہ علیٰ ظلام الانوار الساطعہ رکھا گیا اور اس رد میں لفظِ مؤلف سے مراد مولوی عبد السمیع رام پوری ہووے گا اور مجیب سے وہ عالم کہ جس کے جواب پر مؤلف نے بحث شروع کی ہے، اور اس جواب میں مقاصد مضامین اس رسالہ کا ابطال اور حاصل مراد مؤلف کا قمع کیا گیا ہے اور اس کے الفاظ و عبارت کی اغلاط اور ہفوات وخرافات کا جواب اور سب وطعن کا انتقام اور جملہ جملہ کا افساد وابطال بسبب خوف وطوالت کے ترک کیا گیا ہے، الا ماشاء اللہ تعالیٰ پس بغور ملاحظہ طلب ہے کہ مؤلف کے جملہ مطالب کو نیست و نابود اور جمیع قبائح ومفاسد کو باختصار تمام معائن ومشہور باذنہ تعالیٰ کر دیا گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس تالیف و مؤلف کی قدر پر مطلع ہو جاوے گا، واللہ ولی التوفیق وعلیہ الاعتماد وبیدہ ازمۃ التحقیق والتحقیق - قولہ کو کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ الخ اقول، مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں چنانچہ درمختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لایعد نقصا بل جودا وکرما الخ (خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں ------ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں) ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے ہاں حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہلِ علم نے نہ کیا تھا، جیسا کہ اس شنیز دہم صدی کے مبتدعین نے کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا، اس پر مؤلف کو افسوس اور عبرت نہ ہوئی پس یہ باجرالاق دیدہ ہے کہ تمام امت کے خلاف حق تعالیٰ کے عجز پر عقیدہ ٹھہرا

[1] اختلاف کی آندھی [2] اہلِ بدعت [3] گالی گلوچ [4] کے زدوں کا نشانہ [5] گمراہ جاہل [6] مکڑی کا جال [7] مضبوط قلعہ [8] ظاہر [9] مقام واضح [10] تیرہویں صدی [11] اقرار کرنے والے

اس کو امکانِ کذب کا دھبہ لگاتا ہے اور حضرت فخر موجودات سرور کائنات جسنے خود اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ ایکم مثلی یعنی کون ہے تم میں میری مانند لستُ کاحدٍ کم یعنی ایک تم میں میری طرح نہیں اور وہ تو وہی ہیں ا ان کی بیبیوں کی یہ شان عالی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰنساءَ النبیّ لستن کاحدٍ من النساء (ترجمہ) اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو، پھر اس زمانہ میں ایک ادنیٰ سا آدمی ہے کہ وہ کہتا ہے رسول اللہ میرے بھائی ہیں، واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے کل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اس لفظ میں ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیاءؑ کے ساتھ ہے معاذ اللہ منہا اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے، ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت ضرور نہیں،

تو مؤلف کے پیشوایان کا دین ہے اور مؤلف اس پر افسوس نہیں کرتا، اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدمار میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اس پر طعن کرتا ہے اس سے حال علم و فہم مؤلف کا ہر شخص امتحان کر کے دیکھے فقط **قولہ** اور حضرت فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم الخ **اقول** ایکم مثلی میں مماثلۃ تقرب الی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے چنانچہ لفظ مابعد کا یطعمنی و یسقینی (ترجمہ) وہ مجھکو کھلاتا اور پلاتا ہے، خود ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی لستن کاحدٍ من النساء میں نفی مماثلہ شرف زوجیت[1] و لوازم زوجیت کی مقصود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپؐ کا نہیں جانتا، البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم (ترجمہ) کہدیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں اور بعد اسکے یوحیٰ الیّ کی قید سے پھر وہی شرفِ تقرب کو بعد اثباتِ مماثلہ بشریت کے ثابت فرمادیا پس اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپؐ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہدیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور فخر عالمؐ نے بھی فرمایا وددت انی قد رایت اخوانی الحدیث (ترجمہ) مجھے پسند ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں، پس اخوت بوجہ اولادِ آدم ہونے کے کہا اور یہی وجہ قائل کی ہی موافق قرآن و حدیث کے ہے اسپر طعن کرنا قرآن و حدیث پر طعن ہے اور اس کیخلاف کہنا نص کی مخالفت ہے لہذا چونکہ جس نے آپؐ کو اخ کہا ہے بوجہ اولادِ آدمؑ ہونے کے کہا ہے اور تقرب کی مماثلہ کا وہ ہرگز قائل نہیں تو اسپر طعن سوائے مخالفت نصوص کے اور کیا ہووے گا اور آپؐ کی ذات کو بشریت سے نکال کر (جو اشرف المخلوقات ہے) کسی دوسری نوع میں داخل کرنا محض گستاخی اور ہتک شان رفیع آپکا ہے، سو مؤلف کو ہنوز یہ بھی خبر نہیں کہ قائل کی کیا مراد ہے اور طعن مؤلف کا خود قرآن و حدیث پر ہوتا ہے مگر اپنی کم فہمی کی کہانی کہنی ضرور ہے علیٰ ہذا حال آیہ لستن کاحدٍ من النساء کا ہے **قولہ** واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں، الخ **اقول** لاریب اخوۃ نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہی آپس میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی ہے نہ مثل جانے سو یہ طعن بالکل سفسطہ ہے خلاف فہم و عقل کے تامل درکار ہے جیسے کہ وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے **قولہ** کہتا ہے کہ وتر کی ایک رکعت الخ **اقول** وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباس وغیرہما صحابہؓ اس کے مقر اور مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ کا وہ مذہب[2] پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانا جب آنکھ بند کرکے ائمہ مجتہدین پر اور صحابہؓ اور احادیث پر تشنیع کی پس یہ تحریر نتیجہ جہل کے اور کیا وجہ رکھتی ہے معاذ اللہ منہا،

[1] یعنی زوجیت کا شرف اور اس کی وجہ سے جو لوازم مرتب ہوتے ہیں ان کی مثال عام عورتوں میں نہیں ہے یہ کم عقلی ہے ۱۲ غور طلب

[2] یعنی اگرچہ بہت سی صحابہؓ کرام اور امام اعظمؒ کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں مگر بعض صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک وتر کی ایک رکعت ہے سو اس قول پر طعن کرنا ان حضرات پر طعن کرنا ہے ہاں اگر غیر مقلدین پر اتباع ہوائے نفسانی کا طعن کرتے تو ممکن تھا نہ کہ اس طرز سے جیسے کیا ہے ۱۲

Marfat.com

اور تراویح بیس پڑھنی بدعت ہیں آٹھ سنت ہیں اسی طرح وہ محفل میلاد جس کو عالم عامل محدث کامل فقیہہ فاضل حافظ ابوالخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف وجوانب ارض میں اہل اسلام پڑھتے ہیں مولد نبی کریم اور پاتے ہیں اس کے سبب برکات عظیم، اب اس دور میں کوئی آدمی اس کو کفر و شرک کہتا ہے کوئی بدعت کہتا ہے کوئی حرام نعوذ باللہ منہا ۔

محفل مدح پاک کو کہتے ہیں کفر و شرک جو ہیں ان سے کہدو اہے منھ کو ذرا لگام دو

علیٰ ہذا القیاس وہ اموات جو محزون ایک غار تنگ دردناک وتاریک میں پڑے ہوئے آس کر رہے ہیں کاش میرا بیٹا یا بیٹی کچھ مجھکو دیں یا بھائی بہن فاتحہ درود بھیجیں، اب اس وقت میں بعض وہ صاحب ہیں کہ بے دھڑک فتوے دے رہے ہیں کہ یہ سب امور بدعت ہیں، ان مفتی صاحبوں میں جو واعظین ہیں وہ اپنی گود بھرتے ہیں مردوں کا مال جسقدر دیدو گٹھڑی باندھ لیتے ہیں اور جو ان میں مدرسین ہیں وہ امور فاتحہ درود کو بدعت بتلاکر تمامی اموال موتیٰ کا اپنے مدرسوں میں آنا آرزو کرتے ہیں، غرضیکہ ہر کوئی اپنی طرف کھینچ رہا ہے، عوام جو تعیین تواریخ کی تقلید میں کچھ کرگذرتے تھے وہ بالکل شتر بے مہار[1] ہو گئے، بدعت سن کر تمام مصارف خیر سے سبکدوش اور دست بردار ہو گئے امداد اموات بند ہو گئی لیکن ان حضرات مانعین کو اس سے کیا غرض موتیٰ اپنی قبروں میں تڑپا کریں اور مساکین بھوکے خاک میں لوٹا کریں اور تماشا یہ کہ جب ان سے کہیئے کہ میاں کیوں امر خیر بند کراتے ہو، کہتے ہیں واہ ہم تو بہت اچھا کام کرتے ہیں پس یہ کہنا ان کا اسی کے قریب جا کر ٹھہرا کہ قرآن شریف میں وارد ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ، تیرہویں صدی میں لوگوں کا کیا عجب حال تھا اب چودھویں شروع ہوئی دیکھئے کیا قیامت ہو، دنیا میں کیا خرابی اور دین میں کیا مصیبت ہو، ان ایام میں دہلی کے تین نفر اور چند علماء دیوبند وگنگوہ وسہارنپوری کی حسن توجہ سے اور مطبع خاص ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتویٰ چار ورقی پر چھپکر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا ہے، حاصل نتیجہ اس کا یہ ہے، کہ محفل مولد شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گناہ ہے، اور اسی طرح اموات کا فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہیں یہ سب خراب وتباہ ہے

قولہ تراویح بیس پڑھنی الخ **اقول** تراویح آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہنا قول کسی عالم کا نہیں بلکہ قول سفہا کا ہے ایسے اقوال ساقطہ کا ذکر یہاں بے محل ہے البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن نہیں،

قولہ اسی طرح وہ محفل میلاد الخ **اقول** نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔ چنانچہ یہ امر فتویٰ مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری میں صراحتًا مذکور ہے اور مؤلف[2] اسکو دیکھ چکا ہے کہ یہ کتاب اس کی اُسی فتوے کے رد میں تالیف ہوئی ہے البتہ امور غیر مشروعہ جو اس کے ساتھ ضم ہو گئے ہیں، اس کی وجہ سے حکم مجموعہ پر بدعت ومنکر ہونے کا یا شرک وحرمت کا لگایا جاتا ہے اور یہ حکم باعتبار ان قیود غیر مشروعہ کے ہے نہ بوجہ نفس ذکر کے چنانچہ یہ سب قریب معلوم ہو جائے گا پس مؤلف کا یہ طعن بدون سوچے سمجھے ان فتوی کے محض کم فہمی ہے افسوس کہ اصل سوال اور جواب کو غور بھی نہ کیا اور اعتراض کرنے کو کھڑا ہو گیا **قولہ** علیٰ ہذا القیاس وہ اموات جو محزون الخ **اقول** ایصال ثواب طعام وقراءۃ اموات کو کسی نے منع نہیں کیا اس باب میں جو منع ہے تو اس طرح تعیینت سے ایصال کو منع کرتے ہیں کہ جسمیں تشبہ بکفار لازم آجاوے یا تقلید مطلق کی جاوے کہ یہ دونوں تمام امت کے نزدیک حرام وبدعت ہیں اور یہ امر منع کرنا بوجہ قیود وہیئت

[1] آزاد [2] بیوقوف [3] شامل

غریبوں کو کھانا کھلانے اور قراءۃ قرآن کے ذریعہ مردوں کو ثواب پہنچانا

Marfat.com

کچھ دن اس پر نہ گذرے تھے کہ ایک فتویٰ دوسرا چوبیس صفحہ مطبع ہاشمی میں چھپکر در بدر پھرنے لگا۔ اس زمین نہ زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہی چو ورقہ جو پہلے چھپا تھا پھر دو بارہ اسمیں چھپایا مجھ سے بعض اخوان طریقت نے بتاکید تمام یہ فرمائش کی کہ اس فتوے کے سبب لوگوں میں ایک نزاع و جدال ہو رہا ہے اور کچے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑے جاتے ہیں اور معاندین اس فتوے کو جابجا دکھاتے ہیں اب تم کو چاہیئے کہ تم خبر لو ورنہ یہ عوام جگر خام گرداب ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں گے ہرچند کہ مریض تقیہ کم طاقت حوائج علائق سے کم فرصت اس قدر گنجائش نہ رکھتا تھا لاکن ملہم الصدق والصواب نے جسکے قبضۂ قدرت میں آدمی کا دل ہے میرے دل میں بھی ڈال دیا کہ بالفعل اس باب میں امر حق افراط و تفریط سے خالی لکھدینا چاہیئے۔ ایسے موقعہ میں سکوت کرکے عوام کالانعام کو جو اغوای مانعین سے بہکے جاتے ہیں .... نہ ڈبونا چاہیئے۔ تب میں نے نظر ڈالی دونوں فتووں مطبوعہ ہاشمی پر تب پایا فتویٰ پچھلے میں زیادہ تر اہتمام فقط مذمت مولد شریف کا اور دیکھا پہلے فتوے میں انکار مولد شریف پر اور نیز طعن و تشنیع چند امور خیرات و حسنات پر اس لیے جواب لکھا میں نے اسی فتویٰ اولیٰ کا جیسے چند امور تھے اور نیز اس کے مکرر چھپنے سے اس کی تاکید سمجھی گئی تھی لیکن فتویٰ ثانیہ کی بھی دلائل اور مسائل کو اسی کے ذیل میں کہیں صراحتاً کہیں ضمناً رد کیا گیا ہے چاہیئے کہ ناظرین بچشم تدبر ملاحظہ فرمادیں اور نام رکھا ہم نے اس فتویٰ کا فتویٰ انکاری جس مقام پر یہ نام آوے جان لیجئے وہی فتویٰ جو دربارہ مانع الخیرات مراد ہے اور نام رکھا ہم نے اپنے رسالہ کا **انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ** مشتمل چار انوار پر نور اول میں دو لمعے ہیں **لمعہ اولیٰ** میں بیان ہے ان علماء و مشائخ کا جو مفتیان فتویٰ انکاری کے مقتدا ہیں **لمعہ ثانیہ** میں اس سوال کی نقل ہے لفظاً لفظاً جو اس فتویٰ انکاری میں ہے پھر جو کچھ خطائیں اس سوال میں ہیں ان کی تشریح پھر ثبوت دیا گیا ہے خوش آوازی اور فروش تکلف بچھانے اور تقسیم شیرینی اور روشنی کرنے کا اور حرمین شریفین کی عظمت اور خطاب جانب مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کرنے کا اور یہ کہ حکم شرعی موقوف فقط حدیث پر نہیں نور دوم میں چھ لمعے ہیں لمعہ اولیٰ میں جواب مانعین منقول ہے بلفظہ اور مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند کی چار حکایتیں۔ لمعہ ثانیہ میں رد جواب مانعین و ثبوت بدعت حسنہ بدلائل ساطعہ لمعہ ثالثہ میں نقل ہے عبارت مولوی عبدالخالق صاحب واعظ دیوبندی کی پھر رد کرنا اس کا لمعہ رابعہ میں ہے رد عبارت مولوی عبدالجبار اور اثبات ہر جگہ موجود ہونے ملک الموت اور ابلیس اور چاند اور سورج کا۔ اور نہ مشرک ہونا آدمی کا اس اعتقاد سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک محفل مولد شریف میں آتی ہے **لمعہ خامسہ** نقل عبارت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پھر اس کی شرح۔ **لمعہ سادسہ** عبارت مولوی امیر باز خان صاحب واعظ جامع مسجد سہارنپوری کی پھر جواب اس کا اور ذکر سماع اور حقہ کا۔۔

کے ہے نہ بوجہ ایصال کے اس فتوے میں جس کا ذکر کرنے کو مؤلف نے یہ کتاب لکھی ہے۔ مصرع ہے مگر دیدۂ حق بیں نہ ہو تو اس کا کیا چارہ۔ پس اگر کسی نے مسلمانوں کو خسران دین و دنیا سے بچایا کہ مال بھی ضائع ہوا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا کہ مقصود ثواب اموات تھا نہ کہ معصیت سے ملوث ہونا تو یہ عین دین ہے اس کو قبیح کوئی اہل بینش و دانش ہرگز نہیں کہہ سکتا

۱ جھگڑا ۲ شبہات ۳ صدق اور ثواب کا الہام کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ ہے ۴ دانستہ ۵ نقصان

نور سوم میں چھے لمعے ہیں لمعہ اولیٰ۔ جواز فاتحہ اور جواب دلائل مانعین لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ **لمعہ ثالثہ**، عیدین و شب برات و عشرہ محرم میں وائمہ **لمعہ رابعہ** جواز طریقہ فاتحہ سوم **لمعہ خامسہ**۔ ذکر چہلم و بستم و دہم کا اور بھیجنا گھڑا مسجد میں **لمعہ سادسہ** نصائح در باب اموات **نور چہارم** میں آٹھ لمعے ہیں **لمعہ اولیٰ** اثبات محفل مولد شریف **لمعہ ثانیہ**، یہ اعتراض کہ محفل مولد شریف کو کنھیا کے جنم اور نصاریٰ کے بڑے دن سے مشابہت ہے پھر اس کا جواب **لمعہ ثالثہ** یہ اعتراض کہ یہ محفل بدعت سیئہ ہے پھر اس کا جواب اور اصولِ مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے ثابت کرنا کہ یہ محفل سنت ہے بدعت ہرگز نہیں کیونکہ اس کی اصل بھی ثابت ہے اور نظیر اور مثل بھی **لمعہ رابعہ** یہ اعتراض کہ محفل خاص بارہویں ربیع الاول کو کیوں کرتے ہیں اور ہر سال التزام کیوں ہے پھر اس کا جواب اور ثبوت تخصیص یوم والتزام دائمی چند دلائل سے **لمعہ خامسہ** یہ اعتراض کہ قیام شرک ہے اور روح کا وہاں حاضر جاننا شرک ہے پھر ان سب کا جواب اور جلنا پھرنا روحوں کا دلائل قویہ سے ثابت کرنا اور یہ بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچتی ہے محفل مولد شریف کی، لیکن قیام اس واسطے نہیں کہ روح مبارک تشریف لاتی ہے بلکہ قیام چند وجوہ سے شرع میں پایا گیا ہے **لمعہ سادسہ**۔ یہ اعتراض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہیں الفاظ حاضر مخاطب ان کے واسطے بولنے کفر ہیں پھر اس کا جواب دلائل قاطعہ سے اور ثبوت اس کا عہد صحابہ سے اب تک **لمعہ سابعہ** اعتراضات متفرقہ واہی تباہی پھر ان کا جواب **لمعہ ثامنہ** اسمار مبارک حضرات عالی درجات فقہاء و محدثین مجوزین ایں عمل برکات تضمین یعنی مولد ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین **مؤلف رسالہ**: جمیع اہلِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب میں نے یہ بات دیکھی کہ بعض جاہلین فتویٰ انکاری پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بیہودگی سے چڑاتے ہیں اور فتنہ کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں تب اس نزع باہمی پر کمال افسوس ہوا اور اگر یہ مفتیان دین سمجھتے کہ یہ آدمی فتویٰ لکھوا کر باہم سر پھوڑیں گے اور شیشۂ اتفاق وجمعیت سنگِ تفرقہ سے توڑیں گے نہایت درجہ کے یقین کامل سے کہتا ہوں کہ کبھی یہ علماء اس میں قلم نہ اٹھاتے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر کفار کو اپنی خانہ جنگی کا تماشہ نہ دکھاتے خیر گذشتہ را صلوات اب میں بصد التماس صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں ایک مرد مبتلائی افکار ہوں، تردد ات سے دم بھر خالی نہیں جنگ وجدال اور تضیع اوقات سے بچتا ہوں کیوں کہ میں کوئی وارستہ[1] مزاج لاابالی نہیں اپنے کاروبار کو اصلاحِ دین کے لئے چھوڑ کر یہ رسالہ لکھتا ہوں،

البتہ واعظین ومدرسین پر جو کہ تمثل امر بلغوا عنی ولو آیۃ کے ہیں اور امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر کے عامل طعن وتشنیع کرنا اور بدظنی کو کام فرمانا کہ منہی عنہ بنصوص[2] قطعیہ ہے لاریب تسویل شیطان اور ارضاء لعین ہے اور توہین نواب فخر عالم کی کرکے اپنی عاقبت کا برباد کرنا اور خلق کا گمراہ کرنا ہے پس مولف اپنے اس فعل شنیع سے اپنا انجام سوچے کہ کیا ہے اور یہ عذر کہ وہ بطمع دنیا یہ وعظ درس کرتے ہیں سو اس کا حساب علی اللہ تعالیٰ ہے مؤلف کو حکم حسن ظن کرنے کا تھا نہ بدظنی کا لقولہ علیہ السلام ایاکم والظن الحدیث۔ سو مؤلف عدول حکم ہو کر کون ہوتا ہے اور جو وہ اجرت لیتے ہیں

[1] آزاد [2] جس کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے

Marfat.com

اے اہلِ اسلام للہ نظرِ انصاف سے اس کو دیکھو، نفسانیت کو ہرگز دخل نہ دیجیو، اگر حق سمجھ میں آجاوے تو قبول کیجیو، اور قولِ سابق سے رجوع کرنے کو کسرِ شان مت سمجھیو، اور اگر مدتوں کی جمی ہوئی دل سے نہ نکالو تو اتنا بالضرور کرو کہ طرفِ ثانی کی تشنیع سے زبان سنبھالو ورنہ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں - وہ لوگ جو بانتدائے سلفِ صالح ان امورِ حسنہ کے قائل ہیں دیکھو ان کے پاس اپنی تقویت میں کسقدر دلائل ہیں، اور ادلۂ شرعیہ سے مدلل ان کے مسائل ہیں تو ادلہ میں دو لمعے ہیں، لمعہ اولی میں بیان ہے ان علماء و مشایخ کا جو مفتیانِ فتوی انکاری کے اساتذہ اور مشایخ اور مقتدا اور پیشوا ہیں واضح ہو کہ اس فتوے کے جسقدر مفتی ہیں وہ معتقد ہیں اُن دو عالموں کے یعنی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی اسحاق صاحب دہلوی کے پس بعضوں کو ان صاحبوں کے خاندان میں واسطہ در واسطہ رابطہ شاگردی کا حاصل ہے، بعضوں کو مریدی طالبی اور بعضوں کو محض تقلید اور اتباع، پس مولوی اسماعیل صاحب کا خاندانِ طریقت یہ ہے کہ وہ مرید ہیں سید احمد صاحب کے اور وہ شاہ عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور مولوی اسحاق صاحب علمِ حدیث میں شاگرد ہیں شاہ عبد العزیز صاحب کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے اور مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا ایک سلسلہ تو صابریہ ہے دوسرا نقشبندیہ مجددیہ وہ منتہی ہوتا ہے شاہ ولی اللہ پر اس طرح کہ یہ دونوں صاحب اور نیز تیسرے مولوی محمد قاسم صاحب ساکن نانوتہ ضلع سہارنپور، یہ تینوں صاحب مرید ہیں جناب حاجی امداد اللہ صاحب سے اور وہ میاں جی نور محمد صاحب سے اور وہ سید احمد صاحب سے اور وہ شاہ عبد العزیز صاحب سے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب سے حاصل یہ کہ ان صاحبوں کے استاد یا پیر امام معتقد بہ فیہ حضرت شاہ ولی اللہ ٹھہرے اور شاہ ولی اللہ صاحب کا سلسلہ اوپر کو اس طرح چلتا ہے خاندان مجددیہ میں کہ وہ مرید ہیں اپنے باپ شاہ عبد الرحیم صاحب سے اور وہ مرید ہیں سید عبد اللہ صاحب سے وہ سید آدم بنوری سے اور وہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے الی آخرہ اور دوسرا سلسلہ اپنا شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انتباہ میں یہ لکھا ہے کہ اس فقیر نے علم حدیث لیا اور خرقۂ تصوف پہنا اور خلافت پائی شیخ ابو طاہر سے اور انھوں نے شیخ ابراہیم سے اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انھوں نے شیخ احمد شناوی سے اور انھوں نے اپنے باپ علی بن قدوس سے اور انھوں نے شیخ عبد الوہاب شعرادی سے اور انھوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے اور انھوں نے شیخ کمال الدین امام کاملیہ سے اور انھوں نے شیخ الاسلام

تو آخر علمائے متاخرین نے درس اور وعظ پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور خود مؤلف بھی ایک رسالہ اس باب میں طبع کرا چکا ہے پس یہ طعن اپنے اوپر اور علمائے متاخرین اور فقہا پر ہے داکہ اپنی غرض فاسد کی اتباع میں اپنا قول بھی یاد نہ رہا سخت تعجب ہے معہذا جو کچھ واعظ کو اور مدرسہ میں بہ نیت ایصال ثواب دیا جاتا ہے اس کا ثواب بھی تو اموات کو پہنچتا ہے سوا اموات کا حرمان نہ معلوم کہ مؤلف کس طرح سمجھ گیا مگر شاید مؤلف کے نزدیک وعظ و درس کوئی گناہ ہے کہ اس کے صرف میں وصول ثواب بھی نہیں ہوتا معاذ اللہ ورنہ وعظ و درس چونکہ فرض ہے ان کے صرف میں اجر بھی زیادہ ہوتا ہے تو مساکین کے دینے سے اسمیں اموات کو زیادہ نفع ہے حسب حکم شرع پس مؤلف کا یہ کلام محض کینہ کا اظہار اور بیخبری علمِ دین سے ہے پس جواب مسئلہ و طعنِ ناموزوں مؤلف کا حاصل ہو چکا اور

Marfat.com

ابو الخیر ابن الجزری شیخ القراء والمحدثین سے الی آخرہ الحاصل یہ بزرگانِ مندرجہ سلاسل مذکور مقتدا اور پیشوا ہیں مفتیان فتوی انکاری کے اور نقل کیا ہم نے ان اسماء کو ان کی کتب مشایخ مثل الانتباہ و قول جمیل، وضیاء القلوب سے، اور یہ اس لئے کہ ہم جو قول یا دلیل پیدا کریں گے تو وہ یا خود ان بزرگواروں کی تصانیف میں ہوں گی، یا ان بزرگواروں کی مسلم الثبوت کتابوں میں **لمعہ ثانیہ** سوال فتوی انکاری کی نقل ہے **سوال**. کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مدح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردان خوش الحان خوانندہ ہوں، و زیب و زینت و شیرینی و روشنی کثیر ہے اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں جائز ہے یا نہیں، اور قیام وقت ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز ہے یا نہیں اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں، اور نیز بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ کے آب و طعام سامنے رکھکر اس پر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا، اور ثواب اس کا اموات کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں اور نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی و کلمہ طیبہ چنوں بھنوں پر مع پنج آیت کے و شیرینی تقسیم کرنا بحدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا ؟ تمام ہوئی عبارت سوال کی حرفاً حرفاً اب شرح اس سوال کی کرتا ہوں اس طرح پر کہ عبارت سوال پر لفظ قولہ ہوگا اور میری عبارت پر لفظ اقول ہوگا، **قولہ** جس مجلس میں امردان خوش الحان خوانندہ ہوں الخ **اقول** دیکھو سائل چونکہ سخت عناد محفل خیر العباد سے رکھتا ہے خواہ اپنے مفتیوں کے مشورہ سے خواہ اوروں کی کمیٹی سے وہ لفظ درج کرتا ہے جسمیں مفتی صاحب بے کھٹکے مہر منا ہی کی لگادیں. بھلا کوئی اس سائل سے پوچھے کہ کیا مجلس میلاد کو خاص امردان خوش الحان ہی پڑھتے ہیں اے مرد خدا آنکھیں کھولکر دیکھ دہلی میں مولانا عبد الحکیم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور

جو کچھ کلام لایعنی اس کا سوائے اس کے ہے اس کا حوالہ یوم الجزاء پر کیا جاتا ہے نہ یہ کام علم کا ہے، بلکہ دہلی کے بھکڑ باز اس سے زیادہ لکھ سکتے ہیں اس کے بعد جو مؤلف نے وجہ تالیف لکھی اور اپنے عالم متبحر ہونے اور معتبر زمانہ کی داد دی ہے اس کا جواب دینا فضول ہے کیونکہ یہ کتاب مؤلف کی خود شاہد اس کے علم و فہم کی اور مکذب اس کے دعوے کی موجود ہے کہ ہر اہل علم مبلغ فہم مؤلف کا دریافت کرسکتا ہے علی ہذا ترتیب و تقسیم رسالہ در لمعہ اولیٰ نور اول کا قابل جواب نہیں اس سے عبور کر کے آگے بڑھتا ہوں فقط **قولہ لمعہ ثانیہ** سوال فتوی انکاری کی نقل الخ **اقول**. سائل نے وہ ہیئت واقعہ محفل مولود جو مروج ہے درج سوال کر کے اس کا حکم پوچھا تھا اس کی غرض یہ تھی کہ اصل ذکر مولود کو تو سب علماء جائز رکھتے ہیں مگر اس ہیئت کا کیا حال ہے مؤلف نے بنام نہاد شرح سوال کے اس کا جواب یا ہے اور شرح میں اپنی رائے سے جو مناسب جانا لکھدیا ہے چنانچہ ظاہر ہوا جاتا ہے **قولہ** اقول دیکھو سائل چونکہ سخت عناد محفل الخ **اقول** یہ مؤلف کا محض کینہ قلبی ہے کہ سائل کو معاند ذکر فخر عالم علیہ السلام کا لکھا ہے البتہ اگر سائل متبع سنت ہے تو اس ہیئت کا معاند بیشک ہوگا کیونکہ اس ہیئت کو بدعت جان کر اس سے مجتنب ہے لقولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ اور اصل ذکر کو وہ مندوب ہی جانتا ہے مگر مؤلف کے حسن فہم سے جو کچھ اس کے قلب میں ہے وہ ٹپکتا ہے **قولہ** وہ لفظ درج کرتا ہے الخ **اقول** اس کلام سے اس قدر معلوم ہوا کہ امردان کا حاضر ہو کر غزل و قصیدہ پڑھنا مؤلف کے نزدیک بھی موجب تامل فتوی کراہت کے دینے کا

ا اچھے آواز والے نابالغ لڑکے ۲ ممنوع ۳ جھٹلانے والی ۴ مخالف

مولوی وزیرالدین واعظ جامع دہلی اور چند علما معمر میلاد شریف پڑھتے ہیں اور کئی برس سے مولوی عبدالرب صاحب دہلوی بھی مولد شریف پڑھنے لگے خوب محفل سجاتے ہیں یہ بھی ساٹھ برس کے ہوں گے امرد خوبرو نہیں ہیں البتہ بعض محافل میں کوئی لڑکا خوش آواز بھی آجاتا ہے

ہے جس سبب سے سائل پر غصہ ہے کہ کیوں ایسا سوال بنایا اور مؤلف اپنی مجالس میں امردوں کی مولود خوانی سے انکار کرتا ہے مگر مؤلف کا یہ قول کسقدر کم فہمی ہے کہ کیا مجلس میلاد کو خاص کر ان خوش الحان ہی پڑھتے ہیں کیوں کہ سائل نے کب کہا ہے کہ امرد ہی پڑھتے ہیں یہ حصر تو مؤلف کے فہم ناقص سے پیدا ہوا ہے، سائل یہ کہتا ہے کہ امردان خوش الحان خواندہ ہوں اور خواندہ ہونا عام ہے کہ بالکل ہی پڑھیں یا کچھ پڑھیں اور مطلب سائل کا حسب واقعہ مروجہ ہے قصائد مدح وغیرہ مجلس میں پڑھنے سے ہے نہ کہ خود کتاب مولود کی پڑھنا سو یہ توجیہہ مؤلف کی جواب غفلت ہے کیوں کہ اس کی غرض حضور امارد اور خوش الحانی سے قصائد پڑھنا ہے اور یہ امر مجالس میں موجود ہے کیوں کہ اس سے انکار کرنا ممکن نہیں تھا کہ خود مؤلف کی محافل میں بھی یہ امر موجود ہوتا ہے لہٰذا اس کے دفعہ کے واسطے یہ تدبیر کی کہ قول سائل سے کہ امرد خواندہ ہوں امرد کا کتاب مولود کی پڑھنا شرح سوال میں مراد لیا اور پھر استشہاد لائے کہ دہلی وغیرہ میں سب بوڑھے اور معمر پڑھتے ہیں سبحان اللہ خوب شرح کی اور خوب اعتراض کیا عوام کو تو شاید دھوکہ لگ جائے مگر فہیم آدمی تو اس کاریگری کو خوب سمجھ لیوے گا پھر یہ کہ اگر بالفرض یہ امر نہ بھی ہوتا تاہم سائل ایک صورت فرضی کر کے اس کا حکم پوچھتا ہے اور ہر روز یہ ایسے سوالات امر شائع رہے ہیں یہاں تک کہ کتب فقہ میں بعض ایسے سوال مندرج ہیں کہ محال عادی ہیں، پس سائل پر یہ عتاب مؤلف کا کہ یہ صورت کہاں ہوتی ہے ایسا سوال کیوں کرتا ہے کون عقل کی بات ہے مجیب اور عالم کو واقعہ سے کیا بحث ہے وہ سوال کی صورت کا جواب دیتا ہے یہ مؤلف کا بنا قاعدہ مخترعہ ہے مگر بات وہی ہے کہ سائل نے خود عیب مؤلف کا بیان کیا اس کے رنج میں غصہ آگیا اور دوسری شرح خلاف مقصود کر کے جواب میں انکار واقعہ کر دیا گیا مگر اس تغیر سے کیا حاصل ہوا کیوں کہ قصائد خوانی اور مولود خوانی دونوں کا ایک ہی حکم ہووے گا غرضکہ حضور امارد خوش الحان سے ہے مگر مؤلف ایسا فہم کہاں سے ہو گیا جو اس کو سمجھتا یہ سمجھا کہ جواب سکبدوش حالاں کہ یہ جواب قابل خندہ ہے کیوں کہ سائل پوچھتا ہے کہ جس محفل میں امردان خوش الحان قصائد پڑھیں اور حالانکہ امرد بعض حسین صبیح بھی ہوتے ہیں اور مجالس مولود میں جوانان فساق فجار بھی حاضر ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اندیشہ فتنہ کا ہے سو چوں کہ سب سامان فتنہ وہاں موجود ہوتے ہیں تو مظنہ شہوت حرام کا ہے کہ امارد کوئی صبیح کم کوئی زیادہ اور خوش لحنی اور لباس صاف اور خوشبو کا ہونا اور فسق وفجور شباب کا ہونا داعی پس ایسی حالت میں گو ذکر عالم علیہ السلام کا ہی ہو مگر مظنہ شہوت نفس غالب ہے ایسی محفل کا کیا حکم ہے اگرچہ ذکر مندوب ہے مگر لحوق معصیت اور کراہت کا بھی ہے اور مجموعہ پر حکم باعتبار قیود کے ہوتا ہے تو مؤلف نے جواب اول تو دیا کہ دہلی وغیرہ میں کوئی امرد مولود نہیں پڑھتا اور اگر کوئی امرد آجاوے تو امردوں کو قرآن یا مدح پڑھنا کہیں منع نہیں آیا وہ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے، وہ تو پوچھتا ہے کہ اس مجمع اور ہیئت میں حاضر ہونا اور مدح خوانی کیسی ہے مؤلف جواب دیتا ہے کہ مکتب میں یا خلوت و گھر میں قرآن پڑھنا منع نہیں ہے وہ تنہا مکتب و خانہ میں قرآن و مدح کو پوچھتا ہے یا مطلق قرآن و مدح کو پوچھتا ہے وہ تو ایسے مجمع میں کہ مظنہ فتنہ کا ہے سوال کرتا ہے مطلق قرآن و مدح کو اس نے کہاں پوچھا

لہ دلیل ٢ ایجاد کردہ ٣ امرد کی جمع ٤ گمان ٥ خوبصورت ٦ قید کی جمع

Marfat.com

کوئی منقبت یا مدح یا حمد خوش آوازی سے پڑھ دیتا ہے، سو یہ کہیں قرآن و حدیث فقہ اصول سے ثابت نہیں کہ امردوں کو قرآن پڑھنا یا اپنے رسول کریم کی مدح اور نعت کا پڑھنا ممنوع ہے کچھ تعریف زلف و رخ و خال و خد محبوبان نازنین کا ذکر نہیں پڑھتے باقی رہی خوش الحانی، سو اس فرقہ کے مسلّم الثبوت عالم ربانی مجدد الف ثانی جلد ثالث مکتوبات میں فرماتے ہیں دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد و نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حرف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ تردید صوت بآں بطریق الحان با تصفیق مناسب آں کہ در شعر غیر مباح است انتہیٰ اس سے معلوم ہوا کہ خوش آوازی سے مولود پڑھنا جائز ہے ہاں البتہ تالی بجانا اور رعایت راگنی کے قواعد کی نہ چاہیئے یہ ان کا قول ہے اور مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں والحق ان السماع اذا وقع بصوت حسن بشعر متضمن للصفات العلیا والنعوت النبویۃ المحمدیۃ بنزع باعث الالات المحرمۃ و آثار کان من الجملۃ الشریفۃ العلیہ کان من الحسن فی غایتہ و تمام تزکیۃ النفس نہایتہ الی اخرہ، اور نیز مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں جب عشق کے بیان میں، از جملہ مؤیدات ان استماع الحان خوش و اصوات دلکش و قصص شوق آمیز و اشعار عشق انگیز است انتہیٰ اور ابن جزری جو سید احمد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ میں ہیں فرماتے ہیں سن ۷۸۵ سات سو پچاسی میں بادشاہ مصر نے محفل مولد شریف کی تھی میں اسمیں حاضر ہوا محفل کا احتشام دیکھکر مجلو حیرت

ہے اور جو مؤلف کی غرض ہے کہ اصل ذکر تو درست ہے گو عروض فتنہ عارض ہو گیا تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرمت عارضی بھی مثل صلبیہ کے محکوم ہوتی ہے اگر یہ مراد ہے کہ مطلق جب حلال ہوا تو پھر جس قید میں اس کا وجود ہو حلال ہی رہے فاتحہ یہ بھی سراسر غلط ہے کہ مطلق حلال قید ممنوع سے ممنوع ہو جاتا ہے چنانچہ نماز ارض مغصوبہ[1] میں ممنوع و مکروہ ہے اور یہ جو مراد ہے کہ امرد[2] اگر خد و خال کے اشعار پڑھے تو منع ہے مگر مدح فخر عالم علیہ السلام کا اندیشہ نہیں تو یہ بھی محض غلط ہے کیونکہ شہوت پرستوں اور جوانان باشہوت کو مدح اور قرآن اور غزل میں اور صلوٰۃ و ذکر میں کچھ تمیز نہیں ہوتی طبعاً اور یہ امر بدیہی ہے ہر شخص جانتا ہے گو مؤلف دیدہ و دانستہ انکار کرے یا بوجہ ضعف دماغ کے قوت شہویہ زائل ہو گئی ہو، دیکھو در مختار میں صبیح کی امامت کو مکروہ لکھا ہے — اور وجہ اس کی وہی مظنہ فتنہ ہے جب نماز اور قرآن میں علماء مکروہ لکھتے ہیں تو ایسی مجلس میں مدح خوانی کب درست ہووے گی اور احیاء العلوم میں امرد کی صوت کو درصورت مظنہ[3] فتنہ کے مکروہ لکھا ہے مؤلف آنکھ کھولکر مطالعہ کرے پس ہرگاہ کہ اس زمانہ صلاح میں اس کو مکروہ لکھا ہے تو اس زمانہ فتن میں صلحاء کا بھی حال قابل طمانیت نہیں چہ جائیکہ اس محفل میں جہاں فساق[4] موجود ہوں پس حاصل یہ کہ مؤلف نے کمال فہم کو کام فرمایا کہ سائل تو ایسی محفل کے حضور کو پوچھتا ہے جسمیں فتنہ کا ظن غالب اور امارد کا وہاں ہونا موجب فتنہ کا ہے اور مؤلف جواب دیتا ہے کہ امرد کا قرآن و مدح پڑھنا درست ہے یہ علم مؤلف کا قابل دید ہے **قولہ** باقی رہی الحان خوش الخ **اقول** یہاں سے مؤلف اپنے دعویٰ پر دلیل لایا ہے کہ صوت حسن جائز ہے حضرت مجدد کا قول اور مواہب لدنیہ کی عبارت اور صراط مستقیم کی تقریر مگر کوئی مؤلف سے پوچھے کہ ان روایات سے صوت حسن کا جواز معلوم ہوا مگر امرد کا حسن الصوت کا مجمع فساق میں پڑھنا ثابت نہیں ہوتا سائل اس ہیئت کو پوچھتا ہے نہ مطلق صوت حسن کو تو آپ ان روایات سے

[1] جو زمین زبردستی کسی سے چھینی گئی ہو [2] نابالغ لڑکا [3] جب فتنہ کا گمان ہو [4] فاسق کی جمع

Marfat.com

ہوئی اور میں اس کو دیکھ کر خوش ہوا خیال کرتا ہوں کہ اس محفل میں دس ہزار مثقال سونا خرچ ہوا ہوگا، کھانے پینے کی چیزوں اور خوشبوئیں اور روشنی شمعوں میں پچیس[۱] حلقے تو چھوٹی عمر کے لڑکوں قرآن قرارت سے پڑھنے والوں کے تھے نقل کیا اس حکایت کو ملّا علی قاری نے اپنی مورد الروی میں اور اس کے قریب قریب ذکر کیا نور الدین ابو سعید بورانی نے اور یاد رکھو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے خوش آواز کو روایت ہے کہ سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا ابی موسیٰ کا فرمایا لقد اوتی ھٰذا مزماراً من مزامیر آل داؤد جب یہ خبر ابی موسیٰ کو پہنچی، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو میں جانتا کہ آپ سنتے ہیں تو خوب ہی بنا کر پڑھتا غرضکہ حسن صوت اور خوش الحان ہر سلیم الطبع کو پسند ہے مگر جو لوگ بلید الطبع بارد مزاج ہیں وہ اس کی قدر نہیں جانتے علامہ قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے وھٰذا الجملۃ مع بلادۃ طبعہ تتأذی بالحداء نا ترا بمد عنقہ ویصغی سمعاالی الحادی فمن لم یحرکہ فھو فاسد المزاج وبعیدا لعلاج انتھٰی اسی معنیٰ میں سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اشتر بشعر عرب درحالت است وطرب　　　گر ذوق نیست ترا کج طبع جانورے

قولہ زیب وزینت **اقول** یہ لفظ اکثر مانعین ومنکرین میلاد سے سنا ہے کہ وہ منجملہ دلائل منع کے زیب وزینت کو بھی منہیات میں شمار کرتے ہیں محفلِ میلاد میں زیب وزینت یہ ہوتی ہے کہ بانیٔ محفل دری چاندنی قالین خوب صورت جو اس کو بہم پہنچتے ہیں اپنے گھر میں

کیا سود حاصل ہوا اور سوائے تطویل کے کون سا نفع ملا علی ہٰذا ابن جزری کے قصے میں پچیس حلقے لڑکوں میں قرآن خوانی کی وہ بھی بچگان کی قرآن خوانی کو مقیس نہ اس سائل کے مقصد کو مضر علیٰ ہٰذا حدیث لقد اوتی مزماراً من مزامیر آل داؤد اور قسطلانی کا قول اور سعدی کا شعر ان سب سے سوال کا جواب ہرگز حاصل نہیں ہوتا مؤلف کی محض تطویل در خواہ مخواہ　جمع کرنا روایات بے محل کا محض ہے جہلا[۲] تو سمجھ گئے کہ مؤلف نے بہت سے　دلائل سے مدعیٰ اپنا ثابت کیا اور اہلِ علم جان گئے کہ مؤلف کو سوائے جمع الفاظ کے معنیٰ اور مطلب سے کوئی بھی مناسبت نہیں سائل کچھ پوچھتا ہے اور مؤلف کچھ اور ہی جواب دے رہا ہے جس امر کو سائل لکھتا ہے اس کو فقہاء خود منع کرتے ہیں نماز و قرآن میں بھی اور جس کا جواب مؤلف دیتا ہے وہ سب کے نزدیک درست ہے اس کو اس سے کچھ مناسبت ہی نہیں ہے پس ایسے فہم مؤلف پر ہم کو بڑا اندیشہ ہوتا ہے کہ جب مؤلف کا یہ طریقہ ٹھہرا کہ اگر کوئی مقید کا حکم پوچھے گا مؤلف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کیا کریگا مثلاً سائل کہے گا کہ بکری چوری کی کیسی ہے مؤلف جواب دیگا کہ بکری حلال ہے قرآن و حدیث میں بکری کو حلال لکھا ہے حرام کہیں نہیں لکھا کوئی پوچھے گا کہ زوجہ سے نفاس[۳] میں صحبت کیسی ہے؟ مؤلف کہے گا صحبت اپنی زوجہ سے حلال ہے کہیں حرام نہیں لکھا علیٰ ہٰذا تمام ابواب فقہیہ کو قیاس کرلو کہ سائل قید کے حکم کا طالب ہوگا مؤلف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کرے گا اور تمام دین کو برہم کر دیوے گا لاحول ولا قوۃ الا باللہ. جیسا اس سوال میں علم و فہم کو مؤلف نے صرف کیا کہ سائل ایسے مجمع میں مظنہ[۴] فتنہ کا ہے امردوں کی قصیدہ خوانی کو پوچھتا ہے مؤلف صوتِ حسن کے جائز ہونے اور امرد کی قرآن و مدح پڑھنے کو جواز کی دلیل قرار دیکر جواز اس امر کا مکروہ کا ثابت کرتا ہے اور پھر اس علم پر فخر و ناز ہے اور جو کسی اور سے بزعم مؤلف کچھ ایسا لغزش بظاہر سرزد ہو جاوے تو اس پر سخت اعتراض کرتا ہے اور خود اپنی خبر نہیں **قولہ** زیب وزینت .... **اقول**، یہ لفظ اکثر مانعین الخ **اقول** اس کو بھی مؤلف خوب سمجھے اور

---

[۱] بچے [۲] جمع جاہل کی [۳] نفاس وہ خون جو عورت کو ولادت کے بعد آتا ہے [۴] فتنہ کا گمان

بمقام محفل بچھاتا ہے سو یہ باتیں سب جائز ہیں فتاویٰ عالمگیری جو فریقین کی مسلم الثبوت کتاب ہے مولوی اسحاق صاحب جا بجا اپنی تصنیفات میں اس کی سند پکڑتے ہیں اس کی جلد خامس باب ستم میں ہے کہ جائز ہے انسان کو بچھانا اپنے گھر میں جو کچھ چاہے فروش و قالین سفید یا رنگین سادہ یا نقشین **قولہ و شیرینی قول** یہ لفظ بھی اس لئے درج کیا ہے جب محبین ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مانعین کے منع پر کسیطرح شمول محفل میلاد شریف سے باز نہیں آتے تب یہ جال ڈالتے ہیں کہ ایک گفتگو طعن و تشنیع کے طور پر شروع کرتے ہیں کہ شاید ہمارے چڑھانے سے اس محفل کو ترک کریں کہتے ہیں کہ یہ لوگ شیرینی کی طمع سے جاتے ہیں اور وہ لوگ بھی جواب ترکی بہ ترکی چڑھانے کا جواب چڑانا اس طرح پر یہ اشعار پڑھ دیتے ہیں۔ **اشعار**

خوب جواب دیا اور مصداق اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کی ہوئی کیونکہ اور مفتیان پر طعن کرتے ہیں کہ کس واسطے تفصیل مسئلہ کی نہیں لکھتے اجمالی جواب دیتے ہیں اور یہاں خود اس پر عمل کرتے ہیں سو کہ غرض سائل کی صاف ظاہر ہے کہ یہ ہے کہ جب محفل میلاد میں حضور جوان و طفل و پیر و صالح اور فاسق دنیادار ہر قسم کے آدمی کا ہوتا ہے اور حسب عادت بوجہ رغبت کے عمدہ فاخرہ لباس میں آتے ہیں اور بیشتر لباس غیر مشروع بھی ہوتا ہے اور وضع میں بھی امر غیر مشروع ہوتا ہے اور موقع امر بالمعروف کا بھی نہیں کیونکہ اگر امر بالمعروف ہو تو یہ مجمع ہی نہ ہو، چنانچہ سب مشاہدہ کر علی ہذا القیاس بساط فراش میں اکثر خلاف شرع ہو جاتا ہے اور دیوارگیری وغیرہ امور بھی ہوتے ہیں پس جہاں کہیں کہ زیب و زینت کسی قسم میں حسب عادت خلاف مشروع ہوا اور امر بالمعروف نہ ہو وے وہاں حاضر ہونا کیسا ہے اور ذکر ولادت فخر عالم علیہ السلام کا وہاں جا کر سننا کہ مندوب ہے ایسی محفل میں کہ یہ امور غیر مشروع وہاں ہوں جائز ہے یا نہیں تو مؤلف صاحب نے کس جزم کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اول تو شرح زیب و زینت کی آپ ہی کی کہ فقط فرش کو اس کا مصداق بنایا اور دیوارگیری وغیرہ زیب و زینت مکان کو اور زینت حاضرین کو یک قلم حذف کیا اور فرش کی زینت کو بھی اجمالاً ذکر کیا اور عموماً جواز کا حکم فرما دیا گویا زیب و زینت چاندنی دری ہی کا نام ہے لغۃً اور پھر فرش بساط بھی گویا کبھی غیر مشروع ہوتا ہی نہیں نہ کچھ تفصیل کی نہ شرح کی مطلقاً سب کو مباح لکھدیا حالانکہ بخاری میں منقول ہے کہ ابو درداء صحابیؓ دیوارگیری ہونے کے سبب سے ابن عمر کے گھر سے لوٹ آئے اور دعوت کو کہ سنت ہے رد کر دیا اور عالمگیریہ و ہدایہ وغیرہ میں موجود ہے کہ اگر محل دعوت میں معصیت ہو تو وہاں جانا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین پس جہاں لباس حریر اور داڑھی چڑھی ہو وے اور پاجامہ میں اسبال[2] اور مکان میں دیوارگیری اور فتیل سوز وغیرہ چاندی کے مثلاً اور دیگر امور ہوں وہاں جانا کس طرح درست ہو گا مگر مؤلف نے چشم بند کر کے عوام کو دھوکہ دینے کو حکم جواز کا دیکر ایک روایت عالمگیری کی نقل کر دی اور غرض و مراد سائل سے کچھ بھی خبر نہیں یہ تماشا ہے کہ سائل کچھ پوچھتا ہے اور مؤلف کچھ اور شئے کا جواب دے رہا ہے، اولاً سوال عام کو ایک فرد میں مقید کر دیا، ثانیاً اس فرد کو بھی بلا تفصیل مطلقاً حلال لکھدیا اور صریح خلاف نصوص کے فتویٰ جواز کا دیدیا اور پھر تمام دنیا پر اعتراض کہ جواب سوال میں مطابقت نہیں اور جواب میں اجمال ہے اور اپنا یہ حال کہ سوال جواب کو مناسبت نہیں اِنَّ ھٰذا لشیءٌ عجاب

بحث شیرینی و تحقیق مسئلہ التزام مباح | **قولہ شیرینی اقول** یہ بھی اسلئے **اقول** اس قید کی شرح میں تو مؤلف نے خوب داد اپنے علم کی دی

[1] یعنی [2] پاجامہ کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔

سب میں تقسیم اگر مٹھائی ہوئی ، تم کہو اسمیں کیا برائی ہوئی × مومنوں کا تو منہ ہوا میٹھا ، ہا ئے ململ کے تم نے سر پیٹا
دونوں نعمت نصیب ہم کو ہوئیں × ذکر شیریں و لقمۂ شیریں × دونوں لذت سے تم ہو محروم × کیا کریں اپنا اپنا ہے مقسوم
تم کو دیتا کوئی جلیبی نہیں ، تا کہ منکر کا دل جلے بھی کہیں اور کبھی اور بھی اشعار پڑھ کر ان کی مذاق بازی کا جواب دیتے ہیں
لاکھ مرجائیں سر پٹک کے حسود ، ہم نہ چھوڑیں گے محفل مولود ، اپنے حضرتؐ کا ذکر کیوں چھوڑیں ، جن کی امت ہیں ان سے منہ موڑیں
خیر یہ تو گفتگو فریقین کے مذاق میں ہوتی ہے اب ہم اصل بات سناتے ہیں نہ شیرینی کے واسطے لوگوں کو آنا منع ہے اور نہ صاحب
محفل کو تقسیم شیرینی منع ہے ، آنا اس لئے منع نہیں کہ صاحب محفل نے جو شیرینی وغیرہ کچھ تیار کیا ہے اس کی غرض یہ ہے کہ سب
صاحب میرے گھر آویں اور حسب حصہ تناول فرماویں درحقیقت یہ ضیافت ہے تھوڑی بہت چیز پر مقرر نہیں حکم شریعت یہ
ہے کہ اِنَّ دعیتم الی کراع فاجیبوا یعنی اگر بکری کے ایک پایہ کھلانے کے واسطے بھی تم کو بلاویں تو قبول کرو اور ہدایہ میں ہے من لم
یجب الدعوۃ فقد عصیٰ ابا القاسم ، یعنی جو مسلمان دعوت کیا ہوا بغیر عذر نہ آیا تو اس نے نافرمانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افسوس
وہ لوگ تو تعمیل سنت کیلئے آویں قلیل کثیر پر نظر نہ کریں ، یہ کمبخت ان عاملان سنت پر طعن کریں اب کہئیے کس کے ایمان میں یہ تزلزل
آیا ، اور بیان اس کا اثبات محفل مولد شریف میں بھی کرینگے ، اور صاحب محفل کو تقسیم کرنا اس لئے منع نہیں ہے کہ شاہ عبدالعزیز رح
صاحب رسالہ ماہل بہ لغیر اللہ مطبوعہ مطبع محمدی کی ص۱۲ میں لکھتے ہیں ، و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء انتہا
بلفظہ فتاوی خزانۃ الروایات کی فصل ضیافت اور درح البیان کی جلد دوسری میں لکھا ہے فی بطن المؤمن زاویۃ لا یملاء الا الحلواء

کیوں کہ علمی بحث میں ایسے مسخریات کا لکھنا مؤلف ہی کا کام ہے اس کے جواب میں کاغذ کا سیاہ کرنا فضول ہے مگر جس کو مؤلف نے سمجھا
ہم کو اس کی شرح کرنا ضرور ہوا اول مؤلف کے فہم کی خوبی قابل غور ہے کہ سوال مسئلہ کا تو علماء مانعین سے ہے اور قید شیرینی کی اس
میں مجوزین[1] کے چڑانے کو لکھی سبحان اللہ اگر یہ سوال مجوزین کے پیش ہوتا تو یہ گمان کچھ بجا ہوتا مگر مؤلف صاحب کو مضمون فہمی سے
تو کچھ کام ہی نہیں اپنے فہم سے آپ جو جی چاہا ترجمہ کر دیا آپ ہی جواب دیا اور خوش ہو گئے اور عوام کے نزدیک اپنا تبحر علمی ظاہر
کر دیا مگر اہل علم آپ کے علم کو خوب سمجھ گئے سنو کہ شیرینی کا ہونا بھی مثل زیب و زینت لباس بساط مکان کے ایک جزو ہیئت کذائیہ[3]
کا ہے سائل یہ پوچھتا ہے کہ تقسیم شیرینی فی حد ذاتہ[2] مباح ہے مگر چوں کہ کوئی مولود خالی اس سے نہیں ہوتا گویا کہ لوازم ضروریہ مجلس
مولود کا ہو گیا ہے تو ہر چند غرض صاحب محفل کی یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے مجمع خوب ہو جاوے کہ اطفال و شباب کے مزاج میں
رغبت اس کی رکھی ہے ، ہم دیکھتے ہیں کہ جو نماز فرض اور جمعہ اور وعظ میں کبھی رخ بھی نہیں کرتے اگر ایک ڈلی لڈو کی بھی کہیں توقع
ہوتی ہے تو مع تمام فرزندان کے کپڑے بدل کر رات کو بھی سب سے پہلے حاضر ہو جاتے ہیں یا کوئی دوسری غرض ہوتی ہوگی مگر بہر حال
اس التزام سے عوام کو ضروری ہونا شیرینی کا اس محفل میں عقیدہ ہو گیا ہے اور یہ مسئلہ محقق ہے کہ مباح کا ایسا التزام کہ عوام کو
موجب تاکد کا ہو جاوے ، مکروہ ہوتا ہے پس جب یہ محفل محتویٰ امر مکروہ کو ہوئی تو ایسی مجالس میں جانا جائز ہے یا مکروہ یہ مراد سائل
کی تھی مگر مؤلف اپنے مذاق کی طرف اس کو کھینچ کر لے گیا اور اصل مطلب سے بالکل غافل خوش طبعی کرنے لگا اور خواہ مخواہ ورق سیاہ

[1] جائز ماننے والے [2] بذات خود [3] مشتمل

Marfat.com

یعنی مومن کے پیٹ میں ایک گوشہ ہے جس کو نہیں بھرتی، کوئی چیز سوا مٹھائی کے انتہٰی، اب خیال کرنا چاہیئے کہ گوشہ شکم مومن جو کہیں سے نہیں بھرتا مٹھائی سے اس کا خلو رفع کرنا کچھ اجر کی بات ہوگی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون، یعنی نہیں پہنچو گے تم نیکی کی حد کو جبتک نہیں خرچ کروگے وہ چیز جس کو دوست رکھتے ہو اور حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے جن چیزوں کو مومن دوست رکھتا ہے ان میں مٹھائی بھی ہے چنانچہ خزانۃ الروایات و نیز تفسیر روح البیان میں آیا ہے قال علیہ السلام ان المؤمن حلو و یحب الحلاوۃ پس معلوم ہوا کہ جو چیز خود قاسم و مومن اور نیز مومنین مقسوم علیہم کو محبوب ہے آدمی اس کے تقسیم کرنے میں نیکو کاری کی حد کو پہنچتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس طرح کی وجوہات سے شاہ عبد العزیزؒ نے اس کو مستحسن اور خوب باجماع علماء لکھا ہے **قولہ** ورد شنیدہا کثیرہ **اقول**، سائل کی بندش اور تقریر دیکھو سب جانتے ہیں محاورہ اہل زبان ہند کا کہ اگر کسی بزرگ کے مزار پر ایک چراغ جلتا ہو تو اس کو روشنی کوئی نہیں کہتا بلکہ روشنی اس کو کہتے ہیں جسمیں زیادہ چراغ جلیں سائل نے فقط روشنی کا لفظ نہ لکھا بلکہ اسمیں اور لفظ جمع کا یعنی لفظ ہائے

کئے ہیں ہے ع ہر کس بقدر ہمت اوست ؛ اہل علم علم کو جانتے ہیں، و اہل بطن لذت اکل و شرب کو[1] پس جناب مؤلف نے اس کو دعوت قرار دیکر چند روایت پیش کیں اور اس محفل کی حاضری کو سنت قرار دیکر اپنے موافقین کو متبع سنت اور مانعین کو رد کرنے والا دعوت کا ٹھہرایا اور اس علم پر بہت فخر فرمایا مگر یہ یاد نہ رہا کہ وہ عالمگیری جو زیر نظر مؤلف کے ہے وہ ایسی دعوت کو منع کرتا ہے کہ جہاں کوئی معصیت اور بدعت ہوا اور ابو درداءؓ کا ابن عمرؓ کے گھر سے دعوت کو رد کر کے چلا آنا پہلے بخاری شریف سے نقل کر چکا ہوں اور فخر عالم علیہ السلام کا خانہ فاطمہؓ سے لوٹ آنا بسبب پردہ منقش[1] کے لٹکانے کے دیوار پر یہ روایت بھی بخاری شریف میں موجود ہے پس جس گاہ اس محفل میں خود سائل لکھ رہا ہے کہ وہاں امارد و فساق بلباس غیر مشروع زیب و زینت مکروہ اور کراہت شیرینی کے بسبب التزام کے موجود ہے تو اس ضیافت کا قبول کرنا کونسی حدیث سے سنت ہوا اور کس نص سے اس کو جائز فرمایا سوائے طبعزاد مؤلف کے کونسی روایت جواز حضور کے یہاں ہے کہ حاضرین متبع سنت ہوے لاحول و لاقوۃ الا باللہ مگر ہاں گوشہ شکم حریص جب بدون شیرینی کی ڈلی کے نہ بھرنے تو کیا کیا جاوے گناہ ہو یا ثواب جانا ضرور پڑتا ہے، معاذ اللہ اب دیکھو کہ یہ حال مؤلف کے فہم عالی کا ہے کہ سوال کو ہرگز نہ سمجھا اور لڈو کی ڈلی کو بایں ہیئت دعوت قرار دیکر مجلس معصیت میں جانا کہ حدیث سے منع تھا سنت قرار دیا اب کہو کہ گناہ کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے اور پھر مؤلف نے اپنی عادت کے موافق کہ سوال سائل کا تو قید و مقید کے حکم پوچھنے کو تھا اور مؤلف مطلق اور اپنے فہم کا جواب دیکر راضی ہوا شیرینی تقسیم کرنے کی اباحت کی دلیل کہیں شاہ عبد العزیز صاحب کے قول سے لکھ رہے ہیں اور کہیں دعوت کے قبول کرنے کی سند دے رہے ہیں غرض بے خبر از حقیقت حال اور دور از فہم غرض اپنی طبع زاد کا جواب دیکر عوام کے زعم میں فاضل بن بیٹھے اور علماء کے نزدیک تو بجز خندہ اور کچھ حاصل نہیں کیا شیرینی کی عمدگی کی عبارت نقل کر کے وقت ضائع کیا کہ نہ غرض سائل کی اس سے تعلق رکھتی ہے نہ مؤلف کو اس سے کچھ فائدہ اور نہ سائل اس کا منکر تھا وہ تو قید التزام مالا یلزمہ[2] الشارع کو پوچھتا ہے اور بسبب عوام کے مؤکد جاننے کے اس کی کراہت کو کہتا تھا اور مؤلف صاحب شیرینی کی عمدگی کو ظاہر کرنے لگے اور مطلب سائل سے کچھ کام ہی نہیں کھا، پس مبلغ علم و فہم مولف کا ہر کہہ و مہ پر واضح ہوگیا کہ کسقدر نکتہ شناسی خداداد رکھتے ہیں اور کیا جواب مطابق سوال دیتے ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ

[1] وہ پردہ جس پر نقش و نگار بنے ہوں [2] اس چیز کو لازم قرار دینا جو شارع کی طرف سے غیر لازم ہو [3] منتہائے ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہر کے کھا پینا

Marfat.com

اضافہ کیا اور کہا روشنیہا پھر اس جمع پر بھی صبر کیا اس کی صفت میں لفظ کثیرہ اور زائد کیا روشنیہائے کثیرہ سے انتہا درجہ کا مبالغہ سائل نے کیا تاکہ مفتی غیض کھا کر خواہی نخواہی اس کو حرام بول اٹھے اب ہم تحقیق اس کی لکھتے ہیں اے بھائی سن اگر تیری آنکھیں روشنی ہائے کثیرہ سے چندھیائی ہیں تو بہت محفلیں مولود شریف کی دن کو ہوتی ہیں ان میں ایک چراغ بھی نہیں جلتا ان میں شریک ہو جایا کر لیکن تم کب شامل ہو گے تمہاری تو بہانہ بازیاں ہیں ع خوی بدراہ بہانہ بسیار است ؛؛ اور رات کی محفلوں میں بھی بہتیری محفلیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں ایک ہی چراغ ہوتا ہے پھر روشنیہائے کثیرہ لکھ کر تمام محفلوں پر ایک حکم لگاتے ہو کیا غضب کرتے ہو اصل حال یہ ہے کہ بعض امراز دی مقدور جو زینت کے عادی ہیں وہ لوگ فانوس اور لمپ وغیرہ روشن کرتے ہیں سو اس کو کسی نے حرام نہیں لکھا اوّل روشنی کے بانی حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں علامہ نور الدین حلبیؒ نے لکھا ہے مستحب ہے لٹکانا قندیل کا مساجد میں یہ کام اول عمرؓ نے کیا جب صلوٰۃ تراویح کے لئے لوگوں کو جمع کیا تو لٹکا دیئے گئے کتنے قندیل جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس طرف گذر ہوا دیکھا کہ مسجد جگمگا رہی ہے روشنی سے ۔ دعا فرمائی کہ تو نے ہمارے مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن کرے اے عمر بن الخطابؓ اور فقیہہ ابو اللیث سمرقندی نے بھی کتاب تنبیہ میں روایت کی کہ حضرت علیؓ نے دعا دی حضرت عمرؓ کو اور روایت ہے کہ اسی طرح حضرت

جو روشنی وجہ ممانعت ہے کون سی ہے **قولہ** روشنیہائے کثیرہ الخ اقول سائل کی بندش اور تقریر **اقول** یہاں تو مؤلف کچھ سمجھا کہ کثرت روشنی زیادہ از حد ضرورت اسراف[1] اور حرام ہے اور جس محفل میلاد میں ایسا ہوگا وہاں جانا اور یہ کرنا معصیت ہوویگا کیوں کہ مؤلف کہتا ہے کہ دسائل کی بندش دیکھو کہ روشنی بکثرت کو ذکر کرتا ہے کہ جس سے مفتی خواہی نخواہی[2] اسے حرام بول اٹھے جس سے صاف معلوم ہوا کہ کثرت روشنی بیشک مؤلف کے نزدیک موجب حرمت ہے شکر ہے کچھ تو سمجھے مگر مؤلف کا یہاں بھی فہم غور طلب ہے اس واسطے کہ سائل کی غرض لفظ روشنیہائے کثیرہ سے کثرت زائد از حد ضرورت ہے اور یہ امر مجالس مولود میں یقیناً ہوتا ہے لیکن مؤلف اس کو اپنی طبعزاد[3] تقریر سے ٹالا چاہتا ہے کہتا ہے کہ روشنی محاورۂ اہل ہند میں زیادہ چراغوں کا نام ہے سبحان اللہ تمام ہند میں روشنی مطلق نور پر بولتے ہیں مگر ہاں رام پور، گنگوہ، انبہٹہ وغیرہ کے جہلا، جلاہے، تیلی اور مبتدعین[4] ان قصبات کے روشنی کثرت چراغاں یوم عرس کو بولتے ہیں مگر مؤلف نے ان سے ہی دوستی محبت کر رکھی ہے یہی اصطلاح ذہن میں سما رہی ہے سائل تو مبتدع نہیں اس کو اس اصطلاح سے کیا بحث تھی روشنی ہائے کثیرہ زائد از حاجت اور کثیرہ کا لفظ تاکید کے واسطے لکھا ہے بس مؤلف کی غرض اس تقریر بے معنی سے یہ ہے کہ سائل کی مراد چار سو پانچسو چراغ ہیں کیوں کہ روشنی عرس بزرگان میں دو چار سو سے عادۃً چراغ کم نہیں ہوتی پھر اس کو جمع کر۔ پس یہ مراد اپنے ذہن میں قرار دیکر اس کا انکار کر دیا کہ اس قدر چراغ مولود میں کہاں ہوتے ہیں بس اس سوال سے بری ہوئے مگر بہر حال مراد سائل کی جو تھی وہ روشنی زائد از قدر حاجت تھی اگرچہ دو سو چراغ نہ ہوں اور وہ مؤلف کے مولود اور دیگر مجالس میں خود موجود ہوتے ہیں تو اس کے اثبات کی فکر میں ہوتے ہیں **قولہ** اصلی حال یہ ہے کہ بعض امراز دی مقدور الخ **اقول** سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال و تقریر ہے کہ سننے والا وجد میں آیا جاتا ہے دیکھو سائل تو زائد از قدر حاجت کو اسراف حرام بقولہ تعالیٰ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (الآیۃ) کہتا ہے پھر وہ خود ایک ہی لمپ اور فانوس کیوں نہ ہو اور خواہ امراء عادی

---

[1] فضول خرچی [2] بلا وجہ [3] طبیعت کی ایجاد کردہ [4] اہل بدعت [5] چراغ دان۔

Marfat.com

عثمان سے بھی دعا کا دینا آیا ہے انتہا اور نیز حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب تمیم داری نے مسجد نبوی کے ستونوں سے قندیل لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی اللہ تعالیٰ تجھکو نور دے جیسا نورانی کیا تو نے ہماری مسجدوں کو اور نیز حلبیؒ نے لکھا ہے کہ تمیم داریؓ نے جو قندیل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لٹکائے تھے کم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثرت سے لٹکائے اور یہ بھی حلبیؒ نے نقل کیا ہے ایک عالم سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجکو بادشاہ مامون نے حکم دیا کہ لکھدو حکم ہماری مملکت میں کہ مسجدوں میں بہت چراغ روشن کیا کریں لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا کس طرح لکھدوں تب مجھکو خواب میں بشارت ہوئی کہ لکھدے روشنی کثیر کے واسطے کہ اس میں دل لگے گا تہجد گذاروں کا اور مسجدیں خانۂ خدا ہیں پس خانۂ خدا سے وحشت اندھیرے کی دفع ہوگی جب میں نے بشارت دیکھی تب میں ہوشیار ہوا اور لکھدیا یہ حکم پس جس طرح زیادہ روشنی کرنے سے وحشت ظلمت کی دور ہوتی ہے مساجد سے اسی طرح دور ہوتی ہے مواقع ذکر اللہ اور ذکر الرسولؐ سے اور جس طرح زیادہ روشنی سے -- انس ہوتا ہے اور دل لگتا ہے نمازیوں کا اسی طرح

اسراف[1] کی وجہ سے خواہ مؤلف کے اس طبع کے سبب سے ہو خواہ کسی کے گھر اور کوٹھے میں ہو خواہ محفل میلاد میں ہو سب اسراف ناجائز ہے پس عادت امراء سے حجت لانا کسقدر دور از علم ہے کہ بمقابلہ نص قطعی کے عادت امراء کو دلیل بنایا جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اور یہ کہنا کہ اس کو کسی نے حرام نہیں لکھا دوسرے غفلت از دین ہی خود قرآن مجید میں موجود ہے اور حضرت عمرؓ کی روشنی کو سند لانا بھی وہی عادت کم فہمی مؤلف کی ہے کہ غرض سائل کی روشنی سے زائد از حاجت ہے اور حضرت عمرؓ سے جو منقول ہے وہ روشنی مطلق قدر حاجت تھی اور ان سب روایات منقولہ حلبی میں روشنی قدر ضرورت ہی ہے پس ان روایات کا نقل کرنا محض لغو غیر مفید مطلب مؤلف کو ہے کیوں کہ کسی روایت سے زائد از ضرورت سب ہے ہرگز ہرگز نہیں معلوم ہوتا اور نفس روشنی میں سائل کو انکار ہی نہیں پس مؤلف بے خبر یہ نہیں جانتا کہ اسراف جیسا ہزار چراغ میں حرام ہے دو چار چراغ کا بھی حرام ہے وضو کے پانی میں بھی اسراف منع ہے چہ جائیکہ تیل چراغ میں اور یہ طریقہ مؤلف کا کہ رات کو اگر روشنی کے سبب سے محفل میں نہیں آتا تو دن کو آجایا کرے یہ بھی کمال حزم مؤلف کا ہے کیوں کہ سائل نے نہ تو دعویٰ التزام ولزوم روشنی کا کیا اور نہ کراہت اس مجلس کو حصر روشنی میں کیا اگر دن کو روشنی نہیں تو دیگر مفاسد تو موجود ہیں دن کو جلوہ امار درات سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور علیٰ ہذا دیگر امور التزام شیرینی ولباس وزی فسق تداعی وغیرہ کا حال ہے البتہ اگر حق تعالیٰ مؤلف کو توفیق فرماوے اور یہ کہدے کہ ہم سب امور غیر مشروعہ کو یک قلم موقوف کردیں گے تو البتہ سائل خود شریک اس ذکر مندوب[2] کا ہو جاوے گا کاش مؤلف کو یہ توفیق ہو جاوے القصہ مؤلف کی خوبی فہم ہر ہر پہلو میں ایک جدید اعجوبہ ہے اور قول حلبیؒ کا کہ حضرت عمرؓ نے قنادیل کثرت سے لٹکائے ۔ دلیل کثرت کی فہم عالی مؤلف میں آگئی اور فی الواقع یہ کم فہمی ہے سنو کہ لفظ کثرت دو معنوں میں بولا جاتا ہے ایک کثرت اعداد مثلاً دس بیس کو کثیر کہتے ہیں دوسرے کثرت از حد ضرورت تو یہاں حضرت عمرؓ کی نقل میں کثرت اعداد مراد ہے کیوں کہ مسجد نبوی ایک بڑا وسیع مکان ہے اس میں پچاس ساٹھ قندیل بھی کم از حاجت ہیں پس حضرت عمرؓ نے قنادیل[3] کی کثیرہ فی الاعداد کہ حد حاجت سے ہرگز زائد نہ تھے لٹکائے تھے اور اس کی مدح ختنین[4] سے منقول ہے پس مؤلف کثرۃ سے زائد از حاجت سمجھ گیا ، ماشاء اللہ کیا فہم رسا ہے صحابہ کو قرآن بھی یاد نہ تھا بزعم مؤلف کہ

[1] فضول خرچی [2] مستحب [3] قندیل کی جمع یعنے چراغ [4] حضرت عثمان وعلیؓ

اس مجلس پاک میں دل لگتا ہے. شائقین بیان صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا البتہ بعض علماء نے کثرت سے روشنی کرنے کو مکروہ لکھا ہے سو نہیں پہنچی ان کو یہ حدیثیں اور آثار پس صحیح یہی ہے کہ روشنی کا کرنا ممنوع نہیں ہے اور مجکو یہ تعجب آتا ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوں گے اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ نورانی کے گرد اگرد جھاڑ اور فانوس اور قندیل کی کثرت سے اس درجہ کو کہ یہاں کسی کو بھی میسر نہیں آتے وہاں روشن دیکھتے ہوں گے معلوم نہیں یہ لوگ آنکھیں روشنی کی طرف سے بند کر لیتے ہوں گے یا اس کے غیظ او رغصہ میں زیارت ہی ترک کر دیتے ہوں گے اگر ترک کر دیتے ہیں تو ہم کو کچھ شکایت نہیں وہاں محروم رہے تھے یہاں بھی محروم رہے لیکن اگر وہاں اسی روشنی میں جاکر زیارت کی اور زیارت روضہ شریف کی مستحب ہے تو حضرت کے معجزات اور مدائح اور مناقب کا سننا بھی مستحب ہے یہ بھی روشنی میں اگر سن لو روشنی ظاہری سے ظاہر کی آنکھ اور ذکر نورانی سے باطن کی آنکھ روشن کرو وہ روضۂ پرانوار جس کی ذات اقدس کا مدفن ہے یہ محفل نورانی بھی انہیں کی شرح صفات کا موطن ہے وہاں روشنی کثرت سے کرائی جاتی ہے تو یہاں روشنی کیوں منع ٹھیرائی جاتی ہے ہم نے دلسوزی اسلامی سے دلائل اور مثال کھول کھول کر سمجھائی اب بھی اگر یہ صاحب نہ سمجھیں تو بہت افسوس ہے اس مقام میں ایک بات اور یاد آئی کہ بعضے صاحب مکہ اور مدینہ جاتے ہیں زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً وہاں خوب محفلیں مولد شریف کی اور قیام کرنا اور تقسیم شیرینی کا ہونا سب کچھ دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ یہاں کے تمام علماء شافعیؒ مالکیؒ حنفیؒ حنبلیؒ سب اس عمل مبارک کو جائز بلکہ مستحسن فرماتے ہیں لیکن جب ہندوستان میں آتے ہیں وہی انکار کرنے لگتے ہیں اس بات میں ایک شاعر شیوا بیان نے سعدیؒ کا شعر تضمین کیا ہے واقعی حدیث صحیح میں آیا ہے ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحراً یعنی بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعضے بیان سحر کی طرح دل میں کھب جاتے ہیں ان اشعار کا مضمون اور بیان اسی طرح کا ہے، وہ شعر یہ ہیں، اشعار،

وہ خلاف قرآن کے تبذیر[1] کرتے اور علیٰ ہٰذا اس عالم کے قصہ میں جو مامون کے عہد سے نقل کرتے ہیں کثرت عدد مراد ہے اور جو بالفرض دوسرے معنی ہوں تو کوئی حجت بھی نہیں خواب کا قصہ عہد مامون کا معاملہ، یہ دونوں حجت شرعی نہیں بہرحال قنادیل کثیرہ کا کیا عمدہ استدلال ہو کہ قابل دید ہے ہرگز مؤلف معنی آثار کو نہیں سمجھا اور ہرگز یہ آثار اس کو مفید نہیں اور ہرگز سوال سائل کا جواب یہ نہیں ہو سکتا **قولہ** البتہ بعض علماء نے کثرت روشنی کو الخ **اقول**، اب اس قدر پریشانی اٹھا کر اور تقریر لایعنی کر کے مؤلف کو خیال آیا کہ فقہاء کثرت روشنی کو حرام اور اسراف لکھتے ہیں تو یہ جواب دیا کہ وہ سمجھے نہیں ان کو یہ روایات نہیں ملی نعوذ باللہ مؤلف اپنے جہل کو علم سمجھ گیا ہے اور فقہاء علماء کو جاہل قرار دیا فقہا کی تمام روایات اور آیۂ قرآن پیش نظر تھی اور ان کو حق تعالیٰ نے فہم و علم دیا تھا وہ سمجھ گئے کہ کثرت سے فعل حضرت عمرؓ میں مراد کثرت اعداد ہے اور حضرت عمرؓ قرآن کے خلاف عمل کرنیوالے نہیں تھے، مگر مؤلف ہی اپنی جہل میں مبتلا ہے اور روایات کو نہ سمجھا اور قرآن کو بھولا اپنے فہم رکیک[2] سے اپنے مدعیٔ باطل کو خلاف نصوص کے حق سمجھ گیا اور فقہاء پر طعن محض بے محل و بے اصل و ناحق[3] ناروا کر دیا اور کچھ خدا تعالیٰ سے نہ شرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا پس اب آگے کلام لایعنی مؤلف کا کیا جواب لکھوں کہ کوئی علم کی بات نہیں ہے لکھتا ہے کہ روشنی سے دلکشائی بھی ہے، اور

---

[1] اسراف اور فضول خرچی [2] کمزور [3] نامناسب.

ایسے منکر شدید ہیں بعضے ۔ گرچہ مکہ میں بھی وہ ہو آئے ۔ وہاں مجنوں کا ڈھنگ دیکھ گئے ۔ بزم مولد کا رنگ دیکھ آئے
پھر وہی ضد ہے اور وہی تکرار ۔ وہی مولد شریف کا انکار ۔ مجکو سعدیؒ کا قول یاد آیا ۔ ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا
خرِ عیسیٰؑ اگر بمکہ رود ۔ باز آید ہنوز خر باشد ۔ **لطیفہ** ایک مقام پر دو عالموں میں گفتگو ہوئی ایک ان میں مولد
شریف کے مثبت تھے اور ایک منکر۔ منکر نے کہا قصبہ دیوبند میں فتویٰ بھیجو دیکھو مولد شریف کو کیا لکھتے ہیں، مثبت نے کہا دیوبند تو کچھ
دارالاسلام نہیں یوں کہیے کہ آو حرمین شریف زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کو فتویٰ بھیجیں یعنی اس لئے کہ دین و ایمان کا گھر ہے حدیث
شریف میں آیا ہے کہ دین مکہ مدینہ میں سمٹ آوے گا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنے بل میں یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر ہر سب
جگہ پھر کر اس میں قرار پاتا ہے اور سانپ جب بل میں گھس جاتا ہے تو ایسی قوت سے چمٹ جاتا ہے کہ کوئی اس کو نکالنا چاہے تو مشکل ہوتا
ہے پس اسی طرح دین اول مکہ مدینہ سے نکلا آخر زمانہ میں بھی اگر کہیں دین نہ ہوگا تو یہاں ضرور ہوگا اور کوئی یہاں سے دین کو نکالنا
چاہے گا تو نہ نکل سکے گا غرضیکہ اگر فتویٰ لکھواؤ تو اس ملک کے علماء سے لکھواؤ جس کی تعریف احادیث میں ہے دیوبند کی تعریف
کون سی حدیث میں آئی ہے، منکر صاحب بولے مکہ میں تو چور آدمی ہیں رستہ لوٹتے ہیں مثبت نے جواب دیا رہزنی مال لوٹنا
وہاں کے بدو لوگ اطراف کے رہنے والے کرتے ہیں خاص مکہ کے آدمی نہیں کرتے سو یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت
سے ہے قرآن شریف میں آیا ہے اولم یروا انا جعلنا حرماً اٰمناً و یتخطف الناس من حولھم یعنی سورۂ عنکبوت میں ہے کیا نہیں

مانعین مدینہ کی روشنی سے آنکھ بند کر لیتے ہوں گے اور دیگر علماء حجاج کی نسبت شوخ چشمی سے اشعار لکھے کہ یہ سب کام علماء کا
نہیں اس جھگڑے کے جواب میں وقت و کاغذ ضائع کرنا ہے مؤلف اپنے کردار کو آپ پاوے گا مگر ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ روشنی زائد
از حاجت ہو وہ داخل اسراف ہے اور بسبب ناراضی حق تعالیٰ کی موجب ظلمات اور نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے ہاں قدر حاجت
محل عبادت میں کہ خالی از مناکیر ہو البتہ موجب کشادگی قلب کی ہے مگر سائل اس سے بحث ہی نہیں کرتا خود مؤلف یمین و یسار
سوال کے جواب لکھ رہا ہے اور صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے فعل و قول کو اپنے زعم کاسد خلاف شرع پر حمل کر کے فقہا کی شان میں
گستاخی کر رہا ہے خدا تعالیٰ اس کو ہدایت و توبہ نصیب کرے کہ یہ سب فساد جہل کا ہے اگر کچھ بھی علم ہوتا تو اس روز سیاہ سے بچتا،

صاحب انوار کے لطیفہ کا جواب اور تحقیق حدیث ان الدین لیأرز الی الحجاز | قولہ لطیفہ الخ **اقول** علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب
روشن ہے اور کچھ دور نہیں جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے کہ ظاہر لباس و ہیئت موافق شرع کے رکھتے ہیں اور
نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں امر بالمعروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے اور تحریر فتویٰ میں رعایت غنی و فقیر کی نہیں
حق جواب دیتے ہیں اور جو ان کو کوئی متنبہ کسی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں بشر و چشم معترف ہوتے
ہیں یہ سب اوصاف واضح ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لیوے امتحان کر لیوے اور یہی قبولیت عند اللہ تعالیٰ کا نشان ہے اور علماء
مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے اور
اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیوں کہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں اس حالت میں ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع اسبال آستین اور دامن

---

۱ قائل ۲ منکر کی جمع یعنی ممنوع ۳ دائیں اور بائیں ۴ ناقص ۵ معتبر لوگ

137346

دیکھتے کہ ہم نے کردیا مکہ پناہ اور امن کیجگہ اور لوگ اچک لئے جاتے ہیں اس کے آس پاس سے انتہیٰ، سو یہ مارپیٹ اور اچک لینے کی باتیں قدیم سے وہاں کے بدو آدمی خارجی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں لیکن کفر و شرک سے منزہ ہیں وہاں کے بدوئے گنوار آدمی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کریں لیکن کفر و شرک اس ارضِ مقدس کے آس پاس تک نہیں ہوتا اور دیوبند میں تو کفر و شرک بھرا ہوا ہے جابجا سیتلا پوجی جاتی ہے مندر اور شوالے بنے ہوئے ہیں سنکھ بج رہے ہیں پھر دیوبند اچھا ہوا یا حرمین شریفین؟ منکر صاحب کی طرف سے جواب ہوا کہ ہم دیوبند کے جاہل مسلمان عامی سے اور مشرکانِ قوم ہنود سے سند نہیں پکڑتے ہم تو وہاں

جبہ و قمیص میں کرتے ہیں بیش اکثروں کی قبضہ سے کم نمازیں بے احتیاطی امر بالمعروف کا با وصف قدرت کے نام و نشان نہیں اکثر انگوٹھی چھلے آغیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہیں قطع صفوف شائع ہے فتویٰ نویسی میں کچھ دیکر جو چاہے لکھوا لو اگر ان کو عصبیت سے کوئی مطلع کردیوے تو مارنے کو موجود ہوجاویں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ علیہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابوطالب کو مومن لکھدیا، یا خلاف روایت صحاح احادیث صحیحہ اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علمائے حرمین کی لکھوں مگر بنا چاری لکھنا پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علمائے دیوبند کو علمائے حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دیدی تو کون سا غضب کیا اہلِ فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابلِ اعتماد ہوگا، یا علمائے حرمین کا، مثلاً ایک عالم فاجر مسجد میں رہتا ہو کہ اشرف مواضع ہے اور دوسرا عالم متقی بازار کی دوکان میں ہو کہ شر البلاد ہے تو بازاری عالم کا فتویٰ معتبر ہوگا یا مسجد میں رہنے والے کا پھر ایسی صورت میں اگر کوئی کہے کہ مسجد خیر البقاع والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاع والے سے مت پوچھو اور فضائل مسجد کے اور برائی بازار کی بیان کرکے حجت لاوے تو اس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہیں گے یا نہیں اور اس کلام سے بازار کی افضلیت مسجد پر کون بے وقوف استخراج کرے گا پس اس لطیفہ کثیفہ مؤلف کو دیکھنا چاہیے کہ بحث تو علمائے دیوبند کے معتبر اور دین دار ہونے میں اور بعض علمائے مکہ کے غیر معتبر فی الفتویٰ والدین ہونے میں ہے اور اس سے افضلیت دیوبند کی مکہ پر سمجھ کر خرافات لکھنی شروع کردی اور نہ سمجھا کہ یہ مفاسد وہاں کے علماء کے زیادہ تر موجب بعد و خسران کے ہیں کہ وہاں کی معصیت اشد ہے دیگر بلاد کی معصیت سے مگر ہاں شاید مؤلف کے نزدیک وہاں کے لوگوں کو مناکیر بھی حلال ہوں معاذ اللہ پس دیکھو کہ گفتگو کیا تھی اور نتیجہ کیا نکالا کیا فہم رسا ہے مؤلف خود بھی حج کر آیا ہے اور پھر بھی مکہ سے ویسا ہی لوٹا جیسا گیا تھا سو یہی مصداق تضمین کا ہو رہا ہے، اے مسلمانوں اعتبار قرآن و حدیث و فقہ کا ہے نہ مکہ کے باشندوں کے قول و فعل کا، ذرا غور کرو کتب دین کو دیکھو کوئی معصیت مکہ کے تعامل سے حلال نہیں ہوتی بلکہ زیادہ موجب عذاب و شناعت کی ہے اور مؤلف کی بلاغت کو غور کرکے سنو کہ فصل حجاز میں کہ حرمین شریفین بھی اسمیں داخل ہے حدیث کہ ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تارز الحنیة الی جحرها سو اس کا ترجمہ مؤلف نے نقل کیا اور خود اس کی شرح کی ہے بقولہ یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر ہر سب جگہ پھر کر اس میں قرار پاتا ہے الخ پس ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ سانپ جب اپنے بل سے نکلکر جاتا ہے تو بل سانپ سے بالکل خالی ہوجاتا ہے اور پھر سانپ بل میں لوٹ آتا ہے تو اس وقت بل قرارگاہ سانپ کا ہوجاتا ہے تو اس تشبیہ

۶ — لہ بلائی کی جگہ ۲ے اچھی جگہ ۳ے گندہ ۴ے بے وقوفی ۵ے ٹھکانہ ۶ے استدلال ۷ے پوشیدہ۔

Marfat.com

کے علمار اہلِ اسلام کی سند پکڑتے ہیں مثبت نے کہا بس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ ہم حرمین کے علمارِ دین ومفتیانِ شرح متین کی سند لیتے ہیں کہ وہ سب بالاتفاق محفلِ مولد شریف کو درست فرماتے ہیں پھر تم ناحق بدوؤں اور جنگلی لٹیروں کا ذکر کیوں کرتے ہو پہلے بھی حرمین کے خواص علمار کا حکم اور فتویٰ لیا جاتا تھا علےٰ ہذ القیاس اب بھی پس علمارِ خیر البلاد کی سند منگاؤ لیکن منکر کو خوب معلوم تھا کہ اگر وہاں استفتار بھیجا تو وہاں کے سب علمار حکم استحباب محفلِ میلاد لکھدیں گے اس لئے اس نے انکار کیا کہ ہم حرمین کو نہیں مانتے، معاذ اللہ منہا، ہم تو دیوبند کو مانتے ہیں، تب مثبت نے جواب دیا کہ آپ کو دیوبند مبارک ہووے اس پر ایمان رکھیئے ہم کو حرمین شریفین مبارک ہوں ہمارا ایمان ان لوگوں کے ساتھ ہے اسی پر گفتگو ختم ہوگئی اب دیکھئے ان لوگوں کی

مذکورہ مؤلف سے صاف ظاہر ہے کہ کسی وقت میں دین حرمین سے نکلکر دیگر بلاد میں چلا جاوے گا اور حرمین دین سے خالی رہے گا اور پھر عود کر کے حرمین میں آجاوے گا اور یہ امر تقریر مؤلف سے ظاہر ہے گو مؤلف کو ہوش نہیں پس اگر کوئی مؤلف کو یہ کہے کہ اب اس وقت میں حرمین میں حسبِ تقریر آپ کے کمالِ دین و دیانت نہیں بلکہ دیگر بلاد میں ہے مگر وقتِ ظہورِ امام مہدی علیہ السلام صاحب کے عود کر کے آوے گا جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے حسبِ شرح آپ کے تو مؤلف صاحب کی ترکی تمام ہو جاوے گی اور خود حدیث سے حسبِ زعم مؤلف کے شرح کے ظاہر ہو جاوے گا کہ ایسے وقت میں حرمین کے باشندوں کا قول قابلِ اعتماد نہ ہوا اور یہ خلاف مقصود مؤلف کے ہے اور یہ نتیجہ خود شرح مؤلف کا ہے ۔ کہ سلیقہ خداداد سے معنی تشبیہ کے بیان کئے ہیں اور مطلب نہیں سمجھا واہ سبحان اللہ کیا خوب استدلال ہے اب سنو کہ حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ دین وہاں سمٹ آوے گا اور قرار پکڑے گا سو اس کا کسی کو انکار نہیں یہ تو نہیں فرمایا کہ وہاں بدعات امورِ غیر مشروعہ ہوں گے ۔ اور وہاں کوئی خلاف نہ رہے گا اور عملِ بدعت نہ کرے گا تھوڑی عقل والا بھی سمجھتا ہے کہ اگر دین بھی وہاں ہوا اور خلافِ شرع اعمال بھی وہاں ہوتے ہوں تو خلافِ حدیث کے نہیں یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ حرمین میں جو کچھ ہوگا وہ سب مشروع ہی ہووے گا اور بدعت وہاں ہرگز نہ ہوگی یہ تو خلاف مشاہدہ کے ہے یہ محض کم فہمی مؤلف کی ہے بیشک حرمین محلِ دین ہے اور وہاں کے باشندگان علمار و عوام دیندار ہیں خصوصاً مہاجرین کہ اپنا ملک چھوڑ کر حرمین میں متوطن ہوئے اور تشبیہ سمٹنے سانپ کی بوجہ اتم ظاہر ہوگئی مگر نہ سب علمار اور سب باشندے وہاں کے ایسے دیندار کامل ہونے ضرور ہیں، بلکہ اہلِ بدعت اور خلافِ شرع بھی وہاں رہتے ہیں، جیسے سانپ کے بل میں سوا سانپ کے اور آلائش تنکے وغیرہ بھی ہوتی ہے اور حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے اور اس بندۂ عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ میں بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہیں حال مجلس مولود کا پوچھا تو انھوں نے فرمایا بدعۃ حرام پس وہاں کے علمار حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہیں اگرچہ وہاں کے ایسے بھی علمار ہیں جن کا حال اوپر گذرا ۔ اب جو کچھ علمار نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے تھوڑا سا لکھتا ہوں ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے قال الداودی کان ھٰذا فی حیوتہ علیہ السلام والقرآن الذی کان فیھم والذین یلونھم خاصۃ وقال القرطبی وھذا اختص بعصر النبی علیہ السلام والخلفاء الراشدین اما بعد ظھور الفتن و انتشار الصحابۃ فی البلاد ولاسیما فی اواخر المائۃ الثانیۃ وھلم جرًا فھو فی بالمشاھد بخلاف ذلک انتھٰی اور علی قاری اور شیخ عبد الحق نے بھی اس کے قریب قریب

لہ لوٹ کر سمٹ مؤلف کے گمان کے مطابق ہے گذری

لہ یعنی داودی فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین وغیرہ کی طرف دین کا سمٹ جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں ہوا اور قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے اور آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں ظاہر ہوا لیکن بعد ظہور فتنوں کے اور ادھر ادھر ہوجانے صحابہ کرامؓ کے خصوصاً دوسری صدی کے آخر میں حال اہل حرمین شریفین وغیرہ کا مشاہدہ میں خلاف حدیث مذکور ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

یہ حالت ہو گئی کہ دیوبند کے آگے حرمین شریف کو حقیر جاننے لگے ہائے وہ حرم پاک کہ ہم پانچوں وقت نمازوں میں اپنا منھ اس کی طرف کریں قول وجهك شطر المسجد الحرام اور سوتے وقت بھی رو بقبلہ سونا سنت اور مر جاویں تو بھی حکم دیا جاوے قبر میں نماز کے وقت کہ بوجہ الی القبلۃ اور اس خانہ محترم کے متولیان کفیل کار کی خدا تعالیٰ ثنا فرمادے کہ ان اولیاءہ الا المتقون یعنی نہیں ولی کار پرداز بیت اللہ کے مگر پرہیزگار آدمی، افسوس ہے کہ یہ لوگ اس حرم پاک اور اس کے دیار کو اس حقارت سے یاد کریں یہ لوگ اپنے بزرگوں کا کلام بھی بھول گئے تحفۃ العرب والعجم میں مولوی قطب الدین خاں صاحب لکھتے ہیں عرب کے علماء پر جو بعضے احمق لوگ طعن کرتے ہیں بڑی خطا پر ہیں اس لئے کہ وہ خیر البقاع کے رہنے والے ہیں، انتہیٰ، اور شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں، خبردار اہل مدینہ سے ہرگز کدورت دل میں نہ لائیو ورنہ فیضان انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہو گے

لکھا ہے اس سب تقریر سے اس قدر سب کو معلوم ہو گیا کہ مؤلف کا --- فہم کس قدر کج ہے کہ کہیں مطلب کو نہیں سمجھا اپنی رائے سے ایک مطلب قرار دیکر جو چاہتا ہے بے جوڑ لکھ دیتا ہے اور پھر اپنے مطلب تراشیدہ کے موافق بھی دلائل نہیں لاتا کچھ عجب قصہ ہے اہل علم و فہم غور سے ملاحظہ کریں، ایسی تالیف بھی کہیں دیکھی نہ سنی ہو گی **قولہ** اور اس خانہ محترم کے متولیان الخ **اقول** یہاں تک تو مؤلف صاحب نے خارج بحث خواہ مخواہ دیوبند پر مکہ کی فضیلت ثابت کی تھی حالانکہ یہ سب کا متفق علیہ ہے اب اہل مکہ علماء کی افضلیت و تقویٰ آیۃ ان اولیاءہ الخ علم سے ثابت کرتے ہیں، علم مؤلف کو دیکھنا چاہیے، سنو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے مکہ میں عمرہ کے واسطے نہ جانے دیا اور لوگوں نے ان کو ملامت کیا تو جواب دیتے تھے کہ ہم متولی وخدمتگار بیت اللہ ومسجد حرام کے ہیں جس کو چاہے آنے دیں اور جس کو چاہے نہ آنے دیں ہم مختار ہیں تو اس کو حق تعالیٰ نے رد فرمایا کہ وہ ہرگز مستحق ولایت بیت اللہ کے نہیں کیوں کہ ظالم ہیں اور مشرک ہیں اور مستحق ولایت بیت اللہ کے مؤمن موحد ہوتے ہیں اور نیز بیت اللہ کی خدمت گاری خدا تعالیٰ کا گھر ہونے کی وجہ سے وہی کرتا ہے کہ جو حق تعالیٰ کا بندہ مومن موحد ہو مشرک کہ دشمن حق تعالیٰ کا ہے حق تعالیٰ کے بیت کا کب متولی ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اپنی دنیا کی وجہ سے اور اپنی معیشت کی وجہ سے اس کی کارگذاری کرتا ہے پس استحقاق ولایت بیت اللہ کا مشرکین کو ہونا محض غلط ہے اور علیٰ ہذا خدام بیت اللہ کا بوجہ حق تعالیٰ کے بیت ہونے کے دعویٰ کرنا ان کا بالکل لغو ہے استحقاق ان کا مومنین ہی کو ہے اور خدا تعالیٰ کا بیت ہونے کی وجہ سے سوائے مومنین موحدین کے کوئی ولی بیت کا نہیں ہو سکتا ہے یہ مطلب آیت کا تھا جناب مؤلف صاحب نے ایک طبعزاد معنی پیدا کئے کہ جو ولی بیت کا ہوتا ہے وہ مومن متقی ہی ہوتا ہے غیر متقی ولی خادم بیت کا ہوتا ہی نہیں پس جن کو خادم بیت دیکھ لو جان لینا کہ حسب وعدہ حق تعالیٰ کے وہ متقی ہی ہے سو اگرچہ کافر یا فاسق ولی بیت کا ہو وہ بھی متقی ہی ہو گا، سبحان اللہ کیا ذہن رسا ہے اول تو بداہتہً معلوم ہے کہ مشرکین خادم بیت رہے ہیں تکذیب قرآن کی حسب تفسیر مؤلف کے اس کو لازم آتی ہے پھر یہ کہ خادم اگرچہ فسق وفجور میں مبتلا ہو پھر بھی وہ متقی رہے گا یہ تمام آیات واحادیث و اجماع کے خلاف ہے فساق خدام بیت کو اگر مؤلف فاسق نہیں جانتا تو اپنے ایمان کی فکر کرے کہ کفر کو ایمان اور فسق کو تقویٰ بتلاتا ہے تمام نصوص کا انکار لازم آتا ہے اور فساق خدام کو متقی ٹھیرا کر ان کا مدح ہو کر مورد عتاب حدیث اذا مدح الفاسق اھتز عرش الرحمٰن وغضب الرب الحدیث کا بنتا ہے اور اس سے درگذر کر اگر یہ اپنی رائے خلاف نصوص کے کوئی جاہل تسلیم بھی کر لیوے تو آپ کو کسی راہ مفید نہیں کیوں کہ خدام بیت اللہ کی سلطان وشریف اور شیبی اور

ہذا کلامہ ملخصًا **قولہ** اور رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں جائز ہے یا نہیں اور قیام وقت ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہیں **اقول** اس وقت قیام میں اہل حرمین شریفین زادہما اللہ شرفًا وتعظیمًا سے جو سنا ہے تو یہ اشعار پڑھتے ہیں،
یا نبی سلام علیک :: یا رسول سلام علیک :: یا حبیب سلام علیک :: صلوٰۃ اللہ علیک :: اور ہندوستان میں کچھ ذکر میلاد کر کے اس طرح پڑھتے ہیں **اشعار** السلام اے آفتاب داوودیں :: السلام اے انتخاب اولیں :: السلام اے رحمۃ للعٰلمین السلام اے مہبط روح الامین :: غرضکہ اسی قسم کے اشعار سلامیہ خطابیہ پڑھے جاتے ہیں ان کے جواز میں کون کلام کرسکتا ہے مولوی اسحٰق صاحب کی مائۃ مسائل میں خود یہ مسئلہ مذکور ہے، جواب سوال بست چہارم میں بیان فرماتے ہیں، در ندا کردن غائب میان نبی وغیرہ فرق است اگر نبی را ندا خواہد نمود برائے ایصال صلوٰۃ یا سلام ظاہرا جواز است بدو جہت یکے آنکہ در حدیث شریف وارد است کہ ملائکہ از طرف حق تعالیٰ مقرر اند ہرکہ بر نبی صلے اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ یا سلام می فرستد ملائکہ نزد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم می رسانند دوم آنکہ در التحیات خطاب برائے رسانیدن سلام وارد شدہ پس بنا براین اگر کسے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہٰی، پھر اگر کوئی شبہ لاوے کہ مولوی اسحاق صاحب نے سلام درود کے ساتھ حضرت کو یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہنا درست لکھا ہے اس واسطے کہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں سلام اور درود کو لیکن وہ اشعار مخاطب حاضر بہ نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جن میں سلام درود نہ ہو تو وہ بالکل ناجائز ٹھہرے حالاں کہ مولد شریف میں ویسے شعر بھی پڑھتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ بس یہی جواب ان شعروں میں بھی سمجھو یعنی اگر کوئی مدح اور نعت اور منقبت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب حاضر کرے گا تو یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا ان سے چھپا نہیں رہے گا امت کے سب اعمال اور سب کہنا سننا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے روای البزار بسند جید صحیح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئتی استغفر اللہ لکم :: اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں آیۃ ویکون الرسول علیکم شہیدًا میں لکھتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مطلع ست بہ نور نبوت بر رتبہ متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین

خواجہ سرا و خدمتگاران مسجد ہوویں گے نہ علماء و سکان[1] وہاں کے کہ ان کو کچھ بھی اختیار مسجد و خدمت بیت کا نہیں مثل دیگر ناس[2] کے ہیں بس ان میں بحث ہے یا علماء میں پس آپ کے ترجمۂ ناصواب کے موافق بھی آپ کا مدعی برآمد نہ ہوا اور یہاں بھی وہی ہو گیا کہ اصل مدعی کچھ اور اثبات کچھ قرآن شریف کی تفسیر کو مسخ بھی کیا مفسر بالرائے بھی بنا مگر مطلب کیا نکلا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور حال نباش[3] معاملات ان خدام کا بھی محض خلافِ شرع ہے پھر ان کو متقی جاننا مؤلف جیسے حق پوش ہی کا کام ہے قرآن وحدیث سے تو وہ ہرگز متقی نہیں ہوسکتے معاذ اللہ اور نواب قطب الدین صاحب نے بھی ناحق طعن کرنا وہاں کے علماء کا لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ناحق کدورت لانے کو منع کیا ہے نہ یہ کہ وہاں کے اہل فسق کو اچھا جانو اور ان کی مدح کرو بغض فی اللہ جز و ایمان کا ہے ان کے اس فسق کو برا جانو اور اس وجہ سے ان کو برا سمجھ کر ان کی برائی ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ احمق جاہل ان کے افعال کو دین اور جائز نہ سمجھ جاویں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فاسق کی غیبت سے مت اندیشہ کرو مگر ہاں وہ غیبت بوجہ دین اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے ہو نہ بوجہ اپنے غیظ کینہ کے پس اب

[1] باشندے [2] لوگ [3] بگاڑ دینا،

من رسیدہ الی ان قال درو آیات آمدہ ہر نبی را از اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانے چناں می کند و فلانے چناں تا روز قیامت ادائی شہادت تواں کرد انتہیٰ، اور نیز علامہ اسمٰعیل آفندی اور قسطلانی اور زرقانی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے ہیں عن سعید ابن المسیب قال لیس من یوم الا و تعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ و عشیۃ فیعرفھم بسیماھم و اعمالھم فلذٰلک یشہد علیہم یوم القیامۃ، پس اگرچہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم مدح خوانوں کی نظر سے غائب ہیں لیکن ان کے اشعار مخاطب حاضر پڑھے ہوئے سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک خدا پہنچا دیتا ہے ہر صبح و شام پھر جس علت اور دلیل سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا ایہا النبی وغیرہ بقول مولوی اسحاق صاحب جائز ہوا تھا اسی دلیل سے مدح اور منقبت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب حاضر کے اشعار پڑھنے جائز ہیں اور ہم ذمہ لیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک اولیاء کرام اور علماء عظام سے اشعار مخاطب حاضر کا پڑھنا ثابت کر دیں گے بیان اس کا ابحاثِ محفل مولد شریف میں آوے گا افسوس ہے کہ اپنے پیر مرشدوں کے کلام پر بھی نظر نہیں کھتے بول اٹھتے ہیں منہ سے جو چاہیں یہ نہیں جانتے کہ ہر لفظ کا مباحثہ قیامت کو ہوگا وما یلفظ من قولٍ الا لدیہ رقیبٌ عتید اس مقام میں ایک شعر مولوی محمد حسین فقیر کا یاد آیا جو مذمت محفل مولد شریف میں بیان فرماتے ہیں ؎ بہت ندائے رسول خدا میں شاغل ہیں ؛؛ یہ مشرکوں کی علامت ہے محفل میلاد ؛؛ لو صاحبو عرب میں جو ندائے رسول کرتے ہیں اور جو ہند میں کرتے ہیں ان کا حال تم کو سنایا گیا ہے اب کہئے اگر یہی شرک ہے تو یہ مفتی صاحب اپنے اعتقاد کے موافق پانچوں وقت عین نماز میں مشرک بنتے ہوں گے

مؤلف کا فہم و استدلال خوب واضح ہوگیا مؤلف ایسے کلمات سے توبہ کرے اور کہیں رہ کر کچھ پڑھ لیوے فقط

تحقیق ندا بلفظ یا رسول اللہ **قولہ** حضرت فخر عالم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں الخ **اقول**۔ سائل کی مراد اس سے یہ تھی کہ ندا اور خطاب تو سب لغات میں حاضر موجود کے واسطے موضوع ہے سو اشعار و مدح میں جو ندا و خطاب پڑھا جاتا اگر ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو شرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اس کے کہ اگر ضمن صلوٰۃ و سلام میں ہے تو ملائک آپ تک پہنچا دیں گے اور جو بدون اس کے ہی وقت غرض اعمال کے پیش ہو جاوے گا تو جائز ہے مگر چونکہ اس مجمع میں جہال[1] سفہا[2] اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت ندا و خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت و شرک کی تائید ہوتی ہے تو در صورتیکہ یہ امر مظنون بلکہ بحکم یقین ہے تو در صورت ثانیہ خطاب شرک نہیں مگر توہم شرک اور بسبب فتنۂ فساد کا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں اور اس امر کے ضم سے یہ مجلس کیا حکم رکھتی ہے یہ تھی مراد سائل کی تو مؤلف صاحب نے پہلی شق جس میں شرک لازم آتا تھا مطلقاً ذکر نہ فرمائی اس کو بالکل حذف فرمایا گویا یہ معنی خطاب و ندا کے تھے ہی نہیں اور دوسری شق کو اپنی اصل پر رکھ کر فی حد ذاتہ اس کا جواب دیا کہ بالکل جائز ہے کون اس کو منع کرتا ہے اور پھر اس کے اثبات میں دلائل پیش کر دیں، اب مؤلف صاحب سے کوئی پوچھے کہ جس شق کے اصل جواز کا آپ فتویٰ فرما رہے ہیں اور اس پر بڑی دھوم دھام سے مولانا محمد اسحاق صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور بزاز وغیرہ سے روایت کشی ہو رہی ہے اس کا سائل کب منکر ہوا اور وہ اس کو کہاں پوچھتا ہے تم کیوں سر پھولا کر تقریر طویل لاحاصل کر رہے ہو یا تو شقِ اول کا جواب لکھنا تھا کہ آیا وہ شرک ہے یا نہیں یا دوسری شق کی عارض پر بحث کرنی تھی

[1] جاہل کی جمع [2] بیوقوف

Marfat.com

اس لئے کہ التحیات میں پڑھتے ہیں السّلام عَلیکَ یاایُّہا النبیُّ یعنی سلام ہو تم پر اے نبی دیکھو اسمیں ندائے رسول خدا موجود ہے اب کوئی دن میں مولوی صاحب نمازیوں کے حق میں بھی یہ شعر پڑھیں گے ؎ بہت ندای رسول خدا میں شاغل ہیں ۞ یہ مشرکوں کی علامت ہے پنجگانہ نماز ۞ نعوذ باللہ من سور الاعمال الاعتقاد اور واسطے بیان خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آیندہ زیادہ تر تحقیق

کہ باوصف اس مفسدہ کے بھی مجامع عام میں ایسے اشعار پڑھنے درست ہیں یا نہیں وہ کب کہتا ہے کہ فی حدہ یہ صورت ناجائز ہے اور مفتیوں کے مرشدوں دوستوں نے اگر ایسے اشعار کبھی پڑھے تو خود خلوت میں یا خواص میں نہ بازار میں اور نہ عوام جہلا میں اور طبع ہوکر ان کی تشہیر کا اگر قصور ہے تو دوسرے لوگوں کا ہے بس کیا عجب مؤلف کے فہم پر ہے کہ جس کو سائل پوچھتا ہے اس کا تو قلیل کثیر کچھ بھی جواب نہیں، اور ایک غیر مسئول امر پر زور وشور علم کا جتلا یا جاتا ہے بس آپ کی سب روایات منقولہ مسلّم ہیں مگر آپ کے فہم پر اور حسن جواب پر صد آفریں ہے، الغرض جواب آپ کی خوبی علم وفہم کا، اور اس تقریر طویل کا تو ہو چکا اب اگر تم لاکھ لائل اولیاء وعلماء وصحابہؓ کے اس باب میں نقل کروگے تو آپ کو ہرگز ذرہ بھر بھی مفید نہیں کیوں کہ سب کا یہی جواب ہے کہ ان کا عقیدہ ہرگز حضور واثبات علم وغیب کا فخر عالم علیہ السلام کا نسبت نہیں اور یہ کلمات فرط محبت میں کہے اور خلوت یا جلوت خواص میں پڑھے، اب بولو کہ آپ کی اوراق نویسی اس ایک کلام سے رد ہوگئی یا نہیں بعد اس کے جو آپ نے مولوی محمد حسین فقیر پر ایک طعن کیا ہے محض بیجا ہے کیوں کہ اہل بدعت کا یہ عقیدہ علم غیب بالذات کا محقق ومشہور ہے سو انھوں نے ان کی ہی نسبت یہ شعر لکھا ہے اور واضح ہے کہ اس عقیدہ سے خواہ ضمن صلوٰۃ وسلام میں خطاب ہو یا غیر صلوٰۃ وسلام میں بہر حال شرک ہے اور بدون اس عقیدہ کے خواہ صلوٰۃ وسلام ہو یا غیر اس کے جائز جبتک مجمع عوام وسفہا میں نہ ہو سو ان پر طعن بیمحل ہے اگر التحیات میں عقیدہ علم غیب کا ہوگا تو ان کو اس کے شرک ہونے سے کب انکار ہے وہ بھی شرک ہو جاوے گا اور التحیات میں یہ صیغہ یا محض نقل ہدایت ہے اس واسطے درست ہوا یا بوجہ سلام کے کہ وعدہ ایصال ہو چکا ہے اور خلاف اس کے عقیدہ کرنے میں بھی وہی حکم ہے۔ پھر طعن کیسا بے موقع ہو مگر مولوی محمد حسین صاحب تو آپ کے معاصر ہیں ان پر طعن کرنے سے کوئی آپ کو بڑائی حاصل نہیں ہوتی، البتہ بڑے بڑے علماء جیسے مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی محمد اسحاق صاحب ان پر اعتراض کرتے ہیں اور علماء وفقہاء متقدمین میں جو روشنی کثیر کو مکروہ فرماتے ہیں ان پر طعن علی روایت کرنے سے جیسا روشنی کے مسئلہ میں گذرا اور خود حضرت عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ پر اسراف کی روشنی کرنے اور اس کی مدح کرنے پر کہ قرآن شریف کے حکم کے خلاف اسراف کیا آپ صراحتًا واشارۃً طعن کر چکے ہیں تو وہ البتہ موجب آپ کے تبحر علم کا عوام کالانعام کے نزدیک ہوتا ہے تو اس باب میں بھی ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ ابن مسعودؓ تاحیات فخر عالم السلام علیک ایہا النبی التحیات میں پڑھتے تھے اور بعد وفات آپؐ کے السلام علی النبی پڑھنے لگے تھے اب ان پر طعن فرمایئے تاکہ لوگوں کے نزدیک خوب عظیم شان آپ کی ہویدا ہو جاوے مولوی محمد حسین تو بڑوں کی تقلید سے بری ہو جاویں گے، ایسوں پر طعن فرمایئے تاکہ لوگوں کے نزدیک؟ اب مؤلف صاحب غور فرماویں اور سب اہل علم نظر فرماویں کہ مؤلف صاحب نے شرح سوال کیا کی اپنی طرف سے ایک سوال نیا تصنیف فرمایا ہے سائل نے پانچ قید سوال میں لکھی تھی، امردان خوش لحن کا قصائد مدح پڑھنا زیب وزینت کا ہونا، شیرینی کا ہونا، روشنی کثیر کا ہونا، فخر عالم کو خطاب وندا سے یاد کرنا، سو پانچوں قیود کی وہ شرح فرمائی

لہ مشہور کرنا ۲ے جس کے بارے میں سوال نہیں کیا گیا ۳ے شاباشی ۴ے زیادتی ۵ے مخفل ۶ے ثابت ۷ے ہم زمانہ ۸ے گہرائی ۹ے عوام جانور کی طرح ہیں

نورچہارم میں آوے گی **قولہ** بحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا **اقول** سائل نے حصر کردیا دین کو حدیث میں کہ حدیث سے جائز
ہے یا نہیں، یوں پوچھنا چاہیئے تھا، کہ شرع شریف میں جائز ہے، یا نہیں، اس لئے کہ شرع شریف کے مسائل فقط حدیث ہی سے
نہیں نکلتے، بلکہ اول دلیل شرع قرآن مجید ہے پھر حدیث شریف پھر اجماع امت پھر قیاس اس بات کا کہ ہم خاص ان ہی کے مجتہد مذاہب
سے سنوائے دیتے ہیں، دیکھو مولوی اسماعیل صاحب تذکیر الاخوان میں درباب رد بدعت لکھتے ہیں، جو مسئلہ کہ قرآن میں مفصل مذکور
نہیں، اس کا حال حدیث سے دریافت کرے اور جو حدیث میں بھی صریح بیان نہ ہو تو وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابوں
سے دریافت کرکے اس اجماع کے موافق عمل کرے اس واسطے کہ حدیث کی رو سے[۲] خلفائے کے اجماع کی پیروی کرنے کا حکم ثابت
ہے، پھر جو مثلاً دماغ سے ثابت نہ ہو یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں ویسا واقع نہ ہوا جو اس پر وہ حکم ٹھہرا کر اجماع کرتے تو ایسی
بات پر مجتہدوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے انتہیٰ، بلکہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے کلام سے تو مابعد مجتہدوں کی بات نکالی ہوئی
بھی حق معلوم ہوتی ہے اس مقام میں بعد تیرہ[۱۳] چودہ[۱۴] سطر کے فرماتے ہیں پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات
نکالے تو اس کا کیا ٹھکانا، مگر ہاں اکثر عالم دیندار متقی پرہیزگار اس مسئلہ کو قبول کرلیں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے، انتہیٰ۔ اب سائل کو معلوم
کرنا چاہیئے کہ جب جواز امور کے واسطے بہت دلائل ہوئے یعنی قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس مجتہدین، واتفاق اکثر
علمار دیندار پس جب کوئی امر ان دلائل میں کسی ایک دلیل سے ثابت ہو جائے گا اس کو کہیں گے کہ یہ امر شرع میں جائز ہے یہ نہیں

کہ ہرگز سائل کے ذہن میں بھی نہیں گذری ہے اپنی طرف سے خلاف مقصود سائل کے ایک شرح فرمائی اور پھر جواب جو اس شرح کے
لکھے وہ بھی اکثر جگہ اس شرح کے مطابق و مناسب نہیں چہ جائیکہ اصل مقصود سائل کی موافق ہوتی چنانچہ تحریر بالا سے ہویدا ہوگیا
سو ایسا جواب سوال اور ایسی شرح شاید کسی نے آنکھ کھول کر دیکھی ہوگی عجب تماشہ ہے اور پھر ان جوابات میں جن جن امور کی نسبت ادلہ
کو مطعون بناتے ہیں وہی امور خود اختیار فرماتے ہیں، سبحان اللہ کیا اعجوبہ ہے **قولہ** بحدیث نبوی الخ **قول** آخر اعتراض سائل پر
ہے کہ فقط حدیث سے ہی کیوں کہ طلب جواب کیا قرآن و اجماع و اجتہاد بھی حجت شرعیہ ہے سوجاہئے اول تو اس کا عذر قبول ہو کہ بیچارہ ناواقف
ہے مگر خوب محقق ہو گیا کہ مؤلف کے نزدیک فقط حدیث سے مطالبہ کرنا کسی حکم کا معیوب و زبون[۳] ہے بلکہ حجج[۴] اربعہ میں سے کسی سے جواب
دیدے تو کافی ہے اور اتباع امر معیوب کا بھی ناجائز ہے اگر کوئی مستفتی خواہ مخواہ جواب سوال کا حدیث سے ہی طلب کرے تو مفتی کو اس
پر عمل کرنا جائز نہیں کیوں کہ اتباع ناروا کا بھی درست نہیں ہوتا سو مؤلف اس اپنے قاعدہ مقررہ کو یاد رکھے کہ اس کے خلاف میں مؤلف
مطعون ہووے گا اور جو اس بیچارہ کے کلام کی تاویل کرسکو تو کیوں اس پر غصہ ہوتے ہو قرآن کی حدیث تفسیر ہے اور حدیث بھی وحی باطنی ہے سو
قرآن و حدیث تو ایک ہی ہوئی معنیً و حکماً اور اجماع بلاسند نہیں ہوا کرتا سو سند قرآن کی آیت یا کوئی حدیث صراحتاً اشارۃً دلالۃً ہوتی
ہے سو وہ بھی حکماً حدیث ہی ہوا اور قیاس[۵] خود مظہر حکم ہے نہ مثبت حکم سو وہ بھی اگر اجماع سے ہے تو وہ معلوم ہوا کہ حدیث ہی ہر حکماً اور
قرآن سے ہے تو وہ بھی معنیً حدیث سے متحد ہے پس اس کا کہنا بایں تاویل درست ہے پس مطالبہ حدیث میں اگر کوئی قول مجتہد کا پیش کردیوے
یا جزئیہ علمار کا جو قاعدہ کلیہ مجتہد سے نکلا ہے پیش کردیوے تو وہ جواب حدیث سے ہی ہووے گا صریح حدیث کی ضرورت نہیں بہرحال

لے ظاہر ۲ے برائے جمعیت ۳ے حجت کی معنیٰ دلیل ۴ے یعنی قیاس سے حکم ظاہر ہوتا ہے ۵ے ثابت نہیں ہوتا،

Marfat.com

کہ جس کا نام فقط حدیث میں صریح آیا ہو وہ جائز ورنہ ناجائز یہ بات ہرگز محققین کامل کے نزدیک مسلم نہیں واضح کہ یہاں تک سوال فتویٰ انکاری کی شرح کی گئی اب اُسی کے جوابات جو مفتی صاحبوں نے لکھے ہیں اس کی توضیح کرتا ہوں **نور دوم** میں جو لکھے ہیں **لمعہ اولیٰ** نقل جواب واضح ہو کہ اس سوال کا جواب اول دہلی میں لکھوا لیا گیا پھر اہل دیوبند نے اس پر مہریں لگائیں وہ یہ ہے **جواب فتویٰ انکاری** انعقاد محفلِ میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ہذا القیاس بروز عیدین وغیر عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ کو مع ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا البتہ نیابۃ عن المیت بغیر تخصیص ان امور مرقومہ سوال کے للہ مساکین و فقرار کو دیکر ثواب پہنچانا اور دعا و استغفار کرنے میں امید منفعت ہے اور ایسا ہی حال دہم سوم چہلم وغیرہ اور پنج آیت اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث اور کتب دینیہ سے خلاصہ یہ کہ بدعات مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں انتہٰی حرفاً حرفاً اب مؤلف رسالہ ہذا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد پر بھروسہ کرکے بیان کرتا ہے ان امور ناصواب کو جو اس جواب میں ہیں واضح ہو کہ اس جواب پر دہلی کے تین صاحبوں کی مہر ہے، الٰہی بخش، حبیب اللہ، شریف حسین، یہ صاحب دہلی میں غیر مقلد ہیں سب ان کو جانتے ہیں ان کا یہ جواب لکھنا کچھ تعجب نہ تھا، لیکن اصحاب دیوبند اس فتویٰ میں ان کے تابع ہو گئے مدرسہ دیوبند کے طلبار اور مدرسین کی پانچ مہریں چند دستخط ہیں ایسے ایسے مفتی کہ ان میں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے، ہٰذا مسئلہ جواب صحیحہ حسن علی عفی اللہ عنہ، سبحان اللہ عبارت ان مفتی صاحب کی دیکھنے کے قابل ہے اور فصاحت و بلاغت تذکروں میں لکھنے کے قابل ہے لفظ ہٰذا کی تذکیر و تعریف مسئلہ کی تانیث تنکیر، جواب کی تذکیر صحیحہ کی تانیث پھر مسئلہ بمعنی سوال مبتدا اور جواب صحیحہ اس کی خبر سوال کی خبر جواب کیا کیا تماشے ہو رہے ہیں خیر ہم کو ان صاحبوں میں کسی سے کچھ تعارض نہیں، الا مولوی محمد یعقوب صاحب، کہ اس مدرسہ کے مدرس اول ہیں چوں کہ انھوں نے غیر مقلدوں

بہرحال مؤلف اس کو یاد رکھے، الحمد للہ برہان اوّل نے لمعہ نور اول کو ظلمات مکنونہ سے کہ ظلمات جہل پر نور مثل ملمع کے تھا رفع کر کے اس کی ظلمات اصلیہ کو واضح طور پر نمایاں عیاناً کر دکھایا **قولہ نور دوم الخ اقول**، اس میں مؤلف نے جواب بلفظہ نقل کیا ہے بعد اس کے کچھ اپنے علم کے فخر یہ کلمات لکھے ہیں کہ اس کے جواب کی ضرورت نہیں علم مؤلف کا نور اول میں بھی خوب منور ہو چکا، **قولہ** ان میں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے الخ **اقول** حسن علی نام کوئی مدرس مدرسہ دیوبند میں نہیں ابتدائے بنار مدرسہ سے آج تک کی کیفیات موجود ہیں دیکھ لو مؤلف کو اگر دیوبند کے مدرسہ پر طعن کرنا مقصود ہے تو ایسی طرح طعن کرنا کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہ ہو شرم کی بات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان بعض الظن اثم پھر خواہ مخواہ حسن علی کو دیوبند کا مدرس یا طالب علم قرار دیکر محض اپنی طرف سے یہ لکھنا کس قدر خلاف امر حق تعالیٰ کے ہے اور جو توہین مدرسہ کی غرض مؤلف کی ہے تو ایسے واہی مطاعن سے کچھ نہیں ہوتا اور مدرسہ دیوبند کا جو کچھ علم ہے اگر کچھ فہم خداداد مؤلف کو ہے تو آوے اور دیکھے اس فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھکر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں، فرمایا کہ جب سے علمار مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی، سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا، پس جس کا رتبہ عنداللہ زیادہ ہوگا، شیطان عدو مبین اس کی تخریب و توہین میں زیادہ

۱ درایح، ۲ نسبت کی طرف سے قائم مقام ۳ طعنے جس کو طعنہ دیا جائے

کی تحریر پر مہر لگادی اس لئے ہم کو ان سے چار شکایتیں ہیں **شکایت اولیٰ**۔ بقانون طریقت یعنی ان کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب سے ہم مکہ معظمہ میں ملے ان کا ہرگز یہ طریق متعصبانہ نہیں دیکھا بلکہ نہایت مستقیم و معتدل افراط و تفریط سے خالی پایا لوگوں نے مسئلہ قیام کا پوچھا حالاں کہ مانعین اس کو بڑا منکرات میں سمجھتے ہیں، کفر و شرک تک نوبت پہنچاتے ہیں لیکن انھوں نے یہ جواب دیا کہ اگر اصحاب محفل کھڑے ہو جاویں کھڑے ہو جاؤ اگر بیٹھے رہیں تم بھی بیٹھے رہو، ایسی گفتگو مصلحت آمیز ہے کہ اس میں گنجنگ مقصود نہیں اور چند مسائل ان کے اسی طور دیکھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے سب مریدوں کو اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو منع فرمایا ہے کہ جو مسائل ہند کے علما میں مختلف فیہ ہیں ان پر مہر مت کیجو، پھر مولوی محمد یعقوب صاحب نے کیوں کسی کے کہنے سے اپنے مرشد ہادی کے خلاف طریق اور خلاف حکم پر مہر لگائی، **شکایت ثانیہ** یعنی کیوں دیدۂ تحقیق سے فکر کر کے کنہ مسئلہ کو نہ معلوم کیا مسئلہ میں

سرگرم ہوگا پس مؤلف حالاں کہ علمائے مدرسہ دیوبند سے اس کو کوئی گزند[1] نہیں پہنچا، اور اس کی بنا میں مدرسہ نے خلل نہیں ڈالا، البتہ اس کے بدعات کے ظلمات کا کاشف ہے لہٰذا مؤلف کو اس مدرسہ دیوبند سے عناد ہے اور اس مدرسہ کو اپنا دشمن جانتا ہے، مگر جس کا حامی حق تعالیٰ ہو اس کا کوئی کیا کر سکتا ہے، الغرض حسن علی نام کوئی مدرس نہیں، اور جس حسن علی کے دستخط ہیں خواہ مخواہ اس پر مطاعن لفظی کرنی بھی دور از دیانت ہے کیوں کہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس فتوے میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں سو حسن ظن کرنا اور کاتب کی یا صاحب مطبع کی غلطی پر حمل کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ مؤلف کو حسن ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشۂ آخرت ہوتا اور چوں کہ تخطیہ[2] معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ و ملکہ نہیں تخطیہ لفظی سے تسلی کر لیتا ہے خیر یہ تو سہل ہے لیکن مشکوٰۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف کو دیکھ کر جو اسمیں غلطی کاتب ملاحظہ کرے گا تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے کیوں کہ مؤلف کی عادت تو یہی ٹھہری کہ اصل مؤلف کو الزام لگاتا ہے کاتب کی خطا پر تو حمل کرتا ہی نہیں استغفر اللہ استغفر اللہ

رام پوری کی شکایت اربعہ جواب حضرت حاجیؒ کی اجازت قیام مولود نا واقفیت حال جہلا پر .... مبنی ہے	**قولہ** شکایت اولیٰ الخ **اقول** جناب حاجی صاحب سلمہ کا جواب قیام میں اگر سچ ہے تو یہ وجہ ہے کہ ان کو جہلاء ہند کا حال معلوم نہیں

کہ کیا عقائد پیدا ہو گئے ہیں اور فتویٰ دینے میں مفتی کو حال اہل زمانہ کا دیکھنا ضرور ہے کہ اختلاف احوال سے جواب بدل جاتا ہے اور یہ تبدیل مباح امور میں ہوتی ہے پس اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کا حال ان کو معلوم نہیں اور حسن ظن قیام کو مباح ہمان کر جائز رکھا اور مخالف کو موجب فتنہ جان کر موافقت کا حکم دے دیا اس رائے کو مؤلف نے بھی پسند کیا لیکن اباحت پر اس قدر اصرار[3] فرض کہیں شرع میں درست نہیں اور یہ روایت کہ انہوں نے جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم اور جناب مولوی رشید احمد صاحبؒ کو مسائل مختلف فیہا پر مہر لگانے سے منع کیا تھا خوب تحقیق ہوا کہ محض غلط ہے، کسی مفتری کا افترا[4] ہے کہ اپنی بات بنانا مطلب ہے پس یہ شکایت بے اصل محض ہو گئی **قولہ** شکایت ثانیہ الخ **اقول** مؤلف کو کسطرح معلوم ہوا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب نے بدون فکر کے مہر لگادی ہے اگر یہ وجہ ہے مؤلف بحر العلوم کے فہم کے خلاف ہے اور جو امر خلاف لائے ایسے بحر زخار کے ہوگا وہ غلط ہی ہوگا تو مؤلف صاحب اپنے منہ میاں مٹھو ہوتے ہیں، نور اول ہی تو مؤلف کی فہم کی ظلمات ابھی واضح ہو چکی اگر نظر بریں کتاب یہ کہا جاوے تو لائق ہے کہ جو مطابق رائے مؤلف

---

[1] نقصان [2] معنوی غلطی نکالنا [3] اصرار [4] بہتان

Marfat.com

تقلید ایک جزئی خاص کی بلاخوض و تفکر صحیح نہیں شکایت ثالثہ اگر مولوی شریف حسین وغیرہ یہ بات کہیں کہ قرونِ ثلثہ کے بعد جو حادث ہو وہ ضلالت ہے تو کچھ ان سے بعید نہیں کیوں کہ غیر مقلد ہیں لیکن اصحاب دیوبند جن کا مذہب تقلید ہو اور یہ کہتے ہوں کہ امام واحد کی تقلید کل مسائل میں واجب ہے چنانچہ فتویٰ مولوی محمد قاسم صاحب اور اظہار الحق صاحب سے یہ بات ظاہر ہے پھر یہ صاحب کسطرح فرماتے ہیں کہ ایجاد بعد قرون ثلثہ کا بدعت ہے یہ اعتقاد وجوب تعیین تقلید شخصی کا تو قرون ثلثہ کے بعد حادث ہوا ہے اپنے پیران پیر شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کو دیکھیں کہ وہ لکھتے ہیں، اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی مذھب الواحد

کے ہو گا گو بظاہر درست ہو مگر باطن لاریب غلط ہو گا کیوں کہ اکثر جگہ یہی ظاہر ہوتا ہے پس مولوی صاحب کو ہرگاہ کہ جواب صحیح ہوا مہر لگا دی ورنہ مصداق اس حدیث کے ہوتے من سئل علم فکتمہ الجم بلجام النار۔ اور مخالف اگر صادق امر کہے اس کی تصدیق ضرور ہی یہ بد دینی ہے کہ کوئی بد دین اگر دین کی بات کہے تو تکذیب کر دیوے کہ اس میں یہ خود مکذب بنتا ہے۔ فخر عالم علیہ السلام نے یہود کی بھی سچی بات کی تصدیق کی ہے، چنانچہ صحاح میں یہ روایت موجود ہے، پس یہ شکایت محض کم فہمی مؤلف کی ہے قولہ شکایت ثالثہ الخ اقول مؤلف اپنے خوبی فہم سے بلکہ اپنے اسلاف ہم مشرب کی تقلید سے معنی موجود ہونے کے قرون ثلثہ میں اور نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر قرونِ ثلثہ میں یہ جزئی خاص حادث ہو کر وجود خارجی میں آجاوے خواہ دلیل اس کے جواز کی ان قرون میں موجود ہو یا نہ ہو تو وہ سنت ہے اور اگر ان جزئی خاص نے ان قرون میں وجود خارجی نہیں پایا اگرچہ جنس ان کی اس قرون میں موجود غیر منکر ہو یا دلیل جواز کی موجود ہو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ فہم بالکل غلط فاحش اور محض کور علمی ہے اور مؤلف کی فقط اسی کج فہمی پر تمام اس رسالہ کی بنا ہے اور اس ہی کونہ فہمی سے تمام مغالطات و قبائح کا مرتکب ہوا ہے مگر ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو شئے قرونِ ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہو اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح اصول فقہ میں اس کو کہتے ہیں جو بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحتًا ارشاد ہو، یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شئی وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو، اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیوں کہ حکم علت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتا پس جس جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا اور وجود اس کا مرتفع ہو گیا پس یہ حاصل ہوا جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلانکیر دلیل جواز کی ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدم جواز کی ہے علیٰ ہذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدم جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت حکم کا نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا

لے یقیناً ۲ے جوتا بنانا ۳ے مغالطہ کی جمع ۴ے مانع

Marfat.com

پس جب کہ چوتھی صدی تک تقلید شخصی پر مجتمع نہ تھے تو ظاہر ہوا کہ چوتھی صدی کے بھی بعد مسئلہ وجوب کا حادث ہوا اور خود چوتھی صدی قرون ثلثہ سے بہت بعد ہے تو مابعد چہارم تو نہایت ابعد زمانہ ہوا اور تنویر الحق میں مولوی قطب الدین خاں صاحب نے قاضی ثناء اللہ کی تفسیر مظہری سے نقل کیا ہے اہل السنۃ والجماعۃ قد افترق بعد القرون الثلاثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب الخ یہ بات ہم کو مضر نہیں کیوں کہ ہم بعض بدعت حسنہ کو واجب بھی کہتے ہیں اور بدعت حسنہ کا وجود فقط قرون ثلثہ میں منحصر نہیں کہتے لیکن ان اصحابوں پر مشکل ہوگا۔

شکایت رابعہ: آپ کے پیر مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ضیاء القلوب مطبع مجتبائی ہمارے پاس ہے۔ وہ کتاب واسطے دستور العمل ہونے اپنے مریدوں کے لکھی ہے، اس میں بہت باتیں اس طرح کی ہیں مثل فاتحہ بارواح مشائخ اور خطرات کو مشاہدۂ جمال مرشد سے دفع کرنا یعنی (تصور شیخ) اور عروج اور نزول کے طور پر ذکر کرنا۔ اور رگ کیماس کا دبانا اور ہونٹھ اور ناف اور گھٹنے وغیرہ کی طرف اشارات اثنائے ذکر میں کرنا اور اذکار کا عدد اور جلسہ کی ہیئت اور وضع اور وقت وغیرہ کی تعینات خاص کرنا اس قسم کی بہت سی چیزیں اس میں ہیں کہ قرون ثلثہ سے ہرگز ہرگز بایں ہیئت کذائی ذہمیں ہیئات مجموعی ثابت نہیں اور مولوی شریف حسین اور حفیظ اللہ صاحب واعظ کی تحریر اس فتوی انکاری میں یہ ثابت کر رہی ہے، کہ محفل مولد شریف اور فاتحہ اموات باعث

ہے، مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہیں سونگھی، اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ اپنے موافقین کو نفع ہو، اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو۔ اگر اس کو خوب نگہداشت کیا جاوے تو تمام اس رسالہ اور دیگر رسائل مبتدعین کی خطا واضح ولائح رہے اور مؤلف تو کسی مطلب علمی کو کہیں بھی نہیں سمجھتا، اپنی فکر ناتمام سے ایک معنی قرار دیکر بدون مغز کلام کے سوچے سمجھے جو منہ میں آیا نکال ڈالتا ہے ایسے علم و فہم پر افسوس آتا ہے

تقلید شخصی واجب ہے | پس بعد تمہید اس قاعدہ کی دیکھو کہ تقلید شخصی کی دلیل قرون ثلثہ میں موجود ہے گو وجود خارجی اس کا کبھی ہو، اس سے ہم کو بحث نہیں، فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون الایۃ۔ اس میں وجوب تقلید کا حکم ہے اور باطلاقہ شخصی اور غیر شخصی دونوں کو محتوی ہے اور دونوں مامور علی التخیر ہیں اور آیہ ولا تفرقوا الخ وحدیث کونوا فی اللہ اخوانا الحدیث وغیرہ میں امر وجوب تقلید شخصی کا وقت افتراق اور اختلاف کی موجودہ ــــ ثابت ہے، کیوں کہ زمان جہل میں اور وقت اعجاب کل ذی رائے برائہ کی عدم تقلید شخصی میں فتنہ ہوتا ہے چنانچہ اب خود مشاہد ہے لہٰذا بالتعین وجود وجوب لغیرہ تقلید شخصی کا بعد زمانہ قرون ثلثہ کے ہوا اگرچہ وجود شرعی اس کا قرون ثلثہ میں ثابت تھا پس اس کو بدعت ضلالہ جاننا حسب حد مشہور محفل محفل جہل در سوء فہم ہے کہ بعد اس شرح بسط کے کوئی عاقل جاہل بھی تردد نہ کرے گا، اگرچہ مؤلف سے توقع قبول کی نہیں،،

اشغال مشائخ میں ثابت بالسنۃ ! اور علی ہذا القیاس، شغال مشائخ کا جواب ہے پس یہ دو شکایتیں مؤلف کی ثالثہ اور رابعہ محض بوجہ عدم علم و فہم سے ناشی ہوئے اور مؤلف نے باتباع بعض علماء کے اس کو بدعت حسنہ سے تعبیر کیا اور یہ فرق اصطلاحی اور لفظی ہے فی الواقع کوئی خلاف معنوی نہ تھا مطلب کا ایک تھا میاں مؤلف نہ سمجھے نہ پڑھے اس کو نزاع حقیقی سمجھ کر الغل مارنے لگے اور اپنی حقیقت سب پر ظاہر کر دی قولہ شکایت رابعہ الخ اقول۔ اس کا جواب بھی جواب شکایت ثالثہ سے واضح ہو گیا اور اس کے جواب میں طول و بسط

۱؎ ثابت کرنے والا ۲؎ جماعت ۳؎ مشکل ۴؎ اختیار کے ساتھ ۵؎ ہر شخص اپنی رائے پر اعتماد ۶؎ مشہور تعریف کے مطابق ۷؎ ایجادات۔

Marfat.com

عدم ثبوت قرون ثلٰثہ سے مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں اور آپنے اس کی تصحیح پر مہر لگائی تو فی الحقیقت یہ مہر ہوگئی اس بات پر کہ جو چیز قرون ثلٰثہ سے ثابت نہ ہو وہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے بس داخل ہو گئے اس میں سب اذکار و اشغال مرسومہ[1] خاندانِ جنابِ ضیاء القلوب میں مندرج ہیں کہ ہر گزان کا ثبوت بہیئت کذائی و ہیئات مجموعی قرون ثلٰثہ سے نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان اور ہم کو یہ اعتراض کچھ مضر نہیں اس لئے ہم اس کے قائل نہیں کہ جو بات قرونِ ثلٰثہ میں نہ ہو وہ ضلالت او سیئہ ہوتی ہے **لمعہ ثانیہ رد جواب مانعین و تحقیق بدعت و ثبوت بدعت حسنہ** واضح ہو کہ اس فتویٰ انکاری میں کوئی منع کی دلیل نہیں سوا اس کے کہ یہ باتیں قرون ثلٰثہ میں نہ تھیں اور جو قرون

کیا گیا کہ یہ بہت کارآمد قاعدہ ہے اور تمام رسالہ کے قمع کو کافی ہے بغور ملاحظہ کرنا لازم ہے - - - - - - - -

بدعت حسنہ وسیئہ کی حقیقت | **اقول لمعہ ثانیہ رد بدعت مانعین و تحقیق بدعت الخ اقول تحقیق معنی بدعت میں مؤلف نے** نہایت اپنا جوہر فہم دکھایا اور غایت مبلغ علم کا اظہار کر دیا اور اس تحقیق پر مؤلف کو نہایت فخر و ناز ہے پہلے جواب شکایت ثالثہ میں یہ عاجز حقیقت بدعت کو لکھ چکا ہے اب یہاں پھر لکھتا ہوں، سنو کہ تمام علماء اول سے آخر تک متفق ہیں اس بات پر کہ بدعت لغت میں امر جدید کو کہتے ہیں اور کتب شریعت میں جو اطلاق اس لفظ کا ہوتا ہے تو کسی جگہ تو اس کے یہ معنیٰ لیتے ہیں کہ جو امر بعد فخر عالم علیہ السلام کے حادث ہوا مطلقاً خواہ محمود ہو خواہ مذموم اعنیٰ اس کے جواز کی دلیل شرع میں موجود ہو یا نہ ہو سو اس کی دو قسم کرتے ہیں قسم اول محمود کہ جس کی دلیل جواز کی شرع میں ہو دوسری مذموم کہ دلیل اس کے جواز کی نہیں پس قسم اول کی بدعت حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنت جانتے ہیں اور دوسری قسم بدعت ضلالہ ہے، پس یہ جدید بدعت کی عام کہلاتی ہو اور کسی جگہ معنیٰ بدعت کے یہ ہوتے ہیں کہ جو امر حادث ہو خلاف طریقہ مرضیہ[2] شارع علیہ السلام کے یعنی اس کے جواز کی دلیل شریعت میں نہ ہو اور یہ معنیٰ خاص ہیں اور کتب شرعیہ میں اس ہی سے بحث ہوتی ہو تو بدعت بایں معنی وہی نوع مذموم ہے اور قسم محمود سنت میں داخل ہو پس یہ دونوں اطلاق درست ہیں اسمیں کسی کا خلاف نہیں فقط بیان کا فرق ہو اور بس اور اصل مراد میں سب متفق ہیں سو جو بدعت کو مطلقاً مذموم کہتے ہیں وہ بدعت کے معنیٰ خاص لیتے ہیں اور جو علماء تفریق حسنہ اور سیئہ کی کرتے ہیں وہ معنی عام لیتے ہیں اور یہ جو احقر نے لکھا تمام کتب شرعیہ میں موجود ہے اور خود مؤلف بھی اس کو جانتا ہے خود اس رسالہ سے ظاہر ہے لہٰذا نقل روایات کی حاجت نہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو علماء رسوم جہلم وغیرہ کو بدعت کہتے ہیں وہ بدعت کو بمعنیٰ خاص لیتے ہیں اور مقام ذم میں ذکر کرنا اور حجت عدم جواز کی ٹھہرانا دلیل ظاہر اس امر کی ہے ورنہ معنی عام سے ایک فرد اس کی محمود بھی ہے کس طرح مذموم مراد ہو سکتا ہے مطلقاً اور یہ امر جس کو ادنیٰ سلیقہ ہوگا جان سکتا ہے مگر مؤلف کا سلیقہ علمی اور خوبی فہم قابل دید ہے کہ باوصف علم اس اصطلاح کے اور قرینہ بینہ کے جگہ جگہ اعتراضاً لکھتا ہے کہ تمہارے نزدیک فلاں شے بدعت ہو اور ہمارے نزدیک کچھ حرج نہیں کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور اس کو نہایت الزام و اعتراض سمجھ رہا ہے تو اس تحریر مؤلف سے معلوم ہوا کہ مؤلف کے نزدیک یہ نزاع حقیقی اور مخالفت معنوی ہے فرق اصطلاحی نہیں ورنہ کیوں یہ تو تو میں میں کرتا اور کسواسطے باوجود ضعف دماغ کے لاحاصل اس قدر تطویل کرتا کہ سب کا مآل و مقصود ایک ایک ہوا اور پھر ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط بنا دے اور لاحاصل تحریر طویل لکھکر کاغذ سیاہ کرے پس اس سے بھی تبحر علم اور خوبی فہم مؤلف کا ہر شخص پر عیاں ہو گیا جیسا کہ پہلی شرح سوال میں ہر ہر معنی پر کج فہمی مؤلف کی ظاہر ہو چکی

[1] ایجادات [2] مروجہ [3] جڑسے اکھاڑ دینا [4] پسندیدہ

Marfat.com

ثلثہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے سو یہ قاعدہ تحقیقی نہیں، کسی کسی کے اقوالِ مختلفہ کا ذکر کرنا اور بات ہے اور مذہب منصور اور قول جمہور جس پر عمل امت ہو وہ اور بات ہے اختلاف اقوال کا یہ حال ہے کہ بدعت میں چند اقوال ہیں **قول اوّل** یہ ہے کہ مؤلف تذکیرالاخوان نے تو اپنے طائفہ کا دستور العمل ٹھہرا دیا کہ جو بات قرون ثلثہ میں ایجاد کی گئی ہے اس کو سنت کہنا چاہیئے اور جو بعد میں ایجاد ہوئی اس کو بدعت قرار دینا چاہیئے اور جو چیز بدعت ہو وہ کل ضلالت اور سیئہ ہے **دوسرا قول** یہ ہے کہ جو چیز بعد صحابہؓ اور تابعینؒ کے نکالی جاوے وہ بدعت ہے اور نامشروع یہ مائۃ مسائل کے سوال چہلم و ہشتم میں لکھا ہے امریکہ منقول نباشد از آں حضرت صحابہؓ و تابعین غیر مشروع است الیٰ ان قال قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل ذلک عن الصحابۃ والتابعین اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ تقریر ایک مرتبہ زیادہ بڑھی ہوئی ہے مولوی اسمٰعیل سے بھی کیوں کہ ان کی تقریر سے تو تبع تابعین بھی معتبر تھے اور اس تقریر سے تبع تابعین بالکل نادار ہوئے، **تیسرا قول** یہ ہے کہ صحابہؓ کا فعل تو سنت میں داخل ہے لیکن صحابہؓ کے بعد جو قول فعل حادث ہو وہ بدعت ہے اور ضلالت ہے چنانچہ جلد اول مکتوبات مجددیہ مکتوب ایک سو چھیاسی میں ہے ہرچہ در دیں محدث و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیرالبشر و خلفاء راشدین اور نبود علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات اگرچہ آنچیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را با جمعے کہ با او ہستند گرفتار عمل آں محدث مگرداناد اور اسی مکتوب کے آخر میں لکھا ہے فعلیکم بالاقتصار علی متابعت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتفاء علی اقتداء اصحابہ الکرام اب دیکھو کہ اس کلام سے تبع تابعین تو کیا خود گروہ تابعین بھی اڑی ہوئی ہے پس اس قول کے موافق ان کا قول و فعل بھی بدعت واجب الاجتناب ہے

بدعت کی حدود جو منقول ہیں متعارض نہیں محض اختلاف عنوان ہے الحاصل دونوں معنی بدعت کے ایک ہی مراد ہے، اور پھر جو کتب میں حدود بدعت میں الفاظ مختلف ہیں ان سب کا بھی حاصل ایک ہی ہے مگر مؤلف چوں کہ سلیقہ فہم مراد نہیں سب کو مختلف المراد جان رہا ہے اس واسطے ان کو نقل کر کر مردود شاذ بناتا ہے اور ایک معنی عام کو صحیح و معتبر ٹھہراتا ہے اور باہم سب کو مختلف جان کر غلطی میں پڑ رہا ہے سو بیان بھی ضرور ہوا تا کہ کج فہمی مؤلف کی ظاہر ہو جاوے سنو کہ تعریف بدعت شرعیہ کی بعض نے یہ لکھی ہے کہ بدعت وہ محدث فی الدین ہے کہ زمانِ فخرِ عالم علیہ السلام میں موجود نہ ہو یعنی نہ تو قولاً نہ فعلاً نہ تقریراً اور نہ صراحتًا نہ اشارۃً یہ بین بدیہی امر ہے کہ جب کسی طرح زمان فخر عالم میں وہ موجود نہیں اور معلوم ہو چکا کہ موجود ہونے سے وجود شرعی مراد ہے نہ وجود خارجی تو دلیل جواز کی اس کے لئے کوئی نہ ہووے گی وہ خلافِ شرع شریعت کے ہوگا پس اس کے معنی بعینہ بلا تفاوت وہی ہوئے جو در مختار اور بحر الرائق اور ابن حجر وغیرھم لکھتے ہیں جس کو قول خاص کر کے مؤلف صاحب نے لکھا ہے اور مسلم الثبوت اور قول جمہور اور معتبر ٹھہرایا ہے سرمو فرق دونوں میں نہیں پھر جو کہ زمان فخر عالم میں موجود نہ ہوئی بوجود شرعی تو صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ میں بھی موجود بوجہ خارجی نہ ہوگی، بایں معنی کہ نہ اس کا شیوع بلانکیر ہو سکے اور نہ اس کے جواز کی دلیل قولاً فعلاً تقریرًا صراحتًہ اشارۃً نکل سکے کیوں کہ وہ زمان خیریت ہے فخر عالم نے ان کی خیریت اور اتباع کا حکم فرمادیا ہے پس جو کچھ ان قرون ثلثہ میں موجود ہوگا خلاف قواعد شرعیہ کے نہ ہوگا اور جو موجود نہ ہوگا وہ بدعت ضلالہ ہووے گا، اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ موجود ہونے سے سب جگہ مراد وجود شرعی ہے یہ معنی کہ دلیل جواز کی ہونا وجود شرعی ہے اور دلیل جواز کی نہ ہونا عدم وجود شرعی ہے پس بہرحال یہ دونوں تعریف کسی وجہ سے مخالف نہیں اور بعض نے اسی واسطے اس تعریف میں یہ زائد کر دیا ہے کہ زمان خلفاء راشدین

لہ دین کے اندر نئی پیدا شدہ چیز ملہ بال کے برابر سلہ اشاعت سلہ اعتراض ھ گمراہی

Marfat.com

چوتھا قول یہ ہے کہ تابعین تو تابعین خود صحابہؓ کا کچھ اعتبار نہیں ہے ان کی باتوں کو بھی بدعت کہتے ہیں ان علماء کے نزدیک بدعت کے یہ معنی ہیں البدعۃ ما لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت کے بعد اگر صحابہؓ بھی ایجاد کریں تو ان علماء کے نزدیک وہ بدعت ضلالہ ہے لامذہبوں غیر مقلدوں کا اسی پر عمل ہے کہ وہ خلفاء راشدین کے فعل کو بھی بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لازم پکڑو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے پس کہ نہیں مراد سنت خلفاء راشدین سے مگر ایسا طریقہ ان کا کہ موافق طریقہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اور معلوم ہے قواعد شریعت سے کہ کسی خلیفہ راشد کو نہیں پہنچتا کہ کوئی طریقہ سوائے اس طریقہ کے کہ اس پر حضرت تھے ... مشروع کرے انتہی ملخصًا اور کتاب مفاتیح الاسرار التراویح میں ہے کہ مراد سنت الخلفاء سے وہی سنت ان کی ہے جس میں وہ موافق اور متبع سنت نبوی ہیں نہ وہ جس کے وہ خود موجد ہیں الی آخرہ پس ان بزرگواروں کے نزدیک کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی کہ بعض امور انھوں نے زائد کئے ہیں بدعتی ہیں، نعوذ باللہ منہا یہ فرقہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے تین نمبر اوپر چڑھ گیا وہ تو تبع تابعین تک کو مانتے تھے یہ خلف ان کے ایسے بڑھے کہ صحابہؓ تک کو بھی نہیں مانتے، کیوں نہ ہو جب تک اپنے بزرگوں سے چار قدم آگے نہ بڑھے تو پھر کیا فخر ہوا اب طالبان

میں بھی نہ پایا جائے اور بعض نے عدم اور وجود زمانۂ صحابہؓ کا ذکر کیا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جو زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں نہ ہو گا صحابہؓ کے قرن میں بھی نہ ہو گا جیسا ابھی گذرا، اور پھر ایک حدیث میں خود فخر عالم علیہ السلام نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الخ[ع] دوسری حدیث میں فرمایا ما انا علیہ واصحابی[2] اور ظاہر ہے کہ بعض امور زمانہ خلفاء میں اور صحابہؓ میں شائع اور ظاہر ہوئے کہ فخر عالم کے وقت میں ظہور ان کا نہ ہوا تھا اگرچہ اصل اور دلیل اس کی موجود تھی اور یہاں وجود شرعی ہی مراد ہے عام ہے کہ وجود خارجی میں آیا ہو یا نہ آیا ہو اور بعض نے ایک صحابہؓ کے بعد تابعینؒ کے زمانہ میں نہ ہونا بھی اس حد بدعت میں زائد کیا جیسا عالمگیریہ نے محیط سے نقل کیا اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ زمان تابعین میں اجتہاد و قیاس ہوا اور قواعد و ضوابط بنائے گئے، اور جو کچھ زمانہ صحابہؓ میں مخفی تھا ظاہر ہو گیا تو یہ سب اس کا ہی اظہار و ضبط تھا، جو پہلے موجود تھا کوئی امر جدید خلاف اس کے نہ تھا اور بعض علماء نے تبع تابعین کے قرن میں بھی نہ ہونے کو ذکر کیا اس سبب سے کہ حدیث خیر القرون قرنی میں تبع تابعین بھی ذکر فرمائے گئے ہیں اور فی الواقع اس قرن میں آئمہ مجتہدین نے بسط و تفصیل قواعد شرعیہ کی اور کلیات اجتہاد و قیاس کے ایسے کامل و منضبط کر دیئے کہ قیامت تک کو کافی ہو گئی اور اختلاف امتی رحمۃ کا ظہور بوجہ اتم ہوا پس جس کی دلیل ان قرون ثلثہ میں نہیں وہ بدعت و ضلالت ہے اور جس کی اصل یہاں ہے وہ جائز و مقبول ہے الحاصل یہ ہر چہار قول حد بدعت کے جو مؤلف نے شاذ و غلط لکھے ہیں اور قول خامس جس کو قول جمہور و مشہور معتبر لکھا ہے سب ایک مطلب اور ایک معنی رکھتے ہیں سوائے اختلاف الفاظ کے کچھ تفاوت سر مو بھی نہیں علیٰ ہذا قول تعریف بدعت کا بھی بمعنی عام اور بمعنی خاص دونوں موافق ہیں سوائے خلاف بیان و اصطلاح کے کوئی نزع و خلاف نہیں، پس اب ہم فہم رسا و قوت حد سے مؤلف صاحب کی ناظرین ملاحظہ کریں کہ اول تو معنی عام و خاص بدعت کو باہم مختلف معنوی و نزاع حقیقی سمجھ رہا ہے اور پھر ان حدود اربعہ کو قول خامس کے خلاف و معارض جان رہا ہے اور اس غلطی فاحش پر ناز کر کے کس دعویٰ سے کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہیں لکھی سوائے قرون ثلثہ میں موجود نہ ہونے کے

[ع] وہ طریقہ جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں [2] میری امت کا اختلاف

حق غور سے سنیں یہ چاروں قول جو بیان کیے گئے یہ سب اقوال شاذہ متفرقہ بعض علماء کے آپس میں مختلف ہیں چوتھے قول کو تیسرا رد کرتا ہے اور تیسرے قول کو دوسرا اور دوسرے کو اول باطل کرتا ہے اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان کا ہے اس میں جو خلل ہے یہ عاجز بیان کرتا ہے واضح ہو کہ متقدمین و متاخرین میں کسی نے سنت کی یہ تعریف نہیں لکھی کہ سنت وہ شئی ہے جو قرون ثلٰثہ میں پائی جاوے اور نہ کسی نے حدیث یا قول صحابہؓ یا تابعیؒ یا تبع تابعیؒ سے یہ بات صراحتًا ثابت کی ہم نے بارہا اس مذہب والوں کو مہلت دی کہ مہینہ دو مہینہ برس دو برس میں کسی کتاب سے خود یا اپنے مددگاروں سے تلاش کرا کر ایسی حدیث معتبر ہم کو دو جس میں یہ خاص یہ الفاظ ہوں کہ قرون ثلٰثہ کے بعد جو بات نکلے گی وہ بدعت ہوگی یا خاص یہی الفاظ کسی جماعت اصحابؓ یا تابعیؒ یا تبع تابعیؒ کی زبانی ارشاد فرمائے ہوئے ہم کو دکھاؤ معتبر اسناد سے معتمد علیہ کتاب سے لیکن کوئی نہ لا سکا اور لاوے کہاں سے فقط ایک حدیث پڑھ دیتے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی بہتر لوگوں میں میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے سو معنی اس حدیث کے بعضوں نے یہ

سبحان اللہ جب یہی دلیل منع کی نہیں تو پھر کون سی دلیل مؤلف کے نزدیک معتبر ہووے گی کہ یہ دلیل حاوی جمیع دلائل کو ہے اور حجج اربعہ اس میں حصر ہو گئے ہیں پس بعد حجج اربعہ کے شاید توریت و انجیل سے حجت کی خواہش مؤلف ... رکھتا ہوگا معاذ اللہ فماذا بعد الحق الا الضلال پھر وہی بات ہے کہ مؤلف نے اپنے فہم سے اس کلام کے یہ معنی سمجھے اس وجہ سے تحریر لاطائل سے کاغذ سیاہ کیا اور غلط فہمی اس کی اب بھی ظاہر ہو چکی واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم

قرون ثلٰثہ میں جو چیز نکلی اس کے سنت ہونے کے معنی اور حدیث خیر القرون میں خیریت سے کونسی خیریت مراد ہے اب یہ امر کہ مسئلہ مبحوث عنہا کی دلیل جواز قرون ثلٰثہ میں ہے یا نہیں بجائے خود مذکور ہووے گی یہاں فقط اسی کا بیان ہے کہ مؤلف حدود بدعت کو نہیں سمجھا اور باہم سب کو متعارض بتا دیا اور آئمہ مجتہدین پر مطاعن کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا کہ یہ کام علماء کا بلکہ عامی مسلمان کا بھی نہیں اور مورد من عادی ولیالی فقد اذنتہ بالحرب کا بنا معاذ اللہ اور وجہ یہ ہوئی کہ بعض مبتدعین نے اپنی کور فہمی سے رسائل سے لکھتے ہیں ان میں مطاعن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی محمد اسحاق صاحب کی اور حضرت مجدد صاحب اور دیگر اکابر کے مذکور ہیں مؤلف ان رسائل سے مستفید ہوا اور کینہ ان حضرات سے اپنا سینہ سیاہ کر کے خیالات فاسدہ میں اپنے اس رسالہ میں تحریر کر دیئے الحاصل ان سب اقوال کا ایک حاصل ہے پھر نہایت جہل ہے کہ چار قول کو غلط اور خامس کو صحیح کہا جاوے چنانچہ واضح ہو گیا اور مؤلف کی خیانت کا ذکر نور چہارم کے لمعہ ثالثہ میں کیا جاوے گا کہ عبارت تذکیر الاخوان میں تصرف کر کے نقل کیا ہے قولہ اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان کا ہے اس میں جو خلل ہے الخ اقول تعریف تذکیر الاخوان کی خوبی معلوم ہو چکی اور مؤلف کی کم فہمی واضح ہوئی اور علیٰ ہذا قول ثالث ... اور رابع کی حقیقت محقق ہو چکی اور اعتراضات اور شوخ کلامی مؤلف کی مردود ہو گئی حاجت اعادہ کلام کی نہیں خلاصہ یہ کہ قرون ثلٰثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی معلوم ہوئے کہ موجود نہ ہونے سے دلیل جواز کی نہ ہونا مراد ہے آیۃ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا الآیۃ اور حدیث علیکم بسنتی[1] وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الحدیث اور حدیث ما انا علیہ واصحابی الحدیث اور حدیث خیر[1] القرون قرنی الحدیث اور اقوال متقدمین و متاخرین ان حدود کی مثبت ہیں اور سب متفق المعنی ہیں چنانچہ ظاہر ہو لیا مگر مؤلف خود نہیں سمجھا اور مؤلف جو لکھتا ہے کہ ہم نے بارہا

---

[1] وہ طریقہ جس پر میرے صحابہ ہیں [1] بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے

Marfat.com

یہ کہے ہیں کہ قرنی سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ حیات مراد ہے اور ثم الذین یلونہم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور کے جو لوگ تھے بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ لوگ مراد ہیں پھر دوسرے ثم الذین یلونہم سے دورہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آدمی مراد ہیں پس خوب خیریت سے اسلام میں موافقت اور نصرت اور ظہور شوکت ۔ تین دور تک رہی جب یہ قرون ثلثہ گذر چکے قرن چوتھا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور ہوا اسی وقت سے اہل اسلام میں خانہ جنگی شروع ہوگئی وہ خیریت قرون ثلثہ کی گم ہوگئی مولوی احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری مرحوم جو علم حدیث میں مولوی محمد قاسم نانوتوی کے استاد تھے اور اس فتوی انکی کے مفتیوں کے نزدیک ان کا علم و تفقہ مسلم تھا وہ فرماتے تھے کہ یہ معنی اس حدیث کے بہت موزوں اور چسپاں ہیں اور فرماتے تھے کہ شاہ ولی اللہؒ صاحب نے یہ معنی اپنی بعض تصنیفات میں لکھے ہیں، پھر اگر حدیث سے یہی استدلال ہے کہ قرون ثلثہ کی چیز نکالی ہوئی سنت اور بعد کی بدعت ہے اور قرون ثلثہ منتہی حضرت عمرؓ ہیں اس تقریر مذکورہ کے موافق تو حضرت عثمانؓ کے وقت سے جو چیز ایجاد ہو وہ سب بدعت ہونی چاہیئے پھر تبع تابعین بیچارے کس شمار میں رہے یہاں تو صحابہؓ کے اقوال و افعال بھی بدعت ہوجاویں گے معاذاللہ منہا، اور اگر معنی اس حدیث کے اس طرح پر رکھیں کہ قرنی سے مراد صحابہؓ ہیں اور ثم الذین یلونہم سے تابعین اور دوسرے ثم الذین یلونہم سے تبع تابعین تو اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اچھے لوگ صحابہؓ ہیں ان سے کم تابعین ان سے کم تبع تابعین انتہی، پھر اچھے ہونے سے موافق بیان شارحین حدیث کی یہ مراد ہے کہ ان زمانوں میں خیر غالب ہوگی اور فساد کم، اس حدیث کے حرفوں کی ہرگز یہ معنی نہیں کہ جو بات یہ تین قرون والے نکالیں وہ سنت ہے اور جو ان کے بعد نکالیں وہ بدعت ہے معانی تو الفاظ سے نکلتے ہیں، اس حدیث میں لفظ بدعت اور سنت کے کہاں ہیں، کم سے کم پڑھا ہوا بھی جو حدیث کے لفظوں کو دیکھے گا وہ اس بات کو ٹھیک سمجھ لے گا، ہائے افسوس اس کم فہمی پر ہزار افسوس، کم فہمی تو اپنی پھر دوسروں کو گمراہ بتا دیں ہاں بھائی چوری اور سینہ زوری اسی کا نام ہے، توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ ان کی دلیل دو جملے ہیں ایک یہ کہ قرون ثلثہ میں جو چیز نکلے وہ سنت ہے دوسرا یہ کہ بعد قرون ثلثہ کے جو امر پیدا ہو وہ سب بدعت ہے ہم جملہ اولی میں اول کلام کرتے ہیں اگر یہ لوگ استدلال کریں کہ خیر القرون میں لفظ خیر آیا ہے پس یہ قرون ثلثہ جو ایجاد کریں وہ خیر ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ لفظ خیریت آخر زمانہ کی امت کے واسطے بھی وارد ہوا ہے روایت ہے کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح جو عشرہ مبشرہ میں صحابی جلیل القدر ہیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ احد خیر منا اسلمنا وجاھدنا

اس مذہب والوں کو مہلت دی الخ بالکل کذب ہے، سو شاید اپنے احاطہ شیخ الہی بخش مرحوم میں کھڑے ہوکر پکار دیا ہو گیا ورنہ مؤلف کو فہمائش کر دیا جاتا، اب اس تحریر کو دیکھکر تسکین خاطر کر لیوے اور سمجھ لیوے کہ کسقدر ۔ تعریف درست اور صحیح ہے قولہ اس حدیث کے معنی بعضوں نے یہ کیے ہیں الخ اقول، اس بحث سے کچھ حاصل نہیں ہم نہیں کہتے کہ مؤلف سچ کہتا ہے یا جھوٹ اور شاہ ولی اللہؒ نے یہ معنی لکھے ہیں یا نہیں خواہ کچھ ہو مگر سب حدود درست ہوگئیں اور حد جس میں مؤلف سرمار رہا ہے قرآن و حدیث سے ثابت اور اس حد مسلم مؤلف کی موافق ہوئی اور اس کے جہل کی دلیل راسخ ہو چکی اب کیا ضرورت کسی اثبات کی ہے یہ سارا صفحہ جو مؤلف نے سیاہ کیا محل افسوس اس کے فہم کا ہے حرف حرف کا جواب فضول ہے، پہلے اس حدیث کے معنی بیان ہو چکے یہاں ضرورت اعادہ کی نہیں، قولہ ہم جملہ اولی میں کلام کرتے ہیں الخ اقول سبحان اللہ جملہ اولی کو خوب سمجھے اور خوب معنی بیان کیے مؤلف کے بے علمی کا ثمرہ ہے سنو

Marfat.com

محدؑ یارسول اللہ کوئی ہم سے بھی اچھا ہوگا ہم اسلام لائے اور آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کئے آپ نے جواب دیا نعم قوم یکون من بعد کم یومنون بی ولم یرونی یعنی آپ نے فرمایا کہ ہاں تم سے اچھے تمہارے بعد وہ لوگ ہوں گے جو مجھپر ایمان لاویں گے بغیر دیکھے، یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے دیکھو اس میں لفظ خیر موجود ہے جس طرح خیر القرون میں پس چاہیئے کہ بعد کے آدمیوں کا فعل نکلا ہوا بھی سنت ہو بدعت نہ ہو اور ابی امامہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طوبیٰ لمن رأنی و طوبیٰ سبع مرات لمن لم یرنی وآمن بی یعنی خوشحالی ہو جیو اس کو جس نے مجھکو دیکھا اور سات مرتبہ خوشحالی ہو جیو اس کو جس نے مجکو نہیں دیکھا اور ایمان لایا یہ بھی مشکوٰۃ میں موجود ہے، غرضکہ اسی طرح بہت حدیثیں اس باب میں ہیں یعنی مومنین آخر زمانہ کی شان میں ارشاد فرمائی ہیں کہ تطبیق دینے جمیع احادیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو افضلیت چند وجوہ سے ہے تو بعض معانی سے آخر کے آدمیوں میں بھی خیریت اور فضیلت ہے، علمار مشہورین مثل ابن عبد البر وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے، پھر جب خیریت کے الفاظ حدیث میں مابعد کے آدمیوں کے واسطے بھی آئے جس طرح خیر القرون کے حق میں آئے تو تم کو چاہیئے کہ ان کی ایجادی باتوں کو بھی سنت مانو حالاں کہ تم اس کو بدعت اور ضلالت کہتے ہو، اب دوسرے جملہ کا حال سننا چاہیئے یعنی قرون

کہ فضیلتِ کلیہ قرون اولیٰ میں ہے اور پچھلے قرون کی فضیلت جزیہ اگرچہ ثابت ہے مگر مزاحم[۱] فضل کل کو نہیں ہوتی دیکھو کہ فضیلت کلیہ گھوڑی میں ہے اور ایک فضل جزئی گدھی میں بھی ہے کہ اسپ میں وہ امر موجود نہیں، باربرداری مثلاً مگر یہ فضل بارکشی[۲] کا مزاحم فضل کل اسپ کی اور موجب تفضیل خر کا اسپ پر نہیں ہو سکتا، علیٰ ہٰذا پلاؤ قورمہ میں جو فضل کلی ہے اور پاخانہ میں کھاد زراعت کا ہونے کی خوبی ہے کہ یہ کام پلاؤ قورمہ سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا کہ یہ فضل جزئی کھاد کا مقاوم فضل کلی پلاؤ قورمہ کا ہو کر افضل نہیں ہو سکتا مؤلف فضل کلی فضل جزئی کو جانتا ہی نہیں جو یہ توجیہات رکیکہ[۳] کرتا ہے اور دخل در معقولات[۴] علم اور علمار میں ٹانگ دیکر علمار میں دخیل ہوتا ہے اور کچھ بھی سمجھتا تو ایسی چربوز[۵] تقریر تحریر نہ کرتا کہ اصحاب فضل کلی کی برابر[۶] فضل جزئی والی ہو کر مساوی ان کے ہو جاویں، مثلاً فضل کلی پلاؤ میں ہے اور فضل جزئی پاخانہ میں، پس اگر کوئی بوجہ فضل جزئی کے بیان افضلیت میں پلاؤ اور پاخانہ کو مساوی بتانے لگے تو اس کی غایت کم فہمی کہی جاوے گی، علیٰ ہٰذا خیریت قرون ثلٰثہ کی بوجہ علم نبوت اور تقرب الی اللہ کے ہے کہ فضل کلی ہے اور ایمان بالغیب فضل جزئی قرون مابعد میں ہے تو یہ فضل جزئی کس طرح کار علم نبوت کا دے سکتا ہے اور یہ خیریت جزیہ مساوی فضل کلی کے کیوں کر ہو سکتی ہے اور ایمان بالغیب کے فضل سے کار علم نبوت کا اور تقرب احسان کا کسطرح یہ لوگ دے سکتے ہیں لہٰذا قرون ثلٰثہ کا امر موجود بمعنی وجود شرعی معتبر و معتمد فی الدین اور پچھلوں کا ایجاد جو خلاف قرون ثلٰثہ کے ہو مردود ٹھہرا اگرچہ مؤلف جو ثابت کرتا ہے ہم کو مضر نہیں عین مراد ہماری ہے مگر یہ تقریر و توجیہ اس کی بالکل غلط ہے کہ اس کے علم کی قلعی کھولتی ہے پس نقل ان دو حدیث کا اس کو کچھ مفید نہ ہوا، بلکہ اس کے مطلب کو ہدم کر دیا، اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو یہ مدعیٰ اپنا ان دو حدیث سے نکالکر دکھا دیتا اور وجہ مغالطہ مؤلف کی یہ ہوئی کہ مؤلف نے لفظ خیر پر نظر کی اور معنی نہ سمجھا یہ جانا کہ جہاں لفظ خیر کا ہوگا یہی خیریت مراد ہوگی جو اس حدیث میں ہے پس اس حدیث میں بھی لفظ خیر کا تھا، وہی معنی سمجھکر دونوں خیر کو اور ہر دو خیار کو مساوی سمجھ گیا اور خبط تقریر کرکے خواری اٹھائی

۱ مقابل ۲ بوجھ ڈھونا ۳ کمزور ۴ معقولات میں دخل دینا ۵ بیکار ۶ برابر کر ڈھا دینا،

ثلٰثہ کے بعد جو چیز حادث ہو وہ سب بدعت ہے میں کہتا ہوں یہ بھی غیر مسلم ہے اس لئے کہ یہ حدیث جس طرح کہ مشکوٰۃ میں صحیحین سے نقل کی ہے اس کے لفظ بعینہٖ یہ ہیں وعن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ان بعدہم قوما یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون ویظہر فیہم السمن وفی روایۃ ویحلفون ولا یستحلفون متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم عن ابی ہریرۃ ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ۔ یعنی عمران بن حصین صحابی روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں اچھے میرے وقت کے آدمی ہیں پھر ان کے بعد والے پھر اُن کے بعد والے پھر ان تین قرن کے بعد وہ لوگ ہوں گے کہ وہ گواہی دیں گے حالاں کہ کوئی ان سے گواہی نہیں طلب کرے گا اور خیانت کریں گے کوئی ان کو امانت دار نہ جانے گا، عہد کریں گے وہ پورا نہیں کریں گے اور وہ موٹے ہو جاویں گے یعنی مال کھا کھا کر اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قسم کھا دیں گے اور کوئی ان سے قسم کھانے کو نہیں کہے گا، اور ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پھر پیدا ہوں گے ایسے آدمی جو پسند کریں گے خوب موٹا ہونا یعنی آرام چین سے خوب کھانا پینا کچھ غم دین کا ان کو نہ ہوگا، اب سب ارباب انصاف کو دیکھنا چاہیئے کہ یہ حدیث پوری اول سے آخر تک پڑھ دی گئی، اس میں کہاں ہے کہ جو چیز قرون ثلٰثہ کے بعد نکلے گی وہ بدعت اور ضلالت ہوگی، البتہ نسائی کی حدیث میں جو یہ روایت مذکور ہے اس میں ایک لفظ آیا ہے ثم یظہر الکذب

سو ابھی کیا ہے حدیث میں تو اور جگہ بھی لفظ خیر کا وارد ہوا ہے قولہ علیہ السلام خیر الناس من ینفع الناس[1] پس اب جو لوگوں کو نفع رساں ہوگا، اس کی ایجاد کو مؤلف سنت کہے گا دوسری حدیث میں ہے خیرکم خیرکم لاھلہ[2] پس اب جو اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاملہ کرتا ہوگا، اس کا ایجاد بھی سنت ہو جاوے گا بزعم مؤلف کیونکہ خیر کا لفظ یہاں بھی ہے اور دیگر ایسے محل اور بھی ہیں پس مؤلف کسقدر کم فہم ہے، اور کیا خوب جلا دلی کی شرح لکھی ہے حق تعالیٰ اس کو حیا عطا فرما وے جو شعبہ ایمان کا ہے تو اس وقت اپنے اس کلام بے مغز خلاف شرع پر شاید شرما کر نادم ہو غرض ان دو حدیث سے یہ نکلتا ہے جو بندہ نے لکھا اور مؤلف نکالا چاہتا ہے وہ ہرگز نہیں نکلتا فافہم اس جملہ کا مطلب اور حدیث ان بعدہم قوما یشہدون ولا یستشہدون اقولہ دوسرے جملہ کا حال الخ اقول اس جملہ حدیث کو بھی مؤلف نہیں سمجھا فخر عالم علیہ السلام نے قرون ثلٰثہ کے بعد کے لوگوں میں چار وصف فرمائے ہیں ایک یہ کہ کوئی ان کی گواہی نہ لے گا وہ گواہی دینا چاہیں گے اور یہ بوجہ ان کے کاذب لاابالی ہونے کے ہوگا، دوسری حدیث میں کہدیا کہ جھوٹی قسمیں کھا دیں گے سو بدعت کو کذب لازم ہے کہ بدعت خلاف دین حق کے ہوتی ہے اور بدعت بھی فرد کذب کی ہے سو چکر دیکھو دوسرے یہ کہ خائن ہوں گے سو بدعتی بھی خائن ہوتا ہے کہ منصب تشریع جو شارع کا ہے اپنے آپ کو ثابت کر کے خلاف شارع کے احکام بتاتا ہے خیانت بھی بدعت کو لازم ہے کہ بدعت فرد خیانت کی ہے تیسرے یہ امانت دار نہیں جانے جاویں گے بدعتی امانت دار نہیں ہوتا کہ دین اللہ جو امانت ہے اس میں تصرف کرتا ہے اور نذر کو وفا نہ کرے گا عہد اللہ بھی مثل نذر کے ہے جو عہد اقرار ربوبیت و عبودیت کا بدعتی نے کیا تھا اس کے خلاف خود دعوی شرکت کا کرتا ہے عدم وفاء عہد کی بھی بدعت ایک فرد ہے اور یہ داخل خیانت میں ہے چوتھے یہ کہ نفس پرور ہوں گے موٹے ہونے کو دوست رکھیں گے بدعتی بھی اپنے نفس کی پرورش میں ہوتا ہے کہ مال دنیا کی طلب اور وجاہت دنیا کی خواہش میں بدعات نکالتا ہے غرضکہ

---

[1] لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کا بھلا کرے [2] تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

Marfat.com

اور کسی روایت میں یہ بھی آیا ہے ثم یفشو الکذب معنیٰ دونوں کے ایک ہیں یعنی بعد قرون ثلثہ کے ظاہر ہوگا اور پھیلجا وے گا جھوٹ پس یہ لوگ اگر لفظ کذب سے جو ثم یظہر الکذب میں ہے مدعا اپنا ثابت کریں تو یہ بھی دلیل فاسد ہے اولاً یہ کہ مشکوٰۃ میں صحیحین کی حدیث متفق علیہ موجود ہے اس میں لفظ کذب کا موجود نہیں چنانچہ ہم الفاظ اس کے بیان کر چکے حرفاً حرفاً اگر ہے تو نسائی کی روایت میں ہے اور یہ محدثین میں قاعدہ ٹھہر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثوں کی احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اوروں کی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو صحیحین اس سے صحیح اور قوی تر ہوگی ثانیاً یہ کہ اگر نسائی کی حدیث کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی مراد ان کی پوری نہیں ہوئی اس لئے کہ کذب کے معنی جھوٹ کے ہیں اور بدعت کے معنی نئی بات پھر کجا جھوٹ بولنا اور کجا نئی بات ثالثاً پھر یہ کہ محدثوں میں یہ ٹھہرا ہوا ہے کہ بعض حدیث شرح ہوتی ہے بعض حدیث کی پس روایت نسائی میں جو لفظ کذب کا واقع ہوا ہے کہ پھر ظاہر ہوگا جھوٹ تو اس کی وہی شرح ہے جو صحیحین کی حدیث میں گذری کہ وہ لوگ خیانت کریں گے بدعہدی کریں گے قسم کھانے کو تیار رہوں گے بغیر قسم کھلائے اور گواہی دینے کو تیار رہوں گے بغیر گواہی دلائے انھیں یہ نہیں آیا کہ وہ نئی باتیں دین میں نکالا کریں گے پس معلوم ہوا کہ

فخر عالم علیہ السلام نے حدیث میں ہونا بدعت کا قرون مابعد میں بضمن دیگر عیوب کے صاف فرمایا ہے مگر مؤلف کو علم و فہم کی خبر نہیں تو کہتا ہے اس میں بدعت کہاں مذکور ہے سبحان اللہ بایں جہل یہ دعویٰ اب مؤلف کو واضح ہوگیا کہ عام عیوب میں بدعت خاص بھی آپ نے اس حدیث میں ثابت فرمادی ہے گو کوئی اپنی کم فہمی سے مطلع نہ ہو پس حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ پھر بعد ان قرون کے بدعت مع دیگر خرابیوں کے ظاہر ہووے گی اب یہ بھی واضح ہوگیا کہ حدیث صحیحین میں کذب بھی معنیً مذکور ہے جس کا مؤلف صاحب انکار کرتے ہیں اس فہم پر سخت تعجب ہے کہ مطلقاً مطلب نہیں سمجھا،

قولہ البتہ نسائی کی روایت میں الخ **اقول** صحیحین کی روایت غیر صحیحین پر کب راجح ہوتی ہے صحیحین کی روایت مرجح دوسری روایت پر اس وقت ہوتی ہے کہ باہم معارضہ ہو یہاں معارضہ ہی نہیں کیوں کہ نسائی میں فشو کذب[1] کو لکھا ہے اور صحیحین میں بھی ضمن یشہدون ولا یستشہدون میں کذب کو فرمادیا ہے معارضہ ہی کہاں ہے جو صحیحین کو ترجیح ہو آپ کو اصول حدیث بھی خوب معلوم ہے ماشاء اللہ اور جو الفاظ کے خلاف کا نام معارضہ ہے تو یہ عجب العجاب[2] ہے اور جو آپ لا یستشہدون میں کذب کو تسلیم نہ کریں تو جانے دو یہ دوسری روایت ہے کہ صحیحین اس زیادۃ سے ساکت ہے ایسی زیادۃ بھی مقبول ہے یہ بھی معارضہ نہیں ہوتا کیوں کہ صحیحین میں کچھ اس کے خلاف مذکور نہیں تا کہ معارضہ ہو پس یہ قول مؤلف کا بالکل جہل اصول حدیث سے ہے اگر آپ کے نزدیک ساکت اور ناطق میں معارضہ ہے، تو تمام مذہب حنفیہ سے ہاتھ اٹھانا پڑے گا مگر ہاں جناب کو مولود اور رسوم کا احیاء[3] چاہیے باقی مذہب رہے یا جاوے کیا کام ہے

قولہ ثانیاً الخ **اقول** معلوم ہوچکا کہ بدعت بھی جھوٹ میں داخل ہے کذب عام ہے اور بدعت خاص ایک فرد کذب کی ہے سو یہ قول مؤلف کا محض جہل معنی حدیث سے ہے **قولہ** ثالثاً الخ **اقول** اولاً کہدیا گیا کہ لا یستشہدون میں کذب مذکور ہے اور جو نہیں مانتے تو حدیث یظہر الکذب تفسیر یشہدون الخ کی کرتی ہے جس سے کذب کا ہونا ثابت ہوا اور بدعت کذب میں داخل ہے اور شہادت عام ہے، کما مور دنیا میں ہو یا دین میں ہو روایت میں ہو یا درایت میں، لفظ عام کے معنی خاص لینے کا کوئی قاعدہ نہیں سو کذب کو خاص

[1] کذب کا عموم [2] بہت زیادہ تعجب خیز شے [3] زندہ کرنا،

Marfat.com

سے یہی باتیں مراد رکھیں نہ بدعت رابعًا یہ کہ جس حدیث سے سند پکڑتے ہیں اس میں تو یہ ہے کہ تین قرن کے بعد جھوٹ پیدا ہوگا یعنی پہلے اس سے نہ ہوگا حالاں کہ بدعتوں کا وجود انہیں قرون میں ہوا ہے یعنی معتزلہ اور قدریہ اور مرجیہ جو بدعتی فرقے ہیں قبل گذرنے قرون ثلٰثہ کے پیدا ہوگئے تھے پھر اگر کذب سے بدعت مراد رکھیں تو بڑا اعتراض یہ پڑے گا کہ حدیث موافق واقع کے نہیں ہوسکتی خامسًا یہ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعد قرون ثلٰثہ کے علم فلسفہ یونانیوں کا اہل اسلام میں رائج ہوا اس کے پڑھنے سے اور اس میں فکر کرنے سے مسلمانوں کے عقائد عقلی طور پر بدل گئے عقائد فلسفی لوگوں میں برخلاف اعتقاد سلف کے ٹھہر گئے، اور معتزلی وغیرہ بدعتوں کو علم فلسفی سے طاقت پیدا ہوئی اور مبتدعین اور اہل سنت میں عقائدی مباحثے پھیل گئے، بھلا اگر کوئی لفظ حدیث سے کہ ثم یظہر الکذب ہے یہ مراد رکھے تو توضیح ہو سکتا ہے کیوں کہ عقائد فلسفی جھوٹے ہیں، لیکن کہاں فلسفی دلائل اور یونانیوں کے عقائد اور کجا محفل مولد شریف اور موتی کی فاتحہ درود کرنا، بھلا فلسفیوں کے عقائد کو ان اعمال سے کیا علاقہ سادسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہیں یہ مطلب اس وقت ثابت ہوتا کہ حدیث کے لفظ یہ ہوتے ثم لا یظہر الا الکذب یعنی بعد قرون ثلٰثہ نہیں ظاہر ہونے کا سوائے جھوٹ کے یا یہ ہوتی ثم کل شیء یظہر فیکون کذبا یعنی پھر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سب جھوٹ ہی جھوٹ ہوگا، لیکن یہ الفاظ تو حدیث میں نہیں نہ اس میں کوئی کلمہ مفید حصر ہے نہ مفید کلیت ہے تو معنی حدیث کے یہ ہوگئے ثم یظہر الکذب

آپکو مفید نہیں اور نہ کذب کو شہادت پر حمل کرنا مفید آپ بلا سوچے جو چاہے لکھتے ہیں اور خندہ صبیان ہوتے ہیں پس یہ کلام مؤلف کا بالکل نادانی ہے،،

حدیث ثم یفشو ما یظہر الکذب | قولہ رابعًا یہ کہ جس حدیث سے الخ اقول، مؤلف ترجمہ غلط کرتا ہے یفشوا اور یظہر فرمایا ہے اس کے معنی پیدا ہوگا نہیں ہوتے پھیلجاوے گا اور ظاہر ہوجاوے گا، ظہور شئی کا غلبہ کے وقت ہوتا ہے تو یہ معنی کہ ان قرون میں کذب مخفی قلیل مغلوب ہووے گا اور کذب مغلوب مضر نہیں نفاق وکفر وفرد کذب کی ہے اور کذب خود زمان فخر عالم علیہ السلام میں بھی تھا مگر مغلوب تھا ایسا ہی قرون ثلٰثہ میں رہے گا، بعد اس کے پھیلجاویگا خوب ظاہر ہوجاویگا ایسا ہی ہوا کہ قرون ثلٰثہ میں اگرچہ باطل ہوئی مگر ان کو غلبہ نہ ہوا ان کا دور دان پر باظہور اس کا بعد میں ہوا اور مؤلف از رائے خود ترجمہ تراش ہا ہر کہ پیدا ہوگا کہ پہلے اس سے نہ ہوگا تو یہ مؤلف کا حدیث میں تصرف کرنا ہوا اور ترجمہ غلط بنانا سخت جہل وخیانت ہے مؤلف نے حدیث میں بھی اپنی عادت خراب کو ترک نہ کیا کہ خود ہی معنی تجویز کرلینا اس کا شیوہ قدیم ہے جیسا سابق جگہ جگہ مطلع کیا گیا ہے پس ارشاد نبوی واقع کے مطابق ہوا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں مؤلف کے فہم ناتمام پر البتہ اعتراض ہے فقط،

معنی حدیث ثم یفشو ما یظہر الکذب | قولہ خامسًا یہ کہ بعض علماء نے الخ اقول راست ہے کہ فرق ضالہ فلاسفہ کا شیوع بھی قرون مابعد میں ہوا اور ان کے[1] عقائد بھی بدعت تھے اور خلاف قواعد مقررہ قرون ثلٰثہ کے مثل دیگر بدعات کے جو بعد قرون ثلٰثہ خلاف قواعد شرعیہ رائج ہوئیں سو بیشک یفشو الکذب میں یہ عقائد فلسفہ بھی داخل ہیں نہ یہ کہ کذب کا اس میں حصر ہوگیا ہے کیا خوب سمجھے پھر جہاں عقائد فلسفیہ بدعت ضلالہ میں مندرج ہیں دیگر بدعات وکذب اور وہی محفل مروجہ مولد اور ایصال ثواب کی بدعات ہو دیں گی مؤلف کا مصداق کذب کو عقائد حکماء میں حصر کرنا نہایت خوبی علم ورسائی ذہن کی ہے سبحان اللہ فقط قولہ سادسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہیں الخ اقول معلوم ہوچکا کہ ظہو غلبہ وشیوع کے

---

[1] کذب عام ہو جائے گا

یعنی پھر ظہور کذب ہوگا ظہور کذب کے صدق کو بعض افراد محدثات میں کذب کا ہونا بھی کافی ہے اس تقریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعض چیزیں بعد قرون ثلثہ کہ جنکو عباد صالحین نکالیں گے وہ درست اور احسن ہونگی اور بعض باتیں جو خلاف شرع ایجاد ہوں گی وہ گمراہی کا سبب اور قبیح ہونگی جسطرح خود عین قرون ثلثہ کی بعض بدعتیں نکلی ہوئیں مثل اعتزال اور مذہب قدریہ اور مرجیہ سب خراب اور ضلالت ہیں، قول جمہور اور مذہب منصور یہی ہے اور وہ قول جسپر مفتیان فتویٰ انکاری نے اعتماد کرکے ان سب امور خیر کو ضلالت قرار دیا تھا وہ بخوبی معلوم ہو گیا کہ ایک قول ہے اقوال شاذہ متفرقہ مختلفہ بین العلماء سے اور نہیں ہے وہ قول معتمد علیہا ور مفتیٰ بہ بلکہ صحیح اور جسپر امت کا سلفاً اور خلفاً جاری رہا ہے وہ قول جمہور ہے پانچواں قول مذہب جمہور واضح ہو کہ کافہ علماء اہل تحقیق کے نزدیک سیئہ اور حسنہ ہونے کی بنیاد زمانہ پر نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جو کچھ خیر وشر زمانہ قرون ثلثہ میں ہو گیا وہ سنت ہے اور مقبول ہے اور بعد زمانہ قرون کے جو کچھ بھلا یا برا ہو وہ سب برا ہے اور مردود ہے ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں، قصہ اول حضرت امیر المومنین عمرؓ اور عبد اللہ رضی اللہ عنہما تیمم سے منع فرماتے تھے نہانے کی حاجت والیکو یہ حدیث صحیح مسلم مطبوعہ کی ۱۶۱ میں ہے اب دیکھیے یہ حکم صحابیؓ کا ہے اور صحابی بھی کیسے خلفاء راشدین میں لیکن اس قول کو کسی نے آئمہ مذاہب میں قبول نہیں کیا، دوسرا قصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے ان کا بیٹا یزید تابعی تھا طبقہ وسطیٰ تابعین میں یعنی جس طبقہ میں حسن بصری اور ابن سیرین ہیں یہ اسی طبقہ میں تھا کذا فی التقریب اس تابعی نے جو خیر القرون میں تھا دیکھو کیسا کام سعادتمندی کا کیا کہ خدا کسیکو نصیب نہ کرے کہ مظلمہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس کی گردن پر ہے تیسرا قصہ یہ کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے ان کا شاگرد واصل بن عطا تبع تابعین سے تھا وہ مذہب معتزلی کا موجد اور امام ہوا اس نے یہ مذہب نکالا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کرتا ہے نہ اس کو مومن کہنا چاہیئے نہ کافر بلکہ ایک درجہ ہے درمیان دونوں کے یہ بالکل مخالف اہل سنت والجماعت کے اس نے اعتقاد کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو قسم فرماتا ہے فمنکم کافر ومنکم مومن قسم تیسری نہیں فرمائی پس جب واصل ابن عطا نے اپنا وہ عقیدہ بیان کیا تب ان کے استاد حضرت امام حسن بصریؒ نے ارشاد فرمایا قد اعتزل عنا یعنی یہ مرد ک الگ ہو گیا ہم سے پس اسی روز سے اس فرقہ کا نام معتزلی ہوا اور وہ سخت بدعتی ہیں اور وہ اپنا نام کہتے ہیں اصحاب العدل والتوحید کذا فی الشرح العقائد وغیرہ یہ تین قصے قرون ثلثہ کے بیان کئے گئے اور ایسے بہت

ساتھ ہوتا ہے اور علیٰ ہذا فشو بھی ظہور کے معنے میں ہے اور وضاحت و غلبہ اس میں مرعیٰ ہیں. دوسری حدیث یفشو الکذب تفسیر اس کی کرتی ہے پس فقط وجود مراد نہیں ہو سکتا کہ وجود مطلق کذب کا تو فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں بھی تھا اور جیسا چوتھی شق میں اعتراض کا اندیشہ مؤلف کو تھا اس سادس شق میں کیوں ایسی توجیہ اختیار فرمائی جس سے حرج تھا اس کو ہی اختیار کر لیا گیا فہم عالی ہے، الحاصل آپ کی یہ توجیہات وتقریرات سب غلط لایعنی ہیں. ایک بھی علم کی اور فہم کی بات نہیں اور ہم کہہ چکے کہ جس مدعی کو تم ثابت کرتے ہو اس کو ہم خود اقرار کرتے ہیں مگر آپ خود گرداب ضلالت میں پڑے ہوئے ہاتھ پاؤں مارتے ہو بے سود اوراق سیاہ کرتے ہو حدود بدعت سب متفق المعنے ہیں قولہ پانچواں قول مذہب جمہور الخ اقول یہ قول خامس آپ کا قول منصور اور قول رابع بعینہ ایک ہیں کوئی فرق نہیں نہ اس میں زمانہ پر بنیاد بدعت کی ہے نہ رابع میں علیٰ ہذا اول وثانی وثالث میں مگر آپ کی کوتہ فہمی سے تفرقہ تھا لیکن یہاں اپنی غلطی کو گوش ہوش سے ،،

لے ملحوظ ۲ چھپی ۳ بے سنے ۴ بھنور۔

Marfat.com

قصص ہیں غرضکہ ان امثال سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اعتقاد اس کا حسنہ اور سیئہ ہونا موقوف زمانہ پر نہیں بلکہ اس کا مدار مخالفت اور عدم مخالفت شرع پر ہے اس دعویٰ پر دو دلیل یعنی دو حدیث صحیح لکھے دیتے ہیں **حدیث اوّل** قال نبینا الأمر والناهي عليه على آله الصلوٰة والسلام من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد یہ صحیحین کی حدیث ہے یعنی جس نے نکالی ہمارے اس دین میں وہ بات جو دین کی قسم سے نہیں یعنی کتاب اور سنت کے مخالف ہے وہ بات اُس کی رد ہے شارحین حدیث نے لفظ لفظ ما لیس منہ کی شرح میں لکھا ہے فیہ اشارۃ الی ان احداث ما لا ینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم اور محدث دہلوی نے لکھا ہے لفظ ما لیس منہ کی شرح میں کہ مراد چیزے است کہ مخالف و مغیر دین باشد۔ اور نواب قطب الدین خاں صاحب نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ لفظ ما لیس منہ شارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنت کی نہ ہو برا نہیں انتہیٰ اور شارح حدیث کو اس طرح معنی کرنے کی وجہ یہ پڑی کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے ان الفاظ سے روایت کی ہے من صنع امرًا علی غیر امرنا فهو رد یعنی جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقہ پر وہ رد ہے حضرتؐ کا کام کتاب و سنت ہے کتاب و سنت کے غیر وہی طریقہ ہوگا جو بالکل اس کے مخالف اور اس کا مغیر یعنی بدل دینے والا ہوگا۔ الحاصل اس حدیث سے دو بات ثابت ہوئی ایک تو یہ کہ حضرت نے لفظ من ارشاد فرمایا یہ لفظ عربی میں عام ہے اس میں قید کسی قرن کی نہیں یعنی آپ نے یوں نہیں فرمایا جو کوئی نکالے نئی بات اول قرن میں دوسرے قرن میں یا بالکل آخری زمانہ میں بلکہ عام فرمایا کہ جب کبھی کوئی نکالے وہ رد ہے دوسری بات یہ کہ اس نئی بات نکالی ہوئی کا مردود ہونا موقوف ہے اس بات پر کہ مخالف ہو کتاب و سنت کے بس یہی ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ حسنہ اور سیئہ ہونا امور محدثہ کا موقوف مخالفت اور عدم مخالفت کتاب و سنت پر ہے نہ زمانہ پر اور یہ مسئلہ اصول میں ٹھیر چکا ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے اس حدیث میں فهو رد حکم ہے یہ اصل

قرون ثلثہ میں کسی امر کا بلانکیر ہونا دلیل ہے نہ مطلق وجود! ورسن لو کہ پہلے واضح ہو چکا کہ قرون ثلثہ میں بلانکیر ہونا مراد ہے اور یہ قصص جو آپ نے ذکر فرمائے سب نکیر ان قرون میں ہوا ہے چنانچہ کتب صحاح سے مبیّن ہے نفس وجود مراد نہیں بلکہ شیوع بلانکیر مراد ہے اور یہ تو جیہہ کہ ان قرون میں جو کچھ ہو خیر ہو یا شر وہ سنت ہے اور بعد ان کے جو کچھ ہو خیر ہو یا شر وہ بدعت ہے یہ محض آپ کا ہی فہم عالی ہے کسی ایک عالم کا بھی یہ مذہب نہیں بہرحال کسی متنفس نے نہیں کہا کہ مدار خیر و شر کا زمانہ پر ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ تحدید قواعد شرعیہ کی قرون ثلثہ میں منحصر ہے جیسا گذرا، مگر یہ مؤلف کی عبث لفاظی ہے،،

حدیث من احدث میں ما لیس منہ کے معنی! قولہ حدیث اوّل قال نبینا الخ **اقول** ما لیس منہ میں لفظ ما فرمایا ہے کہ عموم کا ہے پس محدث خواہ خود ذات شے ہو خواہ وصف و قید شے کا ہو خواہ احداث بلا واسطہ ہو خواہ بواسطہ سب مردود ہوگا اور یہ قاعدہ بھی محفوظ رہے کہ مرکب بجز و لا یجوز سے ناجائز ہی ہوتا ہے پس غیر منازع کتاب و سنت کا وہی ہوتا ہے کہ جس کی دلیل جواز کی کتاب و سنت میں موجود ہو علیٰ ہذا مخالف و مغیر دین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی وصف پیدا ہو جائے کہ جس سے تغیر حکم شرعی کی لازم آجاوے وہ بھی ما لیس منہ میں داخل ہے کوئی مباح کو سنت جانے یا سنت جیسا معاملہ کرے یا کسی مطلق کو مقید یا مقید کو مطلق کرے یا کسی غیر دین اسلام کے ساتھ تشبیہہ لازم آوے کہ یہ سب ما لیس منہ میں داخل ہے اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ مؤلف اس سے بالکل غافل و جاہل ہے،،

مقید میں حکم قید کیطرف راجع ہوتا ہے اس قاعدہ کا مطلب الخ قولہ، یہ مسئلہ اصول میں ٹھیر چکا ہے الخ **اقول** حکم قید پر لگنا بجا ہے مگر اس وقت مجموعہ

سے بیان کردہ،،

Marfat.com

احداث پر راجع نہ ہوگا بلکہ اس کی قید جو مالیس منہ ہے اس کی طرف راجع ہوگا یعنی جو نئی بات مخالف اور تغییر دینے والی دین کی ہو وہ رد ہے نہ یہ کہ جو نئی بات عمدہ اور صالح اور نیک قرآن و حدیث سے ملتی ہوئی ہو وہ بھی رد ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی۔ دیکھو اب قاعدۂ عربی کے طور پر معنی کرنے سے اسی حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بدعت حسنہ یعنی اچھی بات کا ایجاد کرنا برا نہیں ورنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم احداث کو مقید لفظ مالیس منہ کی ساتھ نہ فرماتے بلکہ یوں فرماتے من احدث فی امرنا فہو رد، کیا حاجت تھی لفظ مالیس منہ بڑھانے کی اور شرح جوہر التوحید میں ہے ومن الجہلۃ من یجعل کل امر لم یکن فی زمن الصحابہ بدعۃ مذمومۃ وان لم یقم دلیل علی قبحہ تمسکا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم ومحدثات الامور ولا یعلمون المراد بذلک ان یجعل فی الدین ما ہو لیس منہ انتہی۔ بس ایسی تقریر سے جواب حاصل ہوگیا ان لوگوں کا جو حدیثیں بغیر سمجھے بوجھے پڑھا کرتے ہیں کہ شر الامور محدثاتہا اور پڑھا کرتے ہیں وایاکم ومحدثات الامور وکل بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وجہ حصول جواب یہ ہے کہ حدیثیں سب ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ باہم مختلف نہیں ہوسکتیں جب مقام مذمت میں آپ احداث کو مالیس منہ کے ساتھ مقید فرما چکے یعنی وہ محدث بات مردود ہے جو کسی غیر طریقۂ اسلام پر ہو اور مخالف ہو پس جسقدر حدیثیں منع احداث اور بدعت میں ہوں گی وہ احداث اور بدعت مخالف اسلام کی طرف راجع ہوں گی، نہ احداث خیر اور بدعت حسنہ کی طرف اور اس تقریر سے اس حدیث کے معنی بھی بلا تکلف صحیح ہو گئے۔ ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ اس لئے کہ جو بدعت مخالف سنت کی ایجاد ہوگی ظاہر ہے کہ وہ سنت کو مٹا دے گی، چنانچہ مولوی قطب الدین خاں صاحب نے بھی مظاہر الحق میں اس حدیث کے ترجمہ میں لکھا ہے "نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت کہ مزاحم سنت کی ہو دیکھیے اس حدیث میں بھی ان لوگوں کے علماء مستندین سے خاص اسی بدعت کی برائی ثابت ہوئی جو مخالف سنت ہو فیا اخی خذ ما اتیتک وکن من الشاکرین۔ **دوسری حدیث** من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فعمل بہا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بہا ولا ینقص من اجورہم شیئ۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں لکھتا ہوں مجمع البحار اور شرح مسلم امام نووی یہ دونوں کتابیں ان لوگوں کے پیشواؤں کے نزدیک بھی نہایت معتبر اور مستند ہیں غرضکہ ان دونوں کتابوں میں اس حدیث شریف کے معنی یہ لکھے ہیں کہ جس نے جاری کیا اسلام میں طریقۂ نیک پھر اس کے بعد اس طریقۂ حسنہ پر عمل کیا گیا تو لکھا جاوے گا اس شخص کے واسطے اس قدر اجر اور ثواب کہ جسقدر سب عمل کرنے والوں کو اس کے بعد ہوگا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو نہ دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانہ لا انتہاہی سے ثواب دے گا اور وہ طریقہ جو اس نے جاری کیا ہے خواہ وہ طریقہ ایسا ہو کہ اس سے پہلے

مقید کا بسبب قید کے غیر مشروع اور بدعت ہو جاتا ہے، اصل کی وجہ سے مشروع نہیں ہوتا بلکہ قید کے سبب بدعت ہو جاتا ہے بہرحال اس حدیث کی شرح خوبی سے ثابت ہو گیا کہ قول چوتھا بدعت کا نہایت مقبول اور موافق اس قول خامس کے ہے بلا تفاوت پھر اس کو مخالفت جاننا اور شاذ کہنا نہایت کم فہمی ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی،،

بدعت حسنہ اور سنت میں محض فرق اصطلاحی ہے نزاع حقیقی نہیں ہے،، پس دیکھو کہ عربیت کے قاعدہ سے شرح کرنے سے لازم آگیا کہ بدعت حسنہ وہ ملحق بالسنۃ ہی ہے۔ اور اس کی دلیل چونکہ کتاب وسنت میں موجود ہے تو وہ خلاف حکم شارع کے نہیں۔ اس کو بدعت حسنہ کہنا فقط فرق بیانی واصطلاحی ہے نہ نزاع حقیقی جیسا مؤلف سمجھ گیا ہے باقی تقریر مؤلف کی ہم کو مضر نہیں لہٰذا اس کا جواب ضرور نہیں بلکہ وہ مؤید ہمارے ہے [۱]

قولہ دوسری حدیث من سن فی الاسلام حدیث من سن سنۃ حسنۃ میں سنۃ سے احدث حسنہ ہی کیا مراد ہوا در یہ حدیث و دیگر عبارات مثبتہ بدعۃ حسنہ مانعین کو مضر نہیں

---

[۱] فرق

Marfat.com

ایجاد کیا گیا تھا لیکن کسی سبب سے بند ہو گیا تھا اس نے پھر اس کو جاری کر دیا۔ کہ پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا اس نے خود اپنی طرف سے اس کو ایجاد اور جاری کیا اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی ہو، یا عبارت ہو یا طریقہ ادب کا ہو مجمع البحار کی جلد دوم صفحہ ۱۴۷ اور شرح مسلم کی جلد ثانی صفحہ ۳۴۱ میں یہ مضمون مرقوم ہے دیکھئے جس کا دل چاہے اس حدیث کے لانے سے ہمارے دو مطلب ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ بدعت حسنہ کا برا ہونا تو کجا بلکہ اور اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وعدہ ثواب کا دیا ہے اور ثواب بھی کیسا کہ جب وہ آدمی مر جائے گا اور اس کے بعد دوسری خلق اللہ اس پر عمل کریں گی تو بعد موت بھی ان سب کی برابر اس کو ثواب پہنچایئے گا یہی وجہ ہے کہ علماء شریعت نے طرح طرح کے اصول اور قواعد واسطہ تہذیب علم ظاہر دین کے ایجاد کئے اور اولیاء طریقت نے قسم قسم کے مجاہدات اور اشغال بعد قرون ثلثہ واسطے تزکیہ اور تصفیہ قلب کے پیدا کئے رحمۃ اللہ علیہم وعلینا اجمعین اسی واسطے لکھا شامی شارح درمختار نے اوائل جلد اول میں کہ یہ حدیث قواعد اسلام سے ہے اور معنی اس حدیث کے ان الفاظ سے لکھے ہیں کل من ابتدع شیئاً من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیمۃ، دوسرا مطلب اس حدیث سے یہ نکلا اس بدعت حسنہ کے ایجاد میں بھی وہی لفظ من جو عربی میں ایک عام لفظ ہے ارشاد فرمایا یہ نہ فرمایا کہ جو قرون ثلثہ میں کوئی آدمی بدعت حسنہ جاری کرے گا اس کو ثواب ہوگا اور جو بعد میں کرے گا اس کو عذاب ہوگا اور وہ بدعتی ہوگا فی النار ہوگا نعوذ باللہ منہا، بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جب کبھی طریقہ نیک جاری کرے گا اس کو ثواب ہوگا چنانچہ علامہ شامی نے بھی من سن سنۃ حسنۃً کے معنی وہی کلی عام کئے ہیں یعنی اس نے لکھا ہے وکل من ابتدع شیئاً الی آخرہٖ، اور یہی مولوی محمد اسحاق صاحب نے بھی مائۃ مسائل میں لکھا ہے، سوال بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود است الی یوم القیمۃ جواب غیر محدود است عند القائل بتقسیمہا بحدیث من سن فی الاسلام سنۃً حسنۃً الی آخرہٖ دیکھو سائل نے سوال کیا تھا کہ بدعت حسنہ کی کوئی قید ہے وقت یا زمانہ کی کہ فلانے زمانہ تک تو ایجاد بدعت حسنہ کا جائز ہے اور فلانے زمانہ میں نہیں جائز یہ بات کہ کچھ قید نہیں بلکہ ایجاد اس کا جائز ہے، قیامت تک کہ کسی زمانہ میں ایجاد ہوا اور کوئی ایجاد کرے اس کا مولوی اسحاق صاحب نے جواب دیا کہ غیر محدود ہے یعنی زمانہ کی کچھ قید نہیں قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے باقی رہی یہ بات کہ عند القائل بتقسیمہا کی قید کیوں لگائی ہے یہ بات کچھ موجب وحشت نہیں تین وجہ سے ایک یہ کہ بدعت کی تقسیم نہیں کرتے وہ بدعت حسنہ کو سنت میں داخل کرتے ہیں پس بدعت حسنہ کا لفظ وہی کہے گا جو قائل تقسیم بدعت ہوگا وہ بدعت حسنہ کو سنت کہے گا، دوسری وجہ یہ کہ جب ان کی سند میں صحیح حدیث لکھدی تو وہ قائلین پایۂ اعتبار نہیں ٹھہر گئے اور صحت انکی قول کی مسلم ہو گئی، تیسری یہ کہ جب مولوی صاحب نے فرمایا کہ جو قائل ہیں تقسیم بدعت کے ان کے نزدیک قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے اب ہم تم کو بتلادیں گے بدعت حسنہ کو کس کس نے جائز کیا ہے، پس جان لیجو کہ ان سب مفتیان دین کے نزدیک تا قیامت بدعت حسنہ

اقول فی الحقیقت اصل اگر کتاب وسنت میں موجود ہے تو اس کا ایجاد کرنے والا بظاہر موجد ہے ورنہ وہ فی الواقع موجد نہیں بلکہ مظہر ہے کہ جو امر شرع میں وجود شرعی رکھتا تھا اس کا اظہار اس سے ہوا ہے پس یہ موجد نہیں مظہر ہے اس کو کون برا کہہ سکتا ہے چونکہ مؤلف وجود خارجی سمجھ رہا ہے اور وجود شرعی ہی سے واقف نہیں تو غصہ کے کلمات اپنے زعم باطل پر لکھ رہا ہے مگر یہ ضرور اور واجب ہے کہ تمہید قواعد جواز و عدم جواز کی محدود بزمان ہے، بعد قرون ثلثہ کے جو کوئی قاعدہ تجویز ہو وہ بہرحال مردود ہوگا اور ان قواعد قرون ثلثہ کے موافق جو ہوگا وہ خود اس زمانہ میں موجود ہوگا تو یہ بھی نزاع لفظی ہے کہ وہ وجود شرعی لیتے ہیں اور دوسرے وجود خارجی اور واقع میں خلاف کچھ بھی نہیں ۔۔۔۔

Marfat.com

جائز ہے کچھ قرون ثلثہ پر حصر نہیں ہے اقوال فقہاء و محدثین اس باب میں کہ سیئہ اور ضلالت وہی بدعت ہے جو مخالف قرآن وحدیث واجماع کے ہے اور جو بدعت ایسی نہیں وہ درست ہے "

سیرۃ حلبی وغیرہ کتب مشہورہ و معتبرہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ما احدث وخالف کتابا او سنۃ او اجماعا او اثرا فھو البدعۃ الضلالۃ وما احدث من الخیر ولم یخالف من ذلک فھو البدعۃ المحمودۃ "۔ اس روایت کو بیہقی نے بھی شافعیؒ اسناد اپنے کے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ بدعت دو طرح ہے مذمومہ اور غیر مذمومہ مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان کے دوسرے حصہ مسمی بہ تذکیر الاخوان میں فرمایا ہے جو مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہے انتہی۔ پس یہ قول شافعی بالضرور مسلم ہونا چاہیئے کیوں کہ یہ مجتہد ہیں اور مجتہد کا حکم نکالا ہوا سنت میں داخل ہے۔ بقول مولوی اسماعیل صاحب دوسرے یہ کہ خیر القرون میں ہیں تیسرے یہ کہ وہ خاص عربی میں عرب کے لغت اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے محاورات اور حدیث کی اصطلاحات کے جاننے والے ہیں بنا بر علیہ جسقدر حدیثیں بدعت کی مذمت میں آئیں اپنے موافق ... امام شافعیؒ ان کو محمول انہیں بدعتوں پر کرنا چاہیئے جو خلاف کتاب وسنت ہیں اور محققین علماء محدثین وفقہاء ... دین نے اسی پر عمل کیا ہے فتوی دیا ہے ازانجملہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کی جلد ثانی میں فرمایا ہے انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموربھا یعنی وہی بدعت منع ہے جو مناقی ہو کسی ایسی سنت کو جس کے قائم رکھنے کا ہم کو حکم ہے اور جلد اول احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ولا یمنع ذلک من کونہ محدثا فکم من محدث حسن یعنی یہ منع نہ کیا جائے گا بسبب نئی بات ہونے کے اسلئے کہ بہتیری نئی باتیں نکلی ہوئی نیک ہیں اور کہا علامہ امام صدر الدین شافعی نے یکرہ البدع اذا راغمت السنۃ اما اذا لم یراغمہا فلا یکرہ اور فتاوی عالمگیریؒ کی جلد خامس میں ہے وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے آخر کتاب القواعد میں فرمایا ہے البدعۃ اما واجبۃ کالاشتغال بالنحو الذی یفہم بہ کلام اللہ وبیان اصول الفقہ والکلام فی الجرح والتعدیل واما محرمۃ کمذھب الجبریۃ والقدریۃ واما مندوبۃ کاحداث المدارس وکل احسان لم یکن فی عہد الاول واما مکروھۃ کزخرفۃ المساجد یعنی عند الشافعی واما عند الحنفیۃ فمباح واما مباحۃ کالتوسع فی لذیذ المآکل والمشارب اور یہ تقسیم بدعت کی کہ بعضی بدعتیں واجب ہیں اور بعضی حرام اور بعضی مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعضی بدعتیں مکروہ ہیں اور بعضی مباح یعنی ان کے کرنے میں نہ ثواب نہ عذاب پس یہ بدعت پانچ قسم پر مسلم اور قائم رکھی ہے علامہ برکلی نے طریقہ محمدیہ میں اور مناوی نے شرح جامع الصغیر میں اور ملا علی قاری حنفی نے مرقات میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور سید جمال الدین محدث نے حواشی مشکوٰۃ میں اور علامہ ابن حجرؒ نے فتح المبین میں اور علامہ ابن عابدین نے شرح درمختار کی بحث امامت میں، جب یہ قاعدہ مسلم ہو چکا اب ایک دو مسئلے جو اس قاعدہ پر متفرع ہے لکھتا ہوں علامہ شرنبلالی نے حاشیہ درر وغرر فقہ حنفی میں لکھا ہے

پھر مؤلف کا بعد نقل عبارت مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم کے اس شد و مد سے بدعت حسنہ کے اثبات میں دم بھرنا محض تطویل بے نہ فہم مغز سخن اور یہ مانعین کو کچھ مضر نہیں محض مؤلف کی کوتاہ فہمی ہے قولہ اقوال فقہاء محدثین الخ اقول یہ سب اقوال موافق رائے مانعین کے ہیں امام شافعی خود فرماتے ہیں خالف کتابا او سنۃ او اجماعا او اثرا یہ وہی تو ہوا کہ قرون ثلثہ میں جو مقرر ہو گیا اور ٹھہر گیا جس کو شکایت ثالث سے لے کر یہانتک لکھے چلے آتے ہیں اور مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم کا یہ عین مدعی ہے الحاصل یہ سب اقوال اور احادیث اور اس قدر تحریر طویل فقط مؤلف کی کوتاہی فہم پر مبنی کہ وجود شرعی کو وجود خارجی سمجھ گیا ورنہ کچھ ضرورت نہ ہوتی اور نیت کا

Marfat.com

کہ نیت نماز کی اصل دل سے ہوتی ہے اور منہ سے ادا کرنا اس کا مستحب ہے عبارت اس کی یہ ہے والتلفظ بہا مستحب یعنی طریق حسن احیاءالمشائخ
لا انہ من السنۃ لانہ لم یثبت عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف ولا عن احد من الصحابۃ والتابعین ولا عن احد من
الائمۃ الاربعۃ بل المنقول انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ کبر فھذہ بدعۃ حسنۃ اب غور سے علامہ شرنبالی کی تقریر
دیکھنی چاہیئے کہ یہ بات مان کر کہ نیت زبان سے کبھی حضرتؐ سے اور صحابہؓ سے اور تابعینؒ سے اور مجتہدین سے ثابت نہیں باوجود اس کے
حکم کیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے مستحب ہے اور واضح ہو کہ ائمہ مجتہدین میں امام احمد بھی ہیں اور نہ وہ تابعی نہ تبع تابعی بلکہ تبع تابعین سے علم انہوں
نے سیکھا ہے جب ان سے بھی یہ تلفظ بالنیت منقول نہیں تو ظاہر ہوا کہ قرون ثلٰثہ کے بعد اس کا ظہور ہوا اور دوسری دلیل اس کی ظہور بعد
قرون پر یہ ہے کہ شرنبالی نے لکھا ہے تلفظ بالنیۃ کو احیۃ المشائخ اور مشایخ و متاخرین علمار ہیں جو امام اعظمؒ کے شاگردوں کا دورہ تمام
ہونے کے بعد ہوئے اور درمختار میں لکھا ہے زبان سے نیت کرنے کو کہ یہ ہمارے علمار کی سنت ہے شامی نے لکھا کہ یہ طریقہ حسنہ ہمارے علمار
کا ہے اس سے بھی ظہور تلفظ بعد قرون ظاہر ہوتا ہے اور فقیہ حلبی نے شرح کبیر منیہ میں اس طرح لکھا ہے کہ ائمہ مجتہدین سے بھی ثابت نہیں
اس کے بعد یہ لکھا ہے وھذہ بدعۃ لنحو عدم النقل وکونہ بدعۃ لا ینافی کونہا حسنا یعنی اس کی بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ
نیک نہ ہو اب دیکھئے علمار دین اس کو بدعت مان کر پھر بھی حسن اور نیک فرماتے ہیں اور اس کا حکم دے رہے ہیں اور یہ علمار فریقین کے مسلم الثبوت
ہیں اور منیۃ المصلی میں لکھا ہے والمستحب ان ینوی ویتکلم باللسان اور شرح وقایہ میں ہے والقصد مع لفظہ افضل اور ہدایہ میں ہے
ویحسن ذلک لاجتماع العزیمۃ ، وہی کافی میں ہے اور در شرح غرر میں ہے والتلفظ بہا مستحب یہ وہ کتابیں ہیں جو علمار حنفی کے نزدیک
نہایت درجہ کی معتبر ہیں اب شافعی مذہب کو سننا چاہیئے ، علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں شافعی مذہب بیان کرتے ہیں والذی استقر
علیہ اصحابنا استحباب النطق بہا اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث اعظم کی تالیف ہے وہ حنبلی تھے بیان وضو میں لکھتے ہیں ینوی بطہارۃ
رفع الحدث ومحلہا القلب فان ذکر ذلک بلسانہ مع اعتقادہ بقلبہ کان قد اتی بالافضل ، الحاصل یہ عمل یعنی نیت زبان سے کرنی اس قسم کی
بات ہے کہ تمام ہندوستان اور فارس اور عرب وغیرہ میں جاری ہے علامہ شامی نے لکھا ہے قد استفاض ظہور العمل بہ فی کثیر من الاعصار فی
امۃ الامصار اور چھٹی صدی کے آخر جو محفل مولد شریف منعقد ہوئی اس کو اجلّہ علمار اور اکابر فضلار نے مستحسن سمجھا اور شریک ہوئے
اور امام نووی استاد ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس محفل کو پسند کیا اور اسکو بدعت حسنہ قرار دیا اور یہ فرمایا ومن احسن ما ابتدع فی زماننا ما
یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلے اللہ علیہ وسلم من الصدقات واظہار الزینۃ والسرور الی آخرہ اور فرمایا ابن حجر محدث
رحمۃ اللہ علیہ نے عمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک بدعۃ حسنۃ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ اور آٹھویں صدی ہجری کے آخر میں جو تسلیم بعد اذان

لفظ جو بدعت نہ ہو تو اس کی دلیل جواز کی موجود ہے کہ حج میں تلفظ[1] لسانی حدیث میں وارد ہوا ہے اور نیت قلبی کو کہ فرض ہے اس سے قوت بلکہ
بعض وقت بدون اس کے حاصل ہی نہیں ہوتی لہٰذا ملحق بالسنۃ ہوگی اب بعد ان سب اقوال کے اپنے اصل مطلب پر مؤلف صاحب آئے
کہ چھٹی صدی کے آخر میں محفل میلاد منعقد ہوئی سو اول محقق ہو چکا ہے کہ جس محدث کی دلیل جواز قرون ثلٰثہ میں موجود ہو وہی جائز ہوتا ہے
ورنہ بدعت ہوگا تو یہاں اس کو محل استدلال میں لانا حالانکہ یہ امر متنازع[2] فیہ ہے دور کہلاتا ہے اور یہ قبیح امر ہے یہ وہ مدعا ہے کہ جس کا اثبات

[1] زبان سے لفظ کی ادائے گی [2] مختلف فیہ

احداث کی گئی اس کو درمختار میں لکھا ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنہ سبعمائۃ واحدی ثمانین وھو بدعۃ حسنۃ یعنی۔
سلام پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بعد اذان سات سو اکیاسی سنہ ہجری میں ایجاد کیا گیا اور یہ بدعت حسنہ ہے انتہا اور اسی طرح درمختار
کے شارح شامی نے بھی اس کو مسلم رکھا اور نہر الفائق شرح کنز اور قول بدیع سے یہ نقل کیا والصواب انہا بدعۃ حسنۃ یعنی ٹھیک یہی بات ہے
کہ سلام بعد اذان بدعت حسنہ ہے دیکھیے آٹھویں صدی تو قرون ثلٰثہ کے بہت بعد ہے اس وقت کی نکالی ہوئی چیز کو بھی فقہار نے بدعت
حسنہ کہا ہے اب دیکھنا چاہیئے اقول فقہار کو امام شافعیؒ کے قول سے یہاں تک یہ سب علمار تقسیم بدعت کا طرف حسنہ اور سیئہ کے مانتے
ہیں اور بدعت حسنہ کو خواہ وہ قرون ثلٰثہ میں نکلی ہو، یا بعد قرون سب کو مستحب اور حسن فرماتے ہیں پس مولوی اسحاق صاحب کے فرمانے کے
موافق ان سب فقہا کے نزدیک بدعت حسنہ کا ایجاد الیٰ یوم القیامۃ ثابت ہوا اس لئے کہ وہ کہتے ہیں غیر محدود است عند القائل بتقسیمہا
اور خود مولوی اسحاق صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب کے بزرگ بھی تقسیم بدعت مانتے ہیں شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سوالات
عشرہ محرم کے جواب سوال اول میں لکھتے ہیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ اینہمہ بدعت است وظاہر ست کہ ایں بدعت حسنہ کہ دراں
ماخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است وحال بدعت سیئہ ایں است کہ در حدیث شریف وارد است شر الامور محدثاتہا کل بدعۃ
ضلالۃ انتھی، اور شاہ صاحب موصوف کے بیان سے تحفہ میں بھی بدعت حسنہ کا وجود پایا جاتا ہے اب تیرھویں صدی میں وہ مولوی اسمٰعیل
صاحب کہ جن کا کلام تذکیر الاخوان میں یہ تھا کہ جو کوئی دین کے عقیدے اور عبادت اور رسم میں وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت گنتی قید اپنی طرف سے
مقرر کرے سو وہ بدعت اور باطل اور مردود ہے انتہٰی کلامہ شکر خدا کا کہ یہ قاعدہ جنگی فوجداری کا جس سے ایک عالم میں جنگ باہمی پیدا ہو ایجاد
کرکے آخر توبہ کی اس راہ سے خود مخالفت اختیار کی اور توبہ کی وجہ ثبوت یہ ہے کہ ان کی صراط مستقیم میں لکھا ہے اشغال مناسبہ ہر وقت وریاضت
ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد لہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا
کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ شود، اس عبارت میں قرون ثلٰثہ کی کچھ قید
نہیں لگائی بلکہ ہر قرن میں ایجاد اشغال اور تعینات مشایخ کو مسلم رکھا اور بذات خود اپنی تیرھویں صدی کے واسطے شغال جدیدہ ایک باب

میں مؤلف نے اس قدر تطویل بے سود کی پھر قبل ثبوت اس کے اس کو بھی دلائل جواز میں ذکر کرتا ہے لہٰذا تھوڑا اس طرف سے بھی اشارہ ہے
کہ خود قرن صحابہؓ میں بھی اگر کوئی امر ہوا اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ جائز وحجت نہیں ہوتا چہ جائیکہ بعد چھ سو سال کے ہو جب اس پر
وقت حدوث اس کے کے فاکہانی وغیرہ علمار عصر نے انکار کیا تو وہ جائز نہیں ہو سکتا معہذا ہم کہتے ہیں کہ اس وقت میں فقط ذکر خیر البشر
کا بلا قید اور بلا تداعی واہتمام تھا لہٰذا اس وقت علمار کو اس پر نکیر نہ ہوا اب جو قیود غیر مشروع اس پر اضافہ ہو گئیں تو ناجائز ہو گیا اصل ذکر
ولادت کو تو کوئی بھی منع نہیں کرتا، جو کچھ تکرار وانکار ہے وہ قیود میں ہی ہے کیا مؤلف دیکھتا نہیں کہ سوال میں کس شئے سے سوال ہے اور
قیود وخمسہ کیوں لگا کر سوال کیا گیا ہے غرض یہ نظیر محض خوش فہمی مؤلف کی ہے ابن حجر ہیثمی اور ابوشامہ کے قول کو اگر تسلیم بھی کیا جاوے
تو کیا مفید مؤلف کو ہو گا کہ کلام ہیئت کذائیہ مندرجہ سوال میں ہے نہ نفس ذکر مولود میں ورنہ اصل اصول کے ہوتے قول علمار کا جو خلاف
قاعدہ ہو مسلم نہیں ہوتا اور بیان تنویب میں ایک طول بے ترک کیا گیا اور اصل مطلب جس کو مؤلف ثابت کرنا چاہتا ہے ہمارے ہرگز مخالف نہیں

لہ صحابہؓ کا زمانہ ملک ثواب ''

Marfat.com

میں لکھے اس باب میں دیکھو ذکر اللہ اور عبادت الٰہی میں کیا کچھ وقت اور وضع اور ہیئات اور عدد کی قیدیں ہیں اور صراطِ مستقیم کے آخر ورق میں ۔۔ لکھا ہے تجدید اشغال بلکہ این کتاب محتوی بر آن است فرمودند یعنی مرشد صاحب نے نئے اشغال نکالے اور ظاہر ہے کہ تجدید ہیں احداث ہے پس معلوم ہوا کہ انجام کاران کو بھی یہی حق معلوم ہوا کہ ایجاد بدعت حسنہ الیٰ یوم القیمہ جائز است بخیر صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آجائے تو اس کو بھولا نہیں کہتے اللہ تعالیٰ ان کے مقلدوں کو بھی ہدایت نصیب کرے اور اگر ان کی قسمت میں ہدایت نہیں تو ہم لوگوں سے جنگ اور بے ہودہ تقریریں تو نہ کریں کہ وہی نقشہ ہوجاتا ہے ع مغز ما خورد و حلق خود بدرید۔ اب اہل سنت والجماعت خوب غور اور فکر سے ملاحظہ فرماویں کہ یہ جو فتویٰ انکاری میں مولد شریف اور فاتحہ اموات کو پنجشنبہ[1] وعیدین وغیرہ میں منع لکھا تھا۔ اس کی بنیاد اسی ایک دلیل پر تھی کہ جو کام قرون ثلثہ کے بعد ہوتا ہے وہ بدعت سیئہ ہوتا ہے اور سن چکے ہم تم کو حال اس دلیل کا کہ یہ دلیل نہایت ذلیل اور سخیف درکیک ہے اور جب ٹوٹ گئی دلیل انکی، قول ارباب تحقیق واصحاب تدقیق سے تو شکست فاش کھا گیا ان کا فتویٰ اور قائم رہ گئے وہ سب امور صالحہ اپنی اباحت اور استحسان پر الآن کما کان پس مذہب صحیح اور مشرب اہل تنقیح یہی ہے جو علامہ حلبیؒ نے جلد اول انسان العیون میں لکھا ہے وقد قال ابن الحجر الھیثمی ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا کہا حافظ ابن حجر فقیہ محدثؒ نے کہ بدعت حسنہ کی مندوب اور مستحسن ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے یعنی فقہاء و محدثین میں جو محققین ہیں وہ سب بالاتفاق بدعت حسنہ کو جائز اور درست فرماتے ہیں اور اس کی طرف رغبت دلاتے ہیں پس یہ سب امور مندرجہ فتویٰ بالاتفاق واجماع اہل التحقیق طائفہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے مستحسن ٹھہرے نہ سیئہ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم۔ لمعہ ثالثہ میں نقل ہے عبارت مولوی عبدالخالق صاحب واعظ دیوبندی کی جو منع مولد شریف وفاتحہ وغیرہ کیلئے فتویٰ انکاری مذکور پر لکھی ہے قولہ جوابات سب صحیح ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کتبہ فقیر محمد عبدالخالق دیوبندی عفی عنہ اقول ہم ناصحانہ درد اسلامی سے کہتے ہیں کہ آدمی کو امور علمیہ میں ایسا نہ ہونا چاہیئے جیسے طوطا تمام عمر پڑھتا رہا میاں مٹھو میاں مٹھو لیکن اس کو یہ خبر نہیں کہ میاں کسکو اور مٹھو کس کو کہتے ہیں مولوی عبدالخالق صاحب نے تمام عمر وعظ فرمانے میں گذاری کسی سے یہ تحقیق نہ فرمایا کہ کل بدعۃ ضلالۃ سے مراد کیا ہے کاش مشکوٰۃ کا ترجمہ ہندی نواب قطب الدین خاں صاحب کا دیکھ لیتے کہ مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۲۶ میں اس حدیث کے معنی لکھتے ہیں عبارت ان کی یہ ہے کل بدعۃ ضلالۃ کے معنی یہ ہیں کہ جو بدعت

اور صاحب تذکیر الاخوان کا مذہب و مطلب بارہا واضح ہو لیا کہ یہی ہے اب یہ طوفان بے تمیزی کی تقریر گستاخ جو کچھ ہے سب کو معلوم ہے اس کے جواب سے زبان قلم ملوث[2] کرنا کیا فائدہ ہے غرض تذکیر الاخوان کا یہ کہنا کہ قید اپنی طرف سے مقرر کرے ظاہر ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایسی قید جس کی دلیل قرون ثلثہ میں نہ ہو اور صراطِ مستقیم میں وہ ہیئت تجدید کی مراد ہے کہ حسب قواعد شرع کے ہو سو جو وہاں تھا وہی یہاں ہے مگر دیدۂ بصیرت چاہیئے ومن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ اور اس قاعدہ پر جو مؤلف سمجھے بیٹھا ہے بنیا دمیلاد اور رسوم کے بدعت ہونے کی نہ تھی بلکہ اُس ہی مراد پر ہے جس کو مؤلف عرقریزی کر کے ثابت کر رہا ہے کہ بجائے خود کھلیگا، اور یہ اس قدر تطویل لمعہ ثانیہ کی شرح کی ہم کو بھی اسی واسطے کرنی پڑی کہ مؤلف کے حسن فہم و مبلغ علم کا حال لوگوں کو معلوم ہوجاوے کہ کسقدر غلط بیانی اور کم فہمی کی تقریر ہے کہ گویا علوم سے مساس ہی نہیں ورنہ اصل مدعیٰ تو عین مدعیٰ ہمارا ہے اور سب علما

[1] آلودہ [2] محنت

سیئہ ہے وہ سب گمراہی کی ہے انتہیٰ کلامہ ،، یا یہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے سوالات عشرہ کا جواب وترجمہ ہو کر مطبع ناصری میں چھپا ہے وہی ترجمہ دیکھ لیتے اس میں لکھا ہے بدعت حسنہ تو اس کو کہتے ہیں کہ کرنے والا اس کا ماخوذ نہ ہو اور بدعت سیئہ کا حال یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ[1] انتھیٰ کلامہ پس جب ان کے پیشوا سب اس حدیث کو بدعت سیئہ کیساتھ خاص کرتے ہیں اور بدعت حسنہ کو اسمیں شامل نہیں کرتے پھر ان کا منصب تھا کہ بلا تقسیم بدعت اور بلا اثبات دلائل سیئہ ہونے اعمال مندرجہ سوال کے کلیہ طور پر پڑھ دیں کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار دوسری نصیحت یہ کہ ایک آفاقی سے روپیہ مانگ کر جو جامع مسجد دیوبند میں بنوائی ہے اور کثرت سے برج مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیئے ہیں کیا قرون ثلثہ میں بھی اتنے برجوں کی مسجد بنتی تھی ؟ اگر بنتی تھی تو ہم کو حوالہ دو کہ کس قرن میں اور کس نے بنائی ، اور کس حدیث کی کتاب میں یہ فعل قرون ثلثہ سے ثابت ہوا ہے اور اگر نہ ثابت ہو یہ ہیئت مجموعی مسجد کی تو منصفی یہ ہے کہ اپنے اوپر بھی یہ حدیث رواں کرو کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار تیسری نصیحت یہ ہے کہ خدا کا خوف کیا ہوتا تم نے اہل اسلام نے جو روپیہ چندہ کا دیا تھا تو مقصد تھا کہ تعمیر میں بقاعدہ شرعی صرف ہو پھر یہ فرمایئے کہ کثرت بروج میں جو مال صرف ہوا نہ وہ استحکام تعمیر میں داخل نہ کسی مصالح و مقاصد صلوٰۃ کو شامل اس کا مظلمہ کس کی گردن پر ہوگا ، کتب فقہ سے اس کا عدم جواز مستفاد ہوتا ہے قاضیخاں میں ہے رجل اوصیٰ بشیئ بعمارۃ المسجد فی ای شیئ یصرف ذلک المال قال ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ یصرف فیما کان من البناء دون التزئین اور بعد تین سطر کے لکھا ہے ، لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علیٰ عمارۃ المسجد شرفا و ینقش المسجد من ذلک ولو فعل یکون ضامنا ،

کا یہی مطلب و مراد ہے فقط قولہ ہم ناصحانہ الخ اقول مولوی عبدالخالق صاحب نے ٹھیک سمجھ کر لکھا ہے بدعت حسنہ اور سیئہ کی تفریق کا حال اور کل بدعۃ ضلالۃ کے معنی بھی واضح ہو چکے اب یہ حال خود مؤلف صاحب کا ہے کہ بزعم[2] خود فاضل اجل ہیں اور ہنوز معنی بدعت حدود کے بھی نہیں سمجھتے اور نزع لفظی و حقیقی کو بھی نہیں جانا جو کچھ مولوی عبدالخالق صاحب پر طعن ہے اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ وہ آپ کا ہی حال ہے اور باوجود ترجمہ مشکوٰۃ کے مطالعہ کے کچھ بھی نہیں سمجھے اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم فقط قولہ دوسری نصیحت الخ اقول آپ کے نزدیک جس وجہ سے برج و منار مسجد کے جائز ہیں جس کا نام آپ نے بدعت حسنہ رکھا ہے اسی وجہ سے مولوی عبدالخالق نے بھی یہ بنوائی ہیں ، کیوں کہ وہ مدعیٰ آپ کا اور مولوی عبدالخالق کا ایک ہی ہے گو آپ کو خبر نہیں طوطی کے بول بولتے ہو سو یہ تعریض بے معنیٰ ہے فقط تیسری نصیحت الخ اقول المعروف کالمشروط قاعدہ فقہ کا ہے ہرگاہ کہ سب چندہ دہندہ برج منار وغیرہ میں صرف کرنے سے دلالۃً راضی ہیں تو اسمیں صرف کرنا درست ہے اور دوسری روایت قاضیخاں کی تو آپ نے دونوں آنکھیں بند کر کے ہی لکھدی ہے مال وقف کا مسئلہ مال مملوک معطی پر جاری فرمایا ہے ہو خوب روایت فقہ کی سمجھے ماشاء اللہ اور پہلی روایت وصیت کی بھی مطابق اس واقعہ کے نہیں کیوں کہ موصی[3] ایک امر مبہم کہہ مرا ہے اس کا حمل ایسی شئے پر ہونا چاہیئے کہ نافع ہووے اگر موصی زندہ ہوتا ، اور اجازت تزئین میں صرف . . کی دے دیتا تو جائز تھا یہاں تو دینے والے زندہ ہیں اور ان کی دلالۃً رضا خرچ ہوتا ہے کاش اگر مؤلف فقہ کی کتاب کسی معلم سے پڑھ لیتا تو ایسی غلطی فاحش میں نہ پڑتا . فقط .

---

[1] ہر بدعت گمراہی ہے [2] اپنے گمان میں [3] وصیت کرنے والا

Marfat.com

اب فرمایئے یہ اسراف اور تبذیر کر کے آپ منتظر اسی مدح اور اجر کے بیٹھے ہیں یہ کیسا ظلم ہے قرآن میں آیت تبذیر پڑھکر کچھ تو گریبان
میں منہ ڈالئے گا چوتھی نصیحت مولوی صاحب کو یہ ہو کہ آپ کی معاش وعظ پر ٹھیری اس کو بھی کبھی سوچا ہوتا کہ آیا یہ کمائی رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یا خلفاء راشدین یا تابعین یا تبع تابعین قرون ثلثہ کی یہی تھی کہ وعظ فرما کر کھاتے پھرتے تھے یا یہ نہ تھی اور اپنے پیشواؤں کا خیال کر
کہ ہمارے عالموں نے اس کے حق میں کیا لکھا ہے خیر اگر تم کو تلاش نہیں ہم بلا تلاش تم کو بتاتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر پارہ الم میں
تحت آیۃ ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً کے لکھتے ہیں، فرقہ پنجم معلمان دنیا طلب و واعظان طمع کہ بر تعلیم احکام الٰہی و تبلیغ مواعظ و پندار
متاع دنیا درخواست نمایند و در پے توقع منفعت متوجہ بحال سائل شوند در صورت بے توقعی خشونت و درشت خوئی نمایند، اس کے
بعد شاہ صاحب نے حال امامت و مؤذنی وغیرہ کا بیان فرمایا اور کلام اس پر تمام کیا کہ رفتہ رفتہ ایں صیغہا صیغۂ معاش و اجرہ قرار
گرفت در ایں زماں حال ایں وجہ معاش مشکوک بلکہ قریب بحرمت است حتی المقدور ازاں احتراز لازم است انتہٰی، اور مولوی اسحاق صاحب
نے مایۃ مسائل میں اجرت جمیع طاعات پر یعنی ناجائز لکھی ہے اور یہ لکھا ہے "از حدیث شریف صریح معلوم می شود کہ بقرارت قرآن
شریف چیزے نگیرد و نخورد عام است کہ مقرر کند یا نہ کند انتہٰی، اس سے وہ بات بھی رد ہو گئی جو شاید کوئی یہ حیلہ کرنے لگے، کہ ہم لوگوں
کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں اس کا ترجمہ بتاتے ہیں ہم اجرت نہیں ٹھیراتے اور نہیں مانگتے، مولوی اسحاق صاحب کے کلام سے وہ بھی
منع ثابت ہوا اور یہی فقہا کا قاعدہ مسلم الثبوت ہے المعروف کالمشروط جب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کا قاعدہ یہی ہے
اس قاعدے کے موافق دیتے ہیں، سائل کی صورت خود سوال ہے پھر منہ سے مانگیں یا نہ مانگیں، افسوس ہزار افسوس اے میرے دینی
بھائیو! تم کیوں اپنی روح کو آلائشوں خبیثہ سے پاک نہیں کرتے ہو دوسرے کو ناری اور جہنمی بنانے کو تیار ہوتے ہو اور اپنا خیال نہیں
کرتے کہ تم بھی کسی گوشہ میں دوزخ کے جاتے ہو اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون لمعہ رابعہ
نقل ہے عبارت عبدالجبار عمرپوری کی جو درباب منع مولد شریف فتویٰ انکاری کے ذیل میں لکھی ہے قولہ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ
جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو
عنایت نہیں کی واللہ اعلم عبدالجبار عمرپوری عفی عنہ اقول ایک تو کم نصیبی اس مفتی کی یہ کہ حضرت کا ذکر کیا اور صلے اللہ علیہ وسلم نہ کہا اتباع سنت

قولہ چوتھی نصیحت الخ اقول آپ کا منہ اور یہ بات آپ تو مدت ہوئی کہ فتویٰ جواز اجرت تعلیم قرآن کا لکھ کر طبع کرا چکے ہو اگر اب غصہ میں آکر
اس سے رجوع فرمائی ہے تو وہ روایات متاخرین فقہا کی تو کہیں نہیں چلی گئیں کہ جن روایت سے بضرورت ضروریہ کہ اس زمانہ جہل میں موجود
ہے جواز اجرت کا وعظ کا حال مفصل معلوم ہو سکتا ہے پھر آپ کس منہ سے طعن کریں گے یہ مفتی جواز وہی آپ کے معتمد پیشوا ہیں اور یہ
بدگمانی کرنا کہ مولوی عبدالخالق صاحب کی نیت طمع دنیا کی ہے، کسی مسلمان کو لائق نہیں پھر ہزار افسوس کہ تم تو اپنی زبان کو سلف خلف
مشایخ اولیاء اور علماء کے طعن سے بھی پاک کرو اور مولوی عبدالخالق کو حدیث کے صحیح مضمون لکھنے پر بزعم خود غلط سمجھکر نصیحت فرماؤ
بڑی شرم کی بات ہے دیکھو مصداق آیہ اتامرون الناس کا کون ہے اور آلائش خبیثہ کا ملوث کون فقط قولہ لمعہ رابعہ الخ اقول لا ریب
کام کم نصیبی کا ہے مگر اس کم نصیبی کا حصہ تو فقط مؤلف صاحب کے نصیب میں ہی کامل ہے کہ اس کتاب میں اکثر جگہ درود نہیں لکھتے صفحہ
اول خط کتاب کی آخر سطر میں اور دوسرے صفحہ میں تین جگہ آپ کا اسم گرامی بے درود لکھا ہوا ہے علی ہذا اور جو عذر ہے کہ مطبع کا

لے بری باتیں،،

Marfat.com

کا دعویٰ اس قدر اور صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھی ندارد دوسری کم فہمی اس درجہ کی کہ سائل کا سوال جو ہم اول
نقل کر چکے ہیں اس میں یہ سوال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں یہ سوال نہیں کہ مجلس میں حاضر ہونیکا اعتقاد
ہو اور ظاہر ہے کہ اشعار میں مخاطب حاضر ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ شعر ایسے پڑھیں جسمیں ضمیریں مخاطب حاضر کی ہوں سو اس کا حال ہم نور
اول کے لمعہ ثانیہ میں لکھ چکے اور آئندہ بھی تحقیق آوے گی لیکن مفتی صاحب نے سوال دیگر جواب دیگر جو جاہا کہنا شروع کیا یہ جواب دیا، قولہ
حضرتؐ کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں یہ شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے اقول سبحان
اللہ قربان جایئے اس قیاس اور استدلال کے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی اعتقاد ہوتا کہ وہ مولود خوانی میں حاضر ہوتا ہے نہ اور
کسی جگہ اس وقت تو برابری اور مشارکت صفتِ الٰہی میں لازم آتی اور خدا تعالیٰ کو بہت مواضع اور مواقع میں حاضر مان رکھا ہے علاوہ
مجلس مولودخوانی کے تفصیل اسکی یہ ہے کہ تم عظمت اور وسعت عرش عظیم کی اور فراخی اور توسع کرسی کی خیال کرو کہ ان کے آگے سات
آسمانوں کی کیا حقیقت ہے پھر کرۂ ناری اور ہوائی اور مائی کو خیال کرو کہ آسمانوں کے آگے انکی وسعت ہے پھر ان کرات کے آگے زمین کو دیکھو
کہ اس کی وسعت کو کرات سے کیا نسبت ہے پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو زمین سے باہر نکلا ہوا ہے پھر اس باہر نکلے ہوئے میں جنگل اور
پہاڑ اور دریا اور نیستان کسقدر ہیں اور آدمیوں سے آباد کسقدر ہیں اور اُس آبادی میں کفار کس قدر ہیں اور مسلمان کسقدر اور
مسلمانوں میں مولد شریف کرنیوالے ہیں اور نہ کرنے والے کس قدر ہیں ان سب مراتب کے خیال اور فکر کرنے سے فرق معلوم ہو جاوے
گا، مرد مصنف کو کہ اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا تو اسقدر میں ہو کہ عرش و کرسی آسمان لوح و قلم ساتوں زمین اور جمیع جمال و بحار و یران عمرات
وغیرہ اور ہر زبان اور ہر آن میں وہ حاضر ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولودخوانی

قصور ہے تو مولوی عبدالجبار کا بھی یہی عذر قبول کرنا تھا، غرض یہ تو مؤلف صاحب کی عادت فاشیہ ہے کہ جو کچھ کسیکو کہتا ہے
اس میں خود ملوث ہوتا ہے نہ معلوم کہ اسقدر اپنے حال سے کیوں غفلت ہے قولہ کم فہمی اس درجہ الخ اقول رد شرح سوال میں مذکور
ہو چکا کہ صیغہ کتاب کا حاضر موجود کے واسطے[1] وضع ہوا ہے لہٰذا اگر کہیں صیغہ کتاب کا بولا جاوے گا تو بوجہ اصل و حقیقی ہونے
سے حضور مخاطب کا مفہوم کلام سے ہووے گا لہٰذا مولوی عبدالجبار نے اس سوال کا ہی تو جواب دیا ہے کہ یہ اشعار خطاب اگر اس
اعتقاد سے ہیں تو شرک ہیں اور دوسرے معنی مجازی کی شق کو بیان نہیں کیا مگر خدا تعالیٰ جانے کہ مؤلف کی کیا فہم ہے کہ اس کو سوال
کیخلاف اور غیر جانتا ہے . لازم و ملزوم وضعی کو غیر جاننا اور مقصود کلام وضعی کو کلام سے منفک سمجھنا مؤلف ہی کا فہم ہے تو اول
میں بھی ایسا کچھ مؤلف نے کہا ہے اور اس کا جواب کچھ وہاں پر ہو لیا. قولہ سبحان اللہ الخ اقول تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب
فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک
ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو الایۃ
اور یہ مسئلہ مشہور بحر الرائق اور عالمگیریہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ اگر
شرکت کا اعتقاد شرک ہی نہیں بلکہ نفس شرکت کا اعتقاد بھی شرک ہے،
کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم کی نسبت پس فقط مجلس
نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد کما و کیفا مساواۃ علم الٰہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ

[1] علیحدہ کے ہر اعتبار سے.

Marfat.com

میں تشریف لاتے ہیں تو یہ واقع بہ نسبت ان تمام ازمنہ اور مقامات مذکورۂ بالا کے کس شمار اور کس حصہ میں داخل ہیں کہ بس ان مواقع میں تشریف لانے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہو گیا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات اب آگے آپ ارشاد فرماتے ہیں قولہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔ اقول عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روئے زمین پر کل جگہ موجود ہو جانا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانیؒ میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم و جمیع مخلوقات کا اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے اور ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ھھنا وھھنا یعنی ادہر سے لیتا ہے جان کو اور ادہر سے اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کسقدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند درند

نہیں، مگر مؤلف کی تحریر سے اس کا عقیدہ یہی مفہوم ہوتا ہے کیوں کہ وہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ تو عرش سے سرمٹی تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور فخر عالم فقط مجالس مولود میں حاضر ہوئے تو کہاں مساوات اور شرک ہوا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر علم غیب کو وہ شرک نہیں جانتا حالاں کہ جملہ کتب میں فقط مجلس نکاح کے حضور کو ہی شرک لکھدیا ہے اور مؤلف کو اس قدر بھی خبر نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ کا مساوی ہونا ضروری نہیں نفس وجہ شبہ کافی ہوتی ہے لہٰذا یہاں نفس علم غیب میں برابری شرک ہے اور اگر مؤلف کا یہی عقیدہ کہ حق تعالیٰ کی کوئی صفت دوسرے کو اگر کماً و کیفاً مساوی ثابت کرے گا تو شرک ہوگا ورنہ نہیں تو لازم ہے کہ مؤلف کے نزدیک مشرکین عرب کہ جن کے مشرک ہونے میں نصوص قطعیہ موجود ہیں ہرگز بھی مشرک نہ ہوں کیوں کہ وہ تصرف اور علم اپنے معبودان باطلہ کا محدود جانتے تھے کہ ہر نواح و دیار کا جدا معبود تھا ایک کے ملک میں دوسرے کا تصرف ہونا عقیدہ نہیں رکھتے تھے چنانچہ کتب حدیث اس کی گواہ ہیں پس اب مؤلف کے عقائد تو خود خراب تھے ہی تمام دنیا کو مشرک بنا دیگا کیوں کہ جب عوام جہال اولیاء کی نسبت ایسا ہی محدود تصرف و علم یقین کرتے ہیں پس مؤلف نے سب کی تائید و تصدیق و توثیق عقیدہ کی کر کے خلق کو ضال بنا دیا خدا تعالیٰ اس کو ہدایت دیوے کہ کیا فتنہ برپا کرتا ہے باقی اس کی مثال واہی اور حروف بے معنی کا کیا جواب دیکر زبان قلم کو ملوث کروں یہ مؤلف نے اس قدر جہل کی بات لکھی ہے کہ تمام دنیا کے خلاف ہے فقط،،

بحث علم غیب | قولہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کا یہ ہے کہ الخ اقول عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں، سمع و بصر و علم و تصرف حق تعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شیئ الآیہ پھر جس کو جسقدر کوئی علم و قدرت وغیرہ عطا فرمایا ہے اس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب و ماہتاب کو جسقدر وسیع بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں اور زیادہ کوئی ان سے کام نہیں نکلتا ورنہ اس کثرت و قلت پر فضل کی کمی زیادتی موقوف ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ و افضل ہیں مفید اعلم کا مکاشفہ ان کا حضرت خضر سے بہت کم تھا اور پھر جسقدر

زمین کے نیچے، نہ تعداد کیفیت کے اعتبار سے نہ آلودہ،،

Marfat.com

اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہو اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اس میں یہ بھی ہو کہ ملک الموت نے رسول اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جسکی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہیں، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، درمختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم ع کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہیٰ کلامہ۔ اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سنیئے، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی گھیر کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود تمہارے قاعدہ سے چاہیئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے پس اسی

حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ ع کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ[۲] سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا جاتا ہے تو کب قابل التفات ہوگا دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحرالرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر علم غیب بزعم خود ثابت کردیوے اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکمل الایمان[۳] ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان[۴] ہوگا معاذ اللہ، مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر دور از علم و عقل ہے۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

---

۱ جس پر کسی کو فضیلت حاصل ہو ۲ صریح دلائل سے ۳ ایمان کے اعتبار سے بہت کامل ۴ شیطان سے بڑا عالم

Marfat.com

طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ موجود ہو کر وہ چوتھے آسمان پر ہے روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہے۔ اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین پر یا زمین کے چند موضع و مقامات پر پڑ جائے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف مثل شعاع شمس محیط ہو جاوے کیا محال ہے اور کیا بعید ہے علامہ زرقانی نے ابو الطیب کا شعر شرح مواہب لدنیہ کی فصل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہے کالشمس فی وسط السماء ونورھا یغشی البلاد مشارقا ومغاربا: کالبدر من حیث التفت رایتہ : یہدی الی عینیک نورا ثاقبا: یعنی جس طرح سورج آسمان کے بیچ میں ہے اور روشنی اس کی پھیلی ہوئی ہے مشرق سے مغرب تک اور جس طرح چاند جہاں سے تو اس کو دیکھے اسی جگہ سے نور تیری آنکھوں میں بخشے گا، انتہیٰ کلامہ بس فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے ۔ کھول رکھی ہے اس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھکر چاند کہدیتا ہے چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا مادرزاد یوں کہے گا کہ چاند کہیں نہیں، بس اسی طرح روح نبوی کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ باطنی کھول دے اور پردہ اٹھادے ہر جگہ انسان جلوۂ احمدی دیکھ سکتا ہے، امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس المرسی وغیرھما انہم کانوا یقولون لو احتجبت رؤیۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددنا انفسنا من جملۃ المسلمین،، دیکھیے ابو الحسن شاذلی وغیرہ اولیاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک پل جھپکنے کی برابر بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے چھپ جاویں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں، انتہیٰ، اب دیکھیے یہ اولیاء اللہ مفتی صاحبان صافی عقیدت کے نزدیک کس فتویٰ اور کس حکم میں داخل ہوں گے اور ہونا روح انبیا علیہم السلام کا علیین میں ساتویں آسمان پر جو ہم نے بیان کیا یہ تفسیر عزیزی کے بیان علیین میں دیکھو، لیکن باوجود ہونے علیین میں آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہے ہر زائر کو جانتے ہیں کون زیارت کو آیا سب کو سلام کا جواب دیتے ہیں قبر میں جسم مبارک زندہ ہے زرقانی نے لکھا ہے ان نبینا بالرفیق الاعلیٰ وبدنہ فی قبرہ یرد السلام علیٰ من یسلم علیہ اس مقام کی تحقیق زیادہ اس سے مقام اثبات مولود شریف میں بیان کریں گے، اب فکر کرنا چاہیے جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی اور تماشہ یہ کہ اصحاب محفل میلاد

منطق پڑھ کر مؤلف نے یاد کر کے بے تہذیبی عقیدہ کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئی[1] کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ قدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہو[2] پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ، چنانچہ جو اسکی اوپر ذکر ہوئی اور قیاس سے اس کا اثبات[3] جہل ہے کہ شائبہ علم کا بھی اس کا مجوز نہیں الغرض یہ تحقیق واہیٔ مؤلف کی محض جہل ہے وہ آپ شاید شرک میں مبتلا نہ ہو مگر ایک عالم کا راہ مار دیا بعد اس کے جو حکایات اولیاء اللہ کی مؤلف نے لکھی ہیں اولاً تو یہ حکایات تحت شرعیہ مثبت حکم کی نہیں خصوصًا باب عقائد میں پس ان حکایات کو قبول کر کے نصوص کا رد کرنا کسی جاہل سے بھی متوقع نہیں چہ جائیکہ عالم سے اور بعد تسلیم کے جواب یہ ہے کہ ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضور علم حاصل ہو گیا، اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرماوے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیے اور ثبوت

[1] ہر شے کو گھیر لینا [2] فائدہ حاصل کیا [3] ثابت کرنا [4] کم زور،

Marfat.com

تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے کہ تمہارے استدلال کے موافق تو چاہیئے یہ سب محدث اور فقہا باعث اعتقاد حضور ہر جائے ملک الموت اور ابلیس کے بانیان محفل مولد شریف کی بہ نسبت زیادہ تر مشرک ٹھیریں معاذ اللہ ع برین عقل و دانش بباید گریست اہل حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہر محفل میں روح مبارک آتی ہے ہاں یہ دعویٰ ہے کہ اگر کسی کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ مشرک نہیں لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔ قولہ۔، ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا جائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور رسوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے اس کا مضائقہ نہیں فقط و اللہ تعالیٰ اعلم، رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اقول۔، اس عبارت کی رکاکت مبانی و سخافت معانی دل میں شبہ ڈالتی ہے کہ یہ کلام مولوی رشید احمد صاحب کا نہ ہوگا، اول یہ کہ جواب مطابق سوال چاہیئے، سائل پوچھتا ہے کہ یہ امور بحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے کہ نہیں آپ نے جواب میں ایک حدیث بھی نہیں لکھی نفیاً و اثباتاً دوسری یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں جائز ہے یا نہیں یوں نہیں

ہو جانا نص سے واجب ہو مگر سوء فہم مؤلف کا قابل تماشہ ہے کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلا کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اب ظاہر ہو گیا کہ کوئی محدث و فقیہ و صوفی و متقی مشرک نہیں مگر جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے اور ان عبارات اور روایات سے حجت اپنے دعویٰ بے سرو پا کی لانا محض کوتاہ فہمی مؤلف کی ہے ورنہ اس میں کوئی دلیل دعویٰ مؤلف پر نہیں کما لا یخفیٰ قولہ اہل حق پر واضح ہو الخ اقول۔ اگر دعویٰ مؤلف کا بالکل غلط اور ان دلائل سے کچھ ثبوت مدعی مؤلف کا نہیں ہوا اگر مؤلف اپنے زعم فاسد میں اس دعویٰ کو ثابت جانتا ہو پھر اس پر عقیدہ نہ کرنا تحت نادانی بلکہ بیدینی ہے کہ جس امر کو حق جانے اور دلائل سے ثابت پہچانے اور خلق کو اس پر دعوت اور فقرا دیوے پھر آپ کیوں اس کا دعویٰ نہ کرے اور عقیدہ نہ ٹھیراوے شاید خود مؤلف کو بھی ہنوز اس امر میں تردد ہے اور محض نفسانیت سے اپنا لاعلم و لافہم ہونا ظاہر کر دیا نظر نہ تھا گو خلق گمراہ ہو تو کیا حرج ہے معاذ اللہ،،

حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی کے جواب کے رد کا رد | قولہ لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ قولہ اس عبارت کی رکاکت

الخ اقول خود مؤلف لمعہ ثانیہ شرح سوال میں لکھ چکا ہے کہ سائل نے حصر کر دیا دین کو حدیث میں یوں پوچھنا چاہیئے کہ شرع میں جائز ہے یا نہیں الخ تو ہرگاہ کہ فقط حدیث سے جواب طلب کرنا مؤلف کے نزدیک معیوب ہے تو اب یہاں حدیث سے طالب جواب کو حدیث سے جواب دینے میں طعن کیوں کیا جاتا ہے؟ مؤلف صاحب کسقدر خواب خرگوش میں ہیں کہ سائل پر تو یہ طعن ہے کہ تو نے یہ بیجا کام کیوں کیا کہ یہ لکھا کہ جواب حدیث سے لکھو، حجت شرعیہ حدیث میں حصر نہیں اور مجیب نے جو اس کی اس قید کو لغو جان کر جواب حجت شرعیہ سے دیا اور حدیث کی قید کا التفات نہ کیا، تو مجیب پر طعن ہے مؤلف کو اپنا مقولہ بھی یاد نہیں رہتا تو کسی کا قول در روایت کیا یاد رہے گی معہذا سائل یہ کہتا ہے کہ حدیث سے جواب دو یہ نہیں کہتا

اے بے علم و بے فہم ملے غفلت

Marfat.com

پوچھتا، کہ مجلس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر اشعار پڑھیں، اب دیکھیے اصل سوال کا جواب نادارد اور اپنی طرف سے ایک شاخ لگا کر یہ جواب دیا کہ خطاب فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر حاضر ناظر جان کر کرے دیکھیے سوال دیگر اور جواب دیگر مفتی صاحب کی تحریر سے یہ بات تو اشارۃً معلوم ہوئی، کہ اگر کوئی آدمی حاضر و ناظر نہ جانتا ہو فقط شوق و محبت میں مخاطبانہ اشعار پڑھتا ہو وہ کفر نہیں لیکن پھر یہ بات کہ یہ خطاب حرام یا مکروہ یا مباح یا مستحب ہے کس حکم میں وہ مخاطبانہ اشعار داخل ہیں اور جائز ہے یا نہیں یہ اس کا اصل سوال تھا اس کا جواب مفتی صاحب کے پیٹ میں رہ گیا یہ فتویٰ نویسی کیا ہوئی حکم افتا، چاہیے کہ تشریح و توضیح سے ہووے نہ یہ کہ اصل مدعا سائل بھی مفتی کی ذلیل[1] نوک زبان تک نہ آوے تعجب کی بات ہے۔ کہ سائل نے فاتحہ اموات کو بھی مع تعینات پوچھا تھا اور محفل مولود و مدح خوانی کو بھی مع تعینات مفتی صاحب نے فاتحہ کی تعینات کو خلاف سنت فرما کر اس کو تو لکھدیا البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے اور محفل مدح خوانی سے ایسا بغض کہ اس کو کرنا گناہ اور اس میں شریک ہو جانا بھی گناہ بلکہ اپنی طرف سے ایک شاخ حاضر و ناظر کی لگا کر کفر تک نوبت پہنچائے اور یہ سب مذمت کر کے اس قدر منہ سے نہ نکلا کہ مدح خوانی رسول اللہ علیہ وسلم بغیر ان قیود کے درست ہے جس طرح اموات کے واسطے لکھا تھا کہ بلا قید روا ہے آدمی مسلمان ہو کر اگر اپنے شفیع محشر کی نعت اور مدح خوانی کو بلا قید بھی مباح نہ جانے پھر اس کے ایمان کا کیا ٹھکانہ اور ملا مفتی ہو کر فتویٰ

کہ جواب میں حدیث کی عبارت بھی نقل کریں پس اس کی خواہش کے موافق جواب سوال کا حدیث سے ہی دیا گیا کہ مجیب کا مستخرج احادیث سے ہی تو ہے جس سے سائل کی تسکین ہو گئی اگر مؤلف کو کچھ تامل و تردد ہے تو اس رسالہ براہین قاطعہ سے اب دریافت ہو جائے گا کہ مجیب کا جواب کیا عمدہ وجہ سے مستخرج احادیث صحاح سے ہے اب نو چہارم میں واضح ہو جاتا ہے فقط قولہٗ دوسری یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے الخ اقول پہلے گذر چکا ہے کہ خطاب گاہ بوجہ حاضر جاننے کے ہوتا ہے گاہ بغیر اس کے اور خطاب کا موضوع لہٗ[2] حاضر ہی ہے گو مجازاً دوسرے معنی بھی ہوں میزان پڑھنے والا بھی جانتا ہے اور یہ بھی گذر چکا کہ سائل عوام جہال[2] کے عقیدہ کو جانتا ہے کہ حضور کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اصل سوال اس کا یہ ہے اور دوسری شق مقصد اصلی نہیں لہٰذا شق اول کی پہلی صراحت ضرور ہونی چاہیے تھی اور دوسری شق مجیب صاحب کے نزدیک مراد سائل کی نہ تھی، لہٰذا جواب میں صراحت نہ کی مگر مؤلف صاحب سے عجیب ہے کہ ندا میں ان کے نزدیک بھی دو احتمال ہیں خود مؤلف نے شرح سوال میں خطاب و ندا ر حاضر جان کر کرنے کے جواب میں اپنا پیٹ بھرا اور جواب کو دل سے نوک زبان پر نہ لائے یہاں سے معلوم ہوا کہ مؤلف صاحب کی ایک شق حضور کا جواب مضمر کرنے کی یہ وجہ تھی کہ مقصود سائل کا دوسری شق سمجھ گئے تھے، پھر اب مولوی صاحب پر کیا وجہ اعتراض کی ہے مولوی صاحب نے تو لفظاً اگر لگا کر مفہوم سے دوسری شق کا شریک ہونا تلا بھی دیا آپ نے تو مطلقاً جائز لکھدیا اور شرک کا حصہ شکم میں رکھ لیا مگر یہاں درست ہے؟ آپ تو حضور کو واقعی اور جائز ہی جانتے ہیں قریب ہی ذکر ہو چکا لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا عجب اعتراض ہے کہ اپنے گھر کی خبر نہیں دوسروں پر اعتراض فقط۔ قولہٗ تیسرے یہ الخ اقول یہ اعتراض محض کم فہمی مؤلف سے پیدا ہوا سنو کہ سائل کا سوال مجلس مولود ہیئت کذائیہ[3] کا اور ایصال ثواب ہیئتہ کذائیہ ہی کا تھا جیسا کہ مؤلف بھی معترف ہے سو جواب دونوں سوالوں کا تمام ہو گیا مگر چونکہ مجیب کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کوئی کم فہم مطلب سمجھ کر ایصال ثواب کو مطلقاً منع جان جاوے گا تو خیر کثیر مقصود شارع کا بند ہو جاوے گا لہٰذا اصل ایصال ثواب کے جواز کی تصریح کر دی اور مولود کی مجلس بند ہونے میں کوئی حرج نہیں، جیسے چھ سو برس تک نہ نکلی تو کوئی حرج و نقصان فی الدین نہ تھا اگر اب بھی بند ہو جاوے تو کیا حرج ہے اور ایسی مزید اور بدعت منع کرنے سے بھی موقوف نہیں ہوتی لہٰذا اس کو اگر ذکر نہ کیا جاوے تو مناسب ہے بخلاف صدقہ کے اموال کی

---

[1] ذلیل ۔۔ [2] جاہل کی جمع [3] موجودہ حال ۱۲

Marfat.com

کی عبارتیں لکھیں اور اتنے حرف لکھنے میں کہ مدح خوانی فی نفسہ مباح ہے، کوتاہ قلمی کریں یہ کیا دیانت اور انصاف ہے، چوتھے، یہ کہ سائل نے پوچھا تھا کہ محفلِ میلاد اور فاتحۂ اموات اور رسوم میں قرآن اور کلمہ طیبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اس کا جواب یہ لکھا کہ سب ہنود کی رسوم ہے بھلا کون بے وقوف کہدے گا کہ محفل مولد شریف اور قرآن اور فاتحہ اور کلمہ پڑھنا ہندوئوں کی رسم ہے ہاں بعضے کم فہم اس طرح تو کہدیا کرتے ہیں کہ رسوم میں مشابہت ہنود کی لازم آتی ہے حالاں کہ وہ بھی باطل ہے چنانچہ ہم لمعات اور انوار آئندہ میں تحقیق کریں گے پانچویں یہ بات کہ انہوں نے جو یہ جملہ لکھا ہے کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے اس کی ترکیب از روئے قاعدہ یہ ہوئی کہ لفظ یہ سب مبتدا اور ہنود کی رسوم خبر اور ہے حرف ربط، اب دیکھئے مبتدا میں معنیٰ جمع کے موجود یعنی یہ سب اور لفظ رسوم خود جمع رسم کی پس مبتدا بھی جمع اور خبر بھی جمع حرف ربط یعنی لفظ ہے واحد کیوں ہے، قاعدہ کی رو سے یہ چاہئے تھا، کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہیں چھٹے بات یہ کہ جب ان کے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحب نے مسائل خلافی میں مہر لگانے سے منع کردیا، جیسا کہ نور دوم کے لمعہ اولیٰ میں گذرا پھر کس طرح خیال میں آوے کہ وہ شیخ کی حکم عدولی کریں، اور اگر کوئی یہ لکھنے لگے کہ یہ مسائل خلافی نہیں بلکہ یہ تو بالاتفاق ممنوع ہیں، تو ہم اس آدمی کو نہایت درجہ کا بے حیا زبان زور جانیں گے اس لئے کہ فاتحۂ اموات اور محفل میلاد شریف مع قیود شیرینی وقیام ومدح وسلام وغیرہ جس طرح کہ اب رائج ہیں، اسی ہیئت کے جواز میں

محبت خود مانع ہوتی ہے وہاں تصریح کرنا مناسب تھا اگر کوئی حدیث وفقہ کو جانتا ہے وہ معلوم کرے گا کہ شارع علیہ السلام اور فقہا اور کی اتباع جس امر میں شائبہ[1] لذت دیکھتے ہیں ان کو سرے سے بند کرتے ہیں ورنہ قید کے ساتھ منع کرتے ہیں، اگر مؤلف صاحب کو کچھ تفقہ[2] ہوتا تو شاید اس نکتہ کو سمجھتے، مگر جس کے دل میں فہم کی رغبت وحصہ ہی نہ ہو محض نقل الفاظ سے ہی کام ہو وہ معذور ہے قولہ چوتھے یہ الخ اقول یہ مؤلف کے کمال فہم کی دلیل ہے کیوں کہ جواب محفل مولود کا تمام ہوچکا پھر دوسرے سوال کا جواب شروع کیا بقولہ اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم[3] بھی، سو اس فاتحہ اور سوم کی نسبت لکھا ہے، کہ رسم ہنود[4] ہے کیوں کہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھکر اشلوک گوانے ان کا ہی دستور رہا ہے، پس کون بیوقوف کہدے گا کہ یہ جواب محفل میلاد کا ہے اور کون احمق سمجھے گا کہ مولوی صاحب نے قرآن وکلمہ کو رسم ہنود کہا ہے بلکہ اس اجتماع روز سوم اور کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھانے کی ہیئت[5] کو کہا ہے باقی مشابہت کا جواب ہم بھی آپ کی تحریر کے وقت لکھیں گے، اور آپ کی کم فہمی ظاہر کردیں گے فقط قولہ پانچویں الخ اقول یہ مؤلف صاحب کا کمال علم رکاکت[6] لفظی کا اظہار ہے قطع نظر اس کے کہ یہ ترکیب درست ہے، ایسے فضول مواخذہ کا جواب بھی فضول ہے یہ محض عناد کینہ ہے کیونکہ اس طبع میں چند غلطی کاتب کی موجود ہیں اس سے زیادہ کہ ناظر پر کچھ مخفی نہیں پھر اس کو تحریر فرمانا کمال ہی کینہ کی وجہ ہے، جواب اس کا پہلے بھی حسن علی کے اعتراض میں گذر چکا پھر بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اب مؤلف صاحب تمام مصنفین ہدایہ شرح وقایہ کنز اور مشکوٰۃ بخاری وغیرہ کتب حدیث اور خود قرآن شریف پر بھی اعتراض غلطی عبارت اور رکاکت لفظی کا فرمادیں تو مناسب ہے اسمیں غلغلہ[7] بلاغت مؤلف صاحب کا ثبت ہوجاوے گا فقط قولہ چھٹے الخ اقول یہ محض افترا ہے ان کے حضرت مرشد سلمہ نے ہرگز ان کو اس امر سے منع نہیں کیا، اس کا جواب شکایت مولوی محمد یعقوب صاحبؒ مرحوم میں گذرا مگر ہاں مؤلف بھی مریدان کے مرشد کا ہے، اور اس کو ان کی مخالفت سے ان کے مرشد نے منع فرمایا تھا، چوں کہ وہ سراسر خلاف امر اپنے مرشد کے کرتا ہے دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، ایک تو یہ کہ کمال کذب دوسرے مؤلف اپنے مرشد کو اس سالہ میں

---

[1] شبہ [2] فقہ دانی [3] رسم کی جمع [4] ہندو کی جمع [5] حالت [6] کمزوری

Marfat.com

دھلی اور بداؤں اور الہ آباد اور کلکتہ اور حرمین شریفین وغیرہ عالموں کے فتاوٰی موجود ہیں بالاتفاق ممنوع ہونے کے کیا معنے؟ ساتویں بات یہ کہ مولوی رشید احمد صاحبؒ کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی ربیع الاول میں مولد شریف کرنے کی بابت رسالہ شفار السائل میں لکھتے ہیں، "وحق آن ست کہ نفس ذکر ولادت صلے اللہ علیہ وسلم وسرور فاتحہ نمودن یعنی ایصال ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است چنانچہ شیخ ابن حجر مکی و شیخ عبدالحق دہلوی وغیرہما تصریح نمودند اگر چیزہا دیگر منضم شوند کہ خلاف شرع ہستند پس البتہ ممنوع خواہد بود مثل مراثی وسرود خوانی الیٰ آخرہ۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ان کے استاد مرثیہ اور سرود خوانی کو تو منع فرماتے ہیں، لیکن شیخ عبدالحق اور ابن حجر کے تابع اور موافق ہو کر محفل مولد شریف اور تقسیم شیرینی وغیرہ بقصد ایصال ثواب روح مبارک اور اظہار سرور کرنا موجب سعادت انسان لکھتے ہیں اب خیال فرمایئے کہ یہ کیا سعادت مندی ہوئی، کہ استاد تو اس کو موجب سعادت اعتقاد فرمادیں اور شاگرد رشید اس کو گناہ قرار دیں اور خواہی نخواہی اس کی شاخیں نکالکر کشاں کشاں کفر تک بھی نوبت پہنچادیں۔" آٹھویں بات یہ کہ جب سائل نے استفتار میں یہ سوال درج کیا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم

لکھتا ہے کہ ہم بھی ان سے ملے ہیں، چنانچہ شکایت اولی مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم میں لکھا ہے اور یہ لفظ ناسعادتمندی کا ہے کتب فقہ میں ہے کہ جس نے اپنے باپ کو قریب کہا وہ عاق[١] ہے۔ پس استاد پیر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ میں شمار ہوگی ہر عاقل جانتا ہے، اور مؤلف نے جو کچھ اپنے استادوں کی شان میں اس رسالہ میں لکھا ہے وہ سب لوگ ملاحظہ فرمادیں قولہ ساتویں الخ اقول استاد کی تقلید[٢] کا حکم مولوی رشید احمد صاحب مدظلہ کو تو اس زور وشور سے دیا جاتا ہے گویا فرض ہے اور مؤلف خود اپنے استادوں کا اسقدر مخالف کہ اتباع کجا سب وشتم ان کے عقیدہ پر کرتا ہے مگر خیر مؤلف کا تو مثل روافض کے قدیم ردیہ ہے کہ کرنا کچھ اور کہنا کچھ مؤلف کو مبارک رہے مگر فرض کیا کہ شاہ عبدالغنی صاحب کی رائے مؤلف کے موافق تھی اور مجیب نے مخالفت اس مسئلہ میں اپنے استاد کی کی۔ مگر مخالفت علمار کی اپنے استاد سے کسی جزئی مسئلہ میں کوئی امر جدید نہیں جو مؤلف کو محل نقصان ہو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ امام ابو حنیفہ کی بہت جزئیات میں خلاف پر ہیں، اور آجتک یہ امر جاری ہے پھر یہاں اس قدر غیظ مؤلف کا محض سینہ کا کینہ ظاہر کرنا ہے ورنہ ان مقتدایان پر بھی اعتراض کرنا لازم والا جو وہاں تاویل کرتے ہو یہاں بھی کرنا تھا بعد اس کے سنو کہ اس وقت کی مجالس مولود میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تھا، اور نفس ذکر ولادت کو مجیب اور کوئی عالم منع نہیں کرتا، اس وقت کی محافل میں اگر کوئی امر مباح اتفاقی تھا اس پر تاکد کا گمان نہ تھا، اب جو قلوب عوام میں تاکد و وجوب راسخ ہوا تو مکروہ ہو گیا گاہ کوئی امر ہوتا ہے اور علمار کو اس وقت اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے، اور مآل کاری مفسدہ پر دھیان نہیں ہوتا تو اس وقت جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور پھر آخر میں اس میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے تو اس وقت ممنوع ہو جاتا ہے پس تعامل ان لوگوں کا موجب جواز نہیں ہوتا البتہ قرون ثلثہ کا تعامل ہو جاتا ہو معہذا خود امر منصوص مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہو جاتا ہے جیسے صلوٰۃ ضحی کہ تداعی واہتمام سے مساجد میں ادا کرنے سے صلوٰۃ ضحی مستحب کو حضرت ابن عمرؓ نے بدعت فرمادیا تو بس شیخ عبدالحق اور ابن حجر کی تحریر سے اس حالت موجودہ میں یہ محفل مروجہ ہرگز جائز نہیں ہوسکتی گو اس وقت بھی مباح تھی اور شاہ صاحب کا بھی یہی منشار اور مراد ہے اگر مؤلف کو فہم ہوتا تو سمجھتا پس مخالفت شاہ صاحب کی ہرگز نہیں ہوئی، اگرچہ مؤلف فہم سے عاری مخالفت جانتا ہے قولہ آٹھویں الخ اقول پہلے بھی گذرا اب پھر لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ علم غیب تو خواہ کوئی ایسے اشعار پڑھے شرک ہے

١ نافرمان حقوق ولایت سے محروم ٢ پیروی ٣ مضبوط ٤ انجام کار ٥ عمل کرنا ٦ چاشت کی نماز۔

Marfat.com

اشعار میں مخاطب حاضر ہوں تو مولوی رشید احمد صاحبؒ اس میں فکر کرتے، کہ ایسے اشعار جنمیں یارسول اللہؐ یا نبی اللہؐ خطاب حاضرانہ موجود ہو، ہمارے بزرگوں نے تصنیف کئے ہیں یا نہیں پھر اپنے مرشد کا قصیدہ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ کا قصیدہ یاد کرکے بیشک لکھدیتے کہ ایسے اشعار جائز ہیں اس وقت ہم کو لازم ہوا ہے کہ مولوی صاحبؒ کے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا قصیدہ پڑھکر سنا دیں قصیدہ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یارسول اللہ: مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یارسول اللہ: کرور وں منوں سے میری آنکھو نکو نورانی: مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یارسول اللہ اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں: بس اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یارسول اللہ: پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں نا خدا ہو کر مری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہؐ: اگرچہ ہوں ناقابل و ہاں پر امید ہے تم سے: کہ پھر مدینہ میں بلاؤ... یارسول اللہؐ جہاز امت کا حق ذکر دیا ہے آپ کے ہاتھوں: بس اب چاہو ڈوباؤ یا تراؤ یارسول اللہؐ: پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو

بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یارسول اللہؐ

یہ قصیدہ جس وقت حاجی صاحبؒ حج کرکے ہندوستان میں تشریف لائے تھے تب اشتیاق میں فرمایا تھا چنانچہ یہ مضمون ایک مصرع کا صاف ہے ع کہ پھر مجکو مدینہ میں بلاؤ یارسول اللہ: غرضکہ یہ ندائے یارسول اللہ اور یہ مدد مانگنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو اس قصیدہ میں ہے یہ سب ملک ہندوستان سے خطاب، واستمداد کیا گیا ہے اور مقبول بھی ہوا چنانچہ پھر حاجی صاحب بلائے گئے اور زیارت مدینہ سے مشرف ہوئے اور تعریف جناب حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی محتاج بیان نہیں مختصر بات یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی جو ضلع سہارنپور میں مشہور و معروف ہیں، جناب حاجی امداد اللہ صاحب ممدوح کی اس طرح تعریف لکھتے ہیں۔ اشعار بحق مقتدائے عشق بازاں: رئیس و پیشوائے جانگداز اں: امام راست بازاں شیخ عالم: ولی خاص صدیق معظم: شہ والا گہر امداد اللہ: کہ بہر عالم است امداد اللہ: یہ اشعار مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے شجرہ منظومہ صابریہ میں لکھے ہیں جو قصائد قاسمی کے آخری اوراق مطبع عین الاخبار مراد آباد میں مطبوع ہوئے ہیں، بھلا یہ بات کیونکر ممکن ہو اور کس طرح خیال میں آوے کہ مولوی رشید احمد صاحب ایسے اشعار کا پڑھنا کفر قرار دیں اور خود ان کے مرشد شیخ عالم صدیق معظم عین حالت غیبوبت میں خطاب حاضر یارسول اللہؐ اور ندائے یارسول اللہؐ شوق میں پکار کر پڑھیں اور مدد چاہیں نیز اسکے پیر بھائی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے خطاب حاضر یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کریں اور مدد مانگیں چنانچہ شعر ان کا قصائد قاسمی مطبوعہ مراد آباد کے صکہ میں یہ ہے تیرے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار، اور صفحہ ۸ میں ہے ؎ اگر جواب دیا بے کسونکو تو نے بھی تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار: کروڑوں جرم کے آگے یہ نام اسلام، کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے بیکار، بہت دنوں سے تمنا ہے کیجیے عرض حال: اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار: مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار: بد اب دیکھیے جناب حاجی صاحبؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ یہ سب یارسول اللہ یا نبی اللہ کہہ رہے ہیں ان صاحبونکو تو خطاب حاضر کرنا جائز ہو اور دوسرے

اور شوق و محبت میں جائز اور سب مسلمان صلحاء و علماء پر گمان صالح ہے مگر خلوت میں یا مجمع خواص میں ایسے اشعار اگر ہوں تو اندیشہ نہیں اور جب مجمع فجار[1] و مبتدعین بدعقیدہ میں پڑھے جاویں گے تو عوام کو لاریب سخت ضرر ہوگا، لہٰذا باین وجہ منع اور مکروہ ہوا ہے اور یہی جواب کہ معلوم ہوتا ہے سو اس کی نظیر لانا اور استدلال میں ذکر کرنا محض کم فہمی ہے اور مؤلف صاحب پہلے ہرگز گمان علم حضور کا کسی کو نہ تھا، فقط بوجہ خرابی کے منع کیا جاتا تھا، مگر اب تو مؤلف نے خود کھیل کھیلا اور اپنے عقیدہ کا اقرار کردیا اب کیوں گردن پھیرتا ہے شیطان کے علم کی

[1] فاجر کی جمع

Marfat.com

اگر اس طرح کہیں تو وہ کافر ہو جاویں یہ کیسی بے انصافی ہے۔ یہ کہ ان دونوں صاحبوں کو یہ خیال کرنا کہ یہ تو حاضر نہیں جانتے اور دوسروں کو یہ گمان کرنا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جانتے ہیں اور یہ دونوں صاحب تو غلبۂ شوق میں خطاب کرتے ہیں۔ دوسرے آدمی یوں ہی بے ہودہ بکتے ہیں، یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے **نویں**: یہ بات کہ بہت مشایخ عظام ایسے گذرے کہ ان کو حضوری رسول اللہ صلے اللہ وسلم کی ہوئی تھی بعضوں کو ہر دم ہر گھڑی جیسا کہ ہم لمعہ رابعہ میں حال ابو العباس مرسی وغیرہ کا لکھ چکے ہیں اور آئندہ نور چہارم میں بھی بیان کریں گے اور بعضوں کو ہر دم نہیں ہوتی گاہے گاہے حضوری ہوتی ہے، پس ایسے لوگ یعنی جن کو حضوری میسر ہے وہ تو بیشک حاضر ناظر جان کر خطاب کریں گے حاضر کے معنیٰ موجود جب حضوری ہوئی تو موجود ہوئے اور جب موجود ہوئے تو ناظر بھی ہوئے ناظر کے معنے دیکھنے والا بھلا مفتی صاحب نے جو علی العموم بلا تخصیص استفتار لکھدیا کہ خطاب فخر عالم علیہ السلام کو جو حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے، یہ کیسا ستم کیا ہے۔ الاماں الاماں،، **دسویں بات** یہ کہ اس فتویٰ کے جواب میں مولوی رشید احمد صاحب محفل مولد شریف میں شامل ہونا گناہ فرماتے ہیں حالاں کہ وہ بذاتِ خود شریک محفل میلاد ہوئے، اور نیز ان کے مشایخ طریقت، تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب ڈپٹی عبدالحق رام پوری مولوی رشید احمد صاحب کو اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے گئے، وہاں یہ مولوی صاحب مع اپنے برادر طریقت حکیم ضیاء الدین صاحب محفل مولد شریف میں شریک ہوئے اور پیر مرشد ان کے جناب حاجی امداد اللہ صاحب ایام غدر سے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں تو وہ بارہا محافل میلاد شریف میں شریک ہوئے اور اب بھی ہوتے ہیں لیکن اب کم اس لئے کہ شدتِ ضعف پیری سے زیادہ بیٹھنا زیادہ کھڑا ہونا موجب تکلیف ہے اس سبب سے اگر خود حاضر نہیں ہوتے تو اور مرید طالب لوگوں کو اور اپنی عوض خاص اپنے برادر زادہ حافظ احمد حسین صاحب کو ارشاد فرما دیتے ہیں تم جاؤ اور پیر سید احمد صاحب پیر مولوی اسماعیل صاحب کے اور پیران پیر مولوی رشید احمد صاحب کے جب مکہ معظمہ جاتے تھے جہاں کا ناخدا سید عبدالرحمٰن حضرت مولیٰ تھا، اور معلم ان کا داؤد تھا جب جہاز ان کا قلعہ العفاریت یعنی لنکا سے کہ ایک مقام سخت تھا نکلا محفل مولد شریف ہوئی اور بعد اختتام شیرینی تقسیم ہوئی، کتاب مخزن احمدی جو مناقب سید احمد صاحب میں تصنیف ہو کر مطبع مفید عام آگرہ میں مطبوع ہوئی یہ کیفیت صـ۸۵ میں مرقوم ہے اب سید احمد صاحب کے پیر مرشد

دلیل سے مؤلف نے یہ عقیدہ پیدا کیا ہے اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ مرحوم اور حاجی امداد اللہ سلمہ کے اشعار کے ذکر سے مؤلف کو کچھ امداد نہیں ملتی لا حاصل ان کا ذکر کرتا ہے اور وجہ اس کی پہلے لکھی گئی، مگر مؤلف کی کم فہمی پر ہزار افسوس **قولہ نویں الخ** اقول ہر عاقل جانتا ہے، کہ کلام غائب کو حاضر جاننے میں ہو نہ حاضر کا خطاب حاضر کا کرنے میں سو یہ کلام مؤلف کا محض سفسطہ ہے قرینہ سیاق سباق کا اور دلالۃ الحال کلام میں ضروری ہوتی ہے اگر مؤلف اصول شاشی ۔۔۔ بھی پڑھا ہوا ہوتا تو ایسی بات منہ سے نہ نکالتا **قولہ دسویں الخ** اقول یہ کہانی محض غلط ہے اور افترا ایسے قصص قابل احتجاج نہیں ہوتے اور جناب حاجی صاحب کا جانا بھی غلط ہے اگر وہ تشریف لے گئے ہوں تو وہ ایسی محفل ہوگی کہ شرعاً مباح ہو خالی از منکرات[1] علے ہذا سید صاحبؒ مرحوم کا قصہ بھی ایسا ہی قصہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا قصہ صاحب تحفہ میں اوہام شیعہ در باب فرماتے ہیں کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے مؤلف صاحب ملاحظہ فرماویں اور شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل میں لکھتے ہیں کربلا اور دوادہ وغیرہ کا قصہ موسم میں بیان کرنا بھی آفات واعظین سے ہے پھر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی طرف یہ قصہ نسبت کرنا کسقدر بہتان ہے، حکایت کا مآل ایسا ہی ہوتا ہے کہ بے اصل اخبار شہرت

[1] ممنوعات کے وہم کی جمع۔

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی کا حال سنئے کہ کتاب ہادی المضلین اور نور العین وغیرہ سے لکھا جاتا ہے علیٰ ہذا محمد خان صاحب رئیس مراد آباد نے ان سے محرم میں بیان شہادت کربلا کا حال پوچھا تھا تو اس کا جواب بطور خلاصہ لکھتا ہوں شاہ صاحب نے جواب دیا کہ میں اس فقیر کے مکان پر سال بھر میں دو محفلیں ہوتی ہیں، محرم کے دسویں دن یا ایک دو دن پہلے قریب ہزار آدمی کم و بیش آتے ہیں، فضائل حسنینؓ بیان کرتا ہوں بعد ختم کے پنج آیۃ پڑھ کے جو کچھ پاس موجود ہوتا ہے اس پر فاتحہ کر کے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور بارھویں تاریخ ربیع الاول کے اسیقدر آدمی ہوتے ہیں حال ولادت شریف و رضاع و حلیہ بیان کر کے جو کچھ کھانا یا شیرینی ہوتی ہے اس پر فاتحہ دیکر تقسیم کر دیجاتی ہے، انتہیٰ کلامہ، اب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے استاد اور مرشد اور والد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا حال سنئے وہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں موافق تاریخ روز ولادت یعنی بارھویں ربیع الاول کو مولد شریف تھا حضرت کے آثار و عجائب معاملات کا جو وقت ولادت شریف ظاہر ہوئی تھی بیان ہو رہا تھا میں اس میں شریک ہوا اسمیں جو دیکھا تو انوار رحمت تھی اور انوار ملائکہ تھی یعنی وہ ملائکہ جو ایسی مجالس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھے ہیں، اب شاہ ولی اللہ کے پیران پیر جو چھٹے طبقہ میں شیخ المشائخ ان کے ہیں، یعنی مولانا جلال الدین سیوطیؒ جو مجدد اپنی صدی کے تھے وہ خود فرماتے ہیں یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہٖ علیہ السلام بالاجتماع والا طعام وغیر ذلک یہ عبارت سیرت شامی اور روح البیان وغیرہ میں مرقوم ہے، اب جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیر کے پیر شیخ ابن جزری مؤلف حصن حصین کا حال سنئے وہ بھی محافل مولود شریف میں شریک ہوتے تھے اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں ان کا کلام درباب ترغیب محفل مولد شریف منقول ہے ان کا خود یہ بیان کہ وہ بادشاہ مصر کی محفل مولد شریف میں شریک ہوئے اور خوش ہوئے حالانکہ اسمیں روشنی اور خوش الحان پڑھنے والے اور زیب و زینت وغیرہ قیود جو مفتیان فتویٰ انکاری کے نزدیک ناجائز ہیں وہ سب موجود تھیں، نور اول کے لمعہ ثانیہ میں ہم حال ان کا ملا علی قاری سے نقل کر چکے ہیں بھلا یہ بات کس طرح جائز ہو کہ مولوی رشید احمد صاحب کے مشائخ طریقت جن محفلوں میں شریک ہوں ان کو یہ خود گناہ اور کفر اور بدعت قرار دیں استغفر اللہ، ہم تو ایسا گمان ان پر نہیں لیجاتے ظنوا المؤمنون خیرًا اور جو کوئی نہ خواہی اس عبارت کو ان کے ذمہ لگا دے اور نشانہ اعتراض کا اس کو بنا دے اس کو اختیار ہے انا بری مما تعملون: لمعہ سادسہ نقل عبارت مولوی امیر باز خاں واعظ جامع مسجد سہارنپور: بعد حمد و الصلوٰۃ کے

پاجاتی ہیں اکثر وقایع شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور دیگر بزرگان کے ایسے ہی ہیں پس ایسی حکایات واہیہ قابل احتجاج اہل علم کی نہیں ہوتی اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا روز وفات کے مولد النبی میں جانا جو کچھ لکھا ہے وہاں سے مولد سے مکان ولادت مراد ہے فیوض الحرمین کی عبارت خود شاہد ہے نہ مجلس مولود مگر سلیقہ علمی مؤلف میں مفقود اور فہم مراد معدوم جو چاہا لکھ دیا اور علیٰ ہذا جلال الدین نے جو اظہار شکر قرأۃ قرآن و ذکر ولادت و اطعام طعام کو جائز فرمایا اس وقت میں کوئی محذور اس میں خلط نہ ہوا تھا نہ تشبہ کا خدشہ نہ تقیید اطلاق کا اندیشہ نہ وجوب مباح کا تردد تھا لہٰذا جائز فرمایا اب سب اباحت بکراہت متبدل ہوئی اور نوبت بہ بدعت پہنچی مجلس مروجہ بدعت ہو گئی حکم مباحات کا تبدیل زمان متبدل ہو جاتا ہے علیٰ ہذا جو ابن جزری سے منقول ہے اس پر حسن ظن ہی کیا جاتا ہے کوئی امر غیر مشروع اس میں نہ تھا اگر مؤلف نہ مانے اور اسراف کے درجہ کی روشنی وغیرہ کا اقرار کرتا ہے تو ابن جزری کے فعل سے ممنوع منصوص جائز نہیں ہو سکتا اور نصوص کے مقابلہ میں کسی کا قول اعتبار و التفات کے نہیں ہوتا پس شمار اسمار علماء کا کرنا محض لاحاصل ہے قولہ لمعہ سادسہ نقل عبارت

لے ممنوع ۲ے واقعہ کی جمع ۳ے بدلجانا ۴ے بے کار،

Marfat.com

ہو پیدا ہو کہ التزام مجلس میلاد بلا قیام وروشنی وتقاسیم شیرینی وقیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں وعلیٰ ہذا القیاس سوم وفاتحہ برطعام کہ قرونِ ثلثہ میں نہیں پائی گئی چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں، قال الطیبی فیہ من اصر علی امر مندوب وجعل عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ اومنکر وھٰذا محل تذکر الذین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونہ ارجح من الحضور للجماعۃ ونحوہٖ پس ایسے مقامات میں الغیا کیا عوام مومنین کو بھی شامل ہونا جائز نہیں ہے، ان امور کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں | محمد امیر باز خاں | قولہ بعد حمد والصلوٰۃ کے اقول سبحان اللہ دیکھنا آپ کی فصاحت کلام جب بعد الحمد والصلوٰۃ میں دونوں الفاظ ترکیب عربی سے متعرف باللام کئے گئے اضافت عربی پیدا ہو چکی اب لفظ کے کا لانا جو ہندی میں اضافت کے لئے آتا ہے کیا ضرور تھا ایک کلمۂ مرکب میں دونوں اضافتیں عربی وہندی کا جمع کر دینا آپ ہی کا کمال ہے یہ تو آغاز و ابتدا ہے ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا لیکن آپ ایک اس کا جواب معقول رکھتے ہیں کیونکہ آپ جامع مسجد کے واعظ ہیں فرماویں گے کہ مسجد کے ملا کو حسن ترکیب الفاظ سے کیا علاقہ قولہ التزام مجلس میلاد بلا قیام وروشنی وتقاسیم شیرینی وقیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں اقول ارباب تعیین کا اس عبارت سے مقصد حاصل ہوا اس لئے کہ جب بلا ان قیود کے ضلالت سے خالی نہ ہو تو مع ان سب قیود کے ضلالت سے خالی ہوگا پس چاہیئے کہ التزام اس مجلس کا مع القیود کیا کریں تاکہ ضلالت سے خالی ہووے لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپکا مطلب دلی تو یہ نہیں کیا کیجئے، عبارت کا بنانا نہ آیا مشکل یہ ہے کہ اردو عبارت کے لئے بھی متانت اور مادۂ علمی چاہیئے اگر آپ کو اپنے مطلب کے موافق عبارت بنانے کی طاقت ہوتی تو لفظ بھی بعد لفظ قیود لایعنی کا اضافہ کرتے یعنی التزام اس مجلس کا بلا قیود بھی ضلالت سے خالی نہیں خطا لفظی اگرچہ گناہ شرعی نہیں ہے لیکن اسلئے نصیحت کی گئی، کہ جب ہندوستانی ہو کر اپنی زبان میں بھی صحیح تکلم کی قدرت نہیں ہوئی، تو مبادا عام آدمیوں کو اعتقاد علمیت کا بھی اٹھ جاوے یا کوئی تمسخر کرے تو یہ شانِ علماء کے خلاف ہوگا پس یہ خطاء لفظی پر آگاہ کر دینا مبنی دین پر سمجھو اب ہم خطاء معنی پر مؤاخذہ کرتے ہیں، آپ کا جو یہ مدعا دلی ہے کہ یہ مجلس بلا قیود بھی ضلالت سے خالی نہیں، اپنی برادری کا اجماع بھی آپنے توڑ دیا، آپکے سب ہم مشرب تصریح کرتے ہیں، کہ حضرت کا تذکرہ بلا قیود - عبادت میں داخل ہے، آپ نے یہ قیاس کیا ہوگا، چونکہ میرا نام امیر باز ہے تو مجکو لازم بلند پرواز ہے وہ بات کہوں کسی نے نہ کہی ہو تو حضرت امور دنیا میں بلند پروازی اگر کرتے ہو کرو

مولوی امیر باز خاں الی قولہ اقول سبحان اللہ دیکھنا آپ کی فصاحت کلام الخ اقول مؤلف کا غایت علم مواخذات الفاظ ہے اور محصلین کے نزدیک یہ امر فضول ہے بھلا اگر متکلم اضافت کو اپنے کلام میں اعتبار نہ کرے تو کسی کو یہ جبر کرنا کہ یہاں اضافت ہے کس قدر لغو حرکت ہے مؤلف کو اپنے خطاہائے معنوی کی بھی خبر نہیں اوروں پر حرف لفظی دارو گیر ہے قولہ اقول۔ ارباب تعیین اس عبارت الخ اقول مؤلف دلالۃ النص اور مفہوم موافق با تعیین کو تو ہرگز جانتا ہی نہیں کہ کیا چیز ہوتا ہے ورنہ یہ اعتراض نہ کرتا کاش شاشی ہی پڑھ لیتا پہلے بھی اشارہ اس کا کیا ہے اب پھر لکھتا ہوں مجیب کہتا ہے کہ ہرگاہ کہ بدون قیام وروشنی وشیرینی یہ محفل جائز نہیں تو دلالۃً واضح ہوگیا کہ ان قیود کے ساتھ بطریق اولیٰ درست نہ ہوگی پس لفظ بھی کی کچھ ضرورت نہیں مگر مؤلف علم سے بہرہ نہیں رکھتا تفضیح اور تخطبہ مد نظر ہے اپنا فخر ظاہر کرنا اور نصیحت کا کاذب بہانہ اگر نصح منظور ہوتی تو بذریعہ خط دوستانہ خفیہ مطلع کرتا غرض مؤلف کی سب باتیں خلاف ہی خلاف ہیں قولہ اپنی برادری کا اجماع بھی الخ اقول مجیب کے برادران ذکر مولود کو مندوب کہتے ہیں بشرطیکہ تداعی واہتمام سے بھی خالی ہو ورنہ کراہت کے مقر ہیں مؤلف کے فہم پر افسوس ہے کہ سب

لے ذلیل کرنا ۲ غلطی پکڑنا ۳ نصیحت کی جمع ۴ اقرار کرنے والے۔

Marfat.com

دین میں فتنہ پردازی نہ چاہیے، کہ اجماع کے خلاف چلنا گویا دوزخ میں جلنا ہے من شذّ شُذّ فی النار باقی رہی یہ بات اگر آپ
التزام کو منع فرماویں سوامر خیر کا التزام یعنی بطور دوام کرنا شرع میں مطلوب ہو تحقیق اس کی قریب آتی ہے **قولہ** چنانچہ ملا علی قاری فرماتے
ہیں **اقول** آپ نے تین امر یعنی مجلس میلاد و فاتحات و سیوم کی برائی بیان کرکے فرمایا، چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں یہ آپ نے عوام کو سخت
دھوکا دیا کیوں کہ عوام یوں جانینگے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے ان تینوں کی مذمت کی ہے حالاں کہ ملا علی قاری مورد الروی میں محفل
مولود شریف کی تعریف کرتے ہیں مع تعیین بعینہ ربیع الاول اور التزام دائمی کی عبارت ان کی شروع دیباچہ میں یہ ہے۔ ؎ لہٰذا الشھر
فی الاسلام فضلٌ ؛ ومنقبت تفوق علی الشھور ؛ ربیع فی ربیع فی ربیع ؛ ونورٌ فوق نورٍ فوق نور ؛ اس سے فضیلت ربیع الاول
کی ثابت ہوئی، جس کو آپ قیودات لایعنی سمجھے ہوئے ہیں اور وہی ملا علی قاری بعد دو تین ورق کے فرماتے ہیں، لازال اھل الاسلام
یحتفلون فی کل سنۃ جدیدۃ ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکات کل فضل عمیم انتھی کلامہ تلخیصًا،
یعنی ہمیشہ سے اہل اسلام محفلیں کرتے ہیں ہر سال اور پڑھتے ہیں مولد شریف اور ظاہر ہوتے ہیں مولد شریف کی برکات سے ان محفل
والوں پر فضل عام اللہ تعالیٰ کے انتہیٰ، دیکھو التزام دائمی ہر سال کا اور باوجود مفید بقیود ہونے مولد شریف کے پھر بھی برکات اور
فضل الٰہی کا ظاہر ہونا کلام ملا علی قاری سے ثابت ہے اور شیخ محمد طاہر محدث مجمع البحار کے ثلث اخیر ص۵ میں ماہ ربیع الاول

کے کلام کو ناتمام ہی سمجھتا ہے پس مجیب شامل اپنی برادری کا ہے اور حق یہ ہے کہ شذوذ کا مضمون تو مؤلف ہی ہے کہ جمہور صحابہؓ
و تابعینؒ و تبع تابعین کے خلاف ہے۔ **قولہ** آپ نے تین امر الخ **اقول** علی قاری او طیبی کے قول میں یہ ہر سہ امور اور جملہ امور جو
اس کلیہ میں درج ہیں مفہوم ہیں اور عوام و خواص سب اس کو جانتے ہیں مگر جسکے دیدۂ بصیرت نہیں البتہ وہ نہیں جانتا۔ اب
رہا مورد الروی میں علیؒ کا مدح کرنا مولود کا اگر امور مباحہ بطور اتفاق اس محفل ممدوح میں ہیں اور اگر ذہن میں یا واقعی اس وقت
عوام کو کچھ ضرر اسمیں نہ تھا اور اصرار کا درجہ نہیں تھا تو یہ مدح خلاف مجیب کے نہیں اور کلیہ سے خارج ہے کیوں کہ مجیب نے التزام
و تداعی کو بدعت کہا ہے اور ان قیود کو بشرط اصرار یا ضرر عوام کے بدعت لکھا ہے لہٰذا یہ قول قاری کا سند مؤلف کی نہیں ہو سکتا اور اگر حسب
زعم مؤلف کے ایسا ہی تھا تو قول و فعل علی قاری کا خلاف قواعد مسلمہ شرع کے قابل تاویل نہیں البتہ یہ قول کلیہ ان کا معتبر اور موافق قواعد
شرع کے ہے اور اس کا خلاف رد ہو جاوے گا معہذا فضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اس ماہ میں ہونا کہاں سے لازم آگیا یہ فہم مجیب
مؤلف کا ہو بلکہ مجلس مروجہ ربیع الاول میں اشد کراہت ہونی چاہیے دیگر شہورؔ کی مجالس سے کیوں کہ زمانہ فضل میں معصیت شدید ہو جاتی ہے جیسا
رمضان میں مثلاً جمعہ اور شب جمعہ افضل ہو مگر سوائے ان عبادات کہ جو شارع نے اسمیں مقرر کر دی دوسری عبادت افضل نہیں بلکہ مردود ہے
لہٰذا افضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اس میں کرنا کس طرح جائز ہو گیا ۔ حسن مؤلف کے فہم پر آفریں ہے اور کیا کہوں دوسری عبارت
قاری کی بقولہ لازال اھل الاسلام الخ یہ دوام کی مورث ہے نہ التزام اصرار کو اور تاکد کو اور دوام عام ہے التزام سے اور وجود عام کا
بدون وجود خاص کے ہو سکتا ہے مثلاً حیوان بدون انسان کے اس کو ہر عاقل جانتا ہے پس اس سے التزام اصرار سمجھنا ہرگز عقل کی
بات نہیں پس مؤلف کے فہم پر عجب ہے اگر ایسا غوجی کبھی پڑھ لیتا تو یہ نہ لکھتا اور یحتفلون کے لفظ سے قیود مروجہ کا نکالنا بھی مؤلف کے ذہن
کی خوبی ہے ایسے مجمع میں مولود کا پڑھنا نکلا اور سب باقی امور مؤلف اپنے ذہن ناقص سے تراشی کرلاتا ہے اس عبارت میں ہرگز کچھ مذکور نہیں

لہ بے معنی شرائط و قیود ؎ پہلیوں ؎ منقسی

Marfat.com

کی تعریف لکھتے ہیں فانہ شہر امرنا باظہار الحبور فیہ ھل عام یعنی ربیع الاول ایسا مہینہ ہے کہ ہم حکم کئے گئے ہیں اس بات کا کہ خوشی اور اکرام ظاہر کیا کریں اسمیں ہر برس یعنی مولد شریف سال بسال کیا کریں اس سے بھی التزام دائمی ثابت ہے قولہ قال الطیبی الی قولہ و منکرا اقول یہ قول طیبی کا بھی مولد شریف اور سیوم اور فاتحہ وغیرہ کی بابت ہرگز نہیں بلکہ مشکوٰۃ شریف میں عبداللہ بن مسعود صحابیؓ کا یہ قول ہے انہوں نے فرمایا نہ کرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں حصہ شیطان کا کہ اعتقاد کرے نماز میں یہی واجب ہے کہ بعد سلام پھیر دینے کے نہ پھیرے مگر داہنے ہاتھ کی طرف سے اس واسطے کہ میں نے دیکھا ہے بہت دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ سلام پھیر کر پھر جاتے تھے اپنی بائیں طرف سے پس اس قول صحابی کی شرح میں طیبی نے ایک حکم اپنی عقل سے نکالا کہ جسکو امیر باز خاں نقل فرماتے ہیں فیہ من اصر علی مندوب الی آخرہ اس کلام طیبی کے معنی یہ ہیں کہ اس صحابیؓ کے قول میں دلیل ہے اس پر جو کوئی اڑ کر بیٹھ رہا ایک امر مستحب پر اور جان لیا اس کو واجب لازم اور نہ عمل کیا رخصت پر پس تحقیق پہنچا اس کام میں شیطان پھر کیا حال ہے اس کا کہ اصرار کرے بدعت اور خلاف شرع کام پر انتہی کلام طیبی، اب اہلِ اسلام کو فکر کرنا چاہیئے، کہ کہاں کا ذکر کہاں کی بات کیا دعویٰ کیا دلیل، اب ہم سے تحقیق اس کی سنو نماز کے بعد داہنی طرف

سبحان اللہ کیا فہم صائب ہے قولہ مجمع البحار کے صفحہ ۵۵ میں الخ اقول، اظہار الحبور کا ترجمہ کر کے مؤلف کہتا ہے یعنی مولود سال بسال کیا کریں، شرم نہیں کرتا اظہار سرور سے مولود کس طرح نکلا شاید حبور کا یہ ترجمہ کسی خانگی لغت کی کتاب میں مؤلف نے دیکھا ہوگا ورنہ ایسے معنی لا یعنی کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا اظہار کے معنی سرور کا ظاہر کرنا ہے جس کا شارح نے امر فرمایا نہ امور غیر مشروع کا کرنا اس عبارت سے کل کو راگ ناچ بھی مؤلف نکال سکتا ہے کیونکہ وہ بھی عرف فساق میں وقت سرور کے ہوا کرتا ہے معاذ اللہ، اب اگر کوئی مؤلف سے پوچھے کہ صاحب مجمع البحار کا یہ قول امرنا بالحبور کس نص سے ثابت ہے اور کون سی نص سے امر حبور کا ہوا ہے تو مؤلف کو اس کا اثبات بھی مشکل پڑ جاوے گا یہ دوسری کم فہمی مؤلف کی سنو کہ لفظ کل عام سے دوام ثابت ہوا نہ التزام اصرار تو خوش ہو کر مؤلف کا کہنا اس سے بھی التزام دائمی ثابت ہے محض کم فہمی ہے،

مولوی امیر باز خاں کے جواب کے رد کا رد | قولہ قال الطیبی الی قولہ و منکرا اقول یہ قول طیبی کا بھی مولود شریف الخ اقول یہ کمال نادانی مؤلف کی ہے اس واسطے کہ قرآن و حدیث و قول صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہی ہو فقہا کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اس کلیہ سے صدہا مسائل جزئیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں اس کا ہی امر تفقہ ہے سب ادنیٰ اعلیٰ اہل علم اس کو جانتے ہیں تمام بخاری وغیرہ کتب کے ابواب اس کے شاہد ہیں ایسا ہی طیبی نے اس قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کلیہ پیدا کیا اور پھر وہ کلیہ سب ابواب میں مفید حکم ہوا عبادات و معاملات میں اور خلاصہ کلیہ کا یہ ہے کہ حکم شارع کا اپنا محل و مورد پر قصر کرے اس کے درجہ سے تعدی نہ کرے اگر کرے گا تو تغیر حکم شرع کا ہو جاوے گا اور تغیر حکم شرعی کو ہی بدعت کہتے ہیں پس مؤلف کا فہم عالی کہ یہ کلیہ صلوٰۃ کا ہے کہاں مولود اور کہاں صلوٰۃ سبحان اللہ ایسے فہم پر تحریر کتاب ہے یہ نہیں جانتا کہ تعدی حد اللہ اور تغیر حکم شرع اسی سے ثابت ہوا اور تعدی تبدیل حکم سب جگہ بدعت ہے اور طرفہ یہ ہے کہ خود ہی تعدی کو اور تغیر کو ثابت بھی کرتا ہے کہ بدعت ہے مؤلف کی نہایت عجب التعجاب عقل ہے قولہ اب ہم سے تحقیق اس کی سنو الخ اقول مؤلف اس تحریر میں صاف اقرار کرتا ہے کہ داہنی طرف پھرنا سنت ہے اگر اس کو کوئی واجب اعتقاد کرے گا تو حکم شرعی بدلے گا یہ پہلی بات مؤلف کی ہے اور دوسری یہ کہ بائیں طرف پھرنا بھی سنت ہے تو جس کو تعین کرنے میں کراہت جیسے کی لازم ہووے گی تو سنت کراہت سے مبدل ہوئی یہ تبدیل حکم شرع کی ہوئی بہر حال تبدیل حکم شرع کی بدعت ہو گئی تو طیبی نے یہ قاعدہ نکال لیا کہ کسی حکم شرع کو تبدیل نہ کرنا چاہیئے، خواہ وہ حکم کسی باب فقہ

۱ گھر بلو ۲ فاسقوں کی اصطلاح ۳ نقہ دانی ۴ تجاوز ۵ بہت زیادہ قابل تعجب ۶ بائیں جانب

Marfat.com

پھر جانے سے جو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا اس میں دو باتیں خلافِ شرع تھیں، ایک تو یہ کہ داہنی طرف سے پھرنا
سنت ہے اگر اس کو کوئی واجب اعتقاد کرے گا تو ظاہر ہے کہ بدل دے گا حکم شرع کو دیکھو تمہارے عالم مسلم الثبوت مولوی قطب الدین
خاں صاحب اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں، سنت میں اعتقاد واجب ہونے کا نہ کرے انتہیٰ کلامہ، دوسرے یہ کہ جب عبداللہ ابن مسعودؓ
نے فرمایا کہ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف سے پھرتے دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف سے پھر جانا
بھی سنت ہے حالاں کہ جو شخص داہنی طرف سے پھر جانا واجب اعتقاد کرے گا اس کے نزدیک بائیں طرف سے پھرنا موافق قانون شرع کے
مکروہ تحریمی ٹھہرے گا کیوں کہ واجب کا ترک عمداً مکروہ تحریمہ ہوتا ہے پس اس کے اعتقاد کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی بائیں
طرف سے پھرنا جو کہ سنت تھا وہ مکروہ تحریمہ ٹھہرتا تھا ان دو قباحتوں پر صحابی موصوف نے منع فرمایا تھا کہ تم ایسے اعتقاد کرکے شیطان کا حصہ
یعنی گمراہی اپنے دین میں پیدا مت کرو ایسی تحقیق پر طیبی نے کلام صحابیؓ سے یہ بات عقل سے پیدا کی کہ جب مستحب کام کو واجب اعتقاد کرنے سے شیطان
کا حصہ ہو جاتا ہے تو بدعت اور خلاف شرع کو واجب مؤکد جاننے اور اس پر دائمی عمل کرنے سے کیوں شیطان کا دخل نہ ہوگا پس طیبی نے بدعت
اور خلافِ شرع امر کے واجب جان کر عمل کرنے پر انکار کیا ہے یہ تو نہیں لکھا کہ مولود شریف اور فاتحہ بدعت ہے اور خلافِ شرع ہے تم نے اس
کو آپ ہی آپ خیالی پلاؤ پکا کر بدعت اور خلافِ شرع تجویز کر لیا پھر اس کو طیبی کے کلام میں درج کر لیا، اللہ تعالیٰ ایسے مغالطات سے پناہ
دے اب بگوش ہوش سننا چاہیئے کہ جو التزام امر مستحب کو کلام طیبی سے ضلالت میں داخل کرتے ہو یہ امر بالکل لغو و خلافِ حق ہے ہم خاص
خیر القرون کے لوگوں میں اور نیز مابعد ان کے محدثین فقہا و مشایخ اولیا میں بہت امور مستحب اور مستحسن پر التزام ثابت کردیں گے لیکن ان کی
قصص نگاری میں طول ہے اس لئے ہم فقط رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد پر ختم کرتے ہیں بخاری اور مسلم میں حدیث متفق علیہ ہے

ہو عبادات عادات اخلاق و معاملات کوئی ہو اب نہایت تعجب ہے کہ مؤلف خود یہ کہہ رہا ہے اور پھر کہتا ہے کہ طیبی نے یہ تو نہیں کہا کہ مولود
فاتحہ بدعت ہے اور خلافِ شرع ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ ارے کور فہم[1] جب اس نے تغیر حکم شرع کو بالکل بدعت کہہ دیا تو فاتحہ مروجہ جو ایک
ہیئت کا ضرور جانتا ہے مباح سنت یا واجب ہی تو جانتا ہے اور علیٰ ہذا مولود کی ہیئت جو مکروہ ہے یا بدعت موجب ثواب اور مستحب
جاننا خود تغیر حکم شرع کا اس میں بھی موجود ہے پھر خاص نام مولود اور فاتحہ کا اس میں لینا کیا حاجت ہوئی۔ اور کلیہ میں کسی جزئیہ کا نام کہیں
ہوتا ہے جو یہاں نہ ہوا کس قدر بلادت[2] ہے۔ العظمۃ للہ۔ انسان کلی پر حکم صلوٰۃ و صوم وغیرہما کا ہے۔ عبد السمیع کا نام نہیں کہاں ہے کل کو انکار
فریضہ عادات کردینا کہ میرا نام اس میں کہاں ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ سچ ہے ایسی مغالطات سے حق تعالیٰ پناہ دیوے انہیں تو تمام
دین ہی برہم ہو جاوے گا۔ الحاصل کیا عجب معاملہ ہے کہ خود مؤلف تغیر حکم شرع کو ثابت کر رہا ہے اور آپ ہی اس قاعدہ کو بلا وجہ باب صلوٰۃ میں
مقصور کرتا ہے اور تغیر حکم شرع کی نفی میں بحث کر رہا ہے سبحان اللہ دعویٰ اور دلیل اور تقریر مؤلف کی عجائب خانہ میں پیش کرنے کے قابل ہے
کون التزام بدعت ہے اور کون جائز و مستحب ہے۔ | قولہ اب بگوش ہوش الخ اقول مؤلف کو تو کچھ خبر ہی نہیں کیا کہتا ہوں اس سب اس کی
تقریر ت استحباب کا دوام نکلتا ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ دوام اور التزام اصرار میں فرق ہے جو بدعت ہے وہ التزام بمعنی اصرار ہے اور جو مستحب
ہے وہ دوام بلا التزام ہے مگر مؤلف نے ایک مقدمہ اپنے ذہن سے تراش لیا کہ التزام بحوث عنہ[3] اور دوام دونوں ایک شے ہیں پس دلیل
بنا کر مدعی سمجھ لیا پھر گوش ہوش سے سنئے کہ التزام جس کو بدعت کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مباح یا مستحب کو واجب یا سنت مؤکدہ اعتقاد کرکے

[1] کم عقل، [2] کم فہمی [3] موضوع بحث،

Marfat.com

کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احب الاعمال الی اللہ ادومھا یعنی اللہ کو وہی عمل سب سے پیارا ہے جو سدا کو ہووے اور کبھی چھوٹے نہیں تمہارے نواب قطب الدین خاں صاحب اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بسبب اس حدیث کے برا جانتے ہیں اہل تصوف ترک اوراد کو جیسا کہ برا جانتے ہیں ترک فرائض کو اور ظاہر تر یہ ہے کہ یہ ترک اولیٰ ہو الیٰ آخرہ. اب دلیل کا تفاوت دیکھو کہ تم کلام طیبی سے التزام امر مستحب کو ضلالت ثابت کرتے ہو اور ہم مداومت اور التزام کو محبوب عند اللہ و عند الرسول ہونا خود صحیح حدیث رسول سے ثابت کرتے ہیں ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ؛ اور کاش تم غور سے دیکھو تو معلوم کرو کہ طیبی کا کلام خلاف حدیث نہیں کیوں کہ طیبی کی مراد یہ ہے کہ اس امر مستحب کو واجب من عند اللہ اعتقاد کر کے التزام کرے تو وہ باطل ہے اور اس بات پر یہ دلیل نہایت قوی ہے کہ جس قول صحابیؓ سے طیبی نے استنباط کیا ہے اس قول میں خود شارحین وجوب اعتقاد مراد لیتے ہیں بنا بر علیہ واجب ہے کہ کلام طیبی میں بھی وجوب اعتقاد مراد لیں یعنی جو کوئی مستحب کو واجب اعتقاد کر کے مداومت مثل واجب کرے گا وہ ضلالت ہے اور جبکہ اس فعل کو واجب نہیں بلکہ ایک امر حسن اور مستحب سمجھ کر مداومت کرے تو وہ نہایت محمود اور مقبول ہے، کما فی الحدیث. اس بنا پر سمجھ لو جو لوگ محفل میلاد شریف یا اپنی اموات کی ثواب رسانی کو فرض واجب اعتقاد نہ کریں بلکہ ایک امر خیر سمجھ کر تمام عمر کرتے رہیں اور کبھی نہ چھوڑیں شریعت میں وہ اور ان کا کام محمود اور محبوب عند اللہ ہو گا رسول سچے نے فرما دیا احب الاعمال الی اللہ ادومھا بلکہ اگر چھوڑ دیں گے تو وہ محل عتاب ہوں گے کہ تارک الورد ملعون یعنی جس نے ایک امر خیر اپنا ورد کیا پھر وہ اس کو چھوڑ دے تو وہ ملعون یعنی اللہ کی رحمت سے بعید ہوتا ہے قولہ ھذا محل تذکرۃ الذین الیٰ آخرہ اقول. اس کو آپ نے ظاہر نہ فرمایا کہ کس کا کلام ہے طیبی کا کلام تو علیٰ بدعۃ او منکر پر تمام ہو چکا جیسا کہ مولوی اسحاق صاحب نے اس

یا مثل مؤکدات سنت کے عملدرآمد کرے اور دلیل اس معاملہ کی یہ ہے کہ تارک پر اس کی مثل تارک واجب کے ملامت و شناعت ہو چنانچہ اب ترک مولود فاتحہ پر مشہور ہے اور اہتمام اس کے فعل کا واجبات جیسا ہو چنانچہ ظاہر و موجود ہے بعد اس کے جو طیبی کے قول کو مؤلف حدیث سے موافق کرتا ہے وہ خود لغو کلام ہو گئی اپنے فہم پر گفتگو کرتا ہے اور بس مگر یہاں مؤلف نے اقرار کر لیا کہ مؤلف کو واجب اعتقاد کر کے مداومت[2] کرے گا تو ضلالت ہے اور یہی مدعا مجیب کا تھا، مگر مؤلف مطلب نہیں سمجھا، دھوکے میں بول اٹھا ہے واجب جیسا معاملہ کرنا بھی واجب جاننا ہی ہوتا ہے

تارک الورد ملعون و صاحب الورد ملعون | **قولہ** اگر چھوڑ دیں گے تو محل عتاب ہوں گے الخ **اقول** نہ معلوم کہ تارک الورد ملعون کونسی حدیث اور کس کتاب کی حدیث ہے معاذ اللہ مؤلف کے استدلالات کس قدر پر زور بے معنی ہیں یہ اہل تصوف کا مقولہ صاحب الورد ملعون و تارک الورد ملعون اور اسکے ایک معنے مصطلحہ ان کے ہیں کہ اس کے بیان میں طول ہے اور کلام خارج بحث ہے مؤلف اس کو استدلال میں ذکر کر کے اپنا جہل ثابت کرتا ہے بھلا کہیں شرع میں وارد ہوا ہے کہ تارک مستحب کا ملعون ہوا استغفر اللہ مؤلف کو کچھ آگے پیچھے کی خبر نہیں رہی اب تمام دنیا کو ملعون بنایا اور ترک مستحب کو حرام ٹھہرایا کیوں کہ لعنت حرام کام پر ہی ہوتی ہے تبدیل حکم شرعی کا کر کے خود مبدلین میں داخل ہوا اپنی تبدیل حکم کو حرام ثابت کیا ہے پھر جس کا انکار تھا اس کا اول اثبات کیا اور پھر اس کو اپنا ہی عقیدہ بنا لیا، الٰہی توبہ یہ ہذیان کہیں کسی سے نہ سنا ہو گا مگر ہاں اس قول کا دوسرا فقرہ کہ صاحب الورد ملعون جو ہے اس کے سبب فعل مستحسن کرنیوالوں کو اور فعل مولود کرنے والوں کو بھی مؤلف محل عتاب بنا دے تو شایاں اس کے علم و عقل کو ہے معاذ اللہ تعالیٰ کیسی کج فہمی ہے **قولہ** اقول اس کو ظاہر نہ فرمایا الخ **اقول** یہ فقرہ خواہ کسی کا ہو مطلب مجیب کا تو علیٰ بدعۃ او منکر تک کی عبارت سے واضح ہو لیا تھا کیوں کہ انکار طیبی وغیرہ

[2] امور تاکیدی کی ہمیشگی سے تبدیلی کرنے والے.

Marfat.com

قدر عبارت طیبی کی لکھ کر آگے لکھدیا ہے انتہی، اوران کے شاگرد مولوی قطب الدین خاں صاحب نے بھی ترجمہ مشکوٰۃ میں اسی قدر بیان کیا ہے
اب یہ قول جو چلا کہ ھذا محل تذکر الذین یصرون الیٰ آخرہ خود معلوم نہ ہوا کہ کس کا ہے بہر کیف یہ قول اگر آپکا ضمیمہ الحاقی ہے یا کلام قاری رحمۃ
اللہ علیہ کا ہے یا طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم کو کچھ مضر نہیں اس لئے کہ وہ انکار فرماتے ہیں ان لوگوں پر جو سیوم کے کرنے کو جمعہ و عیدین اور فرائض
پنجگانہ کی جماعت میں حاضر ہونے سے زیادہ تر موکد اعتقاد کریں چنانچہ ان کی یہ عبارت آپ ہی نقل فرماتے ہیں یرونہ ... من الحضور للجمعۃ والجماعۃ
افسوس عبارت نقل کریں اور معنی نہ سمجھیں اے حضرت اسمیں کسکو کلام ہے کہ ایک امر خیر اور کار ثواب ہو کہ مستحب ہو جو کوئی اس کو واجب یا واجب سے بھی زیادہ
اعتقاد کرے گا لابدا[1] اس کے حق میں منع کیا جاوے گا کیونکہ اس نے قاعدہ دین بدل دیا کہ مستحب کو واجب اعتقاد کرلیا لیکن یہ بات تو اس عبارت منقولہ
جناب سے سمجھی گئی کہ جو لوگ اس اجتماع سیوم کو جماعت کی نماز پڑھنے سے زیادہ تر موجب اجر نہیں سمجھتے وہ اس قاعدہ منع میں داخل نہیں ہیں پھر کیوں
آپ حکم مناہی[2] کا علی العموم دیتے ہیں قولہ پس ایسے مقامات میں اتقیا تو کیا عوام مومنین کو بھی شامل ہونا جائز نہیں الیٰ آخرہ اقول فاسق آدمی
اور مبتدع لوگوں پر کتب فقہ و عقائد میں اطلاق لفظ مومن کا آیا ہے کافران کو بھی نہیں کہتے پس وہ سب اگرچہ متبع سنت اور متقی نہ ہوں
لیکن عوام مومنین میں عندالشرع داخل ہیں جب ان عوام مومنین کو بھی مجلس مدح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور محفل قرآن خوانی
لا الٰہ الا اللہ پڑھنے میں شامل ہونا جائز نہ ہوا تو شاید مولوی صاحب کے نزدیک یہ باتیں کفار کو جائز ہونگی جس طرح مولوی رشید احمد صاحب
کے فتوے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہیں سبحان اللہ ع مفتی نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے، اور اسی طرح مسئلہ سماع میں بھی فتویٰ
انکاری کے ص۸۵ میں آپنے (یعنی مولوی امیرباز خاں صاحب) بلند پروازی باقتضائے اسمی فرمائی ہے آپ مکتوبات مجدد الف ثانی سے
سند لاتے ہیں حکی عن ابی نصر الدبوسی عن القاضی ظہیر الدین الخوارزمی من سمع الغناء من المغنی وغیرہ او یری فعلاً
من الحرام فیحسن ذلک باعتقاد او بغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال الیٰ آخرہ اب دیکھئے اس روایت میں چار تعمیم ہیں ایک تو جملہ
من سمع الغناء میں لفظ مَن عام ہے یعنی جس کسی نے سنا غنا واضح ہو کہ فارسی میں سرود اور عربی میں غنا اور سماع ایک معنی میں مستعمل ہیں
اس اعتبار سے کہ گانیوالے کی منہ سے نکلتی ہے اس کو غنا کہتے ہیں اور چونکہ سنتے ہیں اس کو سننے والے اس اعتبار سے اس کو سماع کہتے ہیں
خلاصہ یہ کہ وہ غنا خواہ دنیادار مبتلائے نفس و ہوا بطریق لہو لعب سنے یا کوئی اہل غلبہ سکر و ہیجان[3] عشق الٰہی میں سنے آپ کی اس روایت
میں دونوں کا حکم ایک ہی ناجائز اور حرام کچھ فرق نہیں حالاں کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں
اور فقیہ شامی نے شرح درمختار میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور شرح سفرالسعادۃ میں اور ملاجیون نے تفسیر احمدی
میں فرق بیان کیا ہے بطریق لہو ممنوع اور اہل دل کے حق میں سکوت اور قاضی صدر بن رشید تبریزی نے دستورالقضات فتاویٰ فقہ حنفی میں
جس سے مولوی اسحاق صاحب بھی اپنی تصنیفات میں سند پکڑتے ہیں سماع کے حق میں یہ لکھا ہے، ولا تنکر لمن ... والسماع لا ...

علماء کا ان لوگوں پر ہے کہ ان رسوم کو مثل جمعہ اور جماعت و عیدین کے اہتمام و ملامت میں بناتے ہیں اور وہ لوگ جملہ عوام اور مؤلف
کے ہمدم خواص ہیں باقی غلط بہانے خلاف بیانی ہے اور لفظ لفظ کا جواب دینا کیا ضرور ہے مطلب واضح ہو چکا کم فہمی مؤلف کی روشن
اور ہر گاہ کہ تارک درد ملعون عقیدہ مؤلف کا ہے تو واجب ہوئے میں کیا کوتاہی رہی مگر مؤلف کو حواس نہیں فقط قولہ اقول فاسق آدمی
اور مبتدع اقول مؤلف کے فہم پر صد آفریں مجیب نے جو ان مواقع میں حاضر ہونے کو منع کیا ہے تو بوجہ حضور فساق و بدعات[4] کے منع کیا،

لے یقیناً ٢ے ممنوعات ٣ے منی کہ بدعت کی جمع ،

Marfat.com

الامن کان قلبہ حیا ونفسہ ومیتًا دوسری تعمیم لفظ غنا کی ہو قاموس میں لکھا ہے الغناء ککساء من الصوت ماطرب بہ اور منتخب میں غنا کے معنٰی سرود لکھے ہیں اور برہان قاطع میں سرود کے معنٰی لکھے ہیں خواندن وگویندگی مرغان وآدمیان اور مجمع البحار میں ہو رفع صوت ورفع فغناء وعند العرب غرضیکہ محاورہ عرب میں معنٰی لفظ غنا کے ہیں مزامیر کا ہو ما داخل نہیں البتہ اشعار جائزہ ہوں یا فاحشہ سب کو غنا کہتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے الغناء کما یطلق علی المعروف ویطلق علی غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یتغن بالقرآن لیس منا پس حدیث شریف میں لفظ غنا کا قرآن شریف کی نسبت بھی واقع ہو اور اشعار مدح وحکمت ونعت وحمد خدا کو جو شخص خوش آوازی سے پڑھے اس کو بھی فقہا غنا کہتے ہیں اور اس غنا کو جائز رکھتے ہیں آپ کی روایت میں غنا عام ہا اور کل ناجائز اور اس کو اچھا سمجھنے والا مرتد نعوذ باللہ منہا تیسری تعمیم من المغنی وغیرہ یعنی خواہ مغنی ہو سنے جو قواعد موسیقی کے موافق نظریب وتطبیق وتشویق سے گاتا ہو یا غیر مغنی سے سنے جسکو کچھ بھی قاعدہ معلوم نہیں جس طرح دو لڑکیاں حضرت عائشہؓ کے پاس گاتا گاتی تھیں بخاری کی ایک روایت میں آیا ہو لیستا مغنیتین یعنی وہ دونوں لڑکیاں قواعد گانے کے بطور موسیقی کے جاننے والیاں نہ تھیں۔ اب آپ کی روایت کی تعمیم نعوذ باللہ منہا دیکھیے کہاں کہاں تک جائے گی چوتھی تعمیم فیحسن ذلک باعتقاد وبغیر اعتقاد یعنی اس غنا کو اور حرام کام کو اچھا کہے اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد مرتد ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا انتہیٰ۔ ان چاروں تعمیمات کی جمیع شقوق کو تشریح کرنے سے دنیا میں کوئی شخص مرتد ہونے سے نہیں بچے گا مگر وہ شخص جو قرآن کو بھی صوت حسن اور لہجہ پاکیزہ سے سنکر اپنی زبان کو دبائے رکھے یہ منہ سے نہ نکالے کہ اچھا پڑھا کیوں کہ قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنے کو بھی حدیث اور فقہ میں غنا فرمایا ہے کما فی البخاری وخزانۃ الروایات وغیرہا اور آپ کی روایت منقولہ میں ہو جو کوئی غنا کو سن کر اچھا کہدے وہ مرتد ہو جاتا ہو افسوس صد افسوس کہ واعظ بن گئے مفتی بن گئے شروط افتا کی خبر بھی نہیں کہ فتوی کتب فتاوی سے لکھا کرتے ہیں یا مکتوبات سے اور پھر یہ بات کہ فتاوی میں بھی اقوال متعارضہ ہیں ان میں سے وہ قول جن کا ماخذ صحیح اور قواعد اصول کے مطابق ہو اس کو اختیار کرتے ہیں دوسرے کو نہیں اور جس قول کے اختیار کرنے میں ایک جہان کی تفسیق وتذلیل[1] یا کسی مرد مسلمان کی تکفیر لازم آدے اس سے احتراز کیا کرتے ہیں اور اس پر بھی نظر کیا کرتے ہیں کہ یہ حرام لعینہ ہو یا لغیرہ اور حرام لغیرہ کو حلال کہنے والا کافر نہیں ہوا کرتا یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہو اور آپنے جو روایت نقل کی تو کیا نقل کی حکی عن ابی نصر ابن سلام لفظ سے خود ماضی مجہول ہے اس کا حکایت کرنیوالا معلوم نہیں پھر ایسی مجہول روایتوں کو مقام افتا میں لینا کس قدر رسم المفتی سے جہالت ہو اب التماس یہ ہے کہ جس طرح آپ اس روایت کو فتوی انکاری میں اس غریب پر روان کر چکے اور یہ لکھا ہے کہ اس کے ایمان ہی میں خلل ہے پھر نماز اس کے پیچھے کیسے جائز ہوگی، اب اسی طرح صاحب مکتوبات مجددیہ پر بھی اس روایت مکتوبات مجددیہ کو متوجہ فرمایئے، اور ان کا ایمان اپنے فہم ردی کے موافق خلل سے سنبھالیئے جلد اول مکتوب دو سو بست وہشتاد و پنجم میں لکھتے ہیں، سماع و وجد جماعہ را نافع است کہ تقلیب احوال متصف اند پھر سات سطر کے بعد لکھتے ہیں، قسمی از منتہیان اند کہ سماع باوجود استمرار وقت ایشان را نیز نافع است پھر اکیس[19] سطر کے بعد لکھتے، باوجود برودت میں عروج دارند دریں صورت سماع ایشان را سود مند است حرارت بخش ہر زمان بمدد سماع ایشان را عروج بمنازل قریب میسر میبود الی آخرہ

---

[2] کہ کوئی مومن نہ جاوے کسی کو جانا درست نہیں نہ بوجہ ذکر فخر عالم اور کلمہ طیبہ اور قرآن کے سبحان اللہ حق تعالی نے فرمایا فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین الآیۃ۔ جہاں کوئی منکر ہو اگرچہ مختلط[3] بذکر مستحب ہو وہاں جانا منع ہے اور قاعدہ مقررہ فقہ کا ہے اذا اجتمع الحلال والحرام

---

[1] موسیقی کے اصول وقواعد [2] فاسق اور گمراہ بنانا [3] یعنی وہاں پر امر مستحب اور امر ممنوع دونوں کا اختلاط ہو رہا ہے

Marfat.com

اب فرمایئے اس سے زیادہ اچھا کہنا سماع و غنا کا کیا ہوگا کہ اس سے عروج منازل قرب الٰہی ثابت کرتے ہیں اور اگر یہ کہو کہ یہاں حضرت مجدد تعریف سماع کرتے ہیں اور دوسری جگہ برائی سماع کی لکھتے ہیں تو اعتقاد ان کا برائی پر ہے نہ تحسین پر جواب اس کا یہ ہے کہ دوسری جگہ برا کہنا ہرگز نفع نہ دیگا جب تم روایت تعمیم ان سے نقل کر چکے کہ جو آدمی اچھا کہے سماع غنا کو اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد فوراً مرتد ہو جاتا ہے افسوس ہے کہ اس وقت کسی غریب آدمی نے محفل سماع کو اچھا کہا اس معنیٰ کر کہ وہ اہل تصوف سے ہے حرارت آواز نغمات سے اس کی روح ایمانی کو ترقیق ہو کر اس کے اتصال سے روح انسانی متاثر ہوتی ہے اس پر آپ حکم مرتد ہونیکا لگا دیں اور اس کے ایمان میں خلل بتا دیں اور مجدد صاحبؒ نے بھی وہی بات یعنی نافع ہونا سماع کا اور عروج منازل قرب الٰہی حاصل ہونا بیان کیا ان کو آپ لکھتے ہیں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور ترجمہ ان کی روایت کا لکھ کر لکھتے ہیں، انتہیٰ ترجمہ کلام امام ربانی یہ کیا بے انصافی ہے ایک تو تعریف سماع کر کے مرتد ہو گیا ایک امام ربانی علیہ الرحمۃ بنا رہا، خیر امام ربانیؒ کو چھوڑ کر اب اپنے مجتہد مولوی اسماعیل صاحبؒ کا ایمان سنبھالو صراط مستقیم میں جو موئدات عشق الٰہی کو بیان فرماتے ہیں لکھتے ہیں، از جملہ موئدات آن استماع الحان خوش آواز دلکش و قصص شوق آمیز اشعار عشق انگیز است، اب دیکھئے معنی غنار کے ہم کتب معتبرہ لغات سے لکھ چکے پھر اشعار عشق انگیز کو جب اصوات دل کش اور الحان خوش میں پڑھیں گے یہ سننا ہو گیا مولوی اسمٰعیل صاحب حسب ہدایت اپنے پیر سید احمدؒ کے اس غنار کو موئدات عشق الٰہی میں شمار کرتے ہیں یہ غنار کی تعریف ہوگئی پھر ان آوازوں کو خوش کہنا اور دل کش کہنا یہ بھی تعریف ہے اب مولوی اسماعیل صاحبؒ کہیں دوسری جگہ برائی سماع و غنار کی لکھدیں تو مفید نہ ہوگی یہاں تو تعریف لکھی، اور ابوالنصر دبوسی کی روایت فیحبس ذلك باعتقاد و بغیر اعتقاد بالضرور ان پر چلجاوے گی اب مولوی اسماعیلؒ صاحب کے دادا پیر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ سماع اور غنار کو درست فرماتے ہیں وسیلۃ النجات یعنی دس سوالات مسئولہ شاہ بخارا کے جواب میں فرماتے ہیں، جواب سوال ثامن آنکہ قال الشرخسی فی البدیع والسماع فی اوقات السرور تاکید للسرور مباح ان کان ذلك السرور مباحًا کالغناء فی ایام العید وفی العرس وفی وقت قدوم الغائب و وقت الولیمۃ والعقیقۃ وعند الولادۃ والختانۃ وحفظ القرآن انتہیٰ کلام شاہ عبدالعزیزؒ سے بھی جواز سماع و غنار صاف ظاہر ہے اب فقہار رحمہم اللہ کی خبر لو در مختار کی کتاب الشہادۃ میں مسئلہ غنار اس طرح لکھا ہے ومنہم من اباح مطلقا ومنہم من کرھہ مطلقا یعنی علمار اہل سنت میں بعضوں نے غنار کو مباح رکھا مطلقاً اور بعضوں نے مکروہ مطلقاً اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ علمار جن کا قول در مختار میں اباحت کے لئے منقول ہے کیا وہ مرتد تھے نعوذ باللہ منہا اور مجد الدین صاحب قاموس نے سفر السعادت میں لکھا ہے در باب ذم سماع حدیثے صحیح وارد نہ شدہ، انتہیٰ، اب ان فقہار کرام کو کیا کہو گے دستور العقعات میں ہے من انکر السماع مجملا فقد انکر علی سبعین صدیقا اور صاحب قاموس بالکل سماع کی مذمت یعنی کراہت تک ثابت نہیں کرتا اور ابو محمد بن حزم متاخرین محدثین میں ایک بڑا فاضل محدث گذرا ہے وہ صاحب قاموس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ مزامیر تک کو اس نے مباح اور جائز قرار دیا پھر بھی ان دونوں عالموں کو مرتد اور کافر نہیں کہتے امام نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ میں اس قدر اس کو لکھا ہے وھو حبیب ابو محمد ابن حزم الظاہری اور دو سطر کے بعد لکھا وھذا اخطاء من ابن حزم یعنی ابو محمد ابن حزم جو مزامیر ملاہی کو علی الاعلان مباح کہتا ہے یہ اس کی رائے

خلب الحرام اسی واسطے ردّ دعوت مسنونہ کا حضور منکر کے سبب کتب میں لکھا ہے پہلے اس کا حال لکھا گیا پس اب مؤلف اعتراض حق تعالیٰ پر اور فخر عالم علیہ السلام پر اور سب فقہار پر کرے کہ جب مسلمان ضیافت مسنونہ میں نہ جاویں تو کیا کافر جا کر سنت ادا کریں گے معاذ اللہ

Marfat.com

صواب نہیں یہ خطا ہوئی ابن حزم سے پس اس کی خطا کے تو قائل ہوئے لیکن اس کو کافر مرتد فاسق فاجر لکھا پہلے صلحار تو اس قدر زبان کو سنبھالیں تم ایسے بیباختہ لوگوں کو ایمان کی گھاس کی طرح کاٹتے چلے جاتے ہو بیشک سچ فرمایا ہمارے نبی کریم مخبر صادق و مصدوق نے علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں حکم سینہ علماء دین سے نہ کھینچ لے گا بلکہ علماء کاملین حق شناس مر جائینگے تب آدمی اپنا سردار جاہلوں کو بنالیں گے ان سے مسئلہ پوچھیں گے فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا یعنی وہ جاہل مفتی فتویٰ دیں گے بغیر علم اور بغیر دریافت کئے پس خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ روایت کی یہ مسلم اور بخاری نے اے بھائی اگر مفتی بننا چاہتے ہو تو شرطیں فتاریٰ کی پیدا کرو رسم المفتی سے آگاہ ہو اور احکام کے ماخذ پہچانو اور خدا کا خوف دل میں رکھو یہ نہیں کہ خلقت کو مرتد بناؤ اور آپ بڑے ولی صالح بن بیٹھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ اور اسی طرح آپ حقہ کے مسئلہ میں حقہ کی برائی کرنے کے لئے معنیٰ قرآن کے ایجاد کرکے خود مستحق عذاب ہو گئے کیوں کہ آپ رسالہ انکار القلیان مطبوعہ ہاشمی کے صہ۳ میں لکھتے ہیں یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس یعنی لاویگا آسمان دھواں ظاہر کہ آسمان سے مینہ برسے گا اور سے ایک درخت پیدا ہوگا کہ وہ لوگوں کو حاوی ہوگا یعنی بہت سے لوگ حقہ نوشی کے وقت میں اس کے اندر بیٹھیں گے فرمایا ھذا عذاب الیم یہ عذاب درد دینے والا ہے کہ مزہ اس کا کڑوا ہے اور آخرت میں باعث ماخوذی کا ہے الی آخرہ اب خیال کرنا چاہیے کہ اس وقت ہماری نظر میں تفسیر کبیر اور کشاف روح البیان وغیرہ چند تفسیریں پہلی اور پچھلی ہیں کسی نے یہ معنیٰ نہیں لکھے بلکہ مفسر دو طرف گئے ہیں، بعض کہتے ہیں قرب قیامت میں ایک دھواں آوے گا، وہ تمام دنیا میں بھر جاوے گا اور چالیس روز رہے گا یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسنؓ کا ہے اور ابن عباسؓ کا قول مشہور یہی ہے اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ جب قریش تکذیب کرنے لگے تب ان پر آں حضرت صلعم نے دعا فرمائی تب یہ دخان نظر آیا یعنی قحط سالی شدید طاری ہوئی اور کافروں نے مردار اور کتے اور ہڈیاں اور بال اور بھیڑ اور بکریوں کے اور خون وغیرہ کھایا تب زمین و آسمان کے بیچ میں ان کی آنکھوں کے آگے دھواں نظر آتا تھا یہ قول ابن مسعودؓ اور مقاتل اور مجاہد وغیرہ کا ہے جس کا جی چاہے تفسیریں زبان عربی و فارسی و ہندی اردو کی نکال کر دیکھے کسی نے حقہ مراد نہیں لیا پھر اس شخص نے جو معنیٰ قرآن کے بگاڑ دیئے تو کچھ کسی کا نقصان نہیں کیا اپنا ہی ٹھکانہ دوزخ میں کیا حدیث میں ہے من قال فی القرآن برائیہ فلیتبوء مقعدہ من النار جو کوئی قرآن میں اپنی رائے سے معنی نکالے اس کو چاہیئے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں کرے بھلا یہ صاحب خدا کا خوف تو کیا کرتے خدا سے بڑے دیندار ڈرا کرتے ہیں انھوں نے آدمیوں کی شرم بھی نہ کی کہ کوئی مجھکو کیا کہے گا کہ آیت میں ھذا عذاب الیم کا یہ ترجمہ لکھا ہے کہ مزہ اس کا کڑوا ہے اے باشعور بہتیری چیزیں دوا اور غذا میں کڑوی ہیں، مثلاً کریلا، شاہترہ، چرائتہ، رسوت ایلوہ، ان چیزوں کے کھانے والے سب عذاب الیم میں گرفتار ہیں پھر اس کے بعد یہ شرم نہ آئی جب قرآن پڑھنے والا اس آیت کو پڑھ کر آگے پڑھے گا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون یعنی اے پروردگار کھول دے ہم سے اس عذاب کو ہم اب ایمان لاتے ہیں دیکھو مفسرین نے جو بیان کیا ہے اس سے تو اس دعا کو مناسبت ہے کیونکہ جب وہ قحط پڑا تھا تب ابو سفیان نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی تھی کہ خدا اس دخان کو دفع کر دے اور جو لوگ قرب قیامت کا دھواں مراد لیتے ہیں اس قول پر بھی یہ دعا صحیح ہے کہ آدمی اس دن گھبرا کر دعا کرنے لگیں گے کہ اے پروردگار کھول دے ہم سے یہ عذاب دخان کا لیکن یہ جو تم نے معنیٰ کئے ہیں کہ دخان سے مراد آیت میں حقہ کا دھواں ہے اول تو پینے

درسابق گذر چکا کہ حضرت فخر عالم حضرت فاطمہؓ کے گھر سے ترک دعوت کرکے لوٹ گئے اور ابوالدرداءؓ نے دعوت کر دیا اور فقہا کی

والوں کو دخان حقہ سے ہرگز تکلیف نہیں پہونچتی جو اس سے گھبرا کر بول اٹھیں ھذا عذاب الیم یعنی یہ ہم کو عذاب درد دینے والا ہے ان کو تو تخفیف ریاح اور قبض کشائی کا فائدہ دیتا ہے جو درد شکم کو زائل کرے اس کو کس طرح کہنے لگیں کہ یہ درد پیدا کرتا ہے دوسرے یہ کہ حقہ پینے والے مسلمان ہندو مجوس یہود و نصاریٰ ہر قوم کے آدمی موجود ہیں کوئی بھی یہ دعا نہیں مانگتا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون یعنی اے رب کھول دے ہم سے یہ عذاب دخان اب ہم ایمان لاتے ہیں پھر کیا سمجھکر یہ آیت حقہ کی شان میں بیان کی پھر صفحہ ۶ میں دوسری آیت کے معنے بدل دیئے جہاں یہ لکھا ہے کہ حقہ نوشی سے دل سیاہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب دھواں تابہ اور کڑاہی پر لگجاتا ہے تو وہ سیاہ ہو جاتی ہے جب یہ دھواں حلق اور جگر اور دل اور انتڑیوں پر پہنچا تو وہ کیسے سیاہ نہ ہو جائینگی دلنعم ما قیل ہے کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است ؎ اگر باور نہ داری نے گواہ است ؛ اسی کا اشارہ فرمایا حکیم علی الاطلاق نے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانو یکسبون ۔ ایسا نہیں جو یہ کہتے ہیں بلکہ زنگ لگا دیا یعنی سیاہی جما دی ان کے دلوں پر اس چیز نے کہ دور کرتے مثل حقہ نوشی اور دھواں کشی کے الی آخرہ میں کہتا ہوں کیا عمدہ شعر آپ سند میں لائے ہے کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است کوئی پوچھے یہ کاف کیسا اور حقہ نوش کیا لفظ ہے محاورۂ ایران و توران میں تو قلیان کشیدن ہے حقہ نوشیدن ایک لفظ ہندیوں کا گھڑا ہوا ہے فارسی بولنے کو دل چاہے ان کی بولی سے خبر بھی نہیں قطع اس سے لفظ حقہ نوش کے آگے جو لفظ را آیا ہے یہ علامت اضافت ہے کیوں کہ قلب مضاف موخر اور حقہ نوش مضاف الیہ مقدم ہے اور لفظ سیاہ خبر اور است حرف ربط یعنی حقہ نوش کا دل سیاہ ہے خیال کرنا چاہیئے جب را علامت اضافت آچکی تو پھر لفظ قلب پر کسرہ بقاعدہ کیوں ہے اور اگر کسرہ نہ پڑھو گے قاعدے کے پابند ہو کر تو وزن شعر صحیح نہ ہوگا سبحان اللہ کیا کیا خوبیاں بھری ہوئی ہیں پھر قیاس کیا عمدہ ہے اگر باور نداری نے گواہ است نیچہ کی سیاہی سے دل کی سیاہی ثابت کرنا کمال قوت نظری کی دلیل ہے اسی طرح آپ نے بھی دل کو توے اور کڑاہی سے نظیر دی ہے اے حضرت دل ایک ٹکڑا گوشت کا تر و تازہ اس کو توے کڑاہی اور نیچہ سے کیا نسبت ہاں مناسب یہ ہے کہ حقہ نوشوں کے لب اور زبان تالو اور کوا اور گلا دیکھا جاوے کیوں کہ اعضاء گوشت کے ٹکڑے ہیں تر و تازہ مثل قلب کے اور اول دھواں لب و زبان و دندان کو لگتا ہے پیچھے دل کو جب یہ اعضاء حقہ نوشوں کے سیاہ نہ ہوئے بلکہ اسی طرح شاداب اور پر رونق ہیں جس طرح اور سب آدمیوں کے تو معلوم ہوا کہ دل بھی ان کا ویسا ہوگا جیسا سب کا دل ہے یہ تو آپ کی دلیل عقلی کا حال ہے اب دلیل نقلی کا حال سنیئے حقہ کی مذمت میں آیت لائے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانو یکسبون ۔ جو کوئی کچھ بھی عربی پڑھا ہوگا وہ جانتا ہوگا کہ قلوبہم میں ہم کی ضمیر راجع ماسبق کی طرف ہے اور ماسبق ان لوگوں کا ہے الذین یکذبون بیوم الدین یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کی آیتوں کو کہہ دیتے ہیں اساطیر الاولین یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے بنائے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے کلا یعنی یوں نہیں جو یہ سمجھتے ہیں بل ران علی قلوبہم ما کانو یکسبون بلکہ زنگ پکڑ لیا ان کے دلوں پر وہ جو کماتے ہیں یعنی اعمال و عقائد اب یہاں آپ نے دو خطائیں عظیم کی ہیں ایک تو یہ کہ کفار میں حقہ نوشوں کو داخل کیا ۔ اور داخل بھی کیسا کہ حصر کر دیا آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں کہ اسی کا اشارہ

ت خود مشہور ہیں اور نوافل میں جو بتداعی جماعت ہو اسمیں شرکت کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے یہ سب واضح ہے مگر مؤلف پر سوء فہم ختم ہو لیا تو بہ توبہ علیٰ ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو بعض اجتماع برادری روز سیوم کو اور طعام سامنے رکھکر ہاتھ اٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے نہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کو چنانچہ اس کی کلام مابعد میں موجود ہے کہ لکھتے ہیں البتہ ثواب پہنچانا بلا قید روا ہے[1] مگر مؤلف اپنے فہم سے ناچار[2] ہے لہٰذا اگر ایسے کلام خبط مرفوع القلم[3] کیا جاوے تو بجا ہے باقی کلام نشہ کی نوسوم میں آتی ہے بعد اس کے جو کلام سماع اور حقہ

[1] جائز [2] مجبور [3] غیر مکلف

Marfat.com

فرمایا ہے حکیم علی الاطلاق نے کلا بل ران علیٰ قلوبہم ما کانو یکسبون، واضح ہو کہ ہماری زبان میں لفظ اس اور راستی میں فرق ہے اس کا لفظ حصر کے واسطے نہیں، اور اسی کا واسطے حصر کے ہے تو مطلب حسب تحریر آپ کے ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا اشارہ اس آیت میں کسی کفر اور فسق کی طرف نہیں اللہ تعالیٰ نے آہیں بس اسی کا اشارہ کیا ہے کہ حقہ نوشوں کے دل پر دھویں کی سیاہی جم گئی، دوسری غلطی یہ کہ وہ جو کفار کے دل پر زنگ جم جاتا ہے جس کا ذکر اس آیت اور احادیث میں بھی آیا ہے وہ زنگ اور وہ سیاہی محسوس ظاہری نہیں ہوتی وہ ظلمت معنوی ہوتی ہے اور قلب کے دو معنی ہیں ایک تو یہ ٹکڑا گوشت کا صنوبری بشکل غنچہ اور دوسرے معنے یہ کہ قلب ایک لطیفہ ہے عالم امر سے قلب حقیقی وہی ہے افعال نیک و بد کی تاثیر اسی میں ہوتی ہے نہ قلب پارہ گوشت میں جب یہ معلوم ہو چکا تو شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت تفسیر عزیزی میں دیکھنی چاہیئے کہ اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں ہر فعل بد ہیئتی ظلمانیہ در لطیفہ قلب احداث می کند نہ آنکہ بریں مضغہ صنوبری زنگے محسوس نمودار می شود زیرا کہ ایں مضغہ صنوبری قلب حقیقی نیست، انتہیٰ، اب دیکھیے مفسرین تو اس آیت میں زنگ سے ظلمت معنوی مراد لے رہے ہیں اور آپ ہی خان تمباکو کی چنانچہ آپ انکار القلیان کے صلا میں لکھتے ہیں اس دھویں کا داغ دل پر سے نہیں جاتا سوائے توبہ کے اور نیز مفسرین دل سے مراد وہ دل لیتے ہیں جو ایک لطیفہ غیبی ہے اور آپ دل سے مراد یہی گوشت کا ٹکڑا لیتے ہیں عبارت آپ کی یہ ہے جب دھواں حلق اور جگر اور دل اور انتڑیوں پر پہنچا تو وہ کیسے سیاہ نہ ہو جائینگی، انتہیٰ، اب حقہ کا مسئلہ سنیئے، کہ حقہ کی حرمت تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ توڑ چکے فرمایا کہ حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں، اب دو قول باقی رہ گئے، شاہ صاحب مکروہ ہونے کے قائل ہوئے، اور بہتیرے علماء مثل بحر العلوم و علامہ شامی وغیرہ اس کے مباح ہونے پر فتویٰ دیتے ہیں، بھلا حقہ نوشوں کے لئے تو اباحت تک کے بھی اقوال موجود ہیں تم نے جو قرآن میں معنی عقلی بے محل مراد الٰہی کے برخلاف اور عقل و نقل کیخلاف تجویز کئے یہ تو حضرت بغیر دوزخ کی آغوش دکھائے آپ کو نہ چھوڑیں گے اگر آپنے اس سے توبہ نہ کی ہم حدیث نقل کر چکے من قال فی القرآن برائیہ فلیتبؤ مقعدہ من النار اور تماشہ یہ کہ آپ واعظ بنے مفتی بنے مفسر بنے اشاعریت میں بھی دم مارا کہ اسی رسالہ کے آخر میں لکھا قصیدہ حقہ کی مذمت میں لکھا جس کا مقطع یہ ہے ؎ اب تم بھی بوسب کے سب بالاتفاق سے ؛ ہم بھی کہیں گو اب تو کہ حقہ حرام ہے ؛ اس کا قافیہ صحیح نہ وزن صحیح نہ محاورہ نہ ترکیب ذرا ذرا سے بچہ بھی اس قصیدہ کو پڑھکر قہقہہ مارتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ؎ تال کی نہ سم کی نہ سر کی ؛ عربی نہ فارسی نہ ترکی ؛ سخی جو کتاب اس لا ترکی ؛ لکھ لکھ واہی تباہی پر کی ؛ خیر یہ دو تحریریں بابت سماع اور اباحت حقہ کے استطراداً مولوی امیر باز خاں صاحب کے ذیل میں آگئیں اب ہم اس نہی عن المنکر سے عنداللہ بری الذمہ ہو کر اصل مسائل مبحوث عنہا کی طرف رجوع کرتے ہیں، تنبیہ، یہ سب صاحبوں کو اعلان دیا جاتا ہے یہ جو خیرات مبرات اور باقیات صالحات یعنی محفل میلاد سرور کائنات اور فاتحات اموات سلف صالحین سے اس وقت تک جاری ہیں اگر حضرات مانعین ان امور کی تشنیع و تقبیح میں اپنے جرگہ مخصوص کی مہروں سے فتویٰ پے درپے چھاپ کر اس خیرات و حسنات کو لوگوں سے چھڑوانا چاہیں تو یہ خیال خام اور سودائے نافرجام دل و دماغ سے دور رکھیں یہ نہ ہو گا کہ تمہارے رسائل لاطائل کا کوئی جواب نہ دے ورنہ یہ ہو گا کہ ان امور صالحہ متوارثہ کو تمہاری ژاژ خائی سے کوئی چھوڑ دے علی الخصوص محفل میلاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

میں مؤلف نے کی ہے یہ بحث خارج از مبحث ہے اس میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں معہذا اپنے مشرب کے بھی یہ تحریر خلاف ہے فقط المنۃ للہ کہ برہان دوم نے نور ثانی کے لمعات باطلات کو مطموس کر دیا اور ظلمات محتی اس کی مبرہن ہو گی فللہ الحمد قولہ نور سوم الخ اقول

لے ضمناً۔ سے بے ہودہ گوئی سے بجھا دینا۔ سے مدلل۔،

مومنین سے کب چھوٹ سکتی ہے دیکھو کافروں نے چاہا تھا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ساحر و مجنون کہہ کر آپکا دین اور آپکا نام دنیا میں نہ چلنے دیں اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون یعنی چاہتے ہیں کافر کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو منہ سے کچھ بک بک کر حال یہ ہے کہ اللہ تو پورا کر نیوالا ہے اپنے نور کو بڑے برا مانا کریں کافر پس اسی بنا پر ہمارے دل میں تصدیق ہو کہ بیشک اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور نام اور دین کو سدا جاری رکھے گا۔ واضح ہو کہ یہانتک جو کچھ مفتیانِ فتوی انکاری کے غلط و زلل تھے بیان کئے گئے اب بیان کیا جاتا ہے کہ سلف صالحہ نے ان امور صالحہ کو کیوں جاری کیا تھا **فور سوم میں چھ لمعہ ہیں لمعہ اولیٰ دربیان جواز فاتحہ بر طعام و شیرینی**۔ جو عبادت زبان یا جوارح و ارکان انسان سے صادر ہو اس کو عبادت بدنی کہتے ہیں جیسے قرآن یا تسبیح و تہلیل وغیرہ پڑہنا، اور جس عبادت میں مالیت صرف ہو اس کو عبادت مالی کہتے ہیں جیسے روٹی گوشت روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ راہِ خدا میں خرچ کرنا اہل السنت والجماعت کا مذہب ہو کہ دونوں طرح کی عبادت کا ثواب اگر کسیکو بخشنا چاہیں تو پہنچتا ہے کتاب ہدایہ میں ہے، ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ بغیرہ صلوٰۃ او صوما او صدقۃ وغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ یہ ہدایہ علم فقہ میں نہایت درجہ معتبر اور مشہور کتاب ہے اور شرح عقائد نسفی میں ہو دفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلۃ یہ کتاب عقائد کی کتابوں میں مشہور درسی معتبر کتاب ہے اور یہ مسئلہ بہت حدیثوں سے ثابت ہو تذکرۃ الموتیٰ میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان حدیثوں کو نقل کرکے فرماتے ہیں "لہٰذا جمہور فقہا حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بمیت می رسد" اور لکھا ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں واسطے عبادت بدنی کے، مذھب ابوحنیفۃ واحمد وجمھور السلف الی وصولھا الی آخرہ پس اس بنا پر یہ عادت اکثر اہل اسلام کی ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے ہیں تو الحمد اور درود شریف پڑھ کر دعا اس میت کیلئے کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمنے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات دیجاتی ہو اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچے، عوام میں اس کا نام فاتحہ ہو یوں کہا کرتے ہیں کہ آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہو اصل میں فاتحہ نام ہے الحمد شریف کا چونکہ الحمد اس وقت پڑھی جاتی ہے اس لئے کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا یا تسمیۃ الکل باسم جزئیہ، اور منکرین نے اس کا نام فاتحہ مرسومہ رکھا ہے اب اس فاتحہ میں دیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ درود دعا الحمد پڑھی گئی یہ عبادت بدنی ہو وہ ثابت الاصل اور جو کچھ کھانا یا شیرینی اس وقت دی گئی یا دیجاوے گی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ حدیث عقائد سے ثابت ہو ان دونوں عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے پھر منکرین کا یہ انکار کہ اس کی کچھ اصل نہیں اس کے کیا معنی اگر یہ کہو کہ عبادت بدنی جدا کرو اور عبادت مالی جدا لیکن

دونوں قسم کی عبادت کا ثواب حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک پہنچتا ہے۔ مگر شافعی و مالک بدنی کے وصول ثواب کے منکر ہیں پس اسکو منکر کو عموماً معتزلہ کہنا سعادتمندی ہو اس ہی واسطے شرح ہدایہ اس تعمیم ظاہری ہدایہ میں تاویل کرتے ہیں **قولہ** پس اس بنا پر الخ عرف میں بطور مجاز متعارف فاتحہ مطلق ایصال ثواب کا نام ہو گیا ہے اگرچہ فاتحہ نہ پڑھی جاوے اور خالص مال کا ہی ثواب ہو **قولہ** پھر منکرین کا یہ انکار کہ اس کی کچھ اصل نہیں الخ او فی الواقع مؤلف معنے سے بیخبر ہے اس کو بتلانا چاہیئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ طعام کو روبرو رکھا جاوے اور اس کو رکھکر قرآن پڑھا جاوے اور ملا اپنی زبان سے ثواب پہنچاوے اور بدون اس کے ایصال ثواب طعام کا نہ ہو یہ ہیئت کہیں قرون ثلثہ میں ثابت نہیں بدعت ہے یہ معنی ہیں پھر مؤلف نے اس کے خود اپنے ذہن میں معنی تجویز کئے کہ مرکب کرنا مالی بدنی کا مراد ہے سو یہ غلط ہے بلکہ یہ ہیئت حاصلہ مراد ہے نہ نفس ترکیب

لہ مدلل کے لفظ کو معنے غیر موضوع لہ میں استعمال کرنا۔

Marfat.com

دونوں کا جمع ثابت نہیں تو یہ وہی مثال ٹھہرے گی کہ جب کوئی مفتی شریعت حکم دے کہ بریانی کھانا جائز ہے اس لئے کہ اسمیں گوشت ہے گوشت حلال چیز ہے اور برنج ہے وہ بھی حلال اور رنگت زعفران کی جو بعض برنج پر ہے وہ بھی حلال پس مجموعہ ان مباحات کا مباح ہے تو اس کے جواب میں کوئی بیہودہ سر پھوڑنے کو تیار ہو جاوے کہ صاحب یہ سب جدا جدا تو بیشک ثابت ہے لیکن ہم تو جب مانیں کہ اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث میں دکھاؤ یہ حرف کہاں لکھے ہیں کہ بریانی کھانا درست ہے پس جس طرح اس بیہودہ کو سب عقلا سخیف[1] العقل اور قابل مضحکہ جانیں گے اسی درجہ میں ان صاحبوں کی یہ بات ہے علاوہ بریں جس طرح اثبات جمع کو موقوف رکھتے ہو وجود روایت پر اسی طرح چاہیئے منع کو بھی موقوف رکھو، وجود روایت پر یعنی اگر عبادت مالی و بدنی جمع کرنے میں کوئی حدیث یا آیت ممانعت میں آئی ہو تو منع کرو ورنہ تم کو سکوت چاہیئے حالاں کہ ہم دعوی کرتے ہیں کوئی حدیث یا آیت ممانعت میں جمع بین العبادتین میں نہیں آئی اگر آئی ہے پیش کرو هاتوا برهانکم ان کنتم صٰدقین ہم تو جمع بین العبادتین کیلئے قواعد عقلی اور نقلی شرع شریعت سے پیدا کر دیں گے ایک تو یہی کہ جب ممانعت ثابت نہیں تو اصل اباحت ہے دوسرے یہ کہ سعادت عبد عبادت معبود میں ہے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون اور عبادت بعض زبان سے ہے بعض اور اعضاء بدن سے بعض مال سو پس جو کوئی ہر قسم کی عبادت کرے گا اتنا افضل ہوگا ایک عبادت والے سے شب معراج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تحفہ جناب باری میں گذرایہ لفظ تھے، التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات مفسرین اور محدثین نے اس کے معنیٰ یہ لکھے ہیں، کہ اللہ کے واسطے ہیں سب تعریفیں جو زبان سے ادا ہوں اور جو عبادت بدنی ہیں اور جو عبادتیں مالی ہیں پس جب کہ تینوں قسم کی عبادتیں اللہ کے واسطے خاص ہوئیں تو زہے قسمت اس شخص کی کہ ان تینوں کو ادا کرے فاتحہ مروجہ میں یہ بات حاصل ہے جب کہا الحمد للہ رب العٰلمین، الرحمن الرحیم، ملک یوم الدین یہ تحیت اور ثنا اور شکر باری اللہ تعالیٰ کا اور جب کہا اھدنا الصراط المستقیم

کہ ہیئت حاصلہ میں تشبہ ہنود کا بھی ہے اور تقلید مطلق کی بھی ہے چنانچہ واضح ہو جاوے گا،

مرکب کی ہیئت ترکیبیہ حرام ہوگی تو مرکب کا حکم بدلجاوے گا اگرچہ تمام اجزاء مباح ہوں،" اور پھر مؤلف نے مثال بریانی کی لکھی کہ سب اجزاء اگر مباح ہیں تو مرکب بھی مباح ہوگا اور یہ مثال خود مخدوش ہے کیوں کہ اگر سب اجزاء مباح سے ترکیب ہوا در پھر ہیئت حاصلہ بھی مباح ہو اس وقت اباحت ہوتی ہے، اور اگر ہیئت میں کراہت یا حرمت آجاوے گی تو مرکب کا حکم بدلجاوے گا جیسا بریانی ہے کہ بعد ترکیب مباحات کی ہیئت بھی مباح حاصل ہوئی ہے اگر اس ترکیب میں زعفران کا سکر ظاہر ہو جاوے تو بسبب مسکر ہونے کے حرام ہو جاوے گی حالاں کہ اجزاء سب مباح تھے، تمر[1] اور پانی دونوں کا نبیذ بنایا جاوے بعد کف دینے کے جو ہیئت حاصل ہوئی حرام ہو گیا، علی ہذا فاتحہ میں طعام و قرآن کی ہیئت ترکیب میں جو تشبہ حاصل ہوا اور تقلید مطلق آیا بدعت و مکروہ ہو گیا اگر مؤلف کو فہم نہ تھا تو کسی سے پوچھ لیتا مگر اس کو تو خود رائی خود پسندی نے ذلیل کرایا خود سخیف العقل قابل مضحکہ بات کرتا ہے اور منع ہونے پر اس ہیئت ترکیب فاتحہ کی نص جو طلب ہے تو سنو ایاکم و محدثات الامور الحدیث من[2] تشبہ بقوم فهو منهم الحدیث، اس سے چشم روشن کرو اور شرح آگے آتی ہے اور اثبات اس دعویٰ کو کہ کوئی ممانعت جمع بین العبادتین کی نص نہیں محض کم فہمی سمجھو کہ کلام اس ہیئت ترکیبیہ میں ہے کہ اس کا کوئی امر غیر مشروع پیدا ہو جاوے نہ مطلق ترکیب میں پہلے آدمی کلام کو سمجھے پھر بولے ورنہ خوار ہوتا ہے قولہ ہم تو جمع میں بین العبادتین الخ **اقول** اباحت اصلیہ اس وقت میں ہوتی ہے کہ نص مانع موجود نہ ہو یہاں ممانعت کی نص موجود ہے اور ابھی پڑھ سنائی ہے تو یہ دلیل اول مؤلف کی لغو ہوئی دوسری عقلی دلیل کہ التحیات کی شرح

[1] کم عقل ۲ نشہ آور ۳ کھجور ۴ جھاگ.

[2] یعنی … جس نے مشابہت کی کسی قوم کی ساتھ وہ ان میں سے ہے ۱۲

Marfat.com

الیٰ اٰخرہٖ اور نیز درود پڑھنا اور عاجز ذلیل بنکر اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور موتیٰ کیلئے دعائے مغفرت کرنا یہ بھی عبادت
بدنی اور لسانی ہوئی اور جو کچھ شیرینی یا کھانا للہ دے گا وہ عبادت مالی ہوگی، پس یہ جو پانچوں وقت نمازی نماز میں کہتا ہے التحیات للہ
والصلوات والطیبات اس کا مجموعہ فاتحہ میں موجود ہے زہے قسمت میت کی جو اس کو یہ عطر مجموعہ پہنچے۔ اور جب ان سب باتوں کو ترک کر دیا
اور بدعت کہہ کر چھوڑوا دیا جس طرح اب فرقۂ منکرین چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہی مثل عوام کے کہنے میں آوے گی، مر گئے سر دود فاتحہ نہ درود
دوسری بات یہ ہے کہ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ شرع شریف میں زکوٰۃ ایک عمل جداگانہ ہے اور نماز کا پڑھنا ایک عمل جداگانہ ہے ایک عبادت
مالی ہے ایک بدنی ایک کے اوقات اور ہیں ایک کے اور لیکن جس کسی نے ان کو جمع کر دیا اپنی خوشی سے بغیر حکم رسول کے وہ مستحق تعریف ہوا
ہے، مستحق ملامت نہیں ہوا، مثال اس کی یہ ہے کہ تفسیر کبیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ ظہر کے وقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد میں کسی نے
کچھ نہ دیا سائل نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا یا اللہ تو گواہ رہیئے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا کسی نے مجھکو کچھ نہ
دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت رکوع میں تھے آپ نے انگلی سے جس میں انگشتری تھی اشارہ کیا سائل بڑھا اس نے وہ انگوٹھی رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لی، الیٰ آخرہٖ، یہ قصہ تفسیر معالم اور مدارک وغیرہ میں مختصراً مذکور ہے، خلاصہ یہ جب حالت رکوع
میں یہ خیرات حضرت علیؓ نے کی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ فرمایا تھا بلکہ اپنی خوشی انہوں نے دونوں عبادتیں خیرات
وصلوات ایک زمانہ میں جمع کر دیں تو اب اس باب میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں آیت نازل فرمائی جو سورہ مائدہ میں ہے الذین

اور عبادت کا کرنا بندہ کی سعادت ہے یہ سب مؤلف کے جہل کا ثمرہ ہے عبادت اس وقت موجب سعادت اور معتبر ہوتی ہے کہ حسب
قواعد شرعیہ کے ہو اگر خلاف اس کے ہووے گی خواہ فرادیٰ[1] فرادیٰ ہو خواہ بترکیب ہو وہ موجب شقاوت اور مردود ہوتی ہے اور معلوم ہو لیا
کہ اس مجموعہ مرکبہ فاتحہ مروجہ میں مخالفت شارع علیہ السلام کی موجود ہے مگر یہ خبر اس کو ہو کہ علم رکھتا ہو مؤلف کہ اپنی عقل کی سخافت[2] کو
ترکیب دے رہا ہے کیا مطلع ہووے اس کی دلیل تو بس مثل عوام کے ہی ہے جو خود نقل کرتا ہے اس کو علم شرع سے کیا مناسبت ہے
سو اس کی تقریر جز بوز کو رد کرنا ضروری نہیں کہ خود ہی رد ہو گئی، **قولہ** دوسری بات یہ ہے کہ غور سے الخ **اقول** مؤلف نے اس روایت
ضعیف کو نقل کر کے کیوں اپنے دماغ ماؤف کو تکلیف دی، اولاً جمع بین العبادتین کا کوئی منکر نہیں خود مؤلف کی یہ وجہ تراشیدہ ہے
بلکہ اس جمع میں انکار ہے کہ اس سے ہیئت منکرہ پیدا ہو جاوے سو اس قصہ میں کوئی ہیئت منکرہ پیدا نہیں ہوئی خلاف فاتحہ مروجہ کے
کما لا یخفیٰ ثانیاً اس قدر حرکت بھی نماز میں مکروہ تنزیہی ہے جیسا فقہ میں مبیّن ہے مؤلف منیہ کو مطالعہ کر دیوے مگر یہ حرکت حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی اس وجہ سے ہوئی کہ اگر اس حالت میں نہ دیتے تو اس سائل کے مایوس ہو کر چلے جانے کا خدشہ تھا اس کی تحصیل کے
واسطے کراہت تنزیہیہ کو اختیار کیا ورنہ یہ فعل بھی مکروہ تھا، فاتحہ مروجہ میں کوئی امر مہتم بالشان فوت ہوتا ہے جو اس تشبہ بدعت
کو اختیار کیا گیا مگر مؤلف کو فہم نہیں، بناچاری ایسے کلام کرتا ہے تیسرے وہ امر اتفاقاً ہو گیا اب اگر کوئی التزام کرے کہ حالت
رکوع میں بالضرور ہر روز ایسا ہی کیا کرے تو مؤلف ہی فتویٰ لکھے کہ اس کا کیا حکم ہے، احقر تو کہتا ہے کہ بیشک مکروہ اور بدعت ہو گا
افسوس مؤلف کے فہم پر کہ حق تو اس کے ذہن میں عبور کرتا ہی نہیں، رابعاً اس قصہ کی تقریر تو نص سے معلوم ہو گئی مگر فاتحہ کی تقریر کیس

---

[1] تنہا تنہا، [2] بے ہودگی [3] بجز اس کے ممنوع ۱۲

Marfat.com

یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون پس جبکہ حضرت علیؓ بلا تصریح ارشاد شارع کے جمع بین العبادتین کرکے مستحق ثنا ہوئے اسی طرح فاتحہ میں بھی جمع بین العبادتین کرنے والے عند اللہ ماجور ہوں گے اور یہ دعویٰ ان صاحبوں کا جو بعض رسائل میں ہے کہ کبھی حضرت سے یہ نہیں پایا گیا کہ کھانا سامنے رکھا ہوا ہو اور کچھ بھی آپ نے اس پر پڑھا ہو یہ نہایت غلط ہے چند حدیثیں مشکوٰۃ کی باب المعجزات میں موجود ہیں ازانجملہ حدیث ام سلیمؓ کی بروایت مسلم و بخاری موجود ہے کہ حضرتؐ کی گرسنگی کا حال معلوم کرکے اس نے چند روٹیاں جو کی پکا کر دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں یہ قصہ طویل ہے آخر یہ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو تڑوا یا ملیدہ کی طرح جو کچھ اس کے برتن میں گھی لگا ہوا تھا وہ اس میں ٹپکا دیا پھر حضرتؐ نے الفاظ قسم دعا سے اس پر پڑھے پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر۔۔ کھلانا شروع کیا، اسی آدمیوں کو پیٹ بھر بھر کھلایا پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ام سلیمؓ کے گھر بھر کے آدمیوں نے کھایا، اور پھر بھی بچ رہا، یہ دیکھئے اس میں کھانا سامنے ہے اور اس پر دعا اور جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا اس کا پڑھنا ہے ازانجملہ انسؓ کی حدیث بروایت مسلم و بخاری کہ انسؓ فرماتے ہیں میری والدہ نے ایک بادیہ میں کھانا کھجور اور گھی اور دہی کا مرکب بنا یا ہوا بھیجا، آپؐ نے اس پر کچھ پڑھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، پھر حضرتؐ دس دس آدمیوں کو بلاتے گئے اور کھلاتے گئے، قریب تین سو آدمیوں کو کھلا دیا پھر مجھکو فرمایا اٹھا لے اے انسؓ اپنا بادیہ میں نے جب اٹھایا حیرت میں رہ گیا،

کس نص سے مؤلف نے ثابت کی ہے اگر قیاس مؤلف کا ہے تو وہ تو اب ہی باطل کیا گیا اور نص ممانعت کی سنا دی گئی اب کوئی نص مؤلف اپنے شکم سے نکالے، خامسًا حضرت علیؓ کو پہلے سے بدلالۃ النص معلوم تھا کہ اس قدر حرکت اور ایصال نفع صلوٰۃ میں درست ہے خود فخر عالمؐ نے امامہ بنت ابی العاص کو حالت صلوٰۃ میں کندھے پر چڑھا لیا تھا اس کی راحت کے واسطے اور رونے کے خدشہ سے اور حضرت عائشہؓ کے واسطے بحالت صلوٰۃ زنجیر کھول دی تھی، علیٰ ہٰذا دیگر مثل اس امور کے بہت وقائع تھے جس سے معلوم ہوگیا کہ اس قدر حرکت نفع رسانی کو درست ہے مگر مؤلف کو کون سی ولالت اشارۃً ملی ہے جس سے یہ بدعت کو حسنہ بتاتا ہے یہاں تو نص بھی موجود ہے **قولہ** اور یہ دعویٰ ان صاحبوں کا کبھی حضرت سے الخ **اقول** یہ دعویٰ کوئی عالم نہیں کرتا جو مؤلف سمجھا بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ اس طرح ایصال ثواب کبھی نہیں کیا ورنہ آپؐ علیہ السلام تو ہر دم ذاکر تھے جب طعام آپؐ کے روبرو رکھا جاتا تھا قبل شروع کچھ پڑھتے ہوتے تھے اور بسم اللہ کرکے کھاتے تھے سو یہ فہم ناتمام مؤلف کے کمالات ہیں کہ مراد مانعین کی نہیں سمجھا، بس اب یہ چند دلیل حیثیت منقولہ کی اسکو کچھ بھی نافع نہیں ذرا ہوش کرکے دیکھئے،

فاتحہ مروجہ کو طعام سامنے رکھکر دعا زیادہ فرمانے پر قیاس نہیں کر سکتے کہ فارق موجود ہے **قولہ** ازانجملہ حدیث ام سلیمؓ الخ **اقول** مؤلف نے یہ تین حدیث نقل کی کہ جس سے یہ ثابت ہوا کہ فخر عالم علیہ السلام نے طعام پر دعا زیادہ ہو جانی اس طعام کی فرمائی اور حدیث میں ہے قال فیہ ماشاء اللہ ان یقول سو ہو سکتا ہے کہ کچھ پڑھا ہو کہ جس سے اضافہ قدر طعام کا ہو گیا مگر تیسری حدیث میں دعا بالبرکۃ وارد ہوا ہے لہٰذا ان دو حدیث کو بھی اس پر ہی حمل کیا جاوے بہر حال طعام قلیل پر زیادہ ہو جانی طعام کی دعا فرمائی، اب غور فرمایئے اس طعام کی زیادہ آپؐ کی دعا پر موقوف تھی اگر آپؐ دعا نہ فرماتے تو زیادہ حاصل ہوتی اور جس شئے پر دعا زیادہ کریں اس کا روبرو ہونا مناسب ہے، پس یہ آپ کا دعا کرنا ضرورت کے واسطے تھا، بدون اس کے حاصل نہیں ہو سکتی تھی، پس یہ فعل نظیر فاتحہ مروجہ کی ہرگز نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہاں اگر دعا ایصال ثواب کی ہے تو بالکل لغو حرکت ہے وہ طعام جب بنیت ایصال ثواب کے پکایا یا بایں نیت آکل کے سامنے رکھا تو وہ نیت صاحب طعام سے قابل وصول ہو چکا

۱؎ یعنی کھانے پر آپؐ نے جو کچھ خدا تعالیٰ نے چاہا پڑھا ۲؎ یعنی دعا مانگی کہ کھانے میں برکت ہو ۳؎ کھانے والا۔

Marfat.com

کہ جب میں لایا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا، یا اب زیادہ پہلے سے موجود ہے ازاں جملہ حدیث غزوہ تبوک کی مشکوٰۃ میں بروایت مسلم مذکور ہے، جب لوگ گرسنہ ہوگئے حضرت عمرؓ نے دعا کرانی چاہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تب آپؐ نے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو تب کسی نے مٹھی جوار کسی نے مٹھی کھجور، کسی نے ٹکڑا روٹی کا جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لاکر ڈالا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا پھر آپؐ نے اس پر دعا فرمائی اور فرمایا بھر لو اپنے برتن پھر جس قدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جوان کے پاس تھے بھر لئے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا، شارحین لکھتے ہیں، کہ اس وقت لشکر میں لاکھ آدمی موجود تھے بس معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی اس بات گواہ ہوئے کہ کھانا سامنے رکھے ہوئے پر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی، باقی رہی یہ بات کہ حضرتؐ نے وہ دعا مانگی جو آپؐ کو ضرورت تھی صاحب فاتحہ وہ دعا کرتا ہے جس کی اس کو ضرورت اس وقت ہے پس دعا ہونے میں دونوں برابر ہیں یعنی دعا کے معنی شرع میں ہیں السوال من اللہ الکریم یہ دونوں جگہ ایک ہیں اب اہل انصاف کو چاہیئے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل میں خوب تامل فرماویں اتباع حق کریں ورنہ ایسا تو کریں کہ فاتحہ پڑھنے والوں کو

اب آکل بے ہودہ کیا دعا کرتا ہے فضول حرکت ہے اور جو دعا مغفرت میت کی کرتا ہے تو اس کا وقت دوسرا ہے بعد حضور طعام کے یہ اس کا محل نہیں، جیسا اب آتا ہے بہر حال فخر عالمؐ کا فعل تو ضرور ہے، اور یہ قول آکلینؑ صدقہ کا لغو، سو قیاس خود لغو ٹھہرا کہ مع الفارق ہے دوسرے یہ کہ دعا فخر عالمؐ کی زیادہ ہو جانے کی اور ازالہ نقصان قدر طعام کی تھی اور یہ دعا مثل اصلاح ظاہر کے ہے کہ ہم لوگ ہاتھ سے اصلاح ظاہر اور ازالہ فساد و نقصان کرتے ہیں اور فخر عالمؐ نے اصلاح و نقصان ذاتی طعام کی اپنے کلام سے فرمائی بس یہ فعل مزیل نقصان تھا اور فاتحہ میں افساد و طعام ہے کہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آکلین اور قاری دونوں کی شہوۃ متعلق طعام سے ہے تو گویا افساد خلوص اور نیت آکلین کا بھی ہے لہٰذا فعل مصلح کو مقیس علیہ فعل مفسد کا بنانا فہم مؤلف کا ہی ہے اور کوئی اہل علم ایسی لغویات نہ کہے گا، تیسرے فخر عالم علیہ السلام نے دعا برکت فرمائی یہاں قرآن پڑھتے ہیں قرآن عبادت ہے کہ طعام کے آنے کے بعد مکروہ ہے عبادت کا خشوع جاتا رہتا ہے اور طعام کا نقصان اور تعظیم طعام کے یہ امر خلاف ہے مسلم نے روایت کیا لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام۔ الحدیث، اور ادب طعام میں ہے کہ بعد روٹی آنے کے انتظار سالن کا بھی نہ کرے، چنانچہ احیاء العلوم وغیرہ میں مذکور ہے، چوتھے یہ کہ وہ طعام کھانے کے واسطے نہیں تھا بلکہ بڑھانے کے واسطے تھا تو اب تک اس کے کھانے کا وقت نہ آیا تھا جب آپؐ دعا کر کے فارغ ہوئے، تو وقت کھانے کا ہوا اور بعض معجزات میں محض زیادہ ہونے کے بعد اٹھا رکھنا منظور تھا خلاف فاتحہ کے کہ اس وقت کھانے کا ہے اب دوسرے کام میں لگنا مناسب نہیں پس فاتحہ کو قیاس وقائع ان احادیث پر کرنا محض فہم و علم سے عاری ہے ایصال ثواب کا اثبات تھا، زیادہ طعام کا مسئلہ پیش کیا پھر سب کے بعد یہ فعل مباح ہوا مگر فعل مندوبؑ میں بھی جب مشابہت عارض ہو جاتی ہے یا تعین و تاکد کی بدعت حادث ہو جاتی ہے تو وہ مندوب نہیں رہتا غیر مشروع ہو جاتا ہے تو اب کہ یہاں یہ امور غیر مشروع موجود ہیں تو باوصف تسلیم مذہب کے بھی مؤلف کو سم قاتل ہو جاوے گا، غرض فہم کلام سے مؤلف کو منافات کلی ہے ہاں اگر قبل طعام کے آنے کے یا کھانے کے بعد کوئی بخوشی ثواب میت کو پڑھکر بہنچا دوے بشرطیکہ اس میں تاکد نہ ہو تو کوئی منع نہیں کرتا یہ کیوں کیا جاوے کہ طعام سامنے رکھ کر قراۃ و دعا شروع اور مجیب اور جملہ مانعین بدعت لکھتے ہیں کہ ثواب ایصال ذکر و طعام کا مستحسن ہے اور مؤلف کا غزوہ تبوک کے واقعہ میں کہ اس پر لاکھ آدمی گواہ ہیں یہ ہذیانؑ غیر مفید ہے کیوں کہ اگر کروڑ آدمی کے روبرو یہ قصہ ہوا اور پھر راوی واحد نے بیان کیا جب بھی خبر واحد ہی رہے گی متواتر نہ ہو ویگی سو یہ گواہی مؤلف کی کیا مفید ہوئی اور جو لاکھ کی گواہی آج

لہ بھوکے ۲ صدقہ کھانے والے ۳ نقصان کو ختم کرنیوالا ۴ بکواس ۵ جس کو بیان کرنیوالے اتنی تعداد میں ہوں کہ ان کے جھوٹ پر متفق ہونیکا خیال شبہ ہو سکے ۱۲

لہ نہیں جب کھانا سامنے رکھا ہو تو بھی پڑھنا جائز ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

صلوات نہ سنائیں ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں **تنبیہ**، ہاں اگر کوئی کم فہم عوام میں ایسا ہو کہ ثواب عبادت مالی کو یوں سمجھے کہ بغیر فاتحہ پڑھے نہیں پہنچے گا اس عقیدہ کو بد کہنا چاہیئے، اور اس کو زجر و توبیخ کرنا چاہیئے، کیوں کہ اس نے حکم اطلاق نصوص فرمان مصطفوی کو علیہ افضل التحیۃ والسلام مقید کر دیا لیکن برتاؤ آمد لوگوں کا دیکھکر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ان کا نہیں اس لئے کہ جب میت کی طرف سے کچھ کپڑا یا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دیتے ہیں تو فاتحہ پڑھ کر نہیں دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ انکا یہی ہے کہ ثواب عبادت مالی کا بدون فاتحہ کے پہنچ جاتا ہے اس طرح جب ختم قرآن شریف یا قل ہو اللہ وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشتے ہیں، یا قبرستان میں جا کر اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں اس صورت میں یہ لازم نہیں پکڑتے، کہ اس وقت میں کچھ صدقہ بھی ضرور چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ثواب عبادت بدنی کا بدون عبادت مالی کے پہنچ جاتا ہے جب عقیدہ یہ ٹھیرا تو ان کے حق میں کچھ مضر نہیں فاتحہ پڑھنا بعض سور مثل طعام طعام و تقسیم شیرینی

تک تواتراً ثابت ہو جاوے تو بھی اسی قدر مضمون مذہب کا رہیگا جو قطعی الثبوت ہو گیا ------ سو اس سے بھی جواز فاتحہ کا ثابت نہ ہو گا ہاں فعل فخر عالم علیہ السلام کا قطعی الثبوت ہو جاوے گا جس کا حاصل ندب ہے مگر مؤلف کی قسمت میں وہی کم فہمی سے حرمانِ ثبوت اس کے مدعا کا حاصل رہیگا اب یہ بھی یاد رہے کہ مؤلف فقط ترجمہ وہی کرتا ہے اگرچہ خطائیں اس کی بہت ہیں مگر ترجمہ حدیث کی خطا بتانی ضرور ہے، فقط بیر کو کہتے ہیں نہ وہی کو اوپر سے معلوم ہوا کہ دعا فخر عالم علیہ السلام کی ضروری تھی اور فاتحہ کی دعا لغو اور لغو کا ترک مناسب ہے والذین ہم عن اللغو معرضون، حق تعالیٰ مدح میں فرماتا ہے پس قول مؤلف کا کہ ہمارے واسطے جو دعا ضروری ہے طعام پر وہ کرتے ہیں بالکل لغو ہو گیا محض بے معنے ہیں **قولہ** تنبیہ الخ **اقول** الحمد للہ کہ مؤلف کو بہت کچھ اپنا وقت ضائع کر کے اور کشف اپنی حقیقت علمی کا کرا کے تنبہ ہوا کہ اطلاق نصوص کا مقید کرنا ضلالت ہے اور اس عقیدہ پر عوام کو زجر و توبیخ لازم ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر بدعت ضلالہ ہے مگر اپنی عادت سے مجبور پھر انحراف کیا کہ عوام کا یہ عقیدہ معلوم نہیں ہوتا، بہر حال اصل مسئلہ میں تو مؤلف موافق مانعین کا ہو گیا اب خلاف عقیدہ عوام میں رہا کہ یہ ہے یا نہیں اس فقرہ نے ساری تحریر مؤلف کی بیہودہ بنا دی کیوں کہ مؤلف کا جب یہ عقیدہ ہے کہ تقلید مطلق کی بدعت ضلالہ ہے اور یہی مانعین کا عقیدہ ہے تو بس اس کا اثبات کرنا تھا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں، اس قدر دردسری بیہودہ سے کیا حاصل کیا بس خبر گذشتہ را صلواۃ، اب مؤلف پر اس کا قول صادق آگیا کہ فجر کا بھولا شام کو آیا الخ اب کلام عوام کے عقیدہ میں رہی مانعین کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہے اور یہ امر بدیہی ہے مؤلف تجربہ کر لیوے بلکہ خواص کالانعام کا عقیدہ یہی ہے، مگر علمدرآمد ان کا بھی مثل عوام کے ہے **قولہ** اس لئے کہ جب کپڑا الخ **اقول** یہ دلیل بالکل ناتمام سوء فہم سے ناشی ہے اس واسطے کہ قرآن کو موقوف علیہ طعام کا کوئی نہیں جانتا قرآن کا ثواب عوام کے نزدیک مطلق ہے تو اس میں کلام بھی نہیں اور طعام کا ثواب موقوف کلام پر جانتے ہیں علی ہذا نقد پارچہ کو بھی مطلق جانتے ہیں، پس جسقدر کو عوام نے مقید کیا اس کو ہی بدعت کہا گیا اور جس کو اپنے اطلاق پر رکھا اس کو بدعت نہیں کہتے مگر یہ دلیل تو اس وقت مفید ہوئی کہ کسی نے تلازم[1] مالی و بدنی کا جمیع صور میں دعویٰ کیا ہوتا یہ تلازم خود ہی مؤلف کے شکم سے نکلا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہنود کے یہاں فقط کھانے پر بید پڑھتے ہیں اور کپڑے و نقد وغیرہ پر نہیں پڑھتے اس سبب سے عوام جہال نے بھی طعام پر کچھ پڑھنا مقرر کیا نہ ہر شئے پر، غرض مؤلف کی یہ دلیل کہ جو ثواب قرات کا موقوف طعام پر عوام کے نزدیک نہیں، تو اس کا قلب بھی نہیں ہو سکتا کیا عمدہ دلیل ہے حاجت بیان نہیں مؤلف کی منطق خوانی کا نتیجہ ہی ایسا

[1] محرومی کے واسطے ذہن سے پیدائش کے لازم ہونا۔

Marfat.com

وغیرہ میں اسی واسطے بزرگان دین کا اس طریقہ پر عمل رہا ہے عنقریب ہم نقل کریں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ بعضے آدمی جو زیادہ احتیاط کرتے ہیں کہ روبقبلہ بیٹھتے ہیں اور مکان پاکیزہ و صاف میں پڑھتے ہیں، سو یہ بات کچھ فرض نہیں بلکہ قسم آداب سے ہے آپ کے مسلم الثبوت علماء کے کلام میں موجود ہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تعزیہ کے پاس درود فاتحہ پڑھنے کیلئے سوالات عشرہ محرم میں نقل فرماتے ہیں، فاتحہ و درود فی نفسہ درست است لیکن دریں قسم جائے نوعے بے ادبی می شود زیراکہ نجاست معنوی دارد فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ محل پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی انتہیٰ، اس کلام سے صاف ثابت ہوا کہ فاتحہ پاکیزہ جگہ میں پڑھنی چاہیئے، اور مولوی اسماعیل صاحب صراط مستقیم میں موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہیں، اول طالب را باید کہ با وضو دوزانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خوانده التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگاں نماید الیٰ آخرہ۔ مکان پاک میں روبقبلہ ہو کر فاتحہ پڑھنا، آداب کے ساتھ ان بزرگوں کے کلام سے جن کو تم مستند جانتے ہو ثابت ہو گیا اگر کوئی یہ کہے کہ فاتحہ یعنی الحمد کو مقامات ایصال ثواب میں کیوں اختیار کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ الحمد کو فضیلت بڑی ہے کل سورتوں پر سیرت حلبی اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ اگر فاتحہ کو ایک پلہ ترازو میں رکھیں اور تمام قرآن دوسرے پلہ میں تو فاتحہ یعنی الحمد غالب آوے گی سات حصہ، اور تفسیر روح البیان میں ہے جس نے پڑھی الحمد دیگا اسکو اللہ تعالیٰ ثواب گویا کل قرآن پڑھا اور گویا اس نے صدقہ کیا کل مومنین اور مومنات پر انتہیٰ، اس لئے اہل اسلام میں یہ رسم پڑ گئی کہ جب کوئی اپنی میت کیلئے کچھ کھانا یا شیرینی دیتا ہے تو الحمد پڑھ دیتا ہے اس کے پڑھنے سے یہ اجر ہوتا ہے گویا جمیع مومنین و مومنات پر صدقہ دیا خدا کی قدرت ہے اصحاب فاتحہ تو کس کس درجات کو پہنچ رہے ہیں، اور منکرین اس فعل پر غیظ کھا کر رہا کیا خاک اڑا رہے

خوجی میں پڑھا تھا کہ مقدمہ کا عکس لازم ہوتا ہے مؤلف نے اس قاعدہ کو ثواب عبادت مالی و بدنی کا مقدمہ بنا کر اس پر جاری کر دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اس تقریر کے بھی منتظر ہیں، اور بزرگان دین کا یہ طریقہ نہیں، ہاں مؤلف کے بزرگان مبتدعین کا ہو گا **قولہ** باقی رہی یہ بات کہ بعض جو زیادہ الخ **اقول**، ہر گاہ کہ یہ فاتحہ خوانی سرے سے بدعت ہو گئی تو بحث توجہ قبلہ اور نظافت مکان کی خود لغو ہو گئی اور مسلمان کو ہر حال توجہ قبلہ و نظافۃ مستحسن ہو اس کے جواب کی حاجت نہیں اور مؤلف کے مدعا کو ہرگز مفید نہیں کہ کلام اس میں ہے کہ طعام کا شراب رو بدو رکھ کر مروجہ قرارۃ جس ہیئت کا سوال سائل کرتا ہے، کیسا ہے سو ثابت ہو گیا کہ مکروہ بدعت ہے اور شاہ عبدالعزیز کے سوالات عشرہ کو اگر تسلیم کیا جاوے کہ ان کے ہی ہیں تو وہ فاتحہ و درود کو فی نفسہ درست لکھتے ہیں نہ طعام آگے رکھ کر کہ جس کی بحث ہے اور نجاست معنوی بدعت کی جگہ پڑھنے کو بے ادبی فرماتے ہیں، اور بے ادبی قرآن کی حرام ہے اس سے ثابت ہوا کہ بدعت کے محل پر قرآن پڑھنا حرام ہے، یہاں فاتحہ مروجہ میں بھی باعتراف مؤلف بدعت موجود ہے کہ تقیید مطلق نص کہ یہاں موجود ہے اور تشبہ ہنود کا بھی ظاہر ہے، پس قیاس اس کلام کا حرمت اس فعل کو تقاضہ کرتا ہے مگر مؤلف بے خبر ہے علیٰ ہذا صراط مستقیم میں ذکر تقرب الی اللہ کا ہے اسمیں نظافت ضروری ہے اور فاتحہ سے مراد ایصال ثواب بروح صاحب طریقت ہے اور یہ دونوں امر نظافت طلب ہیں، اگر طعام سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا کہ بدعت ہے اور نجاست معنوی ہے اس کو اس سے کچھ مناسبت نہیں یہ محض کم فہمی مؤلف کی ہے، علیٰ ہذا تعیین قرارۃ الفاتحہ لایصال الثواب مکروہ ہے ہر چند کسی نے یہی غرض مذکور مؤلف کی فاتحہ کو اختیار کیا ہو مگر اب اسی وجہ سے زجر و توبیخ لازم ہے

لے پاکیزگی ملہ ایصال ثواب کیلئے قرارۃ فاتحہ کی تعیین ملہ اللہ تعالیٰ کا قرب ملہ اسی غرض سے۔

Marfat.com

ہیں ع ہرکس سد بدانچہ نصیبش نوشتہ اند۔، اب رہا مسئلہ ہاتھ اٹھانے کا سو جواب اس کا یہ ہے کہ فاتحہ میں دعا بھی کیجاتی ہے اور خود الحمد شریف بھی من وجہٖ دعا ہے، اس کی تعریف میں لکھتے ہیں ھی دعاء وقرآن وصلوٰۃ جب یہ الحمد من وجہٖ دعا ہوئی اور اس کے سوا اور بھی دعا اس وقت کیجاتی ہے اور وقت دعا جو کہ خارج نماز سے کیجاتی ہے اسمیں ہاتھ اٹھانا مستحب ہو حصن حصین میں ہے ادب الدعاء بسط الیدین ت مس ود فعھما یعنی دعا کے آداب میں یہ ہے پھیلانا دونوں ہاتھوں کا روایت کی یہ ترمذی اور حاکم نے اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا روایت کی یہ چھیوں محدثوں مصنف صحاح ستہ کے نے اور مشکوٰۃ میں حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرقوم ہے اذا سألتم الیہ فاسئلوہ ببطون اکفکم اور نیز مشکوٰۃ میں حدیث رسول ہو صلے اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحیی من عبدہٖ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردہ صفرا، پس چوں کہ فاتحہ میت کی امداد ہے اس لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی بموجب مضمون حدیث شریف کے ان ہاتھوں کو خالی نہ پھیرے بلکہ مراد سے بھر دے اور مسائل اربعین میں مولوی اسحاق صاحب نے مسئلہ سی و دوم کے جواب میں کہ تعزیت میت میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا

جس کو مؤلف اپنے منہ سے بول اٹھا ہے دھفی المومنین القتال اور یہ ایک دلیل بدعت ہونے فاتحہ مرسومہ در سیوم و چہلم وغیرہ کی ہو کہ مؤلف اسکا مقر[1] ہے یاد رکھنا اس کا ضرور ہو **قولہ** اب رہا مسئلہ ہاتھ اٹھانے کا الخ **اقول** پہلے بھی لکھا گیا کہ مؤلف کو کہیں فہم مطلب نصیب نہیں اپنی تقریر ہانکنے سے کام ہے فرادی فرادی امور میں کلام کرتا ہے اس غرض سے کہ اگر اجزار جائز ہوویں گے تو مجموعہ بھی درست ہو جاوے گا اور یہ امر باطل ہو چکا ہو اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ یہ محل دعا کا نہیں طعام سامنے رکھ کر دعا ایصال تو لغو ہے اور دعا مغفرت کا موقع نہیں کہ خلاف ادب طعام کے ہے اور خشوع کھانیوالوں کا رفع ہوتا ہے اور پھر سائل فاتحہ خوانی میں ہاتھ اٹھانے کو پوچھتا ہو، پس اگر فاتحہ بہ نیت قرآن ایصال ثواب کیواسطے پڑھتے ہیں تو قرآن کو ہاتھ اٹھا کر پڑھنا کہیں شرع میں وارد نہیں رکوع و سجود میں قرآن کو پڑھنا مکروہ لکھا ہے کہ نہانی ان اقرء راکعًا او ساجدًا ا۔ الحدیث۔ پس چوں کہ رکوع و سجود حالت ذلت و عجز بندہ کی ہو، اس وقت میں قرآن مکروہ ہوا، نظر بر آں اگر حالت دست برداشتن میں بھی مکروہ ہو تو لائق ہے کہ حالت ذلت ہے، قطع نظر اس کے ورود شرع کا اس طرح نہیں، لہٰذا بدعت ہو اور اگر فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی جاتی ہو تو قرآن نہیں اسی واسطے جنب کو بہ نیت دعا فاتحہ پڑھنا فقہ میں درست لکھا ہو اور فاتحہ میں جو دعا ہے وہ پڑھنے والے کے حق میں ہو نہ میت کے حق میں سبحان اللہ دعا تو میت کے واسطے کرتا تھا اپنے واسطے کرنے لگا، یہ خبط عقل نہ معلوم کسکی ہوئی، مانگنے والے کی یا مؤلف کی دعویٰ تو یہ کہ مردہ کے واسطے دعا کرتے ہیں اور اثبات یہ کہ کھانیوالا اپنے واسطے ہدایت راہ مستقیم کی مانگتا ہو سبحان اللہ، اور اول میں یہ لکھ آیا کہ فاتحہ درود پڑھ کر دعا ایصال ثواب مانگتے ہیں غرض اس خبط کلام کو دیکھنا لازم ہو سب کے بعد یہ کہ سب جگہ ہاتھ اٹھانے دعا میں بھی مستحب نہیں، جیسا مؤلف لکھتا ہو بلکہ جہاں ہاتھ اٹھانے ثابت ہوئے وہاں مستحب ہو اور جہاں کچھ ثابت نہ ہوا وہاں بھی مستحب اور جسجگہ عدم رفع ثابت ہوا وہاں مکروہ، علی قاری شرح حصن حصین میں لکھتے ہیں کہ یہ رفع وہاں مستحب ہے کہ فخر عالم علیہ السلام سے وہاں رفع ثابت ہوا ہو ورنہ مکروہ ہوگا اور شرح مناسک میں لکھتے ہیں کہ ولا یرفع یدیہ عند رویۃ البیت ای ولو حال دعائہ لعدم ذکرہ فی المشاہیر و کلام الطحاوی صریح فی انہ یکرہ الرفع عند علمائنا الثلٰثۃ ونقل عن جابر انہ فعل الیھود انتہی پھر بعد نقل قول اس کے کہ جس نے یہاں رفع یدین کو مستحب کہا ہے لکھتے ہیں کانھما اعتمدا علی مطلق اداب الدعاء لکن السنۃ متبعۃ فی الاحوال المختلفۃ اما تری انہ علیہ السلام دعی فی الطواف ولم یرفع یدیہ انتہی، پس یہ کلیہ مؤلف کا تو باطل ہو گیا پس استحباب رفع یدین وہیں ہو جہاں فخر

[1] اقرار کرنے والا۔۔

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں رقم فرمایا ہے، امادست برداشتن براۓ دعا وقت تعزیت ظاہراجواز است زیراکہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقاً
ثابت شدہ پس در ثبوت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آں براۓ دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہیٰ، دیکھیے یہ بات تسلیم کر کے کہ اس
ہیئت خاص سے منقول نہیں یہی حکم دیا تھا کہ ہاتھ اٹھانا کچھ مضائقہ نہیں، کیوں کہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ خاص وقت
فاتحہ میت کی اگرچہ کوئی روایت ماثور نہ ہو لیکن جب حدیثوں میں مطلق دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا آیا ہے تو اس فاتحہ میں بھی ثابت ہو گیا کیوں کہ یہ بھی
دعا ہے اب دیکھیے مفتیانِ فتویٰ انکاری کوئی اس فاتحہ مذکورہ کو کہتا ہے کہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے اور کوئی رسم ہنود لکھتا ہے افسوس
افسوس جس چیز کے اصول احادیث شرعیہ سے نکلتے ہوں اس کو حرام یا رسم ہنود یا ضلالت کہنا ان ہی با انصاف آدمیوں کا کام ہے پہلے صلحاء و علماء
تو اس کو مسلم کہتے آئے ہیں مولانا عبداللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہم عصر شیخ عبدالحق دہلوی کے تھے، وصیت نامہ میں لکھتے ہیں

عالم علیہ السلام سے ثابت ہو گیا پس وہ تین حدیث مؤلف کی منقولہ طعام پر دعا کرنے کے باب میں دیکھو اس میں رفع یدین . . . .
. . . پس مؤلف کو لازم ہے کہ یہاں بھی رفع یدین کو مکروہ خلاف سنت جانے کہ یہ محل دعا کا ہی نہیں چہ جائیکہ رفع
ملے لہٰذا دعا دخول خانہ میں اور لباس پہننے میں اور خروج خلاء اور نوم کی حالت میں اور دیگر بہت مواقع ہیں کہ رفع یدین وہاں ثابت نہیں
اور دعوات کا پڑھنا ثابت ہے تو سب جگہ یہاں رفع یدین مکروہ ہوگا۔ مگر مؤلف کو ابھی خبر نہیں ہوئی یا پڑھ کر خبردار ہو دیں گے پس آ مؤلف کو روایات
حصن حصین و مشکوٰۃ کچھ مفید نہیں یہ ادب محل رفع میں ہے نہ غیر اس محل میں، اور نہ یہ روایات کلیہ قطعیہ تھی، مگر مؤلف کی فہم پر پردہ ہی علی ہٰذا روا
اربعین کی، کیوں کہ اسمیں بھی وقت دعا کے رفع مطلقاً ذکر کیا ہے نہ ہر جگہ اور پھر تخصیص کو دعاء تعزیت میں غیر ماثور رکھدیا ہے، پس مؤلف کا کیا
مدعا اس سے نکلتا ہے کہ یہاں تخصیص بھی ہے اور عدم رفع بھی یہاں ثابت ہے اور خود خبط العشوا ر بھی مؤلف کا موجود ہے کہ کہیں فاتحہ میں
ہاتھ اٹھانا کہتا ہے کہیں بعد فاتحہ کے کہیں کچھ عقل قائم نہیں رد مختار میں ہے دعاء المنفیۃ مایفعلہ فی نفسہ قال شارح المنیۃ لیس فیہا
رفع لان فی الرفع اعلانا انتہیٰ۔ اور یہاں دعا ایصال ثواب میں دعا خفیہ ہے کہ دل میں غرض ایصال ثواب کی ہے یعنی اگر فقیر مدعو آگے یا
پیچھے طعام کے فاتحہ یا کچھ قرآن پڑھ کر ثواب میت کو پہنچاوے تو دل سے نیت ایصال ثواب کی کرے اور طعام کے ایصال کی نیت بھی لغو ہے کیوں کہ اس
کی نیت صاحب طعام کر چکا ہے یہ کون ہے پس دعویٰ کلیہ رفع یدین کا مؤلف کا باطل ہوا اور اس محل میں رفع یدین کا نہ ہونا ثابت ہو گیا، اور ایصال کو اس
قید سے مقید کرنا محقق،، پس حسب اعتراض مؤلف کی بدعت ضالہ ہوا اور تشبہ ہنود کا بھی اس میں مقرر ہے کیوں کہ تمام ہنود میں رسم ہے اور ان کا یہ شعار
ہے کہ طعام پر وید پڑھواتے ہیں جس کا دل چاہے ہنود سے تحقیق کر لیوے مولوی عبداللہ اپنے تحفۃ الہنود میں لکھتے ہیں کہ ہر سال جس تاریخ میں کوئی
مرا اسی تاریخ ثواب پہنچاتے ہیں اور اس کو ضرور جانتے ہیں اور پنڈت اس کھانے پر وید پڑھتا ہے انتہیٰ،،
جس قدر عبارات مؤلف موسومہ جواز فاتحہ مروجہ کسی سے فاتحہ مروجہ ثابت نہیں ہوئی پس اب بدعت ہونا اور مکروہ ہونا اس فاتحہ مروجہ کا ثابت منصوص
ہو گیا، پس مفتیان دیندار اگر اس کو مخترع ناپسندیدہ شرعیہ کہیں، یا رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے کہ اصول نصوص سے اس کی مذمت ثابت
ہو چکی **قولہ** مولوی عبداللہ گجراتی الخ **اقول**، بعد ثبوت منع کے کلیات نصوص سے اگر مولوی عبداللہ گجراتی اور جامع الاوراد اس کو جائز لکھیں
تو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور ہم کو ان کے قول کی توثیق کی حاجت نہیں معہٰذا یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ یہ تخصیصات و تعینات رسوم صالحہ اس وقت
- - - تک ہیں کہ التزام اس کا نہ ہو اور عوام کے قلوب میں رسوخ کا اندیشہ نہ ہو، کبھی کبھی ترک بھی کر دیا کریں کیوں کہ جب مستحب

ا سونا ۲ یقینی ۳ غیر منقول ۴ ہلکی آواز سے ۵ دونوں کا اٹھانا ۶ ایجاد کردہ ۷ اعتماد کرنا

Marfat.com

تخصیصات دراوضاع تراکیب ماکولات وتعنیات درمفردات بفاتحہ ونیاز ہائے بزرگان از رسوم صالحہ است انتہیٰ۔ اور جامع الاوراد
میں ہے، اگر برطعام فاتحہ کردہ بفقرار دہد البتہ ثواب می رسد، اور اسی جامع الاوراد میں ہے، چوں قرآن ختم کند اول پنج آیت خواندہ دست
برائے فاتحہ بردارد وثواب ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بخشد، یہ وصیت نامہ اور جامع الاوراد کی عبارتیں صمصام
قادری میں ہیں، اور زبدۃ النصائح مطبوعہ مطبع محمدی جو ۱۲۶۷ھ کی مطبوعہ ہے اس میں مولانا برہان الدین مرحوم کی یہ عبارت صفحہ ۵۶ پر موجود
ہے، ہمیں است مضمون فاتحہ مرسومہ پس ثواب درود الحمد وقل ہو ثواب بدل طعام منظور بروح آں جناب خواہد رسید، اب اس فرقہ کے
بزرگواروں کا احوال سنیئے مجموعہ زبدۃ النصائح میں صفحہ ۱۳۲ پر استفتار شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا مرقوم ہے سائل نے سوال کیا تھا کہ کسی کے نام کا
مرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست ہے یا نہیں اور ملیدہ یا شیر برنج وغیرہ نیاز اولیاء کا درست ہے یا نہیں، شاہ ولی صاحبؒ نے اس کے
جواب میں ذبیحہ کو حرام فرمایا، اور ملیدہ شیر برنج کی نسبت یہ الفاظ لکھے، اگر ملیدہ وشیر برنج بنابر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب
بروح ایشاں پزند ونجورانند مضائقہ نیست وطعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادا شد پس اغنیار
راہم خوردن جائز است انتہیٰ کلامہ، دیکھئے کھانے پر فاتحہ دینا خاص فتویٰ شاہ ولی اللہ سے ثابت ہے اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب اپنی
کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں، پس دہ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند وبر قدرے شیرینی وفاتحہ بنام خواجگان چشت
عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند الیٰ آخرہ، جائز اور مباح ہوتا تو اور بات ہے یہاں تو امر فرماتے ہیں کہ اس طرح
پڑھیں اور اس سے زیادہ کیا سند ہوگی، اور شاہ عبدالعزیز صاحب سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال نہم میں کہ کھانا ان چیزوں کا

بھی ان وجوہ سے مکروہ ہوجاتا ہے تو رسوم صالحہ مردم کی بطریق اولیٰ مکروہ ہوجاویں گی پس مؤلف کو اس سے کوئی مدد نہیں ملتی
شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی عبارت سے بدعت ہونا فاتحہ کا ثابت ہوتا ہے الخ۔ جامع الاوراد کا کہنا اگر برطعام فاتحہ کردہ الخ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر
چہ یہ طریقہ ایصال کا بدعت ہے مگر بشرط نیت صالحہ کے ثواب پہنچ جاتا ہے اگرچہ اس فعل کی معصیت بھی ہوتی ہے دوسری روایت جامع
الاوراد کی ہیں یہ وضع بوجہ اباحت کے لکھی ہوگی اور ہرگاہ کہ عوام اس کو مستحب جاننے لگیں، چہ جائیکہ موکد[1] اس وقت بدعت ہوجاوے گی
بہرحال مؤلف کسی وجہ دمبین نہیں، اولاً ثبوت میں ان روایت کے کلام ہے کہ غلط ہے یا صحیح، دوسرے نصوص کے مقابلہ میں قابل التفات
نہیں، تیسرے تاویل کی گنجائش ہے کہ مدعی مؤلف میں ظاہر ونص نہیں، پس ایسی روایات سے کیا فائدہ ہوتا ہے صحاح ظواہر کو چھوڑ کر ضعاف
غیر معتبرات پر ہاتھ ڈالنا نہایت عجز[2] اور بددیانتی کی بات ہے، مؤلف مولوی امیر باز خاں کو وہم مفتی تلقین کرتا تھا آپ اس پر عمل نہیں کرتا
کہ ایسے تار عنکبوت سے پناہ پکڑتا ہے بہرحال مؤلف کا فقط کاغذ سیاہ کرنے کے کچھ نفع نہیں ہوا اور مانعین کو ان عبارات سے کچھ حرج نہیں ہوتا
وہ اس عمل کے بدعت ہونے کے قائل ہیں نہ کہ ایسی صورت میں منکر وصول ثواب کے مگر مؤلف کو کچھ خبر نہیں کہ کیا ہے مؤلف قائل ہوچکا ہے
کہ حکم مقید کا قید پر راجع ہوتا ہے پس اصل ایصال درست اور قیود وبدعت علیٰ ہٰذا مولوی برہان الدین کا قول اگر بمقابلہ نصوص مؤلف کے
نزدیک معتبر ہے تو اسمیں وصول ثواب کا اثبات ہے نہ رفع بدعت، کا اور شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام میں یہ فقرہ اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ
شد، خود معلوم ہولیا کہ فاتحہ دادن کے معنی ایصال ثواب کے ہوتے ہیں مجاز[3] متعارف کے طور پر یا عرف[4] عام کی وضع پر علیٰ ہٰذا عبارت
انتباہ میں مگر مؤلف پر آفریں ہے کہ ان عبارات میں کہیں بھی طعام روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ کا پڑھنا نہیں نکلتا ہے، فقط مؤلف کو

[1] تاکید شدہ، [2] کمزوری ہے [3] لفظ کو معنی غیر موضوع میں استعمال کرنا [4] تمام اصطلاح،،

Marfat.com

جو نذر و نیاز تعزیہ کے سامنے رکھکر فاتحہ پڑھتے ہیں کیسا ہے. لکھتے ہیں، طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند براں فاتحہ و قل درود خوانند تبرک میشود خوردن آں بسیار خوب است، لیکن بہ سبب بردن طعام پیش تعزیہ ہا دنہادن آں طعام پیش تعزیہ ہا تمام شب تشبہ بکفار و بت پرستاں می شود پس از یں جہت کراہت پیدا می کند واللہ اعلم، دیکھئے کھانے کے اوپر فاتحہ کا پڑھنا شاہ صاحب کے کلام میں صاف لکھا ہے، واضح ہو کہ سب سے زیادہ فاتحہ وغیرہ منع کرتے ہیں مولوی اسماعیل صاحب مشہور ہیں، حال ان کا یہ ہے کہ وہ تاریخ اور دن کی پابندی کو منع کرتے ہیں، اور اس پر بھی کبھی آیت یا حدیث سے ممانعت نہیں کرتے فقط بعض مصلحتیں بیان کرتے ہیں چنانچہ مقامات تعین تاریخ بستم چہلم وغیرہ میں ہم ان کی عبارت لکھیں گے لیکن کھانے کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کو وہ بھی منع نہیں کرتے، صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں، نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات با طعام و فاتحہ خوانی خوب نیست، چہ ایں معنیٰ بہتر و افضل است الی آخرہ. ان عبارات منقولہ بزرگان سے اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہلِ عقل و انصاف کے نزدیک صاف ثابت ہو گیا. اب اگر بعض صاحب منکرین میں سے زبردستی الزام دیں فاتحہ کرنیوالوں کو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہی ہے کہ ثواب کھانے کا بے فاتحہ نہیں پہنچتا، اور فاتحہ اور پنج آیت وغیرہ پڑھنے کو یہ لوگ یوں نہیں جانتے کہ یہ امر خیر ہے اور ثواب کی بات ہے، بلکہ اس کو

ذہن میں ایک نقشہ جم رہا ہے اپنے خیال کی لوح سے نقل کرتا ہے اور فرطِ حب بدعت سے نہ چشم عبرت ہے نہ حیا و تنبہ، اگر فاتحہ کا پڑھنا بھی مسلم ہوتا ہم رفع یدین و طعام کا سامنے رکھکر پڑھنا جس سے کہ امر میں سرگردانی ہو رہی ہو ہرگز بھی نہیں نکلتا جس کو سائل پوچھتا ہے اور مفتی بدعت کہتا ہے اور اس کے اثبات سنت میں مؤلف کمر باندھے ہوئے ہے. ڈھیلے پتھر جمع کر رہا ہے، دعویٰ کچھ، دلیل کچھ، شرم ندارد، اور سوالات عشرہ کے جواب شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف سے ہونے میں کلام ہے، اگر ان کے ہی ہیں تو یہ تصرف ہوا ہے کہ طعام نیاز قل فاتحہ پڑھنے سے متبرک ہو جاتا ہے، یہ قول ہرگز صحیح نہیں، زکوٰۃ کہ اعلیٰ درجہ کا صدقہ فرض ہو وہ بھی متبرک نہیں ہوتا، اور کوئی صدقہ متبرک نہیں بنتا، پس نیاز امامین کہ وہ بھی صدقہ ہو کس طرح متبرک بنگیا، بلکہ سب صدقات کو اوساخ الناس حدیث میں فرمایا ہے، کہ بنی ہاشم کو منع ہوئی، اور جو قرآن پڑھے جانے سے متبرک ہوا ہے تو چاہیئے کہ جس گھر میں کوئی قرآن پڑھے، سارے گھر کا طعام متبرک ہو جایا کرے، بہر حال یہ بہتان شاہ عبدالعزیز صاحبؒ پر ہے، اور خلاف حدیث و فقہ کے ہرگز صحیح نہیں، مؤلف کو یہ تنگی ہو رہی ہے، کہ ایسی ایسی روایات سے اثبات مدعا ہے، سبحان اللہ، مگر درست ہو، اس کا مبلغ علم اتنا ہی ہے اور مشہور ہے کہ الغریق یتعلق بکل حشیش، علیٰ ہذا صراطِ مستقیم میں نفع رسانی اموات با طعام و فاتحہ خوانی ہے، اس سے جمع کرنا دونوں کا ایک حالت میں یا طعام روبرو ہونا قرارت کی حالت میں کہاں سے مفہوم ہے واؤ مطلق کے واسطے ہوتا ہے اور رفع یدین کس لفظ سے پیدا ہوا ہو صراط مستقیم میں اول اس ہیئت کو بدعت فرما کر منع کیا تھا، آخر میں فرمایا، کہ ہمارے اس منع سے ایصال ثواب کا منع کوئی نہ سمجھ لیوے تو اس کو تصریح فرما دیا، کہ اصل ایصال مالی بدنی سب جائز ہے، بدعات سے منع کرنا ہے، اب قول مؤلف کا کہ اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہلِ عقل و انصاف کے نزدیک ہو گیا، کمال شوخی ہے یا بلادت ہے کیا کہا جاوے، قولہ اگر بعض صاحب زبردستی الخ اقول زبردستی کوئی نہیں کرتا، عوام کا اعتقاد تجربہ کر کے دیکھ لو اور خواص کا معاملہ مثل واجب کے التزام سے اور ملامت تارک سے مشاہد ہو آنکھ کھول کر مؤلف ہی دیکھ لیوے اور افترا ہر روز ہوتا رہتا ہے، مؤلف بھی مولوی محمد یعقوبؒ صاحب اور مولوی رشید احمدؒ صاحب پر افترا کر چکا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ عقیدہ وجوب کا نہیں تاہم اس پر بدعت و قبیح ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر ما اہل بہ میں لکھتے ہیں. و ستر ست آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور ہر گونہ

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لیتا ہے ۔ علم کی انتہا ۔ جھوٹا الزام"

فرض واجب جانتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ منکر لوگ ایسے ایسے زبردستی افترا باندھا کرتے ہیں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو ہر سال اپنے باپ کا عرس کرتے تھے ان پر مولوی عبدالحکیم پنجابی نے یہ اعتراض لکھا ہے، کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ رکھا ہے، سال بسال کرتے ہو اس کا جواب شاہ صاحب موصوف نے لکھا ہے، زبدۃ النصائح مطبوعہ ۱۲۶۵ھ ص۱۴ میں ہے، ایں طعن مبنی است بر جہل حوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہداء ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آں است کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب بعد اس عبارت کے شاہ صاحب نے عرس کی اصلیت احادیث سے ثابت فرمائی ہے درمنثور اور تفسیر کبیر وغیرہ سے عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون

کہ مقرر است متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کسے کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ وقل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات ومشروبات بارواح الخ۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عوام کے نزدیک یہ طریق ایصال کا متعین ہے، سو تقید مطلق سے بدعۃ ضلالۃ ہوا بقول مؤلف بھی اور جب کوئی طریق نہیں سوائے اس کے تو یہ طریق واجب ہوا، مگر یہ بھی اس سے واضح ہوا کہ شاہ عبدالعزیز کے نزدیک یہ طریق ایصال کا بدعت وناجائز بھی ہے، پس سوالات عشرہ کی تکذیب ظاہر ہو گئی کہ اس میں جواز وتبرک لکھا۔ تھا حالاں کہ یہاں نجاست معنوی بدعت کی باعتراف موجود ہے مؤلف غور سے مطالعہ فرماوے تاکہ اس کی آنکھ کھل جاوے الحاصل عوام کے نزدیک تعین طریق ایصال ہونا بفاتحہ مروجہ شاہ صاحبؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا اور حسب اقرار مؤلف یہ قابل زجر وتوبیخ کے اور بدعت ضلالۃ ہوا اب خواص کو بھی اس کا کام کرنا جس سے عوام کو خرابی نہ ہووے ممنوع ہوا کہ جب موضوع اضلال عوام کا ہوا وہی مدعا مانعین کا تھا، اور مولوی عبدالحکیم صاحب نے شاہ صاحبؒ پر اعتقاد فرضیۃ عرس کا اعتراض کیا تھا، شاہ صاحب نے اس کا انکار کیا اور ایصال ثواب زیارت قبور کو مستحسن فرمایا سو اس میں کسی کو انکار نہیں مگر عوام کو تو بری نہیں کیا بلکہ عوام کا یہ عقیدہ تفسیر عزیزی میں خود فرما دیا، اور بطور التزام کی تعین یوم زیارۃ کو عملاً لکھ کر ایک حدیث لکھدی ہے، گو وہ ضعیف ہو نہ بطور احتجاج وتصحیح اس حدیث و عمل کی اور دلیل اس کی یہ ہے، کہ عجالہ نافعہ میں خود شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ طبقہ رابعہ کی حدیث پر اعتقادیات اور عملیات میں دونوں عمل کرنا درست نہیں پس اس روایت در منثور وغیرہ پر کہ طبقہ رابعہ سے ہیں کس طرح عمل درست ہو سکتا ہے، حالاں کہ صحیح حدیث لا تتخذوا قبری عیدا، اس کی معاند موجود ہے اور مانع عرس کی ہے قال صاحب المجمع لا تجعلوا قبری عیدا ای زیارۃ قبری عیداً او قبری مظہر عید ای لا تجمعوا الزیارۃ اجتماعکم للعید فانہ یوم لہو وسرور وحال الزیارۃ بخلافہ وکان داب اہل الکتاب فاورثہم القسوۃ ومن ھجیری عبدۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات انتہی، اب دیکھو کہ عرس کو صحیحین نے بالکل حرام کر دیا اور مؤلف بھول گیا کہ صحیحین کے مقابلہ میں نسائی کی روایت کو بحث بدعت میں قابل عمل نہیں کہتا تھا حالاں کہ . . . وہ حدیث صحیح تھی اور معارض بھی نہیں تھی اب اس حدیث شیخین کے مقابلہ میں ضعیف روایت کہ قابل احتجاج بھی ہرگز نہیں کس طرح درست ہو گئی، مؤلف کو واجب ہے کہ اس کو حسب اپنے قاعدے کے رد کر دیوے معہذا حدیث مجمل ہے کہ راس حول سے نہ معلوم کیا مراد ہو آیا محرم ہے کہ قدیم عرب میں راس حول تھا، یا ربیع الاول کہ راس سال ہجرت ہو یا شہادت کہ شوال تھا پس مجمل پر عمل درست نہیں، بہرحال شاہ صاحبؒ نے الزاماً یہ روایت نقل کر دی ہے ورنہ ہرگز قابل احتجاج کے نہیں، پس اصلیت عرس کی ہرگز

اور زیارت قبر کے لئے عید کی طرح جمع ہونا اہل کتاب کی عادت تھی سو اس نے ان کے دل کو سخت کر دیا اور یہ بت پرستوں کی عادت تھی یہاں تک کہ اب مردوں کو پوجنے لگے ۱۲

۱ نتیجہ:- اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے عرس کی اصلیت حدیث سے بہچانی یعنی ابن منذر ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتیں جو در منثور اور تفسیر کبیر سے نقل فرمائی ہیں ان میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سال بسال شہدائے احد کی قبور پر ہر برس کے سرے پر تشریف لاتے تھے اور اسی طرح بعد آپ کے خلفائے اربعہ کرتے رہے غرضکہ اصلیت عرس کی ثابت ہوگئی۔ اب جو کوئی شاہ صاحبؒ موصوف کے خاندان میں ہو کر اپنے بزرگان کا کلام رد کرے اس کو اختیار ہے، دوسری بات یہ کہ قبور صالحین کی زیارت موجب برکت ہے تیسری یہ کہ قدیم سے حاسد لوگ بر دستی طعنے دیا کرتے ہیں' اور افترا باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض واجب جان رکھا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ شاکی ہیں در فرماتے ہیں، ایں طعن مبنی است بر جہالت الخ، پس اسی طرح جو لوگ فاتحہ کرنے والوں پر اور محفل مولد شریف کرنیوالوں اور قیام کرنیوالوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ان چیزوں کو فرض واجب جانتے ہیں اس کا وہی جواب ہے جو شاہ صاحبؒ نے فرمایا چوتھی، یہ کہ فتوی انکاری میں مولوی امیر باز خاں التزام امر مستحب کو حصہ شیطان کا ثابت کرتے ہیں تو کلام شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے اور ان کے معمول دائمی سے معلوم ہو گیا کہ مستحب کا نباہ دائمی کرنا مستحب ہے، پانچویں یہ کہ ایک وقت میں جمع بین العبادتین، یعنی قرآن اور دعا اور تقسیم شیرینی و طعام کرنا برا نہیں بلکہ مستحسن اور خوب ہے اور خوب بھی کیسا کہ باجماع علماء اب کہیے اجماع علماء اور اتفاق صلحاء کے آگے تم بے پیروں کے اختلاف اور بھوٹ کو کون سنے، تتمہ، مولوی یعقوب علی مدرس مدرسہ نظامیہ نے اپنے تمام پیشوایان متقدمین اور متاخرین کے رسائل سے دلائل انتخاب کر کے فاتحہ وغیرہ کی مذمت میں ایک رسالہ لکھا جس کا باعث اول ایک شخص خیر اللہ ہوا تھا اور وہ رسالہ علی مطبع فاروقی میں چھپا اس رسالہ کی تعریف صفحہ اول میں یہ لکھی ہے، ایسا یہ مسئلہ مدلل اور محقق ہوا کہ آج تک کہیں نہیں چھپا تھا اور نہ دیکھنے میں آیا اور نام اس کا سیف السنہ رکھا انتہی کلامہ چوں کہ تعریف اس رسالہ کی بقول شخصے اپنے منہ میاں مٹھو بہت کچھ لکھی ہے، اس میں اندیشہ ابتلائے عوام کا ہے اس لئے میں محرر انوار ساطعہ کا چاہتا ہوں کہ اس سیف السنہ کے دلائل کا کند ہونا اور بددیانتی کا زنگ لگا ہونا جو ہے

ثابت نہیں جیسا مولف اپنے حکم میں بنائے بیٹھا ہے، پس قول اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں الخ اقول سب لغو ہو گیا کیونکہ اصلیت عرس کی اس حدیث سے جب ثابت ہوتی کہ یہ حدیث مفسر صحیح ہوتی اور اس کی معارض حدیث نص صحیح نہ ہوتی اور قبور صالحین کی زیارت اس وقت موجب برکت و جائز ہے کہ کوئی محذور[۱] شرعی لازم نہ آوے اور التزام مستحب کا بھی بدعت ہی بسبب تقید اطلاق کے بقول مولف پس یوم عرس اگر متعین ہوگا وہی محذور اور بدعت لازم آوے گا اور جمع بین العبادتین[۲] درست ہے بشرطیکہ اس کی ترکیب سے کوئی ہیئت غیر مشروع نہ پیدا ہو جاوے، باقی ہزلیات مولف کا جواب محقق پہلے ہو چکا ہے ضرورت اعادہ کی نہیں۔ اب جو بے پیر اور بے راہ ہے خود معلوم ہو گیا کہ احادیث صحاح کا مخالف اور اپنے قول کا عامل خلاف مجتہدین کے ہو کر جو ہوگا وہی بے پیر بلکہ بے دین ہے فقط قولہ تتمہ الخ اقول، مولوی یعقوبؒ علی کے پیشوایان کا جواب آج تک کسی اہل بدعت نے نہیں دیا، مگر مولف کی طرح سب و شتم کہ جہلا کا طریق ہے کرتے رہے ہیں اب مولف نے تمام اپنے پیشوایان کی ساری عمر کی تحقیقات و تحریرات کا انتخاب کر کے یہ رسالہ انوار ساطعہ لکھا ہے اور تیس سال کی عمر اپنی سعی کا خلاصہ اس میں درج کیا ہے، سو واضح ہو گیا کہ جہل مرکب ہے، بس فقط ردی رہ گیا ہے، نہ سوال کو سمجھے نہ جواب کو بوجھے دعوی کچھ، دلیل کچھ، نتیجہ کچھ اور دلائل ایسے چربوز[۳] سو ایسے علم پر ناز اور مولوی یعقوبؒ علی پر اعتراض مولف کی ہی بے شرمی کا کام ہے اور بس قولہ مولوی مذکور صفحہ ۲۱ میں سیف السنہ کے لکھتے ہیں الخ اقول مولف ذرا تو شرم کرے اور سوچے اور معنی شرح منیہ کے سمجھے کہ یہ معنی ہیں کہ قرآن پڑھنے کو میت کیو سطے

[۱] ممنوع [۲] دو عبادتوں کو جمع کرنا [۳] بیکار رسم

شناسوں کو دکھلادوں مولوی مذکور صنا سیف السنۃ میں لکھتے ہیں، یہ جو کھانا سامنے رکھکر ہاتھ اٹھاکر یا بلا اٹھائے کچھ کلام اللہ بطور فاتحہ پڑھتے ہیں فقہاء نے مکروہ لکھا ہے شرح کبیری میں ہے ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن یکرہ یعنی رکھنا کھانے کا وقت قراءۃ کے مکروہ ہے انتہی کلامہ۔۔ اب اس مقام پر چند باتیں قابلِ خیال کے ہیں، ایک تو یہ کہ جاہلوں کے بہکانے کے واسطے اتخاذ الطعام کے معنے لکھے رکھنا کھانے کا یہ خلاف لغت عرب کے ہے، رکھنے کو عربی میں وضع کہتے ہیں اور سبحان اللہ تطبیق دلیل مع عا یدیکھئے کیا خوب ہے دعویٰ کرتے ہیں کہ سامنے کھانا رکھکر کلام اللہ پڑھنا منع ہے اور دلیل یہ لائے کہ جسوقت قرآن پڑھتے ہوں اس وقت کھانا رکھنا منع ہے دیکھئے دلیل تو فی نفسہٖ مسلم ہے یعنی جس وقت آدمی قرآن پڑھتے ہوں، عین حالتِ قرارت میں ان کے سامنے کھانا لانا اور ان کا دل بٹ

لوگ جمع ہوں اور ان کے واسطے طعام تیار کرایا جاوے تو یہ مکروہ ہے پس سنو کہ ہرگاہ عوام کے نزدیک مقرر ہولیا کہ ضیافت میت میں لوگ اگر قل پنج آیت پڑھتے ہیں، اور یہاں بھی آکر پڑھیں گے اور ہونا اس کا ضروری جانتے ہیں تو ہدایۃً اہل میت کی نیت طعام کے ساتھ قرآن پڑھنے کی ہوئی اور طعام خوار بھی جانتے ہیں کہ ہم کو وہاں جاکر قرآن پڑھنا ضرور ہے۔ تو اجابت دعوت کے ساتھ قرآن پڑھنے کی نیت مقرر ہوتی ہے پس طرفین میں ضیافت کا ہونا اور قراءۃ قرآن کا ہونا محقق ہوچکا اب میت کے واسطے قرآن خوانی کو بلانا اور جانا اس ضیافت پر صادق آگیا ہدایۃً پس اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن یہاں موجود ہے ہدایۃً اگرچہ قلیل ہی ہوں سا قرآن نہ ہو کیوں کہ کثرت قلت کا فرق تو مؤلف نے ساقط کردیا ہے ایک لڈو کو ضیافت کا حکم دیچکا ہے اور فقط فاتحہ کو قرآن کا حکم دیدیا اور درست ہے پس قرآن خوانی کے واسطے اتخاذ طعام ہوگیا ...... اگر تھوڑی سی عقل بھی ہو تو واضح ہے البتہ یہاں دوسری شق بھی شرح منیہ کی موجود ہے اعنی وان اتخذ وللفقراء کان حسنًا۔ بہرحال یہ ضیافت مروجہ مرکب ہوئی دونوں شق سے کہ للفقراء بھی ہے اور لقراءۃ القرآن بھی ہے پس مرکب مباح مکروہ سے مکروہ ہی ہوتا ہے یہ قاعدہ مشہور ہے پس موافق قواعد فقہ کے اور روایت شرح منیہ کے یہ اتخاذ طعام مکروہ ہوگیا مؤلف خوب سمجھکر غور کریوے۔ اب مولوی یعقوب علی کا استدلال سنو کہ ان کی مراد رکھنے سے تیار کرنا اور ٹھیرانا ہے یعنی پکوانا اور یہ محاورہ ہند کا ہے جیسا اتخاذ الجمعہ جو باب ترمذی وغیرہ میں آتا ہے اس کا ترجمہ بال رکھنے کرنے میں بہرحال مراد ان کی سامنے آکل کے رکھنا نہ تھی کہ کوئی لفظ ایسا ترجمہ میں نہیں ہے مؤلف نے زبردستی رکھنے کو سامنے رکھنا سمجھ کر اعتراض کیا ہے خواہ مخواہ پس یہ کم فہمی مؤلف کی ہے اور اعتراض ہرگز نہیں مؤلف غلط کرنیکا دعویٰ کرتا ہے اور خود اپنی خبر نہیں کہ کسقدر غلط تراجم اور خیانت نقل عبارات میں کرتا ہے ہم نے خطا ہائے لفظی اس کی نہیں لکھی، بطور الزام کے ایک غلط ترجمہ مؤلف کا بتاتا ہوں کہ صفحہ تیسرے کی پہلی سطر میں الست کاحدکم کا ترجمہ مؤلف نے لکھا ہے بقولہ یعنی ایک تم میں میری طرح نہیں، اور حالاں کہ یہ ترجمہ ہدایت النحو پڑھنے والا بھی نہیں کرسکتا اس کا ترجمہ یہ ہے،، کہ میں نہیں ہوں مثل کسی ایک تمہارے کے پس اپنی خبر نہیں دوسروں کو خواہ مخواہ طعن کرتا ہے اور جو تسلیم کیا جاوے کہ سامنے ہی رکھنا ان کی مراد ہے تو بھی استدلال درست ہے اس واسطے کہ درصورتیکہ قرآن خوانوں کو کھانا کھلانا بعد قرارت یا قبل قرارت کے اور ان کے واسطے کھانا پکانا مکروہ ہوا تو عین قراءۃ میں سامنے رکھا ہونا اور اس کہ ہی واسطے کھانا پکانا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔ بدلالۃ نص پس یہ روایت کھانا رکھکر قرآن پڑھنے پر صاف دلالت کرتی ہے مگر مؤلف کو فہم مطلب سے غرض نہیں، دوسرے یہ کہ جب قرآن پڑھتے ہوئے کھانا لاکر رکھنا مکروہ ہے جس کو مؤلف خود تسلیم کرتا ہے اور اس کی دلیل کو بھی مسلم رکھتا ہے تو بعینہ اس ہی دلیل سے قبل قراءۃ بھی رکھنا مکروہ ہوگا اس واسطے کہ خشوع کا جانا جیسا وقت قراءۃ کے طعام رکھنے میں ہے قبل قراءۃ رکھنے میں بھی موجود ہے

لہ مہانداری ۱۲ مطابقت۔

مشغول کرنا مکروہ ہے لیکن ان کا دعویٰ اس سے ثابت نہیں ہوتا اور تماشہ یہ کہ دروغ گورا حافظہ نباشد، اتخاذ الطعام کے معنی یہاں سامنے رکھنے کے کرکے پھر تیسری سطر میں جو رسم تیجے دسویں وغیرہ کو رد کرتے ہیں اتخاذ الطعام کے معنی مقرر کرلینا کھانیکا اور اس سے زیادہ بد دیانتی یہ کہ شرح کبیری سے یہ تو فقرہ نقل کردیا لیکن صاحب کبیری نے جو اس پر اعتراض کیا ہے دوسری سطر میں وہ نقل نہ کیا وہ یہ ہے ولا یخلو عن نظر لانہ دلیل علی الکراھۃ الی آخرہ یعنی وہی صاحب کبیری شارح منیہ لکھتے ہیں کہ یہ مکروہ کہنا اس کھانیکو بحث سے خالی نہیں اس واسطے کہ کوئی دلیل کراہت پر نہیں آتی الی آخرہ۔ اس سے ۔ ۔ ۔ زیادہ خیانت اور ابلہ فریبی یہ کہ اسی سطر میں شرح کبیری میں لکھا ہے وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً یعنی اگر تیار کریں کھانا غریبوں کے واسطے اچھی بات ہے صاحب سیف السنۃ نے ایسی سیف اپنی گردن دیانت پر پھیری کہ اس فقرہ کا نام بھی نہیں لیا اور ایسے ہی ص۱۰ میں مولوی عبدالحکیم صاحب پر یہ افترا کیا ہے کہ انہوں نے تفسیر کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ غزوۂ تبوک میں حضرت نے دعا اور فاتحہ پڑھی ہے حالاں کہ یہ سخت بہتان ہے ان کی تفسیر فاتحۃ العلیم کا صفحہ ۹ دیکھیے جس کا جی چاہے کہ غزوۂ تبوک میں انہوں نے فاتحہ کا نام بھی نہیں لیا فقط یہ لکھا ہے کہ دعا پڑھی، افسوس ہزار افسوس کہ اس سیف السنۃ میں دو مقام پر مولوی عبدالحکیم صاحب کی نسبت الفاظ بد لکھے حاشیہ ص۱ میں لکھا ہے کہ اس کی کل تصنیفات دغابازی اور بے ایمانی سے خالی نہیں اور حاشیہ صفحہ ۱۱ میں بھی خراب لفظ لکھے اب سب ارباب انصاف نظر فرما دیں کہ ان کی دغابازی تو ایک بھی ثابت نہیں صرف دعویٰ بے دلیل ہے اور حضرت سیف السنۃ کی ایک

قاری کا دل مشغول ہونا دونوں صورت میں موجود ہے بلکہ پہلے سے رکھنے میں زیادہ دیر تک مشغولی ہے سو وہ بالطریق الاولیٰ مکروہ ہوگا پس مدعا اور دلیل تو مطابق ہے، مگر مؤلف کے فہم میں کوتاہی اور مخالفت ہے اور یہ دوسری دلیل کراہت فاتحہ مروجہ کی مؤلف کے اقرار سے ثابت ہوگئی کہ دل قاری کا اور جملہ آکلین کا کھانے میں مشغول ہے اور قرآن کا پڑھنا اور سننا کہ دونوں عبادت ہیں ہو رہا ہے قال المؤلف دلیل تو فی نفسہ مسلم ہے کہ آدمی قرآن پڑھتے ہوں عین حالت قرارت میں ان کے سامنے کھانا لانا اور ان کا دل اسمیں مشغول کرنا مکروہ ہے، اب دو دلیل کراہت فاتحہ مروجہ کی مؤلف نے اپنے منہ سے بولدی مگر ہاں پڑھنے میں طعام رکھنے سے دل مشغول ہو اور پہلے سے رکھکر پڑھنا شروع کرنے میں نہ مشغولی ہو یہ کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا، الغرض یہ ترجمہ آپکا مسلم کرکے بھی استدلال میں کوئی عیب و نقصان نہیں مگر ہاں مؤلف کی فہم میں بیشک نقصان ہے پس طعن ترجمہ اور خندہ مؤلف کا اس پر ہی منقلب ہوا اور لغت دانی اور علم و فہم مؤلف کا سب پر واضح ہوگیا، مگر خدشہ لا یخلو عن نظر باقی ہے وہ بھی سنو کہ بظاہر یہ خیانت مؤلف کی ہے کیوں کہ مؤلف کو اس مقام ردمختار پر نظر ہے چنانچہ اس ہی ذیل کی روایت مؤلف اس ہی رسالہ میں نقل کرتا ہے سو ردمختار بعد نقل روایت شرح منیہ کی اور اس کے قول لا یخلو عن نظر کے لکھتا ہے فیہ نظر لانہ واقعۃ حال لاعموم لہا مع احتمال سبب خاص بخلاف مافی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالاً بحدیث جریر المذکور علی الکراھۃ الخ پس ہرگاہ مؤلف کو اس نظر شریف کا منظور ہونا معلوم تھا پھر بھی دیدہ دانستہ نقل نہ کیا یہ عین خیانت اور حق پوشی اور خلاف دیانت کی ہے اور چوں کہ نظر شارح منیہ کی لائق اعتبار نہ ہوئی تو روایت بزازیہ کی سالم و معتبر رہی مولوی یعقوب علی نے اصل روایت کو نقل کیا اور نظر پر کچھ نظر نہ کی کہ خود منظور تھی یہ عین دیانت و علم ہے کہ معتبر روایت کو نقل کرے اور منظور فیہ پر التفات نظر نہ کیا کرے مگر مؤلف اپنے خیالات کو عین دیانت جانتا ہے اور اوروں کی دیانت کو بھی خیانت سے تعبیر کرتا ہے معاذاللہ قولہ پھر ایسے ہی ص۱۱ میں الخ اقول مؤلف اس کو افترا کیوں کہتا ہے فاتحہ کو من وجہ دعا مؤلف خود ہی کہتا ہے سو بطور عطف تفسیر کے انھوں نے لکھدیا ہے کوئی توحش کی بات نہیں اور شکوہ بدزبانی کا بھی مناسب نہیں مؤلف نے اپنے استادان

نہ کھانے والے کے پڑھنا سے زباندانی کے نظر سے خالی نہیں ہے اعتراض کے خوصدت ہے گہ ۔۔۔

Marfat.com

ہی فقرہ میں کتنی بددیانتی اور خیانت بھری ہوئی ہے، اسی طرح اگر کوئی دانشور اس کو دیکھے گا بہت خرابیاں اس میں پاویگا میں نے اس کا انداز اور چال چلن ایک فقرہ لکھ کر ظاہر کردیا ہے مشتے نمونہ خروارے، مجکو بزرگانِ سلف کی دانشمندی اور سچی کلام فرمانے کا کمال اذعان ہے صحیح اعتقاد اور صحیح تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہ بات بزرگوں کی نہایت صحیح ہے المرء یقیس علیٰ نفسہ یعنی آدمی سب کو اپنا سا خیال کرتا ہے پس اسی طرح مولوی یعقوب علی مذکور نے مولوی عبدالحکیم صاحب کو خطاب اپنے القاب کے موافق دیا ہے اس کا کچھ گلہ نہیں، اب آپکے تبحر علمی کا حال سنیئے، کہ غزوۂ تبوک کی حدیث جسمیں کثرت سے صحابہؓ تھے آپ صفحہ ۱۱ سیف السنۃ میں اس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں، اگر کثرت صحابہؓ تھا تو کیوں یہ حدیث متروک ہوئی بارہا اس عاجز نے کتب صحاح ستہ وغیرہ کا درس دیا ہے اس کا پتہ بھی نہ پایا انتہیٰ کلامہ۔ آپ عالم اور محدث ہونیکا دعویٰ فرماتے ہیں کہ صحاح ستہ اور اس کے ساتھ وغیرہ بھی پھر وہ بھی بارہا درس دینے کا اظہار اور میاں کو غزوۂ تبوک کی بھی خبر نہیں، اگر کوئی مشکوٰۃ کا ترجمہ بھی دیکھا ہوا ہوتا تو مان لینا، بیشک باب المعجزات یہ حدیث بروایت مسلم موجود ہے، اب حال خوش فہمی اور ترتیب دلائل اور تحصیل نتائج کا دیکھئے، رد فاتحہ مرسومہ کی بڑی عمدہ دلیل صفحہ ۵ کی آخر سطروں میں لکھتے ہیں، جب آپکے سامنے طعام تناول کے لئے آتا آپ سالن کی انتظاری نہ فرماتے اگر کسی نے کہا یارسول اللہ سالن آنے دیجئے، آپ فرماتے کہ سالن کو روٹی پر فوق دیتے ہو انتہیٰ کلامہ، سبحان اللہ کیا محکم دلیل آپنے رد فاتحہ کیلئے تجویز فرمائی ہے قیاس مع الفارق اول تو یہ کہ وہ کھانا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خود نوش جان فرمانے کا ہوتا تھا محتاجوں کو بقصد ثواب رسانی کھلانے کا نہ ہوتا تھا جب وہ کھانا اور طرح کا ہوا اور یہ اور طرح کا، تو ایکدوسرے پر قیاس کرنا نہ چاہیئے وہی مثال ہوئی جیسا آپ نے

دین کو اور بڑے بڑے جلیل القدر علماء اتقیاء متاخرین و متقدمین کو نہیں چھوڑا اگر مولوی یعقوب علیؒ نے مولوی عبدالحکیم کو کچھ لکھدیا تو کیا شکوہ ہے مؤلف کا تو یہ عین مذہب ہی ہے اگر یہ کوئی بڑی بات ہے تو اول خود عمل کرے پھر دوسرے کو نصیحت، زیادہ اس سے ہم جھگڑا کا جواب نہیں دیتے کہ علم کی بات نہیں **قولہ** اب حال خوش فہمی الخ **اقول** خوش فہمی مؤلف کی تو اول رسالہ سے یہاں تک دیکھتے چلے آئے ہیں، پچھلے قول میں مولوی یعقوب علی کی تخطیہ میں بھی مؤلف کی خوش فہمی ظاہر ہوچکی بندہ نے سیف السنۃ کبھی نہیں دیکھی سنی، اس رسالہ ہی سے یہ عبارات اسکی معلوم ہوئی ہیں مگر خوش فہمی مؤلف کی یہاں بھی واضح ہے یہ روایت عدم انتظار سالن کی تو مؤلف قبول ہی کرتا ہے خواہ کیسی ہی ہو، لہٰذا اس میں کلام فضول ہے البتہ مؤلف نے مابہ الافتراق پیدا کرکے اعتراض کیا ہے کہ طعام اپنے کھانے اور صدقہ کے طعام میں فرق ہے اپنے کھانے کے طعام کا تو ادب ہے کہ انتظار سالن کا بھی نہ ہوا اور صدقہ کا طعام ہوگیا تو ادب رہا کہ پڑا رکھا ہے حالاں کہ طعام دونوں ظاہراً ادب میں برابر ہیں گو وساخ معنوی سے صدقہ ملوث ہو کر ذوی فضل کو مکروہ ہوا مگر ادب طعام میں کچھ فرق نہ آیا بس مولوی یعقوب علی کی غرض یہ تھی کہ طعام کا ہر حال ادب ہے اگرچہ صدقہ کا ہو پس بعض طعام رکھنے کے دوسرے کام ہونے لگے بلکہ مشغول بالکل ہوجاوے جیسا فخر عالم علیہ السلام نے کیا مگر مؤلف نہ سمجھا تو بولا یہ طعام صدقہ کا ہے پس اگر یہ فارق ہے تو مؤلف اپنے دعویٰ کو کسی ایسی دلیل سے درست کرے کہ طعام صدقہ میں ادب نہیں ہے ورنہ کلام مؤلف کا لغو بے ہودہ رہیگی، الحاصل طعام نعمتِ الٰہی ہے اگرچہ طعام صدقہ کا ہو، حدیث میں ہے کہ اکرموا الخبز اور بھی اکرام ہے کہ بعد طعام آنے کے دوسرے کام میں مشغول نہ ہو متوجہ بالکل طعام ہوجاوے اگرچہ عبادت نفل ہی کیوں نہ ہو چنانچہ حدیث مسلم گذری لا صلوٰۃ بحضرۃ الطعام اور احیاء العلوم میں بھی حضرت علیہ السلام کا فعل نقل کیا ہے کہ انتظار سالن کا بھی نہ کرتے تھے، پس طعام سب برابر ہیں پس قرآن خوانی طعام رکھ کر خود ممنوع ہوگئی اور صدقہ کا فرق محض دعویٰ مردود ہے نفس یہ ادب طعام صدقہ میں رفع ہونا مؤلف اگر ثابت کردیوے تو قابل

۱؎ وجہ فرق ۲؎ گندگی ۳؎ روٹی کی تعظیم کرو ۴؎ کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھو۔

Marfat.com

صفحہ ۴ میں لکھا ہے پس آپ اپنی اس مثال کو دیکھئے گا اور گریبان میں منہ ڈالئے گا دوسرا نقصان دلیل یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن کی انتظاری میں جو یہ فرمایا کہ سالن کو فوقیت دیتے ہو روٹی پر یہ بات اور ہے اور جو شخص فاتحہ یا قل پڑھتا ہے اور اس سبب سے روٹی کھانے میں کچھ دیر ہوتی ہے اس کو تو نہیں کہہ سکتے کہ کیا اللہ کے کلام کو فوقیت دیتے ہو روٹی پر پس یہ سمجھ لو کہ یہ سب دلیلیں تمہاری خود ذلیل اور تم کو ذلیل کرنے والی ہیں یہ کتاب سیف السنۃ اس معنی کر صحیح ہے کہ سیف قطع کیا کرتی ہے سیف السنۃ بمعنی قاطع سنت یعنی یہ کتاب سنت کو کاٹنے والی ہے اس لئے کہ تم نے اسکی دلائل میں خیانتیں کی ہیں اور خیانت خلاف سنت ہے اور مولوی عبدالحکیم صاحب دہلوی کی نسبت جو لفظ بے ایمان اور دغا بازی وغیرہ لکھے ہیں وہ بھی از روئے سنت ممنوع ہیں پس لابد تمہاری سیف سنت کی کاٹنے والی تلوار ہے چاہیئے کہ ہماری اس تحریر کا نتیجہ ظاہر ہو کر پھر تم کسی کو کلمات شنیعہ نہ کہو اور نیز دین میں مغالطہ اندازی اور فتنہ پردازی کبھی نہ کرو لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ، شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے، و در بعض روایات آمدہ کہ روح میت می آید خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کند از وی یا نہ اور خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فیجاؤا الی مقابرہم ثم جاؤا فی بیوتہم اور صدر بن رشید تبریزی نے دستور القضات میں لکھا ہے من الفتاوی النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اہلی ویا اولادی واقاربی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسوا وارحمونا فی غربتنا قد کان ہذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منہم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین اللہم قنطہم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ انتہیٰ اس فرقہ کا قاعدہ ہے جس کتاب میں ان کے خلاف عقائد بیان ہوتے ہیں اس کو کہہ دیا کرتے ہیں یہ معتبر نہیں اس کی ضعیف روایتیں ہیں اس لئے خبردار کرتا ہوں کہ

التفات ہے ورنہ خود مردود ہے سبحان اللہ مؤلف کی خوش فہمی ظاہر ہو چکی باقی ان کی کلام مضحکہ صبیان ہے قابل جواب علمی کے نہیں اب ہی مولف مقر ہو چکا ہے کہ طعام کا رکھنا حالت قرآن پڑھنے میں بسبب مشغولی قلب کے مکروہ ہے علیٰ ہذا قرآن پڑھنا طعام رکھی حالت میں مکروہ ہے بسبب مشغولی قلب کے بلا تفاوت مگر مولف کے ہوش درست نہیں

جمعرات کی فاتحہ کو یوں منع کرتے ہیں قولہ لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ الخ اقول سائل نے جمعرات وغیرہ کی فاتحہ مرسومہ وغیرہ کو پوچھا تھا مجیبوں نے اس ہیئت و تقیید کی بدعت ہونے کا فتویٰ دیا تو حسب قاعدہ مسلمہ مؤلف کے یہ بدعت ہونا قید کی طرف راجع ہوا یعنی ہیئت اور تقیید زمان کی طرف سو وہ ثابت ہو گیا اور کوئی مفتی ایصال ثواب کا منکر نہیں جب کبھی اور جس وقت ہو بلا قید کی جائز ہے البتہ تخصیص بلا نص کے منکر ہیں، خصوصیت کسی دن کی اگر ... نص سے ثابت ہو جاوے تو اعتبار کرتے ہیں ورنہ سب ایام برابر جانتے ہیں اور اس پر تخصیص کرنے کو بدعت کہتے ہیں اب مؤلف جمعرات کی تخصیص کے اثبات میں تین روایات لایا ہے بلا سند مگر اس کو خدشہ ہوا کہ اہل سنت نقص ضعف یا وضع کا کر کے اڑا دیں گے لہٰذا اس کی تدبیر کرتا ہے بقولہ اس فرقہ کا قاعدہ ہے کہ اپنے عقیدہ کے خلاف کو غیر معتبر کہتے ہیں الخ لاریب فقہا اہل سنت محدثین و فقہاء کا یہی معمول ہے کہ حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اگر صحیح ہوئی تو قابل احتجاج جانتے ہیں ورنہ رد کرتے ہیں بقولہ علیہ السلام یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الحدیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث، پس اس کو محل طعن بنانا کسی عالم کا کام نہیں کہ یہ امر فخر عالم کا ارشاد ہے البتہ فرقہ مبتدعہ اپنی ہوا کی احیار

لانجول

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل پر چند مقام پر سند پکڑی اور کتاب خزانۃ الروایات سے بھی انھوں نے سند پکڑی ہے مائۃ مسائل کے مسئلہ ہشتاد و سوم میں اور مسائل اربعین کے مسئلہ سی و پنجم میں و مسئلہ بست و سوم میں اور دستور القضاۃ کی بھی سند پکڑی ہے مسئلہ سیزدہم مائۃ مسائل میں پس یہ کتابیں ان کے بزرگوں کی مسلم الثبوت ہیں غرض ان کتابوں کی روایت کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ کچھ خیر خیرات اور دعا درود وغیرہ نہیں کرتے ان کے گھر سے روحیں موتی کی غمگین نا امید ہو کر ان کو کوستی بد دعا دیتی نکلتی ہیں بنا بر علیہ سلف میں دستور تھا کہ جمعرات کو صدقہ دیتے تھے، لیکن آخری صدی کی علماء نے چھوڑوا دیا مولوی اسماعیل صاحب کے تابعین کہتے

ہیں روایت موضوعہ متروکہ سے استدلال لاتے ہیں اور جملہ محدثین ضعیف حدیث پر جرح کرتے ہیں، دیکھو صحاح ستہ اس سے پر ہیں مگر مؤلف نے یہ قاعدہ نیا ایجاد کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کتاب سے کوئی روایت نقل کی تو وہ تمام کتب ناقل کے نزدیک معتبر ہو جاوے یہ آج تک کسی نے نہیں لکھا مثلاً ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے استدلال لاتے ہیں معہذا اس کی ضعیف روایت پر جرح کر کے ترک کردیتے ہیں ترمذی ابوداؤد وغیرہما کتب سے سند لاتے ہیں معہذا جس روایت میں اس کی کے ضعف ہو اس کو ترک کرتے ہیں اسکو ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے مگر مؤلف کہتا ہے کہ مولوی اسحاق صاحب نے شیخ عبدالحق اور خزانہ اور دستور القضاۃ سے روایت نقل کی ہیں تو بس سب مرویات منقولات ان کی ان کے نزدیک معتبر اور واجب القبول ہوگئی، یہ عجب العجاب[1] استدلال ہے اور خود مؤلف اس کیخلاف عمل کرتا ہے کہ نسائی جو معتبر کتاب ہے اس کی زیادۃ[2] ثم یفشو الکذب[3] کو بزعم خود خلاف شیخین کی روایت سمجھ کر ضعیف متروک بنا چکا ہے حالاں کہ نسائی کو وہ معتبر جانتا ہے پس دوسروں کو کیوں ایسا جان گیا کہ دو چار روایت نقل کرنے سے سب کے سب معتبر جان لیتے ہیں اگر مؤلف کو مخالفت حدیث صحیح کا عذر ہے تو دیگر علماء بھی یہی عذر رکھتے ہیں غرض مؤلف کی کوئی ہوش کی بات نہیں، اب سنو کہ اول تو ان روایات کی توثیق[4] خود کتاب والوں نے نہیں کی کہ ان کے نزدیک یہ روایات صحاح ہیں یا نہیں اور بدون توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہیں ہوتی، پھر دوسرے ان کی سند بیان نہیں کی جس پر اعتماد ہو تیسرے شیخ نے تو فقط یہ لفظ کہا کہ در بعض روایات آمدہ، نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہے یا کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علماء محققین سے ہی نقل کرتا ہے نہ معلوم کہ کون ہیں اور کیسے ہیں ایسی بھی روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہیں ہوتی اور بظاہر قول کسی عالم کا ہے اور دستور القضاۃ میں فتاویٰ نسفیہ سے نقل کیا ہے کہ نہ رفع کا حال معلوم ہے نہ کچھ غرض توثیق ہے نہ سند ہے نہ یہ معلوم کہ کسکا قول ہے اور نفس نقل سے توثیق نہیں ہو سکتی نہ از طرف ناقل نہ از غیر پس ایسی روایت کا اعتبار کس عاقل کا کام ہے بعد اس کے یہ خلاف قواعد شرعیہ کے اور معارض[5] احادیث صحاح کے ہے اس واسطے کہ ایصال ثواب کا ورثا پر حق واجب نہیں باتفاق امت بلکہ مستحب اور احسان محض ہے کسی ایک عالم نے بھی نہیں کہا کہ زندہ پر مردہ کا حق واجب ہے یا حق تعالیٰ نے ایصال کو واجب کیا ہے پس اگر کسی نے احسان کیا مستوجب ثواب اور مدح کا ہوا اور نہ کیا تو قابل اور سرزنش کے نہیں — — — — — — — — — لہٰذا اگر جمعرات کو زندہ نے مردہ کو ثواب نہ پہنچایا تو کوئی ظلم اس نے میت پر شرعاً نہیں کیا، ہاں احسان بھی نہیں کیا، تو احسان نہ کرنے پر بد دعا کا کرنا شرعاً حرام ہے اور قابل سزا اور سرزنش کے ہے کیونکہ یہ بھی ظلم ہے، پس میت مسلم با وجودیکہ ظلمت نفس و شیطان سے چھوٹا حقیقۃ الامر خیر و شر اس کو واضح ہوگئی وہ اب بھی بزعم مؤلف گرفتار معصیت و مرتکب منکرات ہے کہ دیدہ و دانستہ ناحق بد دعا کرتا ہے بعد ابتان[6] یقین و کشف آخرت کے بھی وہ شر نفس میں مبتلی ہے اور کسب معاصی میں گرفتار ہے معاذ اللہ یہ روایت قطعاً مہتم متروک ہے اور خلاف نصوص صحاح کے ہے

[1] نقد [2] تعجب خیز [3] پھر کذب ظاہر ہو جائے گا [4] اعتماد کرنا [5] مخالف [6] تنبیہ،

Marfat.com

اگر وہ میت بہشتی ہے تو روح اس کی بہشت کو چھوڑ کر کیوں آتی ہوگی اور اگر کافر دوزخی ہے تو دوزخ سے نہیں چھوٹتی، ہم کہتے ہیں
دوزخ کہنے کا ہم کو حکم نہیں مردہ مسلمان کو ہم مسلمان کہیں گے اور مسلمان جانیں گے اسی واسطے شرعاً ہر مسلمان کی نماز پڑھنی اور
مقابر مسلمین میں دفن کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یہ نہیں کہ شبہ نکالیں کہ عندالموت ایمان سلب ہو گیا ہوگا پس جبکہ ان کو مسلمان جانا اور مسلمانوں
کی طرح نماز ان کی پڑھی مسلمانوں میں دفن کیا اب کیا واہیات ہے کہ موقع فاتحہ میں شک کریں کہ کیا جانیں وہ دوزخ میں ہیں یا بہشت
میں اس موقعہ پر بھی مسلمان جاننا چاہیئے اور ارواحِ مومنین کا حال یہ ہے کہ اگرچہ ان کی قبر میں جنت کی کھڑکی کھلجاوے جس طرح حدیث

ارواح کو عالم برزخ میں سئیات کے ظلمات و قبح اور حسنات کے انوار حسن
مشاہدہ ہو جاتا ہے پس ان سے بعد مشاہدہ کے نافرمانی حق تعالیٰ کی ممکن نہیں مؤلف نے اپنے اوپر ارواح برزخ کو قیاس کیا ہے
کہ قرآن کا ترجمہ پڑھتا اور دیکھتا ہے اور پھر عقاب آخرت کا خیال بہوائے نفسانی کچھ نہیں کرتا پھر یہ کہ جب یہ ایسا امر تھا کہ واجب ضرور
ہے اور نہ عمل کرنے سے بد دعا ارواح[1] کا محل ہوتا تھا تو ایسے شائع امر کا کسی صحیح روایت مرفوع یا موقوف سے ثبوت نہ ہوا اور نہ اہل صحاح اس
کو روایت کریں حالانکہ کثرت عمل کرنے سے چاہیئے کہ بشہرت منقول ہوتا، مگر ایک بھی روایت نہ ہو اس کو کون عاقل قبول کر سکتا ہے
ایسی روایت حسب قاعدہ اصول معتبر نہیں ہوتی سو حال تو دستور القضات کی روایت کا ہر ہی وہ حدیث باقی سوان میں بد دعا کا ذکر نہیں
البتہ آنیکا ذکر ہے پس ہر سہ روایت آنے ارواح میں مخالف صحاح کی ہیں کیوں کہ مشکوۃ میں نسائی اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی روح
برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے اقارب کا حال پوچھتے ہیں تو وہ جو پہلے مر لیا تھا اس کو کہتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر لیا تھا، اگرچہ
ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو ان کو کیا حاجت استفسار کی ہے اپنی آنکھ سے تو سب حال دیکھ آتے ہیں اور سوائے اس کا اور احادیث میں
میں اس قسم کی دلالات موجود ہیں کہ ان روایات کو رد کرتی ہیں، پس یہ ہرگز قابل اعتبار نہیں اور نہ اس پر عمل سلف کا ہوا یوم جمعہ میں استحباب
صدقہ کا وارد ہوا ہے۔ مگر لیلۃ الجمعہ[2] یا یوم الجمعہ[3] میں استحباب ایصال ثواب کا کسی روایت معتبرہ میں وارد نہیں اور بعد ان سب امور کے یہ سنو
کہ یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا چہ جائیکہ
ضعاف اور موضوعات کا پس سب قصہ طے ہو گیا اور فیصلہ ہو گیا اگر علم بھی اور دین بھی ہو اور مؤلف دوزخی ارواح کفار تو مقر ہے کہ نہیں آسکتی
علیٰ ہذا ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ فساق کہ عذابِ قبر میں مبتلا ہیں ان کا بھی آنا مؤلف کے نزدیک درست نہیں، کیوں کہ ملائکہ عذاب سے اور عذاب
مسلط قبر سے کس طرح نکلسکتا ہے مگر ارواح صلحا میں مؤلف کو البتہ اذعان ہے کہ بیشک آتی ہیں کیوں کہ حدیث متواتر قطعی قابلِ عقیدہ مؤلف کی
دستور القضاۃ وغیرہ کتب میں موجود ہے لہٰذا جب اتباع مولوی اسماعیل صاحب نے یہ کہا کہ ارواح جنتی جنت کو چھوڑ کر دنیا میں کیوں آتی ہوں گی تو مؤلف
نے بڑی تحقیق و تدقیق سے جواب دیا کہ جنتی ارواح اگرچہ دنیا میں آویں جنتی ہی کہلاتی ہیں، اور جنتی ہونے سے نہیں نکلجاتی اور ساکن دہلی کی نظیر لکھی،
سبحان اللہ کیا فہم عالی مؤلف کا ہے اتباع سنت تو یہ کہتے ہیں کہ ارواح جنتی کے کہ جن کے واسطے دریچہ جنت کھلا ہوا ہے اور روح و ریحان برابر
چلا آتا ہے اور جوڑ و سرور اور نم کنومۃ العروس[4] اور سیر جنت ان کو حاصل ہے پھر وہ دنیا دار الکدر میں کہ تمام دنیا کی ایک ذرہ بھر بھی اس کو نہیں
کیوں آتے ہوں گے ایسی راحت چھوڑ کر اس ظلمت کدہ میں آویں باوجود ان نعماء[5] کے جو حدیث سے معلوم ہوئی ہے تو مؤلف خوش فہم سمجھے گئے کہ
ان کے نزدیک وہ ارواح جنتی نہیں رہتی جنت سے خارج ہو کر دنیاوی ہو گئی اور اس کی تحقیق میں خوب نظیر مثال سے جواب یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ

[1] جمعہ کا دن [2] جمعہ کی رات [3] جن کے بارے میں محض گمان ہو [4] اقرار کرنے والا [5] خوشی [6] سوجا دلہن کی طرح [7] نعمت کی جگہ

صحاح ستہ میں وارد ہوا ہے اور اگرچہ اس کو بہشت کی ناز و نعمت استراحت ہو لیکن باایں ہمہ دنیا کی بھی سیر کریں تو وہ ، اہل بہشت ہونے سے خارج نہیں ہوتی
تخت گاہ دہلی کا رہنے والا اگر شاہدرہ اور لونی وغیرہ مواضع کی سیر کرکے پھر دہلی کو پھر جاوے کیا یہ بات اس کو ساکن دہلی کہنے سے روک دیگی حاشا
وکلا وہ کہیں پھر پھرا کر آجاوے وہ اہل دہلی کہلاوے گا، اسی طرح بہشتی روح دنیا میں کسی مواضع اور مواقع کی سیر کرے تب بھی وہ ساکن بہشتی
کہلاوے گی الحاصل ارواح کی جنبش اور چلنا پھرنا ثابت ہے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب
عوارف کے باب چھپن میں یہ حدیث نقل کی ہے روی سعید بن المسیب عن سلمان قال ارواح المومنین تذھب فی برزخ من الارض حیث
شاءت بین السماء والارض حتی یردھا الی جسدھا، اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں لکھا ہے ابن ابی الدنیا ابی مالک روایت کردکہ
ارواح مومنین ہر جاکہ خواہند می روند الی آخرہ، ان حدیثوں سے ارواح کی سیر دنیا میں کرنی ثابت ہوئی ، اور ظاہر ہے کہ دنیا اپنا گھر سب کو مالوف

حدیث بخاری کی ہے، کہ جسکو جنت ملگئی اگر دنیا و مافیہا اس کو دیویں تو دنیا میں آنا قبول نہ کرے ، مگر شہید دوبارہ فی سبیل اللہ جان دینے کو آنا
چاہتا ہے الحدیث، اس حدیث اور دیگر احادیث کی وجہ سے اہل سنت کو تامل ارواح مومنین کے آنے میں تھا ہر چند مراد حدیث میں زندہ
ہو کر آنا ہے مگر نعماء آخرت کو اور اکدار دنیا کو مقابلہ کرکے بے حقیقت ہونا دنیا کا بھی اس سے روشن ہے اس واسطے یہ تامل تھا تو مولف خوب
سمجھے ، اور خوب جواب پایا کہ مولف ہی کے موافق ہے اگر مولف یہ جواب دیتا، کہ اموات کا عمل منقطع ہو گیا ہے اور ثواب کی حرص بسبب کشف
حقیقت ثواب کے بڑھ گئی ہے تو ثواب حاصل کرنے کو ارواح مومنین آتی ہیں تو یہ بات کچھ معقول بھی تھی مگر ایسا جر بوز جواب کہ خلاف سوال کے ہے
جوان کا حوصلہ ہے، وہی جواب دیا اب جواب اس تقریر کا یہ ہے کہ طمع ثواب کے واسطے دنیا میں آنا اور ان راحتوں کو ترک کرکے چلا آنا کیا ضرور
ہے، ارواح اپنے مقر میں متوقع ثواب رہتی ہیں، جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے تو اگر تاویل ان ضعاف روایات کی بھی یہی کیجاوے تو
لائق ہے نہ کہ ان کی وجہ سے صحاح کو ترک کریں اب سنو کہ جیسا ارواح کفار و فساق گرفتار عذاب کا یہاں آنا ممنوع ہے اور ملائکہ کے ہاتھ سے
چھوٹ آنا مکروہ ہے لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون ایسا ہی ارواح انبیا و صدیقین و شہدا و اولیا کا بھی آنا خلاف ہے کہ ایسی حالت
ذلت کو اختیار فرماویں اب عامہ مومنین باقی رہ گئی سو اگر تخصیص ہو ہوا کرے اگرچہ صحیح بھی ہوں اور کوئی حدیث صحیح معارض بھی نہ ہو فرضاً تاہم
قیاس اس کا مخصص ہو سکتا ہے یہاں تک کہ ایک دو فرد اس میں رہ جاوے جیسا قاعدہ عموم اصول میں مبرہن ہے پھر یوں بھی یہ روایات خارج
از اعتبار ہو گئیں . اگر علم و فہم ہو تو سب کچھ ہو ورنہ ایمان کا خدا تعالیٰ ہی حافظ ہے جو لکھا دیکھا اس پر ہی ایمان لے آئے سچ ہے نیم ملا خطرہ ایمان
قولہ الحاصل ارواح کی جنبش الخ اقول کلام تو دنیا میں اپنے گھروں پر آنے میں ہے اگر دنیا میں آنا مطلقاً ثابت ہو جب بھی مولف کا کام نہیں
نکلتا چہ جائیکہ مطلق حرکت و جنبش ثابت ہو پس روایت عوارف سے برزخ میں چلنا پھرنا ثابت ہوا برزخ لغت میں وہ شے کے حاجز کو کہتے
ہیں اور شرع میں دنیا اور آخرت کی درمیان کی حالت کو کہتے ہیں ، پس عالم برزخ کی حرکت ارواح کی تو صحاح حدیث میں بھی موجود ہے
مگر اس سے بحث نہیں عوارف سے بھی یہی نکلا مگر مدعا مولف کا دنیا کے گھر میں آنے کا تھا اور دلیل برزخ میں حرکت کرنے کی اس فہم پر آفرین ہے
مولف زمین آسمان کے لفظ سے شبہ میں پڑا ہوا ہے سو یہاں زمین آسمان برزخ کا مراد ہے علیٰ ہذا تذکرۃ الموتیٰ کی روایت میں ہر جاکہ خواہند
روند برزخ مراد ہے اور جو کوئی بخاطر مولف عموم کو قبول کرے تو اس روایت سے اختیار سیر کا ثابت ہے نہ آنا کہ آیا کرتے ہیں آگے قیاس سے
اثبات ہوگا اور امور آخرت اعتقادیات ہیں عقل و قیاس کو دخل نہیں مگر مولف محض لاعلم ہے اب مولف کا کہنا کہ ان حدیثوں سے سیر دنیا کی

لے دنیا کی کدورتیں ۲ے روح کی جمع ۳ے آڑ ۴ے جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں ۱۲

Marfat.com

ہوتا ہے پھر اپنے گھر کی طرف روح کیوں نہ آتی ہوگی اور اس فرقہ کی بڑی بے منصفی ہو کہ اپنے پیر مرشد قبلہ کے منہ سے جو بات نکلے وہ تو پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے اور جو دوسرا کوئی احادیث سے بھی ثابت کرے تو اس پر ایمان نہیں لاتے اب دیکھئے اسی مسئلہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے صراط مستقیم کے آخر ورق میں اپنے پیر و مرشد کی تعریف میں لکھا ہو کہ حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں ان کی طرف متوجہ ہوگئیں اور ایک مہینہ تک ان میں چھینا جھپٹی رہی یعنی ایک کہتی تھی کہ ہم سید احمد کو اپنی طرف لیں، دوسری کہتی تھی کہ ہم لیں آخر دونوں پاک روحوں نے آپس میں صلح کرکے یہ بات ٹھیرائی کہ اچھا سید احمد صاحب میں ہمارا تمہارا دونوں کا ساجھا ہا ب ایک دن دونوں روحیں ان پر ظاہر ہوئیں اور توجہ قوی ایک پہر تک دی اتنی دیر میں دونوں طریقوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی انتہیٰ کلامہ ب دیکھئے کہاں غوث اعظم کا مزار بغداد شریف میں اور کہاں خواجہ عالی شان نقشبند کا مزار بخارا میں پھر ان کی روحیں خبر نہیں علیین کو کس طبقہ اور جنت کے کس درجہ میں ہوں گی اور یہ بھی ہے کہ ان دونوں حضرات مقدس کے مریدوں میں سیکڑوں اولیاء کامل کیا کہوں بلکہ ہزاروں لاکھوں مقبولین ہوں گے تس پر بھی ان کی ہوس نہ بجھی اور سید احمد صاحب کی ان کو خواہش پیدا ہوئی، کہ سید احمد صاحبؒ کو اپنی نسبت مریدی میں لیجے اور اسی آرزو میں علیین یا بہشت کو چھوڑ کر دو روحیں ہندوستان میں اتر آئیں ہم اس کو رد نہیں کرتے لیکن ان دانشمند منصفوں کی دینداری پر افسوس کرتے ہیں کہ یہ مولوی اسماعیل صاحب کی تحریر باوجودیکہ از روئے عقل اس میں چند باتیں خلاف عادی معلوم ہوتی ہیں لیکن تم اس کو مسلم رکھتے ہو اور اس عقیدہ کو سب ان کو بدعتی نہیں کہتے اور ہم روحوں کا آنا اپنے گھروں پر باوجود مقتضائے عقل ہونے کے کہ البتہ اپنا گھر ہر کسی کو مالوف ہوتا ہے اور روح کو بعد مکانی

ثابت ہوئی کسقدر خبط ہے کیوں کہ ثابت ہوئی سیر برزخ کی اور بیان کرتے ہیں کہ سیر دنیا ثابت ... ہوئی پس اب مؤلف کا قیاس دلیل کے اتمام کو شروع ہوا کیوں کہ ان روایات سے نفس جنبش ثابت ہوئی تو ایک مقدمہ قیاسی لگا کر مطلب تمام ہوتا ہے اور یہ محض جہل ہے کہ قیاس کو ان امور میں دخیل جاننا اور مطلب ثابت کرنا الحاصل یہ دعویٰ و دلیل مؤلف کا سب بے سود ہے اور اصل ایصال ثواب ہر روز اور ہر شب جائز ہے،، اور موجب برکت و ثواب کا ہے مگر قید زمان بدون اذن شارع لگانا بدعت محدثہ ہے قولہ اس فرقہ کی بڑی بے منصفی ہو الخ اقول یہ بے نصیبی و خسران مؤلف اور اس کے ہم مشربوں کا ہے کہ اولیاء کی شان میں استہزاء اور شوخ کلامی کریں۔ طریقۂ اولیاء سے اور علم شریعت سے بے بہرہ ہونا اس کا ہی ثمرہ اور خبط عقل ہونا اور کلام بے ربط ہونا اس کا ہی نتیجہ ہے۔ اس کے کلمات ناشائستہ کا جواب نہیں لکھتا ہوں۔ حق تعالیٰ خود کافی ہے مگر اس کے جہل حقیقۃ الحال کو ظاہر کرتا ہوں کہ اولیاء کے مثل انبیاء علیہم السلام کے کثرت اتباع کی ہر دم خواہش رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کروڑوں اتباع ہوئے اور پھر کثرت امت فخر عالم علیہ السلام پر غبطہ کرکے روئے بخاری میں یہ قصہ موجود ہے۔ فخر عالم علیہ السلام کثرت امت پر مباہات فرمادیں گے، اور ہر روز طالب کثرت امت کے رہے اس کی تمنا میں امت کو ولود عورتوں کے نکاح کی تاکید فرمائی۔ پس اسی طرح حضرت غوث اعظمؒ اور خواجہ بہاء الدین کو چونکہ معلوم ہوا تھا کہ سید احمد صاحبؒ کی شان بزرگ ہے اور کثرت سے ان کے مرید و اتباع ہوویں گے، جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ لاکھوں سے تجاوز کر گئے ہیں اس واسطے ان کی اپنے خاندان میں ہونے کی رغبت تھی حالت حیات میں اولیاء ایسے مرید کے طالب رہے ہیں پس یہ امر خلاف عقل سلیم کے ہرگز نہیں کہ مؤلف کو عقل نہیں کہ سمجھے اور عالم ارواح جو عالم غیب ہے، نہ ہندوستان میں ہے اور نہ بغداد و بخارا میں سو اجتماع ان ارواح کا عالم غیب میں تھا نہ سید صاحب بغداد و بخارا میں تشریف لے گئے، اور نہ یہ حضرت ہندوستان میں تشریف لائے۔ بلکہ اجتماع روحانی ہوا جیسا رؤیا میں عوام کی ارواح کو بھی ہوتا ہے

لے اجازت کے رشک کے فخر کے خواب،

Marfat.com

مانع نہیں، کیوں کہ وہ مجردات سے ہے اگر ثابت کرتے ہیں اور اس پر حدیث بھی پیش کرتے ہیں اور روایت فقہا رحمہم اللہ کی سند گذارتے ہیں، اس پر انکار کرتے ہو اور اس اعتقاد کے باعث ہم لوگوں کو بدعتی کہنے لگتے ہو یہ وہی مثل ہے جس طرح فرقہ معتزلہ اپنے کو اصحاب العدل والتوحید نام کرتے ہیں اور اہلِ سنت وجماعت کو وہ بدعتی اور ارباب الہوا کہتے ہیں۔ اب قلوب قاسیہ کے نرم کرنے کو ایک قصہ نہایت معتبر کتاب سے جس کے مصنف کو نوسو برس سے زیادہ ہوئے چار واسطہ سے امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں لاکھ حدیث ان کو حفظ تھی ان کا خطاب امام الہدیٰ ہے اور نام ان کا نصر بن محمد اور لقب ان کا فقیہ ابو اللیث سمرقندی مشہور ہے وہ اپنی کتاب سمرقندی میں باب فضل جمعہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اور وہ فرماتے تھے کہ پہنچا مجھکو قصہ صالح مزی کا کہ وہ جمعہ کی رات کو جامع مسجد میں آئے کہ نماز فجر میں آئے راستہ میں ایک مقبرہ ملا دل میں آیا کہ صبح صادق ہو جاوے گی اس وقت مسجد کو چلیں گے مقبرہ میں ٹھیر گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے کچھ سہارا لگا لیا نیند آنکھوں میں بھر آئی دیکھتے کیا ہیں سب اصحاب قبور قبروں سے نکلکر حلقہ حلقہ بیٹھ گئے باتیں کرنے لگے ایک جوان کو دیکھا اس کے کپڑے میلے اداس مغموم بیٹھا ہے اتنے میں بہت خوان ڈھکے ہوئے آئے ان میں سے ہر آدمی اپنا اپنا خوان لیتا گیا اور چلتا گیا آخر وہی بے چارہ جوان رہ گیا اس کے پاس کچھ نہ آیا، اور اس غم کا مارا اٹھ کھڑا ہوا جب قبر میں داخل ہونے لگا صالح مزی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے تو کیوں اداس ہے اس نے کہا تم نے دیکھا کس قدر خوان آئے تھے، میں نے کہا ہاں، وہ بولا یہ تحفہ تحائف تھے جوان کے واسطے خیر خواہوں نے بھیجے تھے، جو وہ صدقہ دعا وغیرہ کرتے ہیں، ان کو پہنچا ہے جمعہ کی رات کو اور میں رہنے والا ملک سندھ کا ہوں اپنی ماں کو لیکر واسطے حج کرنے کے آیا تھا جب بصرہ میں پہنچا میں مر گیا میری ماں نے میرے بعد نکاح کر لیا اور دنیا میں مشغول ہو گئی مجھکو بھول گئی نہ منہ سے کبھی نام لیتی ہے نہ زبان سے دعا، اب میں غمگین نہ ہوں تو کیا کروں میرا کوئی نہیں جو یاد کرے تب صالح مزی کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تیری ماں کہاں ہے اس نے پتہ دیا پھر صبح ہو گئی نماز پڑھی اور اس کا گھر ڈھونڈتا ہوا گیا اس نے اندر سے آواز دی تو کون ہے میں نے کہا صالح مزی اس نے بلایا میں گیا میں نے کہا بہتر یہ ہے تیری اور میری بات کوئی نہ سنے تب میں اس سے نزدیک ہو گیا، فقط ایک پردہ بیچ میں رہ گیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھپر رحم کرے کوئی تیرا بیٹا ہے؟ بولی کہ نہیں میں نے کہا کبھی ہوا تھا تب وہ سانس بھرنے لگی اور بولی ایک بیٹا نوجوان تھا مر گیا، تب میں نے اس کا قصہ مقبرہ کا بیان کیا اس کو آنسو بہنے لگے اور کہنے لگی اے صالح مزی وہ میرا بیٹا میرا کلیجا تھا پھر اس عورت نے مجھکو ہزار درہم دیئے اور کہا میرے نور چشم کی طرف سے خیرات

عالم مثال میں مؤلف اور اس کے مقتدایان کو عقل نہیں بے سمجھے طعن و استہزار کر کے اپنی آبرو کھوتے ہیں اور اس قصہ سے مطلب مؤلف کا بھی کچھ ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ مقصود مؤلف کا دنیا میں ارواح کا آنا ثابت کرنا تھا وہ خود مفقود ہے اس کم فہمی سے یہ قصہ لکھا تھا کہ اہلِ بیان پر یہ قول حجت ہو جاوے گا اور ہمارا استہزار حاصل ہو ہے گا ان حضرات کی روح کا آنا سید صاحب کے گھر پر قبول کریں گے مگر آفریں ہے ایسی ہی سمجھ چاہیئے باقی کلام کا جواب خود ہو لیا اور دیگر فضول گستاخ کلام کا جواب مطروح ہے کہ علم کی بات نہیں، قولہ صالح مزی کا قصہ مانعین کو مضر نہیں مجوزین کو مفید نہیں اور اس کی حجت میں بھی کلام ہے۔ قولہ اب قلوب قاسیہ کو نرم کرنے کو الخ اقول مؤلف نے اس قصہ کو اپنے دعوی باطل کی تائید کے خیال سے لکھا تھا، مگر غافل کو خبر نہیں یہ اس کے دعوی کو برہم کرتا ہے اول تو دیکھو کہ اس میں یہ نہیں لکھا کہ ارواح اہلِ مقبرہ اپنے اپنے گھر گئے بلکہ قبروں کے پاس جمع ہوئے اور ان کے گھروں سے خوان آئے اور مؤلف کہتا ہے

لے ہنسی اڑانا۔

Marfat.com

کر دیجیو اور اب سے دعا و خیرات نہ بھولوں گی جب تک دم میں دم ہے۔ صالح مزی فرماتے ہیں پھر میں نے وہ ہزار درہم خیرات
کر دیئے، اگلی جمعہ کی رات اس مقبرہ میں گیا۔ دو رکعت پڑھی ایک قبر کے سہارے سے بیٹھ گیا سر جھکا کر پھر میں نے ان لوگوں کو
قبروں سے نکلتے دیکھا اور اس جوان کو دیکھا سفید کپڑے پہنے نہایت خوش وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا اے صالح مزی اللہ تیرا بھلا کرے
مجھ کو ہدیۃً تحفہ پہنچ گیا میں نے کہا تم جمعہ کو پہچانتے ہو کہا جانور تک پہچانتے ہیں۔ یہ کہا کرتے ہیں سلام لیوم صالح یعنی یوم الجمعہ
انتہیٰ۔ اے بھائیو اگر ایسے امام الہدیٰ کا نقل کیا ہوا قصہ درد آمیز تمہارے دل کو خوفِ الٰہی سے نہ ہلا وے تو کمالِ حسرت کی بات ہے
پتھر بھی اللہ کے ڈر سے نرم ہو جاتے ہیں ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار اگلے آدمی جمعرات کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ دو آنہ کا مزدور
کہ جس کے پاس کچھ بھی دینے کو نہ ہوتا تھا وہ بھی جو سیر بھر آٹا بال بچوں کے واسطے لاتا اور شام کو پکواتا اس میں نیت کرتا تھا کہ یارب العالمین
یہ جو بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ تیرے حکم سے واجب ہے اور ادائے واجبات الٰہی میں آدمی مستحقِ ثواب ہوتا ہے آج جو یہ سیر بھر کی روٹیاں اپنے
بال بچوں کو دیتا ہوں اس نفقہ واجبہ میں میری یہ نیت ہے کہ اس میں جو مجھکو ثواب ہوتا وہ میری طرف سے میرے فلانے عزیز میت کو پہنچے غرضکہ
نادار تنگدست آدمی اسے روزمرہ کے نفقۂ واجبہ عیال میں نیت ایصالِ ثواب کرتے تھے اور فاتحہ درود پڑھ کر بعد ازاں وہ بال بچوں کو وہ کھانا کھلا
دیتے تھے۔ اموات کو محروم نہ رکھتے تھے اور توانگر آدمی تو بہت کچھ دیا کرتے تھے اب جیسی ہمتیں لوگوں کی پست ہوگئیں اور اس بخیلی کے ساتھ یہ
بھی بہانہ ہاتھ آگیا کہ اس کو تو مولوی لوگ بدعت کہتے ہیں پس بالکل آدمی چھوڑ بیٹھے اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ مثل مشہور ہے۔ اب ہم نے تم کو روایات
کتب معتبرہ کی سنا دی چاہیئے کہ اب اس سے سستی نہ کرو اور صدقات وخیرات اور درود فاتحہ سے اپنے عزیزوں کو یاد رکھو۔ ایک مسئلہ سناتا ہوں
کہ جسقدر تم اموات کے نام دو گے یا پڑھ کر بخشو گے اموات کو سب پہنچے گا، اور اسی قدر تم کو بھی ملے گا کچھ تمہارا ثواب کٹ نہ جاوے گا
تم اور موتیٰ دونوں کامیاب ثواب ہو گے، خزانۂ الٰہی میں کچھ کمی نہیں۔ وہ دونوں کو دیتا ہے ان ربک واسع المغفرۃ فقط تمہاری
نیت کا گھاٹا ہے **لمعہ ثالثہ عیدین اور شب برات اور عشرہ محرم میں فاتحہ** فی خزانۃ الروایات عن ابن عباس

کہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں دوسرے یہ کہ ایصالِ ثواب اول شب میں ہوتا ہے اور یہ وصول قریب صبح کے ہوا حالانکہ ملائکہ فوراً پہنچاتے ہیں
ان کو بعد مسافت مانع نہیں کہ سفر کریں اور نہ دیر سے پہنچا دیں اور نہ تاخیر کریں پس یہ دونوں امر خلاف مذہب مؤلف کے ہوئے۔ مگر شاید
مؤلف عذر کرے کہ ان اہلِ قبور کو گھر جانے کا حکم نہیں تھا، اور بسبب بعد مسافت کے دیر میں ثواب پہنچا استغفر اللہ، استغفر اللہ تیسرے یہ کہ
وہ جوان جس کو ہدیہ نہ آیا اس نے اپنی والدہ کو بد دعا نہیں کی ہاں مغموم ہوا تو یہ بھی مؤلف کی روایات کے خلاف ہوا چوتھے ہزار درہم کا صدقہ کر کے
پھر دوسرے جمعہ کو حضرت صالح نے مقبرہ والوں کو دیکھا تو اثر ہزار درہم کا جوان پر پایا مگر اس جمعہ میں قبروں سے نکلتے دیکھا مگر ہدیہ کسی کو نہیں ملا
اور نہ اس جوان نے کہا کہ آج مجھکو ہدیہ ملا بلکہ پہلے ہدیہ کا اثر اور شکر بیان کیا تو اس جمعہ کو ہدیہ نہ ہونے سے نہ کسی نے بد دعا کی اور نہ کوئی ہدیہ لینے کو
گھر گیا جس سے معلوم ہوا کہ نہ کوئی گھر جاوے اور نہ عدم وصول پر بد دعا کرے۔ ہاں وصول سے ترقی میت کو ہوتی ہے بہر حال یہ قصہ مؤلف کے دعویٰ
کا بادم ہے اور اہل سنت کو کچھ مضر نہیں اول تو خواب رویا سے حکم شرع کا ثابت نہیں ہوتا اور پھر اس رویا[1] کی تاویل ہو سکتی ہے اور اگر بلا
تاویل ہو جب بھی کوئی حرج نہیں مگر مؤلف کو بجز افسوس وحسرت کے کیا حاصل ہوا یہاں مؤلف متن اور حاشیہ میں کہتا ہے کہ اپنے بال بچوں کو
کھلا دیتے تھے حاشیہ میں شبہ کیا اور اپنا علم ظاہر کیا اور غلط فہمی کا اظہار فرمایا مگر ایسی شکل میں تو اطعام صدقہ کا نہیں ہوتا بلکہ اس فعل کا

[1] ڈھا دینے والا۔ [2] خواب۔

رضی اللہ عنہ یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشورا او لیلۃ نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات و یقومون
علیٰ ابواب بیوتہم فیقولون ھل من احدٍ یترحم علینا ھل من احدٍ یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا و یا من سعدتم بما شقینا
و یا من انفتم فی اوسع قصورنا و نحن فی ضیق قبورنا و یا من استذللتم ایتامنا و یا من نکحتم نساءنا ھل من احدٍ یتفکر
فی غربتنا و فقرنا کتبنا مطویۃ و کتبکم منشورۃ واضح ہو کہ یہ کتاب خزانۃ الروایات پرانی کتاب ہے جس نسخہ سے یہ عاجز نقل کر رہا ہے وہ
چار سو برس سے کسی قدر کم کا لکھا ہوا ہے اب دیکھیے تصنیف کب ہوئی ہوگی صاحب کشف الظنون نے اس کے مصنف کا حال یہ لکھا ہے
کہ یہ قاضی جگن ہندوستان کے حنفی المذہب اور ساکن گجرات تھے تمام عمر فتوےٰ دینے اور لکھنے میں گذاری انتہیٰ کلامہ پس معتبر ہونا اس کا ظاہر ہو گیا
اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں بیان فاتحہ جمعرات میں کہ مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں اور مسائل اربعین میں اس خزانۃ الروایات کی
سند پکڑی ہے معتمد علیہ ہونا اس کتاب کا اور پورا ہونا معلوم ہو چکا اب ترجمہ اس کی روایت کا معلوم کر دکھاتا ہوں صاحب خزانۃ الروایات
کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ جب ہوتا ہے دن عید کا یا جمعہ یا عاشورا محرم کا یا شب برات، تب آتی ہیں روحیں موتی کی در کھڑی ہوتی
ہیں اپنے دروازہ پر اور کہتی ہیں کہ ہو کوئی ہمارا جو ہم کو یاد کرے اور ہم پر رحم کرے ہماری غربت کو یاد کرے تم ہمارے گھروں میں رہتے ہو
ہمارے مال سے چین کرتے ہو تم کشادہ مکانوں میں بیٹھے ہو ہم تنگ قبروں میں پڑے ہیں ہمارے یتیم بچوں کو تم نے ذلیل کر رکھا ہے اور
ہماری بے بیوں کو تم نے نکاح میں کر لیا اب تم میں کوئی ہے جو فکر کرے دھیان کرے ہماری غربت اور محتاجی کا ہمارے نامۂ اعمال لپٹ چکے تمہارے
نامۂ اعمال کھلے ہوئے ہیں انتہیٰ، اور واضح ہو کہ جس طرح یہ روایت خزانۃ الروایات میں ہو اسی طرح دقائق الاخبار میں بھی ہو اور دقائق الاخبار
منسوب ہے امام غزالی کی طرف اور تفسیر کریمہ تنزل الملئکۃ والروح میں مفسرین کے چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا روح ایک فرشتہ ہے اور بعضوں
نے کہا کہ جبرئیل ہیں اور بعضوں نے کہا کہ روح حضرت عیسیٰ ہیں جو فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بعضوں نے کہا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
مراد ہیں اور دقائق الاخبار میں ہے کہ بعضوں نے کہا ارواح بنی آدم مراد ہیں عبارت اس کی یہ ہے ویقال الروح الاقرباء من الاموات

ثواب پہنچا ہو فافہم اب نار در و کر مؤلف کو اپنے اشک شک پونچھنے چاہیئں، کہ عیدین و شب برات کا لمعہ آیا وللہ الحمد ....
عیدین اور شب برات اور عشرہ کی فاتحہ میں کوئی روایت قابل احتجاج نہیں ہے ۔ **قولہ لمعۂ ثالثہ الخ اقول** پانسو چھ سو برس کی کتاب
ہونا کوئی وجہ اعتبار نہیں ہے یہ تو مؤلف کی کم علمی کی بات ہے، غیر معتبر کتب قرون سابقہ میں بھی تھی اور مولوی محمد اسحاق صاحب کی نقل روایت
سے ہر ہر روایت اس کی معتبر ہو جانا بھی کوئی حجت نہیں پہلے ذکر اس کا ہو چکا اور مومن کی قبر میں فسحت[1] مد بصر[2] تک ہوتی ہو اور روح وریحان جنت
کی آتی ہے اور نور ہوتا ہے یہ سب احادیث میں موجود ہے اور دنیا کے گھروں کا حال سب کو معلوم ہو پس باوجود اس کے ارواح کا یہ کہنا کہ تم کھلے
کشادہ گھروں میں اور ہم تنگ قبروں میں خلافِ عمل کے ہوا اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہو نم کنومۃ العروس اور اس روایت
میں کربت کا رونا ذکر ہے اور اعمال صالحہ اور روح جنیہ سے انس مومن کا صحاح میں مذکور ہے اور اس میں غربت و وحشت کا اظہار ہے
پس مؤلف ناواقف صحاح کی خلاف اس حدیث کی توثیق میں کسقدر سرگرم ہے کہ کچھ پس وپیش کی ہوش نہیں اور پہلی روایات میں جو کچھ
بحث ہو چکی ہو وہ سب یہاں بھی ہو اور پھر عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہو سبحان اللہ کیا عمدہ طرز توثیق ہو کہ بے شرمی محض ہے
تنزل الملئکۃ والروح سے شب برات وغیرہ میں ارواح کا گھر آنا ثابت نہیں ہوتا ۔ **قولہ اور تفسیر کریمہ تنزل الملئکۃ والروح الخ اقول**
مؤلف اقوال بارد کی نقل سے اپنا دل سرد کرتا ہو دیکھیے کیا عجب استدلال ہو کہ دعویٰ تو نزول ارواح کا عیدین و شب براۃ و عشرہ محرم کا

[1] وسعت [2] حد نظر

المومنین یقرون ربنا اگذن لنا بالنزول الی منا زلنا حتیٰ نری اولادنا دعیالنا لینزلون فی لیلۃ القدر انتہیٰ اب گوش ہوش سے سننا چاہیئے کہ باپ کو اولادِ صالح کی دعا سے نفع پہنچتا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے ولد صالح یدعولہ اس حدیث میں تم لوگونکو اشارہ ہوا کہ تم جن کی اولاد میں ہو انکے حق میں دعا کرو فاتحہ درود پڑھو دوسری حدیث بیہقی کی ہے ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او اخ او صدیق فاذا لحقہ کان احب المیت من الدنیا وما فیہا اس حدیث میں اشارہ ہو گیا ماں یا باپ کو وہ اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو اس واسطے کہ اس حدیث میں ارشاد ہو گیا کہ مردہ ان سب کیطرف امید آس لگائے رہتا ہے غرض دونوں حدیثوں کے مضمون سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سب دوستوں اور اقربا کو چاہیئے کہ اپنے دوست اور اقربا کو یاد رکھیں اور آدمیوں کا حال یہ ہے کہ دنیا کی جنجال میں پھنسکر اپنے عزیزوں کو جو کہ مر گئے بالکل بھول جاتے ہیں روزمرہ کی یاد تو کہاں بھلا اگر تیوہاروں کو یعنی عید بقرعید شب برات محرم میں بھی یاد کریں تو غنیمت ہے کیونکہ تیوہاروں میں کھانے کی کثرت ہوتی ہے طرح طرح کی چیز پکتی ہیں دوست آشناؤں میں تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے ہائے افسوس زندہ آدمیوں کو تحفہ ہدیہ بھیجیں، حالاں کہ زندہ آدمی خود بھی پکوا کر کھا سکتا ہے اور میت کو جو کہ بالکل عاجز بے بس بیکس ایک غار تنگ و تاریک میں پڑے ہیں اور اعمال ان کے منقطع ہو چکے اب کچھ نہیں کر سکتے انکو ذرا بھی یاد نہ کریں کسقدر غفلت کی بات ہے اور جو کوئی عالم ملّا ہو کر لوگونکو اس کام سے روکے کسقدر مظلمہ موتیٰ کا اپنی گردن پر لیتا ہے، یا اللہ ایک پہلے وقتوں کے عالم فاضل تھے کہ خیرات وحسنات کی رغبت دلاتے تھے مصنف خزانۃ الروایات کا لکھتا ہے کہ میں شروع بلوغ سے فتاویٰ اور کتب فقہ اور مسائل میں کوشش کرتا رہا اور جب استفتا پیش ہوتے تھے جب تک جواب انکی کتابوں سے نہیں نکالتا تھا چین نہیں آتا تھا اور میں کسی وقت خالی مباحثہ اور مطالعہ کتب سے نہیں رہتا تھا اور مشکلیں حل کیا کرتا تھا تمام عمر فتویٰ دینے میں گذاری اور جسقدر فتویٰ دینا وہ سب مسائل اس کتاب میں لکھدیا انتہیٰ کلامہ، دیکھو یہ شخص ہندوستان کا قاضی سیکڑوں برس کا عالم فقیہ گذرا ہوا ہندوستان میں فتویٰ جاری کرنے والا اپنا فتویٰ اس کتاب میں لکھتا ہے اور روایت کرتا ہے کہ تیوہاروں میں روحیں آتی ہیں چنانچہ روایت ان کی بیان کی گئی معلوم ہوا کہ یہ جو قدیم الایام سے عیدین وغیرہ تیوہاروں میں دستور فاتحہ کا چلا آتا ہے ایسے ہی بزرگوں کا حکم دیا ہوا اور جائز رکھا ہوا اور احادیث سے استنباط کیا ہوا، جاہلوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں جاہل کسی قاعدہ دینی اور شرعی کا موجد نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی جاہل کا اتباع کرے یہ رسوم صالحہ اہل اسلام میں علماء صلحا کی تلقین فرمائی ہوئی ہیں از انجملہ یہ بات کہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ عیدین وغیرہ میں جو فاتحہ دیتے ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا جدا نکالتے ہیں یہ مسئلہ بھی امام ربانی مجدد الف ثانی کے کلام میں موجود ہے مانعین اس امام کے معتقد ہیں وہ اپنے

اور دلیل شب قدر کی اور پھر غرض تو اثبات اسکا طلبگار صدقات وخیرات کے آتے ہیں اور دلیل میں یہ کہ زیارت اولاد کے واسطے نزول ہوتا ہے کیا عمدہ استدلال ہے پھر جب مؤلف کو تنبہ ہوا کہ اس کو مدعا سے لگاؤ نہیں تو حاشیہ میں عذر کیا اور جمع کیا کہ شاید اس رات میں زیارت کے واسطے ہی آتے ہوں گے سبحان اللہ تو پھر اس کا یہاں لانا محض تطویل ہوا اس سے کیا نفع تھا معہذا ایسے ضعاف اقوال پر مدار اعمال وعقائد مؤلف کا کہ جسکو محدث وفقیہہ قبول نہیں کرتے محض سخن پروری ہے ورنہ تہلی عجالہ نافعہ سے نقل ہو چکا کہ طبقہ رابعہ کی کوئی حدیث قابل عمل نہیں چہ جائیکہ عقائد میں معتبر ہوں غرض مؤلف کی کوئی کل درست نہیں قولہ اب گوش ہوش سے سننا چاہیئے الخ اقول ولد صالح کی دعا اور صدقہ نفع مسلّم ہے اور ایصال ثواب اموات کو مستحسن مگر مدعا مؤلف کا کہ ایام مقررہ میں ارواح کا آنا ہے اس کو اس سے کچھ مدد نہیں ملتی ہر روز ثواب پہنچانا اور عیدین کو اور شب برات کو بھی درست ہے، مگر مقید کرنا اور زیادہ موکد وموجب ثواب کا ہونا غیر مسلم ہے بہر حال اصل

Marfat.com

اپنے مکتوبات کی جلد ثالث میں لکھتے ہیں، باید کہ ہرگاہ صدقہ بمیت نیت کند اول باید کہ بہ نیت آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ
جدا سازد و بعد ازاں تصدق کند کہ حقوق آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فوق حقوق دیگران است و نیز بریں تقدیر احتمال قبول صدقہ
است بطفیل آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات، انتہیٰ سبحان اللہ ایک ایسے ایسے علماء دیندار تھے کہ کیا کیا ہدایت کے طریقے تعلیم
فرماتے تھے اور ایک اب پیدا ہوئے ہیں کہ بالکل اعمال معمولہ قدیمی اور خیرات مستمرہ سلف کو بند کرتے جاتے ہیں، نعوذ باللہ منہا اور یہ جو
مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں تحریر فرمائی ہو کہ آمدن ارواح دریں شبہا از احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ، اور
مسائل اربعین میں ان حدیثوں کو لکھا، بعض علماء محدثین ایں روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند و بیان غربت آں کردہ اند انتہیٰ کلامہ
میں کہتا ہوں کہ اس فاضل کے کلام سے بس اسی قدر ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد نہیں بعض محدثین نے انکو ضعیف بھی کہا ہو سو اصول
حدیث میں یہ بطور ہو چکا ہو کہ حدیث صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث جھوٹ بنائی ہوئی موضوع ہو چنانچہ ملا علی قاری اور صاحب
مجمع البحار اپنے رسائل موضوعات حدیث میں لکھتے ہیں قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون واضح فان الوضع
اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم الخ ہاں البتہ صحیح نہ ہونے سے یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہو کہ ضعیف ہے، پس حدیث
ضعیف کا ہم سے حکم سنو تفسیر روح البیان کی دوسری جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۶۲ میں ہو وان کانت ضعیفۃ الاسانید فقد اتفق المحدثون
علیٰ ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترہیب یعنی اگر حدیثیں ضعیف ہیں تو اتفاق کیا ہو کل اہل حدیث نے کہ حدیث
ضعیف پر عمل جائز ہے جس مقام میں رغبت دلاتے ہیں نیک کام پر یا ڈراتی ہوں برے کام سے اور نقل کیا اس کلام کو صاحب روح البیان نے
امام نووی اور حلبی اور ابن فخر الدین رومی وغیرہم سے اور اسی طرح منقول ہے فتح المبین مؤلفہ علامہ ابن حجر کی اتفق العلماء علیٰ جواز العمل

مدعا مؤلف کا کوئی ثبوت نہیں لہٰذا مؤلف زار زار رو کر افسوس اپنی کم علمی پر کرتا ہو ہرگاہ کہ کوئی روایت مثبت مدعیٰ کی نہیں اور خزانۃ
کی روایت خود مخدوش بناچاری اس کی مؤلف نے توثیق شروع کر دی کہ عوام کو اس سے ہی کچھ طمانیت ہو جاوے اور خواص تو جان چکے کہ یہ روایت
ہرگز قابل اعتماد نہیں اور قبح اس کا واضح ہو گیا اب مؤلف افسوس کیئے جاوے **قولہ** ازانجملہ یہ بات الخ **اقول** مؤلف کیوں اپنے کلام کو طول لا
حاصل دیتا ہو امام ربانی نے یہ فرمایا کہ مطلقاً جب صدقہ کرو تو فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ضرور یاد رکھو کہ آپ کا حق اقدم ہے اور یہ حکم عمدہ اور اچھا
کی بات ہو اس میں کوئی عذر نہیں مگر اس میں نہ عید نہ شب برات نہ محرم بس مؤلف کو اس سے کیا نفع ہو مؤلف کا مدعا اس سے ثابت نہیں پھر کیوں تطویل
کرتا ہو **قولہ** اور یہ جو مولوی محمد اسحاق الخ **اقول** مولوی اسحاق صاحب نے ان روایات کو ضعاف ہی فرمایا ہو موضوع نہیں فرمایا گو بعض روایات
جن کا ذکر ہوا متروک معلوم ہوئیں مگر یہ بحث مؤلف کی بالکل لغو ہو کیونکہ وضع کی تحقیق بدون اقرار واضع کے دشوار ہو اور بعد اقرار کے بھی قطع نہیں ہوتا مگر
طریق علم اس کا خلاف قواعد مسلمہ شرعیہ کے ہونا ہو سو ثابت کیا گیا کہ صحاح کے خلاف ان روایت کا مضمون ہو اور یہ دلیل متروک و متہم ہونیکی ہو اور
پھر بعد اس کے یہ مسئلہ عقائد کا ہو اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہو چنانچہ لکھا گیا اور مؤلف خود مقر ہو کہ اعتقادیات میں روایات ضعاف معتبر
نہیں بندہ کہتا ہو کہ احادیث صحاح بھی معتبر نہیں چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے پس یہ روایات ہرگز معتبر نہیں،
مسئلہ فاتحہ میں اعتقادیہ ہے اس میں ضعاف تو کیا احاد صحاح بھی قابل اعتماد نہیں **قولہ** حدیث ضعیف کا الخ **اقول** مؤلف سے حدیث ضعیف کا
حکم سنیں وہ خود ناواقف ہو روح البیان اور فتح المبین اور اصول سید شریف وغیرہ کی عبارات جمع کر دیگئی مگر مطلب نہیں سمجھا اور اچھا علم ایسا ہی
خراب کرتا ہو ان سب کا مدعا یہ ہو کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہو دیکھو ترغیب و ترہیب یا فضائل اعمال کے الفاظ سب عبارات

= کمزور۔ [1] پختہ کرنا۔ [2] ضعیف کی جمع۔ [3] دوڑی ہوئی۔ [4] شوق دلانا۔ [5] ڈرانا۔

بالحدیث الضعیف فی فضائل ... الاعمال اور میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں ویجوز عند العلماء التساھل
فی اسانید الضعیف فی فضائل الاعمال اور اعضا وضو کے دھونے میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں باوجودیکہ صاحب
درمختار نے فیعمل بہ فی فضائل الاعمال اور نسائی کا یہ طریق تھا کہ جس راوی کو بالاتفاق علمار حدیث نے چھوڑ دیا ہو اس کی حدیث نہ لیتا تھا
باقی سب حدیث ضعیف ہر قسم کی لے لیتا تھا اور ابوداؤد کا مذہب یہ تھا کہ حدیث ضعیف کو امام مجتہد کی رائے سے افضل جانتا تھا اور یہ
نسائی اور ابوداؤد مصنفین صحاح ستہ کے دو امام ہیں اور شرح سفر السعادۃ میں ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سب اصحاب
متفق ہیں اس بات پر کہ حدیث ضعیف مقدم ہے قیاس اور اجتہاد پر انتہیٰ پس حدیث ضعیف کی یہ شان نہیں کہ ہر طرح اس کو رد کیا
کریں اور کسی موقع میں قبول نہ کریں اور رسالہ انتباہ میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں، وورد فی فضائل رجب الاحادیث باسانیدا
ضعیفۃ لا باس بالعمل بھا فان وجد فی نفسہا قوۃ فلیعمل بھا اور مولوی قطب الدین خاں صاحبؒ نے مظاہر الحق میں چھ رکعت
صلوٰۃ الاوابین کو لکھا ہے اگرچہ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے لیکن فضائل اعمال میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے، انتہیٰ
مؤلف کہتا ہے کہ صلوٰۃ الاوابین کی حدیث ایسی ضعیف ہے جس کی بابت مشکوٰۃ میں ہے لانعرفہ الامن حدیث عمر بن ابی خثعم وسمعت
محمد ابن اسمٰعیل یقول ھو منکر الحدیث وضعف جدًا پس مولوی قطب الدین خاں صاحب نے اس درجہ کی حدیث پر بھی عمل کرنا ثابت
کیا ہے شرح ملا علی قاری سے اور مثالیں اس کی یعنی مقبول رکھنا حدیث ضعیف کا اعمال میں بہت مسائل فقہیہ میں ثابت ہے بباعث طول فقط
ان ہی عبارات منقولہ بالا پر اکتفا کر کے اب قاعدہ کلیہ جو اصول حدیث اور اصول فقہ میں درباب حدیث ضعیف لکھتے ہیں نقل کرتا ہوں کہ
حدیث ضعیف کو صفات باری تعالیٰ اور تحریم و تحلیل در اعتقادیات میں نہیں لیتے البتہ معجزات اور احوال قیامت اور موعظت اور فضائل اعمال
میں مقبول کہتے ہیں اور فضائل اعمال کے معنی علامہ شامی شارح درمختار نے یہ لکھے ہیں کہ کسی عمل کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے حدیث ضعیف کو لے
لینا جائز ہے انتہیٰ کلامہ اور ضعیف پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ایسا ہو کہ ایک قاعدہ عام شرعی میں داخل ہو اور اس شرط لگانے میں حکمت یہ ہے کہ
حدیث ضعیف کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ وہ جھوٹی بے اصل ہے بلکہ ممکن ہے صادق ہونا اس کا پس اگر وہ حدیث ضعیف نفس الامر میں عند اللہ صحیح تھی تو اس
پر عمل ہونا بہت اچھا ہوا اور اگر وہ نفس الامر میں ثابت نہ تھی تو اس پر عمل کرنے سے کچھ نقصان نہ لازم آیا کیوں کہ وہ قاعدہ کلیہ عام شرعی میں داخل ہے
میں منقول ہیں بھلا اب کوئی مؤلف سے پوچھے کہ لیلۃ الجمعہ اور شب برات وعیدین کے صدقہ میں کونسی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل کرنا جائز
ہوا ذرا آنکھ کھولو، ہوش کرو، ان روایات منقولہ اشعۃ اللمعات و خزانۃ الروایات و دستور القضاۃ میں کسی میں کوئی فضیلت و ثواب مذکور
نہیں، فقط ارواح کا آنا اور حسرت ناک بات کرنا اور طلب صدقات کرنا ہے پس یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے یہ حال علما ان کے آنے کا ہے، پھر
اس کو کون عاقل فضائل اعمال کہے گا ہاں حدیث صوم رجب اور صلوٰۃ اوابین میں مثلاً فضل عمل ہے سو اس کو اس پر قیاس کرنا علم ہے یا جہل وہ
ارباب اور یہ بحث، سبحان اللہ کیا کہنا اور پھر جو بددعا دینا مردوں کا بعض روایات میں ہے اس کو کوئی ترہیب جانے سو یہ بھی غلط کیونکہ محقق
ہو لیا کہ یہ مردوں کا ظلم ہوگا اور خلاف امر حق تعالیٰ کے ہوگا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا پس غلط بات کو ترہیب کا امر نہیں بنا سکتے کہ مؤلف ترغیب ترہیب
فضائل اعمال کو بھی نہیں سمجھتا کہ کیا ہوتا ہے فقط لفظا یاد کر لئے ہیں اور بدون مطلب اہل اصول کا سمجھے اپنے مدعا پر دلیل غیر مطابق لکھ ماہے اور کچھ ہوش نہیں
صاحب انوار کا ایک قاعدہ متعلقہ اصول کی تخلیط قولہ مؤلف کہتا ہے الخ اقول، منکر اصطلاح محدثین میں اس کو کہتے ہیں کہ راوی اس کا ایسی
بات کہے کہ اپنے[1] اوثق و قوی کے خلاف ہو سو یہ بھی ایک قسم ضعیف کی ہے اس میں کوئی بہت زیادہ درجہ ضعف کا نہیں ہوتا پس مؤلف کا یہ کہنا

[1] سے بہت زیادہ قابل اعتماد یعنی کم درسے ڈرانا۔

Marfat.com

مثلاً یہی دعائیں جو وضو کے اعضا دھوتے میں جو ضعیف حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں اگر یہ نفس الامر میں عنداللہ صحیح ہیں تو حق ان احادیث کا ادا ہوگیا، اور ثواب موعود مل گیا اور اگر یہ حدیثیں عنداللہ صحیح نہیں تو ہر عضو پر جدا جدا دعا پڑھنے سے گنہ گار بھی نہیں ہوتا کیوں کہ اس نے دعا پڑھی ہے کچھ اور گناہ تو نہیں کیا، اور مطلق دعا کا مانگنا شرع میں ثابت ہوا اور ایک حدیث ضعیف میں بھی حضرت سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا، جس شخص کو میری طرف سے کوئی حدیث پہنچی اس نے اس پر عمل کیا تو اس کو ثواب ملے گا اگرچہ فی الواقع وہ حدیث میری نہ ہو چنانچہ یہ مضمون شامی شارح درمختار نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال لانہ ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطے حقہ من العمل والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے جو ماہ رجب میں ہزاری روزہ اور اس کی رات کو جاگنے کا حکم دیا ہے وہ بھی مبنی اسی قاعدہ پر ہے یعنی اگرچہ یہ تخصیص دن اور رات کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی لیکن مطلق روزہ رکھنا اور شب کو عبادت کرنا تو دین میں ثابت ہے اور اسی طرح تحیہ رکعتیں اوابین کو قطب الدین خاں صاحبؒ نے جو لکھا ہے اس میں بھی یہی قاعدہ ہے یعنی اگرچہ یہ حدیث بہت ضعیف اور منکر ہے لیکن اگر کوئی اس تعیین زمان اور تخصیص رکعات پر موافق اس حدیث ضعیف کے عمل کرے گا، تو کچھ برائی نہ ہوگی کیوں کہ مطلق نفل کا پڑھنا تو ہر وقت جائز ہے اور یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنا چاہیئے، کہ فقہاء رحمہم اللہ اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہوتا ہے مستحسن لکھا کرتے ہیں، چنانچہ اسی صلوٰۃ الاوابین کو باوجود حدیث منکر ہونے کے مستحب اور مندوبات میں فقہا لکھتے ہیں اور اسی طرح گردن کا مسح وضو میں ضعیف حدیث سے ثابت ہوا ہے اس کو بھی مستحب لکھتے ہیں اور ماہ رجب کے روزہ کو فتاویٰ عالمگیری میں مرغوبات و مندوبات کے ذیل میں لکھا ہے، جب یہ قواعد اور فوائد ذہن نشین ہو چکے تو اب ہم اس قاعدہ مقررہ فقہاء و محدثین کو مسئلہ متنازع فیہ یعنی روحوں کے آنے میں جاری کر کے دکھاتے

کہ صلوٰۃ اوابین کی ایسی ضعیف حدیث ہے کہ جس کو منکر کہا اور مؤلف نے اپنا اصول دانی جتلائے یہ بالکل ناواقفیت ہے عبث مؤلف نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور پھر اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف کے عمل کو تسلیم بھی کر لیوے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل مؤلف کی چشم بینا ہو تو دیکھیے بعد اس کے جو مؤلف نے لکھا ہے وہ جواب طلب نہیں خواہ مخواہ تطویل کی کہ اس کے مدعی سے کچھ مساس نہیں قولہ اور یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنا الخ اقول یہ مؤلف کی نہایت غلط فہمی و جہل اور بالکل سرتاپا قاعدہ غلط ہے کسی نے یہ نہیں کہا محض اجتہاد و ایجاد ناصواب مؤلف کا ہے کیونکہ مستحب وہ فعل ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی ترک کیا یا رغبت اس کی دلائی ہو چنانچہ حد اس کی یہ لکھتے ہیں فعلہ مرۃ وترکہ اخری او رغبہ اور مستحب بھی حکم من الاحکام ہے تو اس کا ثبوت بھی حدیث صحیح یا حسن لعینہ یا لغیرہ سے ہوتا ہے ہرگز کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ضعف اس کا منجبر نہ ہو جاوے، پس استحباب ان امور کا جو ثابت ہوا ہے تو آپ کے فعل و ترک سے یا رغبت دلانے سے ہوا ہے اور روایات ضعاف کہ ان ابواب میں ہیں وہ تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئی ہیں مؤلف ناواقف یہ سمجھ گیا کہ یہ استحباب ضعیف حدیث کے سبب سے ہوا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کیا علم و اصول دانی ہے، قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق قال فی رد المختار ای یقوی بعضہا بعضاً فارتقی الی مرتبۃ الحسن اقول لکن ھذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین او لارسالہ وتدلیسہ او جہالۃ الحال مالیس لو کان لفسق الراوی او کذب فلا تؤثر فیہ موافقۃ مثلہ ولا یرتقی بذلک الی الحسن۔ انتہیٰ پس یہ جس قدر نظائر مؤلف نے لکھی ہیں اور جس قدر کتب فقہ میں وارد ہیں سب احادیث حسن لغیرہ سے ثابت ہوئی ہیں اور استحباب ان کا یا ترغیب کے سبب سے ہے یا فعل و ترک کی وجہ سے نہ ضعیف حدیث کے سبب سے جیسا مؤلف الٹا سمجھا، تعجب کرتا ہوں کہ آدمی ایسا آنکھ بند کر کے تمام دنیا کے خلاف دین میں قول لکھے اور شرم نہ کرے

ل بہت زیادہ قابل اعتماد ۲ مختلف طریقوں سے

Marfat.com

بیان اول گفتگو ہماری اس بات میں ہے کہ وہ جو فاضل مذکور نے لکھا ہے کہ بعض محدثین نے احادیث آنے ارواح کو ضعیف کہا ہے، ہم کہتے ہیں کہ بعض
محدثین کے ضعیف کہنے سے لازم نہیں آتا کہ کل کے نزدیک ضعیف ہو ملا علی قاری وغیرہ لکھتے ہیں لاحتمال ان یکون الحدیث موضوعاً من طریق
صحیحاً من اخرٰی پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں چونکہ صاحب خزانۃ الروایات نے جس کی سند اسی فاضل نے اپنی تصنیفات میں پکڑی ہے اور فضائل اس
کے ہم اور وجوہ سے بھی بیان کر چکے ہیں، یہ حدیثیں آنے ارواح کے اپنے فتاوی میں درج فرمائیں لابد یہ بات دلیل ان کی صحت اور قوت اور مفتی بہ
ہونے پر ہے مفتیان دین کا ایک حدیث کو لے لینا مقلدین کے نزدیک دلیل قوت ہے اور بالفرض والتقدیر اگر ہم موافق قول اس فاضل کے ضعیف
ہونا ان احادیث کا تسلیم کریں تو حدیث ضعیف پر عمل کرنا فروع مسائل ور فضائل اعمال میں اقوال فقہا و محدثین سے بالاتفاق والاجماع ثابت ہے
پس جو آدمی ان حدیثوں پر اس بات میں عمل کرے گا کہ کچھ صدقہ فاتحہ درود ان تیوہاروں میں کریگا تو بلا شک یہ امر جائز بلکہ مستحب ہوگا اس لئے اگر واقعی
وہ روحیں آتی تھیں تو سبحان اللہ اصل مدعا ثابت ہوا کہ وہ خوش خرم گئیں یہ آدمی ان کی بددعا سے بچگیا اور ان کو ثواب پہنچ گیا، اور بالفرض والتقدیر اگر
روحیں نہیں آتی تھیں تو بھی یہ صدقہ اور فاتحہ درود تو ان کو پہنچ ہی جاوے گا ان کا پہنچ جانا تو اصل قاعدہ شرعی سے ثابت ہے عند اہل السنۃ والجماعۃ
بنا بریں ان تیوہاروں میں صدقہ اور فاتحہ درود کرنے کو نہ فقط جائز بلکہ امر مستحب کہنا چاہیئے، چنانچہ ہم اس کی چند نظیریں کلام فقہا سے صلوٰۃ الاوابین
اور مسح رقبہ اور صوم رجب کی بابت لکھ چکے ہیں اور علاوہ اس کے بہت نظیریں اس کی کتب فقہ میں موجود ہیں، جس کی نظر متون وشروح فتاوی
پر ہے یہ بات اس سے مخفی نہیں، اللہ تعالیٰ دلوں میں انصاف دے آمین یارب العالمین آمین لمعہ سابعہ **بیان طریقہ سوم کا**، اس عمل میں
پانچ چیزیں ہیں، کلمہ طیبہ پڑھنا شمار کے لئے دانہ ہائے نخود کا معین کرنا، ختم قرآن کرنا، برادری اور دوست آشناؤں کا واسطے قرآن اور کلمہ پڑھنے
کے لئے جمع ہونا، اس کام کے لئے تیسرا دن ٹھیرانا **بیان امر اول** اختیار کرنا کلمہ طیبہ کا اس لئے ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ
مفتاح الجنۃ اور امام ابو اللیث سمرقندی نے روایت کی ہے انس سے عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قیل لہ یا رسول اللہ ما للجنۃ
ثمن قال نعم لا الٰہ الا اللہ جب معلوم ہوا کہ طیبہ کنجی ہے جنت کی اور قیمت ہے جنت کی تو ثواب سانی ایسی چیز کی نہایت درجہ اولیٰ والنسب ہے

قولہ اب ہم قاعدہ مقررہ فقہا الخ **اقول** ہرگز جاری نہیں ہو سکتا ہرگاہ کہ محدثین نے اس کی تضعیف کر دی بلکہ بعض روایت کے اوپر متروک ہونے
کا خیال ہے تو جب تک اس کو سند صحیح سے ثابت نہ کیا جاوے مجروح ہی رہے گی والجرح مقدم علی التعدیل اور یہ روایات تو بلا سند
ہیں اور مسند میں ان کے خلاف صحاح احادیث کے ہیں یہ بھی دلیل جرح کی ہے اور یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا پس اس میں ہرگز یہ روایت کارآمد
نہیں اور صاحب خزانہ کے نقل کر دینے سے تعدیل نہیں ہوتی اور یہ احتمال کہ کسی نے توثیق کی ہوگی یہ فن حدیث میں معتبر نہیں اگر نسائی
ابن ماجہ مثلاً بلا توثیق ذکر کریں باوجود بیان سند کے وہ بھی توثیق نہیں، چہ جائیکہ نقل خزانہ بلا اسناد و توثیق معتبر ہو جاوے خود بخاری کی تعلیقات
باوجود التزام صحت کے اور اتفاق اس کی صحت کے مسند کے برابر نہیں، پھر خزانہ کا کیا ذکر ہے اور یہ سب اصول فقہ و حدیث میں بدیہی ہے
گو جاہل ان علوم سے نہیں جانتا پس یہ روایات ہرگز کسی کے نزدیک معتبر نہیں اور نہ ان پر عمل درست ہے کیوں کہ یہ باب علم سے ہے، نہ
فضل عمل سے، پس استحباب تو کیا اباحت بھی ثابت نہ ہوئی، بلکہ یہ فعل بدعت ہی رہا اور مؤلف کا جہل بالصرح الوجود ثابت ہو گیا،
سوئم کی بحث | **قولہ لمعہ سابعہ الخ اقول**، پہلے لکھا گیا کہ ایصال ثواب کلمہ اور قرآن کو کوئی منع نہیں کرتا مؤلف بے سود تطویل کرتا ہے
مفتیوں نے جواب میں ایصال ثواب کو مستحسن لکھا ہے، مگر مؤلف آنکھ نہیں رکھتا اور مؤلف نے یہ قاعدہ ذہن نشین کر لیا ہے کہ جو حکم
اجزاء کا ہوتا ہے وہی مجموعہ مرکبہ وہیئت ترکیبیہ کا ہوتا ہے اور اس کا پہلے بطلان ہو چکا ہے، پس اب جو فضائل کلمہ کے درایجا

ل پختہ کرنا، ۲ چند اجزاء سے ترتیب دیا ہوا مجموعہ ۳ تعدیل پر جرح مقدم ہے

Marfat.com

اور علاوہ اس کے یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی میت کی نیت سے ایک لاکھ بار لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور ثواب اس کا میت کو بخشے، اگر وہ قابلِ عذاب ہوگا اس کو عذاب نہ کریں گا اور اگر وہ قابلِ عذاب نہیں تو اس کے درجات بلند کردیئے جاویں گے اور ایک روایت میں ستر ہزار بار پڑھنا لا الٰہ الا اللہ کا آیا ہے چنانچہ بزرگانِ دین سے اس پر عمل پایا گیا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات میں حکم فرماتے ہیں، بیاں راں و دوستاں فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستاں دعا و فاتحہ سوال است انتہیٰ، اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس باب میں ایک قصہ منقول ہے جس کو مولوی محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب تحذیر الناس مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے کہ حضرت جنیدؒ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے کاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنیدؒ ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخشدیا، اور اس کو اطلاع نہ کی، مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں، آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھکو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوئی، انتہیٰ کلامہ دیکھو ان روایات احادیث اور دستور العمل ہونے سلف صالحین سے وجہ تخصیص کلمہ طیبہ کی عمدہ طرح پر ظاہر ہوگئی پس بدعت اور ضلالت کہنا اس کا رد ہوگیا **دوسرا امر تخصیص دانہ نخود کی** وجہ یہ ہے کہ دانہ نخود اگر متوسط ہو نہ بہت چھوٹا نہ بہت بڑا پہلے دن سے کہ وہ اسی روپیہ زیادہ تھا، ساڑھے بارہ سیر نخود از روئے شمار ایک لاکھ دانہ ہو جاتا ہے اس عاجز نے بھی اس کو آزمایا ہے، اور دو شمار جو حدیث میں آئے ہیں ایک میں ستر ہزار دوسرے میں سو ہزار احتیاطاً سو ہزار یعنی ایک لاکھ پر عمل کیا گیا ہے اور ہر کسی کو قدرت نہ ثواب اس کا لکھا تھا کسی کو مضر نہیں لہٰذا اس میں کلام کرنا بھی حاجت نہیں مگر یہ قول مؤلف کا کسقدر غفلت اور خیانت ہے، پس بدعت اور ضلالت کہنا اس کا رد ہوگیا کیوں کہ کلمہ کو کس نے بدعت کہا ہے البتہ اس ہیئت کو بدعت کہا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✽ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ،،

قولہ دوسرا امر تخصیص دانہ نخود الخ اقول فی الواقع اول میں دانہ نخود کے اختیار کی یہی سوم کی ہیئت ترکیبیہ بدعت ہے نہ کہ کلمہ و دیگر اجزاء وجہ تھی، اور پھر صدقہ کردیا کرتے تھے ازاں بعد بریاں کرنا نخود کا تجویز ہوا کہ فقرا کہاں بھناتے پھریں گے پھر یہ عادت ہوئی کہ جس نے جسقدر پڑھے وہی اپنے پڑھ لیگیا پھر یہ تجویز ہوگئی، کہ بعد فراغت کے سب کو جمع کرکے تقسیم کیا جاوے تاکہ قرآن خواں بھی محروم نہ رہیں اب یہی دستور ہوگیا ہے اب سنو کہ مؤلف سابقاً خوب وثوق کے ساتھ لکھ چکا ہے کہ جب طعام کا جواز ثابت ہوگیا تو شیرینی بھی طعام ہے اور قلت و کثرت کا اعتبار نہیں پس جب ایک دو لڈو کی ڈلی ضیافت ہے تو دو مٹھی نخود بدرجہ اولیٰ طعام ضیافت ہے کہ آدمی کو ایک وقت کفایت کرجاتے ہیں، اور اب عرف میں یہ نخود حاضرین سیوم کی ہی واسطے تیار ہوتی ہے کہ بعد ختم ان کو دیئے جائیں گے المعروف کالمشروط اہل میت بھی اسی واسطے کرتے ہیں اور حاضرین بھی اس کو تناول کی نیت رکھتے ہیں، پس ضیافت ہونے میں کیا تامل رہا، اور اجتماع برادری کا میت کے واسطے اہلِ میت کے پاس ہوتا ہے لہٰذا حدیث جریر عبد اللہ کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحۃ الخ بعینہٖ اس پر برابر صادق آگئی کیونکہ اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں کہ کس واسطے جمع ہوتا تھا خواہ محض

لے چنا،

تھی، کہ اس قدر تسبیحیں جمع کرتا یا جنگل اور بازار وغیرہ سے گٹھلیاں کھجور یا جامن وغیرہ کی چنتا ہو اور جابجا سے سمیٹتا ہوا پھرتا، نخود میں یہ فائدہ ہوا کہ سہل الحصول ہیں جہاں سے چاہا جس نے بے تکلف مول لے لئے شمار کی شمار اس میں قائم رہی اور بعد فراغ وحصول کا ان کو تقسیم کر دیا یہ دوسری منفعت حاصل ہوگئی اس کا بھی ثواب میت کو پہنچے گا اور اس قسم کی تعینات سے منع اور کراہت ثابت نہیں ہو سکتی دلیل اس کی یہ ہے کہ روایت ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم سے یہ حدیث بطولہ ثابت ہے خلاصہ اس کا یہ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تھا کہ گٹھلیاں یا کنکریاں لئے ہوئے ذکر اللہ بے شمار کر رہی تھی، آپؐ نے اس کو منع نہ فرمایا اس قدر ثبوت سے فقہار رحمہم اللہ نے مسئلہ نکال لیا لاباس باتخاذ السبحۃ یعنی کچھ مضائقہ نہیں تسبیح ہاتھ میں لینے کا حالاں کہ کنکریوں یا گٹھلیوں کی گنتی اور تسبیح میں بڑا فرق ہے یعنی دانوں کا گول کرنا اور پھر دانے بھی عقیق یمن کے عقیق البحر کے صندل زیتون سنگ مقصود واستخواں شتر شیشہ و خاک شفا وغیرہ کے ہوتے ہیں اور ان میں سوراخ کرنا پھر ان کی شمار سو دانہ پر رکھنا پھر ان میں تاگا پرونا ان میں ایک دانہ کو امام سب دانوں کا مقرر کرنا یہ سب امور مسلم الثبوت اور اہل اسلام کے عمل میں ہیں حالاں کہ ثبوت فقط کنکریوں پر شمار کرنا ہوا ہے اور ان فروعات زائد کے جواز پر صاحب بحر الرائق اور حلیہ اور علامہ شامی شارح درمختار اس طرح اشارہ کرتے ہیں لاتزید السبحۃ علی مضمون ھذا الحدیث الا بضم النوی فی خیط ومثل ذلک لایظہر تاثیرہ فی المنع. اب دیکھئے ضم النوی فی خیط کا لفظ لکھ کر جمع تخصیصات اور تعینات تسبیح کیطرف جو اوپر مذکور ہوئیں فقہار اشارہ کر گئے بقولہم مثل ذلک الی آخرہ یعنی ایسی باتوں کی جمع میں کچھ دخل نہیں تسبیح سے مقصود شمار ذکر ہے سو شمار ذکر کا جواز حدیث سے پایا گیا بنا بر علیہ دانہ ہائے نخود پر شمار کرنا بھی بمقتضائے قاعدہ شرعیہ مستنبط فقہار رحمہم اللہ جائز

تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو اور مطلق کو مقید کرنا بالرای حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے کہ نخود شیرینی وسب کو شامل ہے اور اس زمانہ میں قطعًا تقسیم نخود میں صدقہ کی نیت نہیں رہی کہ فقیر وغنی جملہ حاضرین کو دیا جاتا ہے گویا صلہ کلمہ اور قرآن پڑھنے اور حاضر ہونے کا ہے اور یہ سب واضح ہے کہ اس کا انکار بداہت کا انکار ہے پس مورد اس حدیث کے ہونے میں کوئی تامل نہیں رہا اور روایت شرح منیہ وغیرہ کی یکرہ اتخاذ الطعام بھی اس پر صادق ہے اور یہ عذر کہ فقرار کیواسطے یہ نخود ہیں لہٰذا یہ صورت داخل اس دوسری روایت شرح منیہ میں ہے کہ کہتا ہے وان اتخذ للفقراء کان حسنا. بالکل لغو ہے اس میں اب فقرار ہرگز مقصود نہیں بلکہ حاضرین سیوم مقصود ہیں قرآن خواں وکلمہ خواں کو اور حاضرین کو خواہ غنی ہوں خواہ فقیر تقسیم ہوتے ہیں اگر صدقہ ہوتا تو اغنیار کو کیوں دیا جاتا اور اعتراض و نظیر شارح منیہ کی باطل ہو چکی کہ نص مطلق کو مقید کرتا ہے چنانچہ درمختار سے منقول ہو لیا پس بحث سبحہ کی مؤلف نے جو لکھی ہے محض لغو ہوگئی اسی واسطے سفر السعادۃ میں کہا کہ عادت نبود[1] کہ برائے میت جمع شوند الخ جس کو مؤلف آگے رد کرتا ہے اور بے فہمی اور بددیانتی اپنی ظاہر کرتا ہے کیوں کہ اس کا رد حدیث کا رد ہے بہر حال اس اجتماع اور تقسیم طعام کا حدیث اور فقہ سے کراہت ومعصیت ہونا ثابت ہو گیا، پس بایں وجہ نفس نخود اب بدعت وقباحت ہوئی اور خود اجتماع تو قباحت ہی ہے اور پھر اب عوام کے نزدیک نخود کا ہونا ضروریات میں ہو گیا ہے کہ بدون اس کے سیوم ہوتا ہی نہیں کچھ بھی نہیں تو سیر دو سیر نخود ہو ویں کہ تقسیم کئے جاویں تو یہ دوسری وجہ بدعت ہونے کی ہے جس کو خود مؤلف قبول کر چکا ہے کہ نص مطلق کو مقید کرنا قابل زجر و توبیخ کے ہے ہاں البتہ اگر بچہ خرد[2] سال مرتا ہے تو اراذل قوم میں اس کا سیوم فقط بخانہ اہل میت جمع ہوتا ہے اور جو جوان بوڑھا مرتا ہے تو جمع ہو کر کلمہ قرآن بھی پڑھتے ہیں اور پھر دروازہ میت پر جاتے ہیں اور شرفار میں بچہ کا سیوم موقوف ہو گیا اور جوان کے سیوم میں دروازہ کا جانا اب موقوف ہو گیا ہے. الغرض مقصود اجتماع سے وہی تکرار تعزیت ہے اور قرآن کلمہ ضمنًا

[1] سب کے جمع ہونے کی عادت نہ تھی [2] کم عمر تارک جانا.

ہوا بلکہ دانہ ہائے نخود کے شمار کو واقعہ قصۂ حدیث سے زیادہ تر مشارکت ہو بہ نسبت تسبیح کے کیوں کہ تسبیح میں قیود زائدہ بہت ہیں
کما ذکرنا تیسرا امر پڑھنا قرآن کا ہو جو لوگ قرآن خوانی کو منع کرتے ہیں وہ کئی ایک علماء کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اُن کو نہایت مستحکم جان
کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں سند اول یہ ہے کہ سفر السعادۃ کی عبارت سیف السنۃ کے صـ۱۲۹ میں نقل کی ہے اس طرح کہ عادت

نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است انتہیٰ میں کہتا ہوں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے جنازہ کی نماز بذات خود پڑھتے تھے یہ نماز نجات کے واسطے کافی ہوتی تھی، فتح القدیر میں ابن حبان
اور حاکم سے روایت کی گئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تم میں مر جایا کرے مجھکو ضرور خبر کیا کرو فان صلوٰتی
علیہ رحمۃ بیشک میرا نماز پڑھنا اس پر رحمت ہے اور قرآن شریف سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصل علیہم
ان صلوٰتک سکن لھم تفسیر اس کی ابن عباس نے یہ کی ہے کہ دعا کر ان لوگوں پر بیشک تیری دعا ان کے لئے رحمت ہے اور امام
رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ روح محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بہت قوی نورانی روشن تھی جب آپ دعائے خیر ان کے لئے کرتے
تھے آپ کی قوتِ روحانی سے ان کی روحوں پر فیضان ہوتا تھا اور چمک جاتی تھی ان پر تو نورانی سے ان کی روحیں اور ظلمت مٹ کر

ہے چنانچہ بعض لوگ ایسے بھی مجمع سیوم میں برادری کے آتے ہیں کہ کلمہ و قرآن سے کچھ کام ان کو نہیں محض رفع شکایت برادری کو آتے ہیں
تو غرض اصل حاضری ہی ہے اور تعزیت اور اجتماع الی اہل المیت مراد ہے اور اس میں تشابہ ہنود کا بھی حاصل ہوتا ہے کہ ان کی
یہاں بھی یہی دستور جمع ہونے پر برادری کا روزِ سیوم ہے تو یہ تین وجہ بدعت و کراہت سیوم کی اور تخصیص و تقسیم نخود کی واضح ہیں
کہ کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کر سکتا،

سیوم کے قرآن خوانی کی بحث متضمن بر فوائد | **قولہ** تیسرا امر الخ **اقول** کیا صدق و دیانت مؤلف کا ہو کہ کہتا ہو کہ قرآن کو منع کرتے ہیں جیسا
اوپر کہا کہ تخصیص کلمہ کو بدعت ضلالہ کہتے ہیں حالاں کہ جواب میں مصرح ہے کہ ایصال ثواب مستحسن ہو، منع کرنا علماء کا ہیئت مرّوجہ کو ہے نہ
ایصالِ ثواب کو مگر بحمد اللہ یہ منع ان کا حدیث و فقہ سے ثابت ہوگیا **قولہ** سند اول الخ **اقول** یہ روایت سفر السعادۃ بعینہا حدیث جریر
کی ہے بس فرق الفاظ کا ہی ہے اور اس حدیث کو تمام فقہاء نے قبول فرمایا دیکھو کہ حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہو اجتماع الی اہل میت اور
صنعۃ الطعام[1] جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہؓ شنیع جانتے تھے اور ہر ہر امر کو بدعت و معصیت فرماتے تھے نہ کہ مجموع من حیث المجموع کو
مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہو دلیل اس کی یہ ہے کہ شرح منیہ اور فتح القدیر میں اتخاذ ضیافت کو اس حدیث سے قبیح لکھا ہو پس ضیافت
کیواسطے حاضر ہونا اجتماع للضیافت ہو نہ کہ اجتماع للمیت اور اجتماع الی اہل المیت[2] خود تعزیت باجتماع قوم ہوتا ہو جیسا کہ وقت موت
اور دفن کے ہوتا ہو پس اس روایت فتح سے کہ کہتا ہے ویکرہ اتخاذ الضیافت من اہل المیت وھی بدعت مستقبحۃ لما روی
الامام احمد و ابن ماجہ باسناد صحیح الخ صاف ظاہر ہو کہ مجموعہ مراد نہیں بلکہ ہر ہر واحد مکروہ ہو اور تکرار تعزیت باجتماع یا انفراد بھی بدعت
ہے چنانچہ در مختار وغیرہ میں مصرح ہو پس اس کو بھی سفر السعادۃ کہتا ہو کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہ تھی تو مؤلف کا اس کو رد کرنا حدیث کا رد
کرنا ہو اور افعال صحابہؓ پر طعن کرنا ہو معاذ اللہ اور نہیں سمجھتا کہ ایصالِ ثواب کے واسطے جمع ہونا یہ رسم مروجہ بھی اجتماع الی اہل المیت ہی ہے
جو کہ حدیث میں موجود ہو جبکہ وہ قرونِ خیر و ثواب کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیاً و میتاً مشغوف[5] اس کام کو برا جان کر ترک کریں
تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہ ہو گا تو کیا ہووے گا اور مؤلف کا یہ کہنا کہ آپ کی صلوٰۃ نجات کو کافی تھی پھر ختم قرآن و کلمہ کی حاجت

[1] کھانا تیار کرنا [2] اہلِ میت کے پاس جمع ہونا [4] زندہ یا مردہ [5] پسند یدہ

Marfat.com

نورانیت آجاتی تھی انتہی کلامہ اور ظاہر ہو کہ نماز جنازہ میں دعا ہوتی ہے واسطے میت کے، پس حال حضرت کی دعا کا قرآن اور قول صحابی اور تفسیر امام سے اور نیز حدیث سے معلوم کر چکے کہ کیا کچھ اس میں مقبولیت اور فیضان الٰہی ہے ہم اپنے موتیٰ پر جسقدر چاہیں ختم قرآن کریں اور کلمہ فاتحہ درود پڑھیں لیکن اس ایک دعا کی برابری جو بھلائے سراپا رحمت حضرت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالِ مقبولیت اور محبوبیت کے ساتھ نکلتے تھے نہیں ہوتی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ نماز کے اور طرح پر بھی مشکل کشائی فرماتے تھے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب سعد ابن معاذؓ دفنائے گئے۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھا ہم بھی آپکے ساتھ دیر تک ہی پڑھتے رہے پھر آپنے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی یہی پڑھتے رہے پھر حضرت سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو قبر نے دبالیا تھا اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اس پر قبر ہر طرف سے فراخ ہو گئی، روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے کذا فی المشکوٰۃ بھلا جہاں اس طرح پر مشکل کشائی اور دستگیری ہوتی ہو اگر ختم قرآن نہ کیا تو کیا حرج

نہ تھی محض خیال خام ہو یہ لاریب[1] کہ آپؐ کی نماز نور و رحمت تھی مگر اس پر نجات جان کر کفایت کرنا اور صدقہ و خیرات کا ترک کرنا ہرگز نہیں تھا خود فخر عالم علیہ السلام بعد نماز کے ہر روز دعا و استغفار کرتے رہتے تھے اور بعد دفن کے بھی دعا کرتے تھے اور صحابہؓ بھی اپنی اموات کو باوجود نماز فخر عالم کے ثواب[2] رسانی میں یاد رکھتے تھے سو یہ تقریر مؤلف کی محض ڈھکوسلہ عقل ناتمام کا ہو اور جہل ہے حقیقتِ تعامل صحابہؓ سے اور سفر السعادۃ یہ کہتا ہے کہ ختم اذکار و قرآن اور اجتماع نہ تھا۔ نہ یہ کہ ایصال ثواب نہ تھا مؤلف کو فہم سے تو کام ہی نہیں وہ گور پر[3] یا غیر گور پر قرآن و کلمہ پڑھنے کو جمع سب قوم کا ہونا بدعت کہتا ہو نہ انکار ایصال ثواب کا مگر فہم نہ ہو تو کیا علاج پھر مؤلف خود کہتا ہے کہ حضرت علیہ السلام سوائے صلوٰۃ کے اور طرح بھی مشکل کشائی کرتے تھے اور دو کلمہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کا پڑھنا ہو کہ خود مؤلف نے نقل کیا۔ بندہ کہتا ہو کہ ایسا ہی ہر روز دعا و استغفار سے یاد رکھنا بھی مشکل کشائی ہو پس غور طلب ہے کہ آپ ہی تو مؤلف صلوٰۃ فخر عالم کو کافی کہہ آیا ہو اور اب دوسری مشکل کشائی کا اقرار کر دیا اور نہیں سمجھتا کہ جیسا آپکے کلام اور دعا سے مشکل کشائی فرمائی اب قرآن و ختم سے مشکل کشائی ہے اور صحابہؓ کے وقت میں یہی کرتے تھے اور جب خود آپؐ نے نماز اپنی کو کافی نجات کے واسطے نہ جانا پھر بھی مشکل کشائی فرماتے رہے صحابہؓ سے لے کر آج تک یہی امر مستحب ہے تو اب اس وقت اور قرن صحابہ میں اور زمانِ فخر عالمؐ میں کوئی فرق باقی نہ رہا نماز بھی پڑھتے ہیں اور ایصال ثواب بھی کرتے ہیں مگر میت کے واسطے الی اہل میت جمع ہونا[4] نہ جب تھا نہ اب ہونا چاہیئے اور اس امر کو سفر السعادۃ بدعت کہتا ہے مؤلف کے فہم پر خلاف ہے اور اس کو ہی حضرت جریرؓ نے نیاحت میں شمار فرمایا علی ہذا قولہ[5] قرآن نہ پڑھا تو مل کر ذکر اللہ تو حضرتؐ نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا لہٰذا اقول محض کم فہمی ہے کیوں کہ سفر السعادۃ قصداً ختم میت کے واسطے جمع ہونے کو کہتا ہے اور وہ اجتماع[6] لدفن میت تھا اس میں ضرورت اس ذکر کی ہو گئی تو اس کو فرمایا غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادۃ کی ہو اس میں اور اجتماع میں جو دفن میت کے واسطے تھا کہ فرض کفایہ ہو اور اس میں ذکر کردیا فرق زمین آسمان کا ہے اس کو اس سے کوئی مناسبت نہیں، پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادۃ کے ہے اور نہ حجت جواز اجتماع کی ہو سکے کیوں کہ سفر السعادۃ اس اجتماع کو بدعت کہتا ہو کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم و قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے پاس جمع ہوں، کہیں ہوں گور پر یا غیر گور پر اور اس کو ہی حدیث جریرؓ میں نیاحت میں داخل کیا ہے اور حالت اجتماع تجہیز و تکفین میں اگر کچھ پڑھتے رہیں اور ثواب پہنچا دیں تو وہ جائز ہے نہ اس کو سفر السعادۃ

[1] بے شک [2] ثواب پہنچانا [3] قبر [4] مشکل آسان کرنا [5] میت کو دفن کرنے کے لئے جمع ہونا،

Marfat.com

ہے، بلکہ قرآن نہ پڑھا تو مل کر ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا پس جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہار کافی ہے، اور بالفرض اگر عہد نبوی میں نہ پائے جانے کے سبب ختم قرآن کو بدعت کہیں مثل قول سفر السعادۃ کے اس کا مضائقہ نہیں لیکن وہ حسنہ ہے ناجائز اور مکروہ تو کہنا اس کا ہرگز صحیح نہیں، اس لئے کہ یہ بہتیرے نیک کام حضرت کے بعد کئے گئے اور بالاتفاق جائز رکھے گئے اُس کا نام علمار دین نے بدعت حسنہ رکھا ہے چنانچہ ہم اول تحقیق کر چکے ہیں اور اس مسئلہ میں بھی جزئی خاص پیش کرتے ہیں فتاویٰ قنیہ میں ہے وضع الید علی القبر بدعۃ والقراءۃ علیہ بدعۃ حسنۃ اور امام حجت الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے لا بأس بقراءۃ القرآن علی القبور، اور اس جگہ امام نے ایک قصہ عجیب لکھا ہے، علی بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں احمد بن حنبلؒ کے ساتھ تھا ایک جنازہ پر بعد دفن کے ایک اندھا قرآن پڑھنے لگا، امام احمدؒ نے فرمایا او آدمی یہ کام بدعت ہے، جب ہم مقبرہ سے نکلے محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ تم مبشر بن اسماعیل حلبی کو کیسا جانتے ہو فرمایا وہ ثقہ یعنی معتبر ہے، اس نے پوچھا تم نے ان سے کچھ علم سیکھا ہو امام نے فرمایا ہاں جب معلوم ہوا کہ افرا ران کے ہے کہ وہ استاد ہیں امام احمد کے تب وہ محمد بن قدامہ بولا کہ خبر دی مجھکو مبشر بن اسماعیل نے ان کو خبر پہنچی عبد الرحمان سے کہ جب ان کے باپ علاء بن الحجاج کا انتقال ہوا وصیت فرمائی کہ جب دفن کیا جاؤں میرے سرہانے قبر کے پانچ آیت اول آمن الرسول پڑھو اور یہ کہا کہ میں نے ابن عمرؓ کو سنا ہو وہ وصیت کرتے تھے اس بات کی اس وقت امام احمدؒ نے فرمایا کہ مقبرہ میں جاؤ اور اس اندھے کو کہدو کہ قرآن پڑھتا رہے اور فتاویٰ عالمگیری

منع کرتا ہے اور نہ حدیث جریر سے اس کا منع مفہوم ہے اور خود فعل فخر عالمؐ کا قبر سعد بن معاذؓ پر اس کے جواز کی دلیل ہو مگر فہم کی حاجت ہے پس اس فعلِ مرسوم کو بدعت حسنہ نہیں کہہ سکتے بلکہ ضلالہ کہنا واجب ہو معہذا یہ جاننا ضرور ہے کہ فخر عالمؐ نے ذکر بجہر بہاں کیا ہے نہ ایصال ثواب اس کا اور جہر سے دو کلمے.. فرمائے تھے ورنہ خفی ذکر تو آپؐ کا ہر حال لازم تھا اسکا بھی خیال رہے اور مؤلف کے استدلال کی خوبی معلوم رہی کہ ایصال ثواب اس روایت سے ہرگز نہیں نکلتا کاش کہ یہ عوام کالانعام جب دفن مردہ کے واسطے جمع ہوتے ہیں ذکر دکلمہ پڑھتے رہا کریں اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دیں اور خرافات بکواس جو اسوقت کرتے ہیں نہ کیا کریں تو آپ معصیت اور لغو کلام سے محفوظ رہیں اور مردہ کو لاکھ سے زیادہ کلمہ پہنچ جاوے مگر شیطان کب ہونے دیتا ہے کہ سنت کے موافق کام ہو وہ تو بدعت پر رغبت دلا کر لاتا ہے قولہ اور بالفرض اگر عہد نبوی میں الخ اقول اجتماع مخصوص میں ختم کرنا ہو بدعت ضلالہ ہو نہ بدعت حسنہ، اور یہ ضلالت بوجہ اجتماع کے ہے نہ بوجہ ختم و قرآن کے اور قنیہ کی روایت مؤلف کو مفید ہرگز نہیں کیوں کہ وہ قراءت الخلق علی القبر کو بدعت حسنہ کہتا ہے نہ اجتماع مخصوص ممنوع من الحدیث کو جس کو سفر السعادۃ نے نقل کیا ہو علی ہذا قول احیاء العلوم کا اور اگر اس روایت کے اطلاق سے حجت لاؤ کہ مطلقاً قبر پر قرآن پڑھنا جائز ہے خواہ اس واسطے جمع ہوں یا نہ ہوں تو بھی غلط ہے کیوں کہ اطلاق وہاں معتبر ہو ہے... کہ نص حکم قید کی موجود نہ ہو کیوں کہ یہاں قید کا منع ہونا نص سے ثابت ہو گیا تو اب یہ روایت مطلق نہ رہے گی اور مقید ممنوع رہے گا اور یہ جو قصہ عجیب مؤلف نے لکھا ہے اس کا بھی مدعا یہی ہے کہ قرآن قبر پر پڑھنا درست ہے نہ کہ باجتماع مخصوص پڑھنا اگر عقل و فہم ہو تو کچھ خفا نہیں، علی ہذا روایت عالمگیریہ اور فتح القدیر اور ماتہ مسائل کا جواب ہے مگر مؤلف کو کچھ تمیز نہیں کہ اثبات کس چیز کا کرتا ہوں اور دلائل کیا لکھ رہا ہوں سبحان اللہ اور فتح القدیر میں جو اجلاس قارئین کا لفظ شبہ ڈالے تو اس کا بھی حال سنو کہ مراد حدیث جریر اور سفر السعادۃ سے اجتماع قوم کی کراہت ہو کہ الیٰ اہل میت ہوا اور یہ چند قراء نے قرآن قبر پر جو پڑھا ہو تو اُس اجتماع سے یہ جدا ہے

لے قبر پر لوگوں کا پڑھنا لے مخصوص اجتماع جس کی ممانعت حدیث سے ثابت ہو سکے پوشیدہ گی،

Marfat.com

میں ہے قراءۃ القرآن عند القبور عند محمد رحمۃ اللہ لاتکرہ ومشائخنا رحمہم اللہ اخذ وبقولہ وھل ینتفع والمختار انہ ینتفع ھکذا فی المضمرات اور فتح القدیر میں ہے واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراھۃ اور مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل کے جواب سوال ہشتاد وسوم میں لکھا ہے، حافظاں را برائے قراءۃ قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است الخ پس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے قرآن خوانی کو بدعت لکھا لیکن کلام امام محمد وامام احمد بن حنبل اور کتب فتاوی اور مولوی اسحاق صاحب سے خوب ثابت ہو گیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ نہیں نہ جمع ہو کر نہ الگ الگ اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم قرآن نہ کرنے سے منع اور کراہت لازم نہیں آتی اس لئے کہ آپ بہت اشکار جہاد وغیرہ اور اصلاح امت اور تعلیم نو آئیز مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اس قدر فرصت کہاں پاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی ایک دعا اور صرف نماز جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماعات اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تھا اور بعد آپ کے انصار نے اموات پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے پیچھے تمام امت میں رائج ہو گیا چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے پس یہ روایتیں تو ہم نے قبر پر قرآن

کیونکہ وہ اجتماع قوم کا اہل میت کے سبب سے ہے اور یہ اہل میت کے واسطے نہیں تا کہ تکرار تعزیت یا خلاف حدیث اس میں لازم آوے جیسا سیوم مخصوص میں ہے لہذا اس کو اس سے کچھ مناسبت نہیں اگرچہ بعض علماء اس کو بھی مکروہ کہتے ہیں مگر صاحب فتح جواز کو راجح کہتا ہے ہم نے تسلیم کیا کہ صاحب سفر السعادۃ کے نزدیک مطلق جمع لقرارۃ القرآن بدعت ہے تو وہ تو یہ کہتا ہے کہ صحابہ کا تعامل نہ تھا اور اس نے اجتماع کو عموماً بدعت کہا تو غایت الامر یہ ہوا کہ جو صراحۃً منصوص حدیث جریر سے ہے تو وہ اتفاقاً بدعت و نیاحت ہوا اور جو سفر السعادۃ نے دوسری فرد لکھی وہ مختلف فیہ ہوئی یعنی اس کے نزدیک وہ بھی بدعت ہے اور فتح القدیر نے قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا و جہ اللہ تعالیٰ جائز کہا اور بعض دیگر علماء نے جمع ہو کر قرآن پڑھنا و جہ اللہ کسی وقت غیر معین میں جائز کہا مگر بہر حال اجتماع مخصوص الی اہل میت تو سب کے نزدیک بدعت رہا تو بہر حال سیوم کا پڑھنا قرآن اور ختم کا تو سب کے نزدیک بدعت ہو گیا جس سے بحث ہے اور جس کو علماء سنت منع کرتے ہیں اور مؤلف جائز کہتا ہے تو دوسری شق مختلف فیہ ہوئی سفر السعادت نے اس کو منع کیا اور بعض علماء نے درست رکھا مگر بہر حال اجتماع مخصوص سیوم کہ جس کی بحث ہے وہ کسی روایت سے جائز نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں اجتماع اہل میت ہے اگرچہ قرآن و کلمہ بھی پڑھتے ہوں پس روایات منقولہ مؤلف کی سفر السعادۃ کے اصل مطلب کی کوئی خلاف نہیں گو ایک شق خاص میں فتح اور سفر السعادۃ کے خلاف ہو اور وہ خلاف بھی مؤلف کو کچھ مفید نہیں مگر فہم مؤلف کا قاصر ہے افسوس ہے کہ مؤلف کہیں مطلب نہیں سمجھتا اور اپنے کوتاہ فہم پر علماء پر طعن کرنا سہل جانتا ہے سب اہل علم غور کریں پس واضح ہو گیا کہ قرآن و کلمہ کا ثواب پہنچانا بلا قید درست اور اجتماع مخصوص سیوم کا بدعت اور قول سفر السعادت کا قول صحیح اور موافق حدیث جریر کے اور روایات منقولہ مؤلف کے ہے الا فی شق واحد کہ وہ خلاف مؤلف کو ہرگز مفید نہیں اور توجیہات رکیکہ مؤلف کی سب واہی غلط خلاف واقعہ کے ہیں فقط قولہ اور آں حضرت کے ختم قرآن کرنے سے الخ اقول مؤلف نے اول تو فہم مراد سفر السعادت میں خطا کی ہے وہ کہتا ہے قرآن خوانند و ختمات خوانند ختمات سے مراد اذکار ہیں مؤلف ختم قرآن کا سمجھا تو کہتا ہے آں حضرت علیہ السلام کے ختم قرآن نہ کرنے سے منع لازم نہیں آتا اور یہ محض غلط ہے بلکہ جن لوگوں کے نزدیک قرآن و ذکر کا ثواب پہنچتا ہے، انہوں نے قرآن کا وصول ثواب احادیث سے ثابت کر دیا ہے پس سارا قرآن اور کم زیادہ خود ثابت ہو گیا ختم ہی کرنا ثابت ہو گیا ضرور ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہیں جیسے شافعی مالک ان کے نزدیک اب بھی ثابت نہیں پس عذر جہاد کا بالکل لغو ہے مگر مؤلف کو اس عذر ختم کے لکھنے سے شرم نہ آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ ص ۲ انجام کار سے مدلل ۲ جس میں اختلاف کیا گیا ہو ۵ صورت ۱ اعتراض ۱۲

Marfat.com

پڑھنے کی بیان کیں، اب سوائے قبر کے اور جگہ اگر جمع ہو کر پڑھیں اس کا کیا حکم ہے اس کو ہم مانعین کی دوسری سند میں بیان کریں گے
سند دوسری مانعین اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں ان ختم القرآن جهرًا بالجماعة ویسمی بالفارسیة سیپارہ خواندن
مکروہ انتہی جواب اس کا یہ ہے کہ نماز کے اندر .... قراءت امام کا سننا اور اس وقت چپ ہو جانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن
اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو اس کے استماع میں اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے، بعضے اس میں بھی فرض
کہتے ہیں اور بعضے مستحب جو علماء مستحب کہتے ہیں ان کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں جو لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھیں، بلند آواز سے اور جو فرض
کہتے ہیں ان کے نزدیک نہیں جائز فتاویٰ قنیہ میں ہے یکرہ للقوم ان یقرء القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والانصات المامور بهما
كذا في فتاوى ابى الفضل الكرمانى وقيل لا باس به كذا روى عن عين الائمة الكرابيسى وعن نجم الائمة الحكيمى، یہ دونوں
روایتیں جواز اور عدم جواز کی حلبی نے شرح منیہ میں اور دوسرے فقہا نے بھی روایت کی ہیں ان روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو
یہ کہ جو لوگ علماء سلف میں منع کرتے ہیں انہوں نے یہ دلیل قائم نہیں فرمائی جو اس زمانہ کے مانعین قائم کرتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں

رات دن جہاد میں مصروف نہ تھے اور نہ اعداد آلات جہاد اس درجہ کو تھے کہ ختم قرآن کی جو دو تین گھنٹہ میں پندرہ بیس آدمی کر سکتے ہیں گاہے
مہلت نہ ملی یہ بداہتہً سفسطہ اور غزوہ موتہ کی جب خبر آپ کو ملی اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہؓ اور جعفر طیارؓ کی شہادت معلوم ہوئی آپ مسجد
میں حزین بیٹھے رہے اور جماعت صحابہؓ حاضر تھی دو ساعت میں ختم قرآن ہو سکتا تھا علیٰ ہذا خبر شہداء بیر معونہ وغیرہ میں پس یہ عذر کس قدر
چرپوز و غلط ہے کہ جس کو کوئی عاقل بھی قبول نہ کرے گا الغرض ثواب قرآن شریف کا آپ کے زمانہ میں تھا مگر اجتماع مخصوص نہ تھا
مؤلف کا ذہن قاصر ہے اور پھر انصار بھی پڑھتے تھے اور اب تک جاری ہے اور جس کا انکار سفر السعادت کو ہے یعنی اجتماع الی اہل میت وہ گاہے
ہرگز ثابت نہیں ہوا مگر نا ملی فہم درکار ہے **قولہ** سند دوسری الخ **اقول** نصاب الاحتساب میں ہے قرآن جماعت کو جہراً پڑھنا مکروہ لکھا ہے اور
یہ امر سیوم کی قرآن میں مشاہد ہے مؤلف بھی اس کراہت کو قبول کرتا ہے اور کراہت تحریمہ مراد ہے اور یہی ارجح ہے اس واسطے کہ اس کو مدلل بیان کیا ہے
اور دلیل مسئلہ کی بیان کرنا وجہ ترجیح کی ہوتی ہے دوسری یہ کہ اس کے مقابل کو قیل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ایسے موقع میں کہ ایک مسئلہ کو جزماً بیان
کریں اور اس کے مقابل کو صیغہ مجہول سے بیان کریں تو اس میں ضعف ہوتا ہے اور یہ قواعد سب اہل علم جانتے ہیں بسبب شہرہ و بداہت کے نقل سند
کی حاجت نہیں اور دوسری روایت ضعیف پر بھی کراہت تنزیہ ثابت ہے کیونکہ لا باس کا اصل اطلاق کراہت تنزیہ پر بھی آتا ہے قال فی رد
المحتار وكلمة لا باس غالب استعماله فيما تركه اولى انتهى بہر حال علی الراجح جہراً پڑھنا مکروہ تحریمہ ہوا اور علی المرجوح کراہت تنزیہ ہوئی کہ دوسرے
امر بدعت سے ملکر موجب قوت منع کی بہر حال ہو جاوے گی **قولہ** ایک تو یہ کہ جو لوگ الخ **اقول** سبحان اللہ کیا فہم عالی مؤلف کا ہے کہ اگر سلف کوئی
دلیل بیان نہ کریں اور خلف دلیل بیان کریں تو وہ دلیل معتبر نہ ہو سب اہل علم جانتے ہیں کہ ایک شی کی تین تین اور چار چار اور زیادہ دلائل
ہوتی ہیں، اگر کسی نے ایک حجت بیان کی تو دیگر حجج کا عدم نفع ہونا کہاں سے لازم آگیا بلکہ اگر اولین کو ایک حجت جواز یا حرمت کی معلوم ہو اور
متاخرین کو زیادہ دلائل پر اطلاع ہو جاوے تو کون محذور ہے خود مولف نے نوع چہارم میں ابن برزی کے طعن کے رفع میں وہ دلائل لکھی ہیں
کہ پہلے کسی نے نہیں لکھی تھیں اپنے گھر کی مؤلف کو کچھ خبر نہیں سب تھوڑی عقل والے بھی جانتے ہیں کہ یہ دعویٰ عدم جواز اجتماع کا صحیح اور حدیث
جریر سے لعومہ ثابت ہے پس اگر نصاب الاحتساب میں ذکر نہ ہو یہ تو دلیل مشاہد ابن ماجہ وغیرہ میں آنکھوں سے نظر آتی ہے اس کا رفع

لے غمگین ۲ے اہل میت کے پاس جمع ہونا ۳ے فصاحت ۴ے جس کے کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو ۵ے حجت کی جمع ۶ے ممنوع ہے کہ رد کرنا

Marfat.com

جو جمع ہو کر قرآن نہیں پڑھا گیا اس واسطے منع ہو بلکہ یہ دلیل بیان کی ہو کہ جب سب پکار کر پڑھیں گے تو قرآن شریف کا سننا جو فرض ہے وہ ترک ہوگا دوسرا فائدہ یہ کہ جن عالموں نے منع کیا انھوں نے جہر سے پڑھنے کو منع کیا ہے. چنانچہ نصاب الاحتساب کی عبارت میں جس کو مانعین سند لاتے ہیں لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم ختم قرآن کو کیوں منع کرتے ہیں یہی فرما دیں کہ پکار پکار کر نہ پڑھیں تاکہ بالاتفاق جائز ہو اور اگر ایسے پڑھیں گے بعضوں کے نزدیک جائز ہوگا اور بعضوں کے نزدیک نہیں چنانچہ صاحب خزانۃ الروایات نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے، بدیں عبارت در سپارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چناں خوانند کہ یک دیگر نہ شنوانند اور مولوی اسحاق صاحب نے سوال ہشتاد وسوم کے جواب میں خاص مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں حافظاں را برائے قرارت قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است بشرطیکہ باآواز بلند جمع شدہ قرارت نکنند انتہیٰ خلاصہ یہ کہ جمع ہوکر آہستہ اگر قرآن پڑھیں خواہ قبر پر یا غیر قبر پر کسی کے نزدیک منع نہیں دیکھو جمع ہوکر قرآن پڑھنا کا حدیث صحیح میں وارد ہو، مسلم نے روایت کیا ہو کہ جس گھر میں آدمی جمع ہوتے ہیں اس لئے کہ تلاوت کریں کلام اللہ کی اور پڑھیں آپس میں اترتا ہے ان کے دلوں میں آرام دقار وطمانیت اور سب طرف سے لیتی ہے ان کو رحمت اور گرداگرد ان کے پھرتے ہیں فرشتے، دیکھو یہ کس قدر فضیلت عظمیٰ ہوئی. علاوہ بریں قاضی ثناءاللہ رحمۃ اللہ تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں لکھتے ہیں

کس طرح ممکن ہو اور حدیث صحیح میں ہو اگر صاحب نصاب الاحتساب کو اور دیگر علماء کو یہ معلوم نہ ہوا یا انھوں نے نقل نہ کیا. تو اس مشاہد امر کا انکار تو محض جنون ہوگا کہ معنی موجود دلالت موجود دلیل کیوں نہ ہووے گی لاحول ولاقوۃ الا باللہ. کیا عمدہ فائدہ مؤلف کو ملا ہیں، بلکہ یہ فائدہ ملا کہ دوسری علت کراہت کی حاصل ہوگئی اور ہم کو ظہور خوبی فہم مؤلف کا فائدہ حاصل ہوا دوسرا فائدہ بھی لغو ہو کیوں کہ درصورت خفیہ پڑھنے کے یہ کراہت رفع ہو جاوے گی مگر اجتماع مخصوص کا بیاحت ہونا اور تشبہ ہنود پر مثلاً کہاں چلا جاوے گا سو یہ فائدہ بھی نتیجہ ذہن مؤلف کا ہے کہ ایک علت کی رفع سے تمام علل کا رفع ہو جایا کرے اور خزانۃ الروایات کا فیصلہ اس قرارۃ جماعت میں ہے کہ وہ اجتماع بدعت نہ ہو جیسا جمعہ کو جامع مسجد میں لوگ پڑھتے ہیں اس کو فیصلہ کرتا ہو اور ایسا ہی مولانا اسحاق نے اجتماع جائز میں یہ فرمایا سو ہم کو بھی کچھ عذر نہیں کہ اگر مجمع مباح ہے اس میں آہستہ پڑھنا چاہیئے، اور مجمع بدعت میں اگر آہستہ پڑھیں گے تو یہ کراہت رفع ہو جاوے گی اگرچہ دیگر وجوہ منع کے سبب وہ منع ہی رہے گا مؤلف کو یہ گمان ہوا ہے، کہ صاحب نصاب الاحتساب نے ایک ہی وجہ کراہت سیوم کی لکھی ہو نہیں اس نے بہت سی وجوہ لکھی ہیں ایک یہ بھی لکھی ہو مؤلف ذرا ہوش کر کر بات کرے اس تحریر سے بھی اتنا تو واضح ہو گیا کہ حدیث جریر سے دو کراہت سیوم کی مستفاد ہوئی اجتماع الیٰ اہل میت اور صنعۃ الطعام چنانچہ محقق ہوا پیشتر عوام کے نزدیک تخود کا ضروری ہونا جس میں تغیر حکم شرعی کا باعث ہونا کد کی طرف ہے چوتھے تشبہ کفار ہنود. پانچویں یہ جہہ خوانی اور سوائے اُن کے بھی ہیں صاحب فہم کو تو واضح ہیں مگر سقیم العقل پر مخفی ہیں **قولہ** خلاصہ یہ کہ الخ **اقول** لاریب جمع ہو کر قرآن آہستہ پڑھنا درست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہیئے سو حدیث مسلم میں مذاکرۃ قرآن کے واسطے اجتماع کا کہ مستحب. بلکہ بعض واجب کہ تذکیر و تذکر و وعظ ہی ذکر ہوا ہے اس پر اجتماع مکروہ کو قیاس نہیں کر سکتے یہ کوتاہی فہم کی ہو اور قاضی ثناءاللہ کی روایت تذکرۃ الموتیٰ کی جو مؤلف کو مفید نہیں سابقاً گذرا کہ یہ اجتماع بحمداللہ تعالیٰ ہو نہ اجتماع الیٰ اہل میت اور سیوم مروجہ دوسری قسم ممنوع میں داخل ہے نہ اول میں بار بار اعادہ تفصیل کا ضرور نہیں اور سفیان کی روایت میں انصار کا اختلاف قبر کی طرف مفید اجتماع کو ہرگز نہیں. انصار کا قبر پر قرآن پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور آنا جانا مجتمع ہو کر جانا اور قرآن پڑھنا جو اس میں بھی مؤلف کی کچھ دلیل نہیں. نفس قرارت علی القبر میں اوپر خلاف بیان ہو چکا اور اجتماع غیر مرسوم میں بھی قرات

لہ وجہ کی جمع ۲ کھانا تیار کرنا ۳ عقل کے مریض ۴ قبر پر پڑھنا ۵ جس کی رسم نہ ہو ۱۲

Marfat.com

حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد گفتہ از قدیم در شہر مسلمانان جمع می شوند برائے اموات قرآن می خوانند پس اجماع شدہ انتہی، اور کتب عربیہ میں اس کی عبارت یوں ہے یجتمعون ویقرؤن القرآن لموتہم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعاً عربی عبارت میں من غیر نکیر کا لفظ صاف بول رہا ہے کہ پہلے اس میں کوئی اختلاف نہ تھا اور علی قاری اور سیوطی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی سب لکھتے ہیں من سفیان قال کان الانصار اذا مات لہم المیت اختلفوا الی قبرہ ویقرؤن القرآن اور علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان ویقرؤن القرآن ویہدون ثوابہ لموتاہم وعلی ہذا اہل الصلاح والدیانۃ من کل مذہب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرہم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعاً انتہی مجموع۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوگیا کہ مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء دین دار محقق اور صلحاء شہر میں قدیم سے جمع ہو کر قرآن اموات کے واسطے پڑھتے رہتے ہیں اور کوئی ان پر انکار نہیں کرتا تھا، اور مراد یہ ہے کہ کوئی بڑا عالم محقق جس کی سند پکڑی جاوے اور اس کا انکار انکار شمار کیا جاوے۔ ایسا شخص کوئی نہیں منع ..... کرتا تھا اور کم درجہ کے علماء میں اگر کسی نے انکار کیا وہ رد کیا گیا اس کے قول پر عمل نہیں ہوتا تھا عمل امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی پر رہا ہے۔ بالاتفاق والاجماع کہ پڑھنا قرآن کا مجتمع ہو کر قبر پر اور مکانات پر بھی جائز ہے **چوتھا امر مجتمع** ہونا عزیزوں اور دوست آشناؤں کا واسطے پڑھنے کلمہ اور قرآن کے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک لاکھ کلمہ وارث میت تو ..... پڑھ نہیں سکتا اور اگر کوئی ہمت بھی کرے گا، تو مدتوں میں تمام ہوگا، یہاں میت کا ابھی کام تمام ہوا جاتا ہو اس کے حق میں جلدی چاہیئے، پس لابد ہوا کہ دوست آشنا ایسی حالت میں ورثاء میت کی مدد کریں کہ ان کے ساتھ مل کر جلد انجام کار فرماویں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی یعنی آپس میں مدد کرو نیک کام اور تقوی پر اور یہ بھی ہے کہ جب وارثان میت نے یہ جلسہ ذکر کا منعقد کیا تو جسقدر مؤمنین طالبات حسنات ہیں سب کو اس میں شریک ہونا موافق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجب خیر و سعادت ہوگا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا یعنی جب گذرو جنت کے باغ اور سبزہ زار میں تو وہاں چرو چگنے سے مراد یہ کہ خوب وہاں کا ثواب پیٹ بھر کے حاصل کرو، لوگوں نے پوچھا کہ بہشت کے باغات اور سبزہ زار کیا ہیں آپ نے فرمایا حلق الذکر یعنی جہاں جماعتیں ذکر کرنے والوں کی حلقہ مارے بیٹھی ہیں روایت کیا اس کو ترمذی نے کذا فی المشکوٰۃ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس جلسہ میں جو قرآن اور کلمہ پڑھا جاتا ہے یہ ذکر اللہ ہے یا نہیں؟ اگر کہتے ہو کہ نہیں تو

کا حال لکھا گیا، مگر بہر حال مؤلف کے اجتماع مخصوص کو غیر مفید محض ہے علی ہذا روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجتماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا، نہ مبحوث عنہ متفق الکراہت پس مؤلف کی ترکی تمام ہوئی۔ اور حسن فہم مؤلف کا آشکارا ہوگیا کہ ایک نوع سے جائز سے دوسری نوع بدعت پر استدلال لاتا ہے اور یہ خبر نہیں کہ ہر نوع دوسری نوع کی مباین ہوتی ہے کیا خوب ہوتا کہ تہذیب منطق ہی مؤلف پڑھ لیتا تو ایسی خبطانی الدین کر کے خلق کو گمراہ نہ کرتا۔

سیوم میں اجتماع برادری کی بحث

قولہ چوتھا امر جمع ہونا عزیزوں کا الخ **اقول** اس اجتماع کا حال تو ابھی روشن ہوگیا کہ صحابہؓ کے وقت سے ممنوع چلا آتا ہے اور مطلق اجتماع جس میں کوئی محظور[۱] شرعی تشابہ اور تخود اور تعیین وغیرہ نہ ہو خود جائز ہے سو وہ سیوم مروجہ کے خلاف ہے، مگر یہ مؤلف کا کہنا کہ یہاں میت کا کام ابھی تمام ہوا جاتا ہے بڑی بے شرمی کی بات ہے کیوں کہ اگر ایسا میت کا خیال ہے تو قبل دفن اس قدر کلمہ ہو سکتا ہے، اس وقت میت کا خیال نہیں ہوتا اب تیسرے روز جب تمام کام تمام ہو لیا تو ہوش آئی دفن کے

---

[۱] جس کی رسم نہ ہو [۲] مخالف [۳] ممنوع۔

Marfat.com

گل بکاؤلی اور فسانۂ عجائب ذکر اللہ ہو گا اور اگر کہو کہ ہاں یہ مجلس مجلس ذکر ہے تو ہم کہیں گے کہ موافق ارشاد مخبر صادق کے یہ مجلس باغ اور سبزہ زار جنت ہے پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں ارتعوا اور تم کہو لاترتعوا اور اللہ تعالیٰ فرمادے تعاونوا علی البر اور تم کہو لا تعاونوا کسقدر مقابلہ اللہ اور رسولؐ کا ہے، دیکھو ایک وہ لوگ تھے کہ کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے اور اس میں کچھ خیر اور بہتری ہوتی تھی تو اس خیر کی باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے، عید گاہ میں بعد نماز عید نفل پڑھنا ممنوع ہے، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو یہی نفل پڑھتے دیکھا اس کو آپنے منع نہ فرمایا لوگوں نے عرض کی یا امیر المومنین آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے آپ نے جواب دیا کہ مجھکو خوف آتا ہے، مبادا ان لوگوں میں شریک ہو جاؤں جن کو اللہ تعالیٰ نے جھڑ کا ہے ارءیت الذی ینھی عبداً اذا صلی یعنی تونے دیکھا اس کو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے یہ قصہ حضرت علیؓ کا در مختار اور دوسری کتب فقہ میں موجود ہے، اب دیکھئے ایک وہ دور صحابہؓ تھا کہ حضرت علیؓ نے یہ خیال فرمایا گو یہ ہیئت کراہت کی اس نماز میں عارض ہے کہ بعد نماز عید عین عید گاہ میں خلاف طریقہ سنت نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی یہ فعل خیر تو ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کر رہا ہے اللہ کی حضوری میں ہے، منع نہ فرمایا اور منع کرنے میں خوف الٰہی کیا اور کیوں نہ کرتے وہی لوگ ڈرا کرتے ہیں، اللہ سے جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے ایک یہ دور آخری ہے کہ تعیین یوم کو اپنے خیال میں مکروہ جان کر کلمہ اور قرآن سے

وقت تو حقہ کشی اور غلط کام میں مصروف رہے مگر دروغ گو را حافظہ نباشد یہ مؤلف کی عجب بات ہے باقی رہی معاونت مومن کی اور حسن الذکر کی سو مطلب سے خارج ہے ذکر اللہ تعالیٰ اسی وقت مقبول ہو کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و معصیت کے پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی چنانچہ پہلے بھی جواب اس مغسطہ کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے **قولہ** ایک وہ لوگ تھے کہ کسی مکروہ کو الخ **اقول** حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مجمع البحرین میں اس کے خلاف منقول ہے یہ عبارت اس کی ہے ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنہاہ علیؓ فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ لا یثیب علی فعل حتیٰ یفعلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوٰتہ عبث والعبث حرام الخ اس سے معلوم ہوا کہ امر خیر جو خلاف مشروع طرز کی ہو اس سے منع کرنا چاہیئے اور یہ جو در مختار میں منقول ہوا وہ دوسرا امر ہے اس واقعہ میں نماز پڑھتے کو حالت نماز میں اس واسطے منع نہ کیا تھا کہ۔۔ اس آیت کے ہونے کی مشابہت تھی ارءیت الذی ینھی الآیہ نہ بوجہ خیر ہونے کے یہ مؤلف کی محض کم فہمی ہے، اور مجمع البحرین کی روایت میں ارادہ نماز کا کرتا تھا اس واسطے اس کو منع کر دیا سو ہرگز معارضہ نہیں فہم درکار ہے برے کام سے منع کرنا ضرور ہے اگرچہ مختلط بخیر ہوں ہاں بعض صورت میں جو مسئلہ مجتہد فیہا ہو تو اس میں بھی عوام کو منع نہیں کیا کرتے کہ عوام کا مذہب معین نہیں ہوتا اس کا شبہ بھی نہ کرنا چاہیئے، مؤلف نے نہیں سنا اور کہاں سے سنتے نہ خود پڑھا نہ علماء کی صحبت و محبت نصیب ہوئی، بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ بعد عصر کے نوافل پڑھنے والوں کو مارا کرتے تھے کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں حضرت علیؓ کا عدم منع بدون حقیقت سمجھے ترجمہ در مختار سے یاد کر لیا ہے بس مولوی ہو گئے اگر علماء عوام کو بدعات سے منع نہ کریں تو مداہن فی الدین ہو دیں گے اور بحکم حدیث شیطان اخرس ہو دیں گے اور دین میں فساد ہو گا، سو یہ مؤلف کو ہی مبارک رہے اہل سنت کا کام تو نہی عن المنکر ہے

تیسرے دن کی تعیین کی بحث **قولہ** پانچواں امر معین کرنا الخ **اقول** وعظ و درس ذہن ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضرور بابت دین سے ہے اور

---

۱ جھوٹ بولنے والے کو حافظہ نہیں ہوتا ۲ مغالطہ ۳ جن میں اجتہاد کیا گیا ہو ۴ دین کے معاملے میں فریب کرنے والے ۵ گونگے

Marfat.com

منع کرکے بھی خدا سے نہیں ڈرتے **پانچواں امر** معین کرنا روز تیسرا واضح ہو کہ معین کرلینا کسی روز کا واسطے کسی مصلحت کے شرع شریف میں
وارد ہے شفیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے ہیں اور شاگرد ابن عبداللہ مسعودؓ صحابی کے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ وعظ
فرماتے تھے ہر جمعرات کے دن جب لوگوں نے کہا روز وعظ فرمایا کیجئے جواب دیا کہ مجھکو پسند نہیں آتا کہ تم کو تنگ کروں روز کہہ کہہ کر جس طرح پر
میں کہتا ہوں اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہم کو وعظ فرماتے تھے یہ روایت مسلم اور بخاری کی مشکوٰۃ میں موجود ہے اس روایت
سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دن جمعرات کا مقرر کیا تھا وعظ کے واسطے اور یہ ان کے بیان سے سمجھا جاتا
ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا، حالاں کہ کلام سے وعظ کے لئے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ قرآن
شریف میں وارد ہے وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین اس میں قید دن کی نہیں پس ظاہر ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ
نے جو دن معین کیا تھا تو کچھ مصلحت اس وقت کی سمجھ کر دن جمعرات کا مقرر کیا تھا ہمارے اس وقت میں اکثر علماء نے جمعہ کا دن مقرر کر رکھا ہے
کیوں کہ اس زمانہ میں بھی مصلحت ہے کہ جمعہ کی نماز کو ہر طرف سے آدمی اطراف وقریات ومواضع سے خواندہ ناخواندہ جمع ہوتے ہیں ایسے مجمع میں وعظ
کہنے سے فائدہ عام ہوتا ہے جمعرات میں یہ نفع متصور نہیں جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جاننا چاہیئے کہ ایصال ثواب موتیٰ کے لئے علی الدوام جائز اور شرع
سے ثابت لااصل جس طرح وعظ کرنا علی الدوام جائز لیکن تیسرا دن مخصوص کیا گیا واسطے مصلحت کے جس طرح جمعرات کو واسطے وعظ کے خاص کیا
ابن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور یہاں مصلحت تعیین میں یہ ہے کہ تعین مفید ہے وارثانِ میت کو اور نیز جمیع قرآن وکلمہ پڑھنے والوں کو وارثو
کے لئے اس طرح مفید ہے کہ تعیین اور تقرر کی قید میں خوب خیال چڑھا رہتا ہے دل پر کہ یہ کام کرنا ضرور ہے پس نہیں فوت ہوتا ان سے یہ کام اور جو لوگ
معین نہیں کرتے ان کا کام کبھی کا کبھی ہوتا ہے، بلکہ بہتیرے آدمیوں سے فوت ہو جاتا ہے جو لوگ جمعرات کے تعین میں روٹی فاتحہ اموات کی نیت سے
کھلا دینے ہیں وہ تو کھلا دیتے ہیں اور جنہوں نے تخصیص کو بدعت کہا ان کو ہفتہ کے ہفتے بلکہ مہینے گذر جاتے ہیں روٹی گھر سے نہیں نکالتے اور
نافع ہونا اس تعین تاریخ کا دوسرے آدمیوں کا اس وجہ سے ہے کہ اگر دن غیر مقرر رہتا تو کوئی کسی دن پڑھنے آتا اور کوئی کسی دن کام اسلوب کے
ساتھ اور جلد نہ ہوتا دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہیں اور خوش انجامی سے کام تمام ہو جاتا ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے
کہ اگر تم کو جلدی ایصال ثواب اور امداد میت کی منظور ہے تو دفن سے اگلے دن کیوں نہیں ختم کرا لیتے، جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم دوسرا دن
مقرر کرتے اس پر بھی تم اعتراض کرتے کہ دوسرا دن کیوں مقرر کیا، علاوہ ازیں مصلحت اس میں یہ دیکھی گئی کہ بروز دفن برادری کے آدمی اور دوست

تیسرا چوتھا دن مقرر کرنا رفع ملال کے واسطے مناسب ہے، معہذا اگر اس میں بھی ایسی تعیین ہو کہ کسی حال تخلف نہ ہو تو وہ بھی بدعت ہو جائے گا
اور یہ فعل خود صحابہؓ کا بلکہ فخر عالم کا ہے سو جس شئی کو دہاں متعین کر دیا وہ معین ہو گیا اور سنت ہو گیا اگر اس کو بھی کوئی واجب جاننے لگے تو وہ
بھی تغیر حکم شرع سے بدعت ہو جاوے گا
التزام مباح ومستحب کی عجیب بحث جواب بدعات میں اصل کی ہے ۱۲ پس اس پر قیاس کرکے کسی مباح مطلق کو معین کرنا درست نہیں کیوں
کہ وہاں تو فعل شارع سے مستحب ہو گیا تھا اب جس شئے کو اطلاق پر شارع چھوڑ گئے اس کو اطلاق کو مقید کرنا خود تغیر ہو دے گا چنانچہ خود مولف
مقر ہو چکا ہے خصوصاً جس امر کو شارع نے بدعت ودا خل نیاحت کیا اگر کوئی سنت امر پر قیاس کرکے جائز رکھے گا تو سخت مبتدع مقابل شارع
کا ہو دے گا کہ شارع تو اس کو منع کر گئے اور یہ اس کو سنت امر پر قیاس کرکے جائز رکھے گا معاذ اللہ اور مولف کس قدر رکیک توجیہہ ایک

لے پیچھے ہٹنا ۱۲۰

Marfat.com

آشنا دیر تک تجہیز و تکفین میں رہتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کسی میت کی قبر کنی اور غسل و تکفین وغیرہ میں ایک ایک پہر اور بعض جگہ دو دو پہر کم و بیش لگ جاتے ہیں اگر دوسرے دن بھی چھ گھڑی یا پہر بھر کی محنت واسطے ختم قرآن اور کلمہ طیبہ کے دیجاتی تو متواتر پے درپے آنا کسی قدر دشوار ہوتا اس لئے ایکدن بیچ میں آسایش دے کر تیسرا دن معین کیا گیا دوسری مصلحت یہ ہو کہ وارثانِ میت کی تعزیت کے واسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کیے گئے ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا باس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی مسجد ثلثۃ ایام والناس یأتونہم ویعزونہم یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اس میں آدمی آویں گے ان کے پاس اور تعزیت یعنی تسلی اور تشفی دیں گے اہلِ ماتم کو انتہیٰ پس تیسرے دن کے معین کرنے میں یہ بھی مصلحت سمجھی گئی کہ ان ایام میں آمد و رفت اہلِ تعزیت کی رہتی ہے لوگوں کے بلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہ ہوگی اجتماعِ مومنین سہولت سے ممکن ہوگا اور یہ بھی ہے کہ قرب جوار کے مواضع و قصبات میں جو ان کے اقربا اور دوست آشنا رہنے والے ہیں بعد وصول خبر وفات وہ بھی اکثر شریک امداد فاتحہ و ختم قرآن و کلمہ طیبہ کے ہو جاویں گر پس تعین تیسرے روز کی مبنی اس مصلحت پر ہے اور جو کچھ اس میں پڑھا جاتا ہے کلمہ اور قرآن اس کا بیان بہت وضاحت سے اوپر ہو چکا، اور یہ تعین کچھ ہماری سفر کی ہوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علمار دین اور مفتیان شرع متین کی قرار دی ہوئی ہے ایک مختصر دلیل اس پر یہ ہو کہ ملا علی قاری اور سیوطی اور علمار عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کر چکے ہیں، کہ جمیع مذاہب کے علمار و صلحار کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہو کر ختم قرآن کرتے رہے ہیں اس پر اجتماعِ امت ہے پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ کل شہروں میں اور ملکوں میں ہندوستان تو بڑا ملک ہے اس میں بہت شہر ہیں پس ضرور ہے کہ یہاں کے علمار و صلحار نے بھی جمع ہو کر پڑھنے کا طریقہ اپنے ملک ہندوستان میں بلا شبہ جاری کیا ہوگا ہم جو خوب تلاش کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں تو ہندوستان کے دور دور شہروں میں یہی طریقہ قدیم الایام سے جاری دیکھتے ہیں اور ہم اپنے آبار و اجداد سے اور ہمارے آبار و اجداد اپنے آبا و اجداد سے اسی طرح سنتے اور دیکھتے آئے ہیں، سیکڑوں برس کی کتابوں میں ان کا ذکر ہے، پس یہ لا بد قرار داد علمار شائقین اور صلحار قدیم کا ہے البتہ جس وقت عوام اس مجمع سیوم میں بعض باتیں خلافِ شرع کرنے لگے اس وقت ایک جم غفیر بسبب علمار اس کو منع کرنے لگے، چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح سفر السعادت میں صاف اس بات کی طرف

امر ممنوع کے جواز کے واسطے کرتا ہے کہ دور از عقل ہے کہ تقریر یوم ثالث میں تکان رفع ہوگا اور واہیات تقریر اور اتنا نہیں سوچتا کہ حاضر جنازہ نے کون سے پہاڑ ے مارے تھے، قبر کنی کی تھی جو تکان ہو گیا وہ تو بیٹھے حقہ بجانے اور زٹل بکنے میں مشغول رہے تھے، جیسا اپنی بیٹھکوں میں ہر روز کرتے ہیں اور کار و بار تجہیز و تکفین کا کرنے والے دو چار آدمی ہوتے ہیں اور باقی سب آرام سے بیٹھے رہتے ہیں پھر یہ کہ اس پہر دو پہر کی حاضری میں اگر بڑھ دیا کریں کیوں رفع تکان کی ضرورت ہو اور کیوں حرج ہو الغرض ایسی خرافات کہانیوں سے حکم شرعی کا مقابلہ کس بدحواس کا کام ہے ایسی تقریر قابل التفات کے نہیں ہندوستان میں خاص یہ رسم سیوم کی ہے اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں سو یہ ہنود کے تیجے[1] کو دیکھکر وضع ہوا ہے اب اس کی اصلاح میں مزخرفات لکھے جاویں سو یہ مردود ہو چکا فقط **قولہ** چنانچہ شیخ عبدالحق کا کلام **اقول** مؤلف کی آنکھ حق بین نہیں شیخ عبدالحق صاف لکھتے ہیں، کہ اب اجتماع مخصوص سیوم الخ پس جیسا شیخ نے صرف مال تیامی اور تکلفا کو حرام و بدعت کہا ہے ایسا ہی اجتماع روز سیوم کو حرام و بدعت لکھا ہے مؤلف کو اس قدر غفلت وحق پوشی کہ صاف تین امر کا ذکر کر کے ان کو شیخ نے حرام و بدعت کہا ہے اور مؤلف دو کا ذکر کرتا ہے تیسرے کو ہضم کر گیا حالاں کہ عطف مسئلہ نحو میر میں پڑھا ہوگا اور شیخ نے سفر السعادت

[1] ہندؤں کی ایک رسم جو کسی کے مرنے کے بعد منائی جاتی ہے ..

Marfat.com

اشارہ کرتا ہے اما ایں اجتماع مخصوص روز سیوم وارتکاب تکلفات ودیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام انتہیٰ کلامہ، اہلِ انصاف دیکھیں کہ اس کلام شیخ سے جو صاحب سیف السنت وغیرہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کا انکار روزِ سیوم میں نکالتے ہیں کیسی بے منصفی ہے اس لئے یتیموں کا حق ضائع کرنا اور تکلفات کی ممانعت پائی گئی اور اس عبارت سے پہلے جو سفر السعادت کی عبارت بدعت ہونے ختم قرآن میں تھی اس کا جواب ہم بیان امر تیسرے میں دے چکے ہیں البتہ تکلفات موتیٰ میں ممنوع ہیں چنانچہ بعض آدمیوں نے بعض شہروں میں نئے نئے تکلفات ایجاد کئے تھے جن کا ذکر نصاب الاحتساب میں ہے یقطعون اوراق الاشجار ویتخذون منہ شیئاً علی صورۃ الاشجار ویزینون بہا حول القبر ویلبسون القبر ثیاب الحریر اذا کان المیت من اہلہ ای کان یلبس ذلک ویحضرون الجام المصورۃ بتماثیل ذوات الارواح کالبازی ونحوہ وانہ مکروہ ویبسطون الفراش ویقوم الشاعر فی مدح المیت بالم یفعلہ وانہ کذب ویحضرون المصاحف فی المقابر ویضعونہا فی المجلس ولا یقرؤن ویتنظرون حضور الصدر فان فتح المصحف واخذ الناس فی القرائۃ ثم حضر الصدر یغضب علیہم وہل ہو الا من النفس الامارۃ بالسوء انتہیٰ کلامہ ملخصاً وفی حاشیۃ خزانۃ الروایات الناس یملئون الریحان او الورد فی الاطباق وماء الورد فی القماقم یعنی درختوں کے پتوں کو اس طرح تراشتے ہیں کہ صورت عین درختوں کی اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور گرد قبروں کے ان پتوں کو سجاتے ہیں اور قبر پہ ریشمین غلاف ڈالتے ہیں اگر وہ میت پہننا تھا اپنی زندگی میں ریشم اور لاتے ہیں انگیٹھیاں جس میں باز وغیرہ جانوروں کی تصویریں ہو دیں اور بچھاتے ہیں فرش یعنی تکلفی اور ڈوم بھاٹ کھڑا ہو کر اس مردہ کی جھوٹی تعریف کرتا ہے۔ اور لیجاتے ہیں گور پر قرآن کو اور رکھدیتے ہیں مگر پڑھتے نہیں جب تک رئیس مجلس نہ آجائے اور اگر اس سے پہلے قرآن کو پڑھنے لگیں تو وہ خفا ہوتا ہے یہ نفس امارہ کی شامت ہے یہ نصاب الاحتساب کے چنے ہوئے فقرے ہیں اور خزانۃ الروایات کے حاشیہ میں ہے کہ تیار کرتے ہیں آدمی پھول پھلواری اور گلاب کے پھول طباقوں میں اور عرق گلاب بھرتے ہیں قمقموں میں انتہیٰ۔ اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ ورثار میت تو مصیبت زدہ ہوتے ہیں ان کو سرور کا سامان ایام مصیبت میں کرنا اور بعض امور محرمہ اور مکروہہ سے زینت دینا کون عاقل گوارا کرے گا چنانچہ مفتیانِ دین نے اس کو منع کیا اور تمام عالم نے اس کو مان لیا اب دیکھئے یہ باتیں کوئی نہیں کرتا البتہ ایک یوم معین میں جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھ دیتے ہیں اب جو بعضے علمار تشدد کرتے ہیں محض تعین یوم کے سبب سے کلمہ اور قرآن کو بھی مکروہ کہدیتے ہیں یہ صحیح نہیں اور دلیل ان کی دو ہیں ایک یہ کہ معین کرلینا نماز میں کسی سورت کا مکروہ ہے تو ایصال ثواب کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کرلینا مکروہ ہے جواب اس کا یہ ہے

کی روایت کو بھی قبول کرلیا ہے شیخ عبدالحق کے وقت سے علمار اس اجتماع سیوم کو بدعت وحرام کہتے رہے ہیں۔ اب مؤلف کی چرب بیانی وکذب بیانی خود ظاہر ہوگئی کہ وہ اپنے اجداد سے سنتا چلا آیا ہے اور تکلفات کی ممانعت بھی مقرر ہے جس کو مؤلف نصاب الاحتساب سے نقل کرتا ہے اور بے سود ایک صفحہ سیاہ کیا مگر اجتماع روز سیوم کا نام بھی نہیں لیتا اب ناظرین غور سے دیکھیں کہ مؤلف کی یہ جرارت ہے کہ عبارت نقل کرکے بھی کلمات کو ہضم کرکے ترجمہ میں اس کا نام تک نہیں لیتا ع چہ دلاور ست[1] دزدے کہ بکف چراغ دارد، اور صاف ظاہر ہے کہ شیخ نے تین امر کو ذکر کرکے ہر سہ کو بدعت لکھا ہے پس اس سے اجتماع مخصوص روز سیوم کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا **قولہ** ایک یہ کہ نماز میں الخ **اقول** مؤلف ہر روز فہم مطالب میں ناتمام مطلب سمجھتا ہے یا خلاف مراد تجویز کرلیتا ہے یہ دلیل بھی ناتمام نقل کی ہے اصل یہ ہے کہ بحکم آیات و احادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو حد ود ....

[1] چور کتنا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے ہے سکے متفق علیہ

Marfat.com

کہ اگر ہم کسی امر کو قیاس کرتے ہیں تو تم کہا کرتے ہو قیاس کرنا مجتہد کا کام ہے اور خود اپنے مطلب کے لئے قیاس کرتے ہو تو جا گزہے خیر یہ ہٹ دھرمی تمہاری تم کو مبارک ہم اس سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ تعیین یوم فاتحہ وغیرہ کو قیاس نماز پر کرنا صحیح نہیں اور یہ دلیل تام نہیں اس لئے امام شافعیؒ کے نزدیک تو تعیین سورۃ مکروہ نہیں پس یہ کراہت اہل سنت میں اجماعی نہ ہوئی اور حنفیہ کے نزدیک جو مکروہ ہے تو امام طحاوی اور اسبیجابی وغیرہ محققین کے کلام سے اس کی کراہت دو سبب سے ہے یا تو یہ کہ پڑھنے والا اس کو یہ اعتقاد کرے کہ اسی ایک سورۃ کا پڑھنا واجب ہے، دوسری سورت پڑھوں گا تو اس میں نماز نہ ہوگی یا ہوگی تو مکروہ ہوگی دوسرا سبب ہے کہ جاہل لوگ اسی صورت کو جب پڑھتے دیکھیں گے

شرعیہ سے تغیر کرنا نہیں چاہیئے اور کسی وصف و حکم کو تبدل کمی و زیادتی وغیرہا سے دینا نہیں چاہیئے، مطلق اور مقید کو ضروری اور مباح کو مباح اپنے حالات مشروعہ پر رکھنا واجب ہے ورنہ تعدی حد اللہ اور احداث بدعت میں گرفتار ہو جاوے گا پس بناءً علیہ قاعدہ کلیہ مقرر ہو گیا کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہ ہو علماً و عملاً اور مطلق اپنی حالت اطلاق سے متغیر نہ ہو، علماً و عملاً اور مقید اپنے اندازے سے نہ بدلے علماً و عملاً اور اس پر آیات و احادیث دال ہیں چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے اس کے دلائل کلیہ لکھنے کی حاجت نہیں مگر قدر حاجت لکھتا ہوں کہ غافل کو تنبیہ کر دیوے مسلم نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم لحی مت چوں کہ شارع علیہ السلام نے فضائل جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فرمائے تھے تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کہ عمدہ عبادات ہیں اس میں کر بیٹھے خود آپ نے نہی فرما دی کہ جسقدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرما دیئے ہیں وہی اس میں افضل و سنت ہیں اگر کوئی اس پر قیاس واضافہ کرے گا وہ مقبول نہ ہوگا پس اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو، کیوں کہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرما دیا جیسا کہ جس جس امور کے واسطے جمعہ کو مخصوص کیا ہے مثلاً صلوٰۃ جمعہ مع لوازمہا اس کے اطلاق کو بھی منع فرما دیا ہے کہ صلوٰۃ جمعہ اور کسی دن نہیں ہو سکتی لہٰذا صاف واضح ہو گیا کہ یوم شب جمعہ کو مقید کرنا جس میں وہ مطلق ہیں اور مطلق بنانا جس میں وہ مقید ہیں دونوں ممنوع ہیں پس اس حدیث میں یہ حکم ہو گیا کہ ہمارے ارشاد کے موافق سب کام کرو اپنی رائے سے تبدیل و تغیر مت کرو مگر ہاں جس کو خود شارع مستثنیٰ کر دیویں کہ وہ دوسری حدیث سے ثابت ہو جاوے تو وہ خود شارع کا ہی حکم ہے وہ تبدل تغیر نہیں اور قولہ علیہ السلام لاتختصوا یہ بھی مطلق وارد ہوا ہے تخصیص خواہ اعتقاد و علم میں ہو خواہ عمل میں دونوں ناجائز ہو دیں گی سو یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ تخصیص نعلی اگر منصوص مطلق میں واقع ہووے گی وہ بھی بدعت ہے اور داخل نہی سے ہے علیٰ ہٰذا مطلق کرنا مقید کا عام ہے کہ علماً ہو یا عملاً ہو دونوں منہی عنہ ہیں چوں کہ یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مستنبط تھا تو امام نووی شرح اس حدیث میں فرماتے ہیں احتج بہ العلماء علی کراھۃ ھذہ الصلوٰۃ المبتدعۃ التی تسمی الرغائب قاتل اللہ واضعہا ومخترعہا فانہا بدعۃ منکرۃ من البدع التی ھی الضلالۃ والجہالۃ اب دیکھو کہ نماز جو بیر موضوع اور عمدہ عبادات ہے اور سب اوقات مشروعہ میں افضل القربات ہے بسبب تخصیص کے بدعت منکرہ ہو گئی کیوں کہ اطلاق مشروع نہ رہا قید وقت وغیرہ کی لگ کر مخصوص ہو گیا تو اس قید کی وجہ سے سارا مقید بدعت بن گیا اور امام محمد غزالی نے جو احیاء العلوم میں اس کی فضیلت لکھی ہے حالاں کہ کلیہ قاعدہ ان کا بھی مسلم ہے تو اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو حدیث اس صلوٰۃ کی فضل میں ملی، انھوں نے اس کو صحیح جان کر عمل کیا اور یہ سمجھے کہ خود شارع نے اس کو استثنا فرما دیا لہٰذا وہ معذور ہیں مگر فقہا حدیث نے اس کا موضوع

۱ے حدالٰہی سے تجاوز کرنا ۲ے الگ ۳ے ممنوع ۴ے افضل عبادت ۵ے تسلیم شدہ

Marfat.com

مبادا وہ لوگ یہ اعتقاد کریں کہ نماز میں بھی ایک سورت واجب ہے دوسری نہیں یہ مضامین فتح القدیر اور شامی اور برہان وغیرہ میں ہیں اور میں کہتا ہوں کہ قوی وجہ کراہت کی وہی سبب اول ہے یعنی واجب جاننا تعین سورت کا چنانچہ حدیث صحیح سے اس کی تصدیق پائی جاتی ہے صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی امام تھا وہ ہر رکعت میں قل ہو اللہ ضرور پڑھا کرتا۔ بخاریؒ کی روایت میں ہے کہ مقتدی لوگ اس سے الجھے اس نے جواب دیا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑتا تمہارا جی چاہے مت پڑھو میرے پیچھے نماز انجام کار یہ ماجرا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک گیا آپؐ نے اس سے پوچھا تو کیوں نہیں مانتا ان کی بات اور کیوں التزام کر رکھا ہے اس سورت کا اس نے کہا کہ مجھکو پیاری لگتی ہے یہ سورۃ آپؐ نے ارشاد فرمایا حبک

ہونا تحقیق کر دیا سو فی الحقیقت امام محمد غزالیؒ نے اس کلیہ کا خلاف نہیں کیا بلکہ تصحیح حدیث میں غلطی ہوئی اور بشر خطا سے خالی نہیں اور تنقید حدیث ہر ایک کا فن بھی نہیں اس باب میں قول محدثین کا ہی معتبر ہوتا ہے سو یہ خدشہ بھی رفع ہو گیا پس بنا علی ہذہ القاعدہ شارح منیہ نے صلوٰۃ الرغائب کی بدعت ہونے میں چند دلائل لکھی ہیں کہ یہاں ان کا نقل کرنا مناسب ہے بقولہ منہا فعلہا بالجماعۃ وہی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع جماعت کو شارع نے خاص فرائض کیساتھ کیا ہے سو نوافل میں قید جماعت کی مشروع ہوئی مگر جس کی اجازت شرع سے ثابت ہو گئی۔ جیسے تراویح و استسقاء و کسوف اور بلا تداعی نوافل مطلقہ میں تو جماعت جائز ہو گی باقی اپنی حالت کراہت پر رہی تو دیکھو کہ جماعت یہاں منقول نہیں بلکہ فرائض کے ساتھ مخصوص تھی سو نوافل میں جماعت کا کرنا تخصیص شارع کا توڑنا ہوا لہذا لم یرد بہ الشرع کہا اور اس کا ہی نام بدعت ہے پھر کہا ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرد بہ الشرع شارع علیہ السلام نے فرمایا تھا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ تو کسی صورت کو خاص نہیں کیا تھا مطلق سورت کا حکم فرمایا تھا سو کسی صلوٰۃ میں کسی سورۃ کو مخصوص کرنا اطلاق شارع کیخلاف ہے مگر جہاں تخصیص وارد ہو گئی جیسا سورۃ جمعہ اور سورۂ منافقون صلوٰۃ جمعہ میں مثلاً اس واسطے کہا لم یرد بہ الشرع اور یہی بدعت ہے ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عنہ اس کا حاصل بھی ظاہر ہو تکرار میں تطویل ہے ومنہا ان العامۃ یعتقد ونہا سنۃ اس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہو اس کا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغیر حکم شرعی کا لازم ہو جاوے عند العوام اور رفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے ومنہا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم من المجتہدین لم ینقل عنہم یہ خود روشن ہے کہ جس کی اصل قرون ثلثہ سے ثابت نہ ہو وہ خود بدعت و مردود ہووے گا سو یہ تعینات و تقیدات خلاف ان قرون کے کرنا خود باطل ہوا اب غور درکار ہے کہ اس صلوٰۃ کے امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا ہے یہ چند قواعد استخراج کئے ہیں کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنس کلی کے اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے ایک یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم فرمایا وہ تو اس طرح ہووے اور جس کو مطلق فرمایا اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہیئے ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہو جاوے گا دوسرے یہ کہ جس شئے کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہووے گی ورنہ تخصیص بدعت ہی ہووے گی تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے، چوتھے یہ کہ اگر اس کی تداعی یا دوام سے عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہوا تو اس کا ترک کرنا لازم ہے اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت مؤکدہ اور واجب، پانچویں یہ کہ جس شئے کی اصل قرون ثلثہ سے نہ ملے وہ بدعت ہے اور ان سب جگہ علماً و عملاً یہ حکم ہے اور شئے اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہو مگر ان قیود و وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔ پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہیں کہ شارح منیہ نے استفادہ فرمائی اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں اور ان ہی قواعد سے فاتحہ

(۱) ثابت (۲) اس قاعدہ کی بنیاد پر (۳) قرن کی جمع یعنی زمانہ (۴) بذاتِ خود

Marfat.com

ایاھا ادخلک الجنۃ یعنی تو جو اس سورت کو دوست رکھتا ہے اس کے دوست رکھنے نے تجھ کو جنت میں داخل کردیا اس قصہ سے معلوم ہوا کہ تعین سورت کو واجب اعتقاد کرنا ہی موجب کراہت تھا جب اس شخص نے اپنا وہ اعتقاد ہونا نہ بیان کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھکو اس سورۃ سے محبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تعین کو منع نہ فرمایا بسائر علیہم کہتے ہیں کہ تعین سوم میں بھی وہ علت کراہت مفقود ہے سب جانتے ہیں کہ اموات کے لئے ایصال ثواب کو ایک امر مسنون و مستحب ہے فرض و واجب کوئی نہیں جانتا جب اصلی ایصال واجب و فرض نہ ہوا تو تعین یوم سیوم کو کون نادان فرض و واجب کہدے گا ہاں یہ تخصیص تیسرے دن کی جو جاری ہے وہ مبنی بعض مصلحتوں پر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور سہولت سے انجام کار ہو جاتا ہے

مرسومہ اور سیوم و چہلم وغیرہ اور تعین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہو گئی ہیں اور تمام رسالہ مؤلف کا رد ہو گیا بعد اس تمہید کے ناظرین پر واضح ہو کہ علماء سنت کی یہ دلیل تھی جس کو مؤلف نے دلیل اول لکھا ہے مؤلف نے اپنی کم فہمی سے اس دلیل قاعدہ کلیہ کی ایک فرد لے کر ناتمام طرح پر بیان کیا اس کی مختصر تقریر یہ ہے کہ مقید کرنا کسی مطلق کا شرعاً بدعت و مکروہ ہے، جیسا کہ فقہا نے اس قاعدہ کے سبب سے لکھا ہے کہ کسی نماز میں کسی سورت کو موقت نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو مکروہ و بدعت ہوگا پس جب صلوۃ میں حسب اس قاعدہ کے تعین سورت مکروہ ہوا ایصال ثواب میں بھی حسب اس قاعدہ کلیہ کے تعین وقت اور ہیئت کی بدعت ہووے گی خلاصہ دلیل مانعین بدعت کا یہ تھا جس کو مؤلف نے اپنے حوصلہ فہم کے موافق نقل کی اب چونکہ مؤلف نے اس مسئلہ تعین سورت میں اپنے حوصلہ علم کو ظاہر کیا تو اس کو سنو کہ ہدایہ میں لکھا ہے ویکرہ ان یوقت بشیئ من القرآن لشیئ من الصلوۃ لان فیہ ھجران الباقی وایھام التفضیل انتھی سو یہ جزئیہ ایک کلیہ کا ہے کہ اس میں تمام عبادات عادات مطلقہ کا تقید کرنا شارع نے ممنوع کردیا ایک جزئی اس کی تعین سورۃ بھی ہے جیسا اوپر سے واضح ہو لیا تو مؤلف اس جزئیہ کو مقیس علیہ اور سیوم کے مسئلہ کو مقیس محض رائے سمجھ گیا کیا فہم ہے یہ نہیں جانتا کہ جب کلی امر کا ارشاد ہوا تو اس کے جملہ جزئیات محکوم ہو گئے گویا ہر فرد کا نام لے دیا اور جب یاایھا الناس تو زید عمر و بکر عبدالسمیع سب کے نام بنام حکم ہو گیا کسی جزئی کو مقیس نہیں کہہ سکتے اسی طرح جب تقید اطلاق کو منع فرما دیا تو سب جزئیات اس کی خواہ تعین سورۃ ہو خواہ تعین روز سیوم ہو خواہ تعین نخود ہو سب ممنوع بالنص الکلی ہو گئے مانعین بدعت کی کلام قیاس نہیں بلکہ جو جزئی اس کلیہ میں مشہور اور ظاہر متفق علیہ ہے اس کی نظیر دے کر اور مثال سے فہمائش کر کے دوسرے جزئیہ مندرجہ اس کلیہ کو ظاہر اور الزام کرنا ہے کہ متبدعین نے اس کا اندراج تحت ہذہ الکلیہ نہیں سمجھا تھا پس قیاس کہاں ہے مؤلف کو عقل نہیں کہ کلیہ کو اور قیاس کو امتیاز کر سکے بسبب تطویل کے فرق دونوں کا بیان نہیں لکھا کتب اصول میں جو چاہے دیکھ لے پس اصل مسئلہ جزئیہ کو سنو کہ نماز میں کوئی سورۃ مقرر نہیں سب برابر ہیں مگر جہاں شارع سے کوئی سورۃ تخصیص ثابت ہوئی وہ مستحب ہے جیسا روز جمعہ کی نماز فجر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر مثلاً پس جو سورۃ کہ شارع سے ثابت ہوئی اس میں امام شافعیؒ تو دوام کو مستحب جانتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ احیاناً کو مستحب اور دوام کو مکروہ فرماتے ہیں اور جس میں استحباب ثابت نہیں اسمیں بالاتفاق دوام مکروہ ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس دوام میں پہلی شق میں تو مستحب موکد یا واجب ہو جاتا ہے اور دوسری شق میں مباح موکد یا واجب ہو تا ہے تو تغیر حد شرع کی ہوئی تو مکروہ ہو گیا پھر اس کی کراہت میں ہدایہ نے دو دلیل کا اشارہ کیا ہے کہ جب شرع میں سب سُور جائز ہیں تو ایک کے دوام میں باقی سور کا ترک ہوگا ہجر ان باقی قرآن کا ہوا وہی تقید مطلق ہوئی اور تغیر حکم شرعی کا لازم آیا ہے کہ مستحب واجب ہوا۔ یا مباح واجب ہوا دوسرے یہ کہ ایک سورۃ کے تقرر سے عوام جانیں گے کہ یہ سورۃ سب

سلہ جس کی رسم ہو سلہ متعین سلہ جس پر کوئی چیز قیاس کی جائے سلہ قیاس کرنے والا سلہ سمجہا کر سلہ کبھی کبھی سلہ سورۃ کا ترک سلہ چھوڑ دینا۔

اور خود فقہ میں بھی تعیین سورۃ کے باب میں امام طحاوی نے تصریح کی ہے اما اذا لازمہا السولتہا علیہ فلا یکرہ بل یکون حسنا کذا فی البرہان
پس موافق اس تعلیل کے تعیین سوم مکروہ نہ ٹھیرا باقی رہا دوسرا سبب کہ مبادا دوسرے آدمی جاہل اس کو دیکھکر یہ اعتقاد نہ کرلیں کہ ایصال ثواب
تیسرے ہی دن ہوتا ہے نہ پہلے اس سے نہ پیچھے اس سے سو یہ علت بھی یہاں مفقود ہے اس لئے کہ جو لوگ فرض و واجب و سنت و مباح کی حقیقت
اور کنہ کو نہیں سمجھتے ان کا تو کچھ علاج ہی نہیں وہ تو نماز روزہ میں بھی امور مستحبہ کو فرض، فرض کو افضل نا دلی مکروہ کو مفسد اور حرام مباح کو
واجب جو چاہتے ہیں کہتے ہیں ان کو ہرگز تمیز نہیں سو ایسے اشد اجہل العوام سے قطع نظر کرکے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ عوام اس درجہ کے ہیں

افضل ہے یا ایہام اس بات کا ہووے گا من القاری والسامع اور یہ بھی حکم شرع کا ہے تو اس جگہ طحاوی اور اسبیجابی نے یہ کہا تھا کہ کراہت
تحریمہ جب ہے کہ اس سورۃ میں اعتقاد وجوب کا کرے اور ترک کو مکروہ جانے اور سہولت یا تبرک کے واسطے پڑھے تو مکروہ نہیں، بشرطیکہ
کبھی اور سورۃ کو بھی پڑھ دیا کرے اس سے بھی یہی واضح ہوا کہ اعتقاد وجوب تو مکروہ تحریمہ ہی ہے اور دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی مکروہ ہے
جہلاء کے واجب گمان کرنے کی وجہ سے اور جو احیانًا ترک کردیوے جس سے دوام نہ رہا تو پھر کچھ حرج نہیں، پس اس صورت میں قید وجوب
اعتقاد کی لغو ہوگئی کیوں کہ جب دوام مطلقًا مکروہ ہے تو پھر قید اعتقاد سے کیا نفع نکلا اسی واسطے فتح القدیر نے اعتراض کیا اور کہا والحق
ان المد اومۃ مطلقًا مکروہۃ سواء رآہ حتما انتہی پس سب علماء کا اتفاق اس پر ہوا کہ دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی موجب کراہت کا
ہے اعنی ہدایہ اور فتح القدیر اور طحاوی اور اسبیجابی وغیرہم کا مگر مؤلف کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ قوی وجہ کراہت کی سبب اول ہے الخ
غور کی جگہ ہے کہ جس علت کو تمام اکمل علماء و فقہا قبول کریں مؤلف اس کو ضعیف بتلادے بھلا اس نخوت کا کیا ٹھکانا ہے اور ایسے محققین
پر طعن کرنا اس فخر کی کوئی نہایت ہے خیر اب مؤلف کا استدلال ترجیح سنو کہ ایک صحابیؓ نے جو قل ہو اللہ کا التزام ہر رکعت میں کیا تھا تو صحابہ
نے ان کو اس واسطے منع کیا تھا کہ یہ فعل فخر عالم علیہ السلام کا نہیں تھا اس کو خلاف حکم شرع کے جانا تھا جب انھوں نے نہ مانا آپ کی خدمت
میں شکایت ہوئی آپ نے بھی صحابیؓ کو نہ روکا کیوں منع کرتے ہو یہ اس واسطے ہوا کہ آپ کے قواعد فعل کے خلاف تھا ان کو بلاکر پوچھا تو انہوں نے اپنی
حبت[1] اس سورۃ سے عرض کی تو آپ نے حب صفۃ الرحمٰن کے سبب سے بشارت تو دیدی مگر یہ کہ اس فعل کو تو کیا کریہ ہرگز حدیث میں نہیں آیا فقط حب
قل ہو اللہ کے سبب سے کہ صفت حق تعالیٰ کی ہے بشارت[2] جنت کی فرمائی، مؤلف نے اجازت دوام تکرار قل ہو اللہ کی اپنے ذہن سے تراش لی
بھلا اس سے اس فعل کا جواز کس طرح نکلا اور ایک صحابیؓ نے ادراک[3] رکعت کے واسطے قبل وصول[4] صف کی نیت کرکے رکوع میں شریک
ہوکر دو قدم چلکر رکوع کی حالت میں صف کی برابر ہوگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زادک اللہ حرصا ولا تعد دیکھو یہ فعل
مکروہ تھا مگر اس پر آپ نے مدح فرمادی کہ حرص امر خیر کی تھی آگے لا تعد ایک روایت میں یہ فعل نصر ینصر سے ہے کہ پھر یہ کام مت کرنا دوسری
روایت میں لا تعد باب افعال سے ہے کہ اعادہ صلوٰۃ مت کر اس دوسری روایت میں باوجودیکہ یہ فعل مذموم تھا کہ طریقہ تلقین اور خشوع کیخلاف
تھا مگر آپ نے صراحتًا منع نہیں فرمایا اور مدح بھی کردی پس اس کی ہی نظیر یہ قل ہو اللہ کی حدیث ہے کہ یہ طرز تعلیم اور فعل آپ کے خلاف
تھا اس کے صراحتًہ منع کی ضرورت نہ ہوئی اشارۃً منع فرمادیا تھا مگر اس حب کی وجہ سے بشارت بھی ہوگئی پس مؤلف کے حسن فہم کو دیکھو
کہ کیا اجتہاد کیا کہ اپنے شکم سے ایسا مقدمہ تجویز کرلیا کہ حدیث میں کہیں اس کا نشان بھی نہیں اور خلاف تمام علماء کے مرجح بن گئے چلو تسلیم کیا

[a] کون قاری ہے اور کون سننے والا [1] کبھی کبھی [2] محبت [3] خوش خبری [4] پانا [5] صف میں پہنچنے سے پہلے۔

کہ ان کو فرضیت اور اباحت میں فرق معلوم ہے سو حضرت سلامت یہ مسئلہ خاص اس درجہ کا ہے کہ اس درجہ کے عوام سب جانتے ہیں کہ یہ
مثل حج و زکوٰۃ کے فرض تو نہیں ہے بلکہ واجب بھی نہیں ایصال ثواب فی نفسہٖ مستحب ہے اور تعین ایک مصلحت کے لئے ہے بزرگان دین کا قرار
دیا ہوا ایک امر متوارث چلا آتا ہے اور یہ شبہ تو کسی کم سے کم عقل والے کو بھی نہیں پڑ سکتا کہ یوں جانے کہ ثواب آج پہنچے گا پھر نہ پہنچے گا اس لئے
کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وارثان میت سوائے روز سوم کے اور دنوں میں بھی فاتحہ درود کرتے ہیں تو کس طرح اعتقاد کریں گے کہ روز سیوم ہی کو
فقط ثواب پہنچا کرتا ہے پس دونوں سبب کراہت کے مفقود ہوئے تو تعین سیوم کو مکروہ کہنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی **دوسری دلیل**
مانعین کی یہ ہے کہ سیوم میں مشابہت ہے کفار ہنود کی اور حدیث میں من تشبہ بقومٍ فھو منھم سو جواب اس کا یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہے

کی اجازت دے دی تھی مگر یہاں ہجران باقی کا نہیں کیوں کہ وہ ہر رکعت میں دوسری سورت بھی پڑھتے تھے اور افضلیت کا ایہام بھی یہاں
نہیں، کیوں کہ فضل قل ہو اللہ کا خود فخر عالم علیہ السلام فرما چکے تھے کہ ثلث قرآن ہے تو فضل منصوص میں ایہام سے کیا علاقہ تھا اور پھر وہ ایسا وقت تھا
کہ وہاں کوئی بھی عام نہ تھا سب اخص الخواص فقہاء تھے اور وجہ اجازت سب کو معلوم ہو گئی تھی اس قرن میں یہ دلیل کراہت کی موجود ہی نہ تھی
جواب ہے اور سب کے بعد یہ واقعہ حال تھا نہ حکم عام اور ایسے امر خلاف قواعد سے کہ کسی کو کسی خصوصیت سے اجازت ہو وے قابل قیاس کے
نہیں ہوتا بلکہ قیاس مسائل عامہ پر کیا جاتا ہے پس مؤلف اپنے علم و فخر کو غور کرے کہ کس فہم پر خلاف علماء فقہاء کے کلام کرتا ہے نہیں جانتا کہ
علم مجتہدین کا مؤلف کی طرح ترجمہ مشکوٰۃ میں حصر نہیں تھا انہوں نے تمام روایات کو پیش نظر کر کے اجتہاد کئے ہیں یہ روایت بھی ان کو معلوم
تھی دیدہ و دانستہ و فہمیدہ وضع مسائل کیا ہے مؤلف کی طرح آنکھ بند کر کے مجتہد نہیں ہو گئے تھے اور مؤلف کی ترجیح کی گنجائش نہیں چھوڑی
تھی مؤلف اپنے علم و فہم کو اندازہ کرے کہ ابتدائے رسالہ سے آخر تک کوئی فہم کی سیدھی بات نہیں کہی پھر اس پر یہ ناز و نخوت اور اپنے علم کوتاہ
پر یہ اعتماد و غرور لا حول و لا قوۃ الا باللہ، الغرض بناء علیٰ ہذہ القاعدہ سیوم وغیرہ رسوم سب بدعت ضلالہ ہوئی اور یہ ایک دلیل کراہت
ان امور کی نہیں بلکہ پانچ دلائل ہیں جن کو شارح منیہ نے بسط کیا ہے اور اوپر مذکور ہو لیا پس بعد اس کے سوائے مؤلف کے کوئی عاقل ان کو
جائز نہیں کہہ سکتا اب ناظرین مؤلف کی خیانت دیکھیں کہ طحاوی نے روایت دوام سورہ بلا اعتقاد میں شرط کی ہے کہ اگر گاہ گاہ ترک کیا
کرے، تو مکروہ نہیں مؤلف نے اس شرط کو حذف کر کے نقل کیا ہے اور جہلاء کے اعتقاد کے فساد کی وجہ سے شرح منیہ اور طحاوی اور فتح القدیر
نے سب نے تصریح کی ہے اب مؤلف کی توجیہات واہیہ کہ ہرگز قابل التفات نہیں کہ اپنی رائے ناتمام سے بمقابلہ فقہاء کے کلام کرتا ہے تصریح
فقہاء سے کراہت دوام مستحب کی بسبب فساد عقیدہ عوام محقق ہو چکی اور جہل مرکب مؤلف کا روشن ہو لیا۔ وھو المرام

قولہ دوسری دلیل مانعین کی یہ ہے الخ | تشبیہ کی عجیب بحث جو بدعت کی قلع قمع کرنے والی ہے
اور معنی حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم ..... | **اقول** یہ بھی ایک نہایت اصل قوی اور قاعدہ
کلیہ بہت احادیث سے ثابت اور تمام امت کا مسلمہ ہے کوئی اس کا منکر نہیں مگر کسی جزئی
خاص میں بادی وجہ اگر خلاف ہو جاوے کہ یہ داخل کلیہ میں ہے یا نہیں یا اس کو دوسرے روایات معتبرہ نے استثناء کر دیا ہے یا نہیں یہ دوسری
بات ہے مگر اصل کلی میں سب کا اتفاق ہے مثل اصول اول کے چونکہ یہ قاعدہ مسلم الثبوت تمام امت کا ہے لہٰذا اس کے اثبات میں بسط کی
ضرورت نہیں مگر مؤلف نے تین غلطی فاحش کر کے سیوم کو اس کلیہ سے خارج کیا ہے لہٰذا کچھ لکھتا ہوں اول یہ کہ مؤلف حدیث من تشبہ بقوم

۱ ترک ۲ قرآن کا ثلث ۳ تصریح شدہ، ۴ سمجھتے ہوئے ۵ سمجھ ۶ اس قاعدہ کی بنیاد پر ۷ تفصیل ۸ ادبی مقصود ہے ۹ اس وجہ سے

Marfat.com

ماخذ اس کا لفظ شبہ بالکسر ہے شبہ کے معنی مانند پس تشبہ کے معنی مانند کسی کے ہو جانا جب معنی تشبہ کے معلوم ہوئے اب ان منصفوں کی زبان زوری سمجھنی چاہیئے کہ سیوم کرنے والے کس بات میں مانند ہندوؤں کے ہو جاتے ہیں ہم قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن نہیں پڑھتے ہیں ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں جو کفر شکن ہے وہ کلمہ نہیں پڑھتے سبحان اللہ کیا عقل سلیم ہے کہ کلمہ قاطع کفر کا پڑھنا مشابہ رسم اہل کفر کے قرار دیتے ہیں ہمارے احباب اور برادری جمع ہو کر کلمہ پڑھتے ہیں ان کی برادری جمع ہو کر کچھ نہیں پڑھتے فقط وارث میت سے دوکان اس کی کھلوا دیتے ہیں اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ کو ہاتھ لگوا کر سوگ دفع کراتے ہیں اور کچھ ان کے یہاں اگر پڑھتا ہو تو فقط ایک طرف کوئی پنڈت برہمن پڑھتا ہے وارثان میت اور بھائی برادری اور دوست آشنا کچھ نہیں پڑھتے اور وہ لوگ تیسرے دن میت کی ہڈیاں جلی ہوئی چن کر لاتے ہیں پھر گنگا وغیرہ میں بہاتے ہیں ہمارے یہاں ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے پھر کس بات میں مانند ہنود کے ہو گئے اور کیا تشبہ پیدا ہو گیا؟ اور اگر کوئی مشابہت اس کا نام رکھے کہ ان کے یہاں تیسرے دن رسوم کفر ہوتی ہیں تمہارے یہاں رسم اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہے تو انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی یہ تو مخالفت ہوئی یعنی ہم وہ کام کرتے ہیں جو مخالف کفار ہے کافر وہ کام کرتے ہیں جو مخالف اسلام ہے وہ اپنا کام کرتے ہیں ہم اپنا مثلاً مغرب کے وقت اور عشاء اور صبح صادق کے وقت ہم لوگوں نے اذان کہی اور نماز پڑھی انہوں نے ان تین وقتوں میں ناقوس یعنی سنکھ بجایا پوجا کیا اب کوئی بے ہودہ اس کو مشابہت قرار دینے لگے کہ ان وقتوں میں تم نے اپنے طور کی عبادت کی انہوں نے اپنے طور کی پس اتحاد اوقات سے تشبہ پیدا ہو گیا تو سب عقلاء اس کو ہرزہ درائی اور کم عقلی پر قہقہہ ماریں گے اور اسی طرح جب حاجی لوگ بیت اللہ زاد ہا اللہ شرفاً سے واپس ہوتے وقت آب زمزم لا دیں تو

فہو منہم میں تشبہ بجمیع اجزائہ من کل الوجوہ سمجھا ہے کہ سب اجزاء و ہیئت مشابہ ہو جاوے تو اس وقت تشبہ محظور[1] ہے ورنہ درست ہے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ کس بات میں تشبہ ہنود کی ہو گئی اور بدون معنی حدیث کے اور تشبہ کے سیکھے سمجھے صفحہ سیاہ کیا پس سنو کہ حدیث میں لفظ تشبہ کا مطلق آیا ہے کہ کوئی قید کل یا بعض کی قلیل و کثیر کی نہیں اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ مطلق جس فرد میں پایا جاوے حکم مطلق کا اس پر جاری ہوتا ہے، اور کوئی قید اس کے ساتھ لگانی درست نہیں ہر ہر فرد میں حکم ثابت ہو گا المطلق یجری[2] علی اطلاقہ کہا گیا ہے لہٰذا مطلق تشبہ کی کوئی فرد ہو مصداق حدیث کا ہو جاوے گا اگرچہ ایک جزو مرکب میں پایا جاوے سب مرکب مجموعہ مکروہ ہو جاوے گا کہ لفظ حدیث کے صاف دلالت اس پر کرتے ہیں نظیر اس کی سنو کہ ہدایہ میں ہے اذا قرأ الامام من مصحف فسدت صلوٰتہ عند ابی حنیفۃ وقالا ھی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ تشبہ باھل الکتاب انتہیٰ قال فی النہایۃ فانھم یصلون ھکذا فیکرہ للتشبہ لانا نھینا عن التشبہ بھم فیما لا بد منہ انتہیٰ ایضاً ہدایہ میں ہے ویکرہ ان یقوم الامام فی الطاق لانہ یشبہ صنیع اھل الکتاب انتہیٰ پس دونوں روایت کو دیکھو کہ تمام ارکان و صلوٰۃ و جماعت میں ایک جزو قرآن کھول کر پڑھنا اور مکان مرتفع پر کھڑا ہونا اہل کتاب سے تھا تو ساری نماز مکروہ ہو گئی اور مثل مؤلف کے کسی محشی نے نہ کہا کہ اس قدر اجزاء میں ایک جزو کی مشابہت سے کراہت نہیں ہوتی تمام فقہاء عالم کے بھول گئے ایک مؤلف کو سوجھی معاذ اللہ تو مؤلف کہتا ہے کس بات میں مانند ہو گیا اگر کہیں کہ دیگر ارکان صلوٰۃ بھی تو یہود کی صلوٰۃ میں تھے تو سنو کہ سب ارکان ان کی صلوٰۃ میں نہیں از آں جملہ ایک رکوع ہی نہیں ہوتا معہٰذا جو جزو ہم کو مامور ہے اس میں تشبہ کا اعتبار ہی نہیں پس سنو کہ مؤلف اقرار کرتا ہے کہ سیوم پانچ جزو سے مرکب ہے۔ کلمہ، قرآن، نخود، ان تین میں تشبہ نہیں اور اجتماع قوم میت کے واسطے اور تخصیص روز سیوم کی ان دو میں تشبہ ہنود کے ساتھ ہے مؤلف بھی مقر ہے کہ مراد گی

---

[1] ممنوع [2] مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے۔ [3] بلند

Marfat.com

کوئی یادہ کہنے لگے کہ یہ تشبہ ہنود کا ہوگیا وہ بھی اپنی عبادت گاہ سے واپس ہونے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم پانی زم زم شریف کا لائے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ خرافات بے ہودہ تشبیہیں نکالنی ان بدحواسوں کی سخت بے عقلی کی دلیل ہے اور تماشا یہ ہے کہ فقط تیسرے دن کی مشارکت میں بھی مشابہت قوم ہنود کی نہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں میں بعض تو ہیں مثل سراوگی بالکل سیوم یعنی تیجے کے قائل نہیں سو ان کے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت نہ ہوئی ان کے یہاں تیجا عبادت فقط اس امر سے ہے کہ تیسرے دن کاربار کرنے لگیں سوگ میت کا دفع کریں سو تعزیت کیواسطے اور رفع سوگ کے لئے شرع میں بھی تین دن معین ہیں اور بعض تو ہیں ہنود کی مثل بشنی اگروال جو سیوم کو مانتے ہیں اور اموات کے لئے ثواب رسانی کا کام کرتے ہیں اگر اہل سلام کو مشابہت لازم آتی تو ان کے ساتھ لازم آتی سو غور سے دیکھیئے تو ان کے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیوں کہ ان لوگوں کے قوانین دین متعلق گردش کواکب ہیں پس تیسرے دن تیجا وہ لوگ جب کرتے ہیں کہ گرہ سامنے نہ ہو اور اگر پنچک کی گرہ جو پانچ نچھتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جس وقت تک وہ گرہ ٹل نہیں جاتی تیجا نہیں ہوتا پھر کبھی چار دن میں کبھی پانچ دن میں کیا جاتا ہے اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہیں ٹلاتے ان کو کواکب سے کچھ بحث نہیں پس حکم تشبہ کا باعث لازم آنے مشارکت یوم کے بھی ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے تو حکم تشبہ باطل ہو جاتا ہے حدیث و فقہ پڑھنے والوں کو یہ بات یاد ہوگی کہ یہود و نصاریٰ صوم عاشورا رکھتے تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی رکھو اور مشابہت یہود و نصاریٰ سے جو لازم آتی تھی اس کی مخالفت میں اس قدر کافی ہوگیا کہ آپ نے ایک روز اول اور آخر رکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر

تیسرے روز جمع ہوکر سوگ کھلواتے ہیں اور بشنی بھی بہر حال ہنود میں روز سیوم جمع ہوتا ہے اور یہ شعار ان کا ہے تو دو جزو میں تشبہ ہوا پس مجموعہ سیوم کا بدعت ہوگیا اور تشبہ ہنود کا ثابت ہوگیا حدیث سے بھی اور صریح جزئیات فقہ سے بھی ہاں خدشہ اتحاد وقت مغرب وغیرہ کا تو سنو کہ وقت شارع کا فرض کیا ہوا ہے اور فرائض و واجبات شارع میں تشبہ کا اعتبار نہیں ہوتا اور حدیث میں اس کا اشارہ ہے کیوں کہ تشبہ باب تفعل کی ماضی ہے اور بعد موصول کے واقع ہے اول تو باب تفعل میں ماخذ بہ تکلف ہونا ہر وضعًا جس سے معلوم ہوا کہ مرتکب نے بہ تکلف امر تشبہ کرلیا ہے شرع یا طبع کی طرف سے الزام نہیں تھا دوسرے فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے یعنی اول شارع کا الزام اس پر نہ تھا خود مرتکب اور محدث ہوا پس تشبہ کے لفظ سے شارع نے فرض و واجب و سنت مؤکدہ کو اور امور طبعیہ کو خارج کردیا ہے گویا حکمًا اس میں تشبہ نہیں ہوتا پس اب دیکھو کہ کس کی عقل پر قہقہہ لگا۔ علیٰ ہذا پانی زم زم کا لانا اور گنگا کا مشابہ نہیں کیوں کہ پانی کا لانا عادی طبعی امر ہے اور شعار بھی نہیں ہاں اگر اس ہیئت و شعار سے لاوے گا تو مشابہت حاصل ہووے گی اور حرام ہوگا اب سوچو کہ یہ سیوم ہنود کے تیجے سے بوجہ کامل مشابہ ہے اور فرق بعض وجوہ کا مخل تشبہ کو نہیں زید کو اسد سے تشبیہ دیتے ہیں وجہ شبہ فقط تیجا ایک امر ہوتا ہے باقی سرتاپا کوئی مشابہت نہیں ہوتی پس کسی نے یہ نہیں کہا کہ بالکل مشابہت من کل الوجوہ ہو تو تشبیہ ہووے گی ورنہ نہیں تو یہ قول مؤلف کا شرع اور عقل اور عرف سب کے خلاف ہے اب تماشا دیکھو کہ باعتراف مؤلف سراوگی کے یہاں تیسرے روز قوم جمع ہوکر دو کان کھلواتے ہیں اور وہ سیوم نہیں عجب کلام ہے تیسرے روز کا نام سیوم ہے عرف ہنود میں تیجا اور مسلمانان میں سیوم دونوں کے ایک معنی ہیں علیٰ ہذا بشنی سیوم تو کرتے ہیں مگر گاہ نحوست کے دن کے سبب تاخیر بھی کردیتے ہیں تو سیوم تو موجود مگر مشابہت نہیں

ل مشابہت ہر اعتبار سے

Marfat.com

ہیں باقی رہا اگلے سال حکم دوں گا ایک روزہ اس کے اول ایک روزہ اس کے بعد کو رواہ البیہقی، اب یکھیئے روزہ اصل روزہ عاشورا رجس کو یہود و نصاریٰ رکھتے ہیں اس عین فعل میں مسلمان ان کے شریک ہے لیکن ایک روزہ اول اور ایک روزہ بعد اس میں ملانے سے حکم تشبہ باطل ہو گیا بالفرض اگر تیسرے دن کی مشابہت ہوتی ہنود سے تو ہمارے یہاں جو کام اسلامی اس میں مندرج ہیں ان کے سبب بالکل مشابہت کا حکم باطل ہو جاتا چہ جائے ایں امر کہ بالکل تیسرے دن میں بھی مشارکت نہیں پائی جاتی ہم کو معلوم نہیں ان صاحبوں کا کیسا تفقہ اور کیسا فہم و ذکا ہے کہ ہرگز ژرف نگاہی اور موشگافی علل احکام میں نہیں فرماتے مفتی قاطع السنۃ یعنی صاحب سیف السنۃ اور ان کے آبار اولین اور اخوان معاصرین سب کے سب اس مسئلہ میں بے سمجھے بوجھے حکم تشبہ لگا رہے ہیں اور حدیث نبوی من تشبہ بقوم فہو منہم کو نہایت درجہ بے محل پڑھ رہے ہیں فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا یہ لوگ تشبہ کے معنی لغوی جانیں نہ اصطلاحی، شرعی اس لئے کہ لغوی معنی تشبہ کے ہیں مانند ہو جانا اب تم دیکھ چکے اور سن چکے کہ ہنود کا تیجا مشتمل کن امور پر ہے اور اہل اسلام کا شامل کن امور پر پھر مانند ہونا دونوں فریق کا رسوم یکدیگر میں کہاں ہے اب معنی شرعی سنیئے صاحب بحرالرائق شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کرتا ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ہر بات میں مکروہ نہیں فانا ناکل ونشرب کما یفعلون یعنی اس لئے کہ ہم بھی اسی طرح کھاتے پیتے ہیں جس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں اور در مختار میں قید لگائی ہے کہ اگر ارادہ کرے آدمی ان کے ساتھ مشابہت کا اور جس چیز میں مشابہت کرتا ہے، وہ شرع میں مذموم بھی ہو اس وقت تشبہ مکروہ ہے

کیا عجب تقریر مؤلف کی ہے ماشاء اللہ تعالیٰ یہ خبط عقل فراس گستاخ کلام کا ہے کہ علمار سنت کو بدحواسی کی نسبت مؤلف کرتا ہے اب دوسری خطار فہم مؤلف کی سنو کہ حکم کلی لکھتا ہے کہ اگر فعل مسلم و کفار میں کچھا متیاز ہو جاوے تو تشبہ نہیں ہتا اور فی الواقع یہ بھی فرع پہلی ہی خطا کی ہے مؤلف سوم عاشورار کی نظیر دیتا ہے کہ نہم کے سوم سے تشبہ رفع ہو گیا کیا عجب حکم ہے کہ قبل و بعد کی کچھ خبر نہیں یہ دو نظیر مسئلہ ہدایہ کی جو مسلم سب فقہار کے ہیں اس میں تو مابہ الامتیاز سب کچھ موجود ہے فقط ارتفاع و امتیاز مکان ایک مسئلہ میں اور نظر مصحف دوسرے میں تشابہ کا امر ہے پس کیوں مکروہ ہو گیا سو یہ روایات اور دیگر روایات اس تقریر مؤلف کو رد کرتے ہیں اور حدیث نے بھی اس فہم مؤلف کو باطل کر دیا کہ مطلق تشبہ کو کہ احداث کسی متکلف کا ہے محظور فرمایا پس خلط سنت سے وہ امر محدث جائز نہیں ہو سکتا بلکہ مجموعہ مکروہ ہو جاوے گا اور یہ نظیر سوم کی سو معلوم ہو چکا کہ اس باب سے نہیں مؤلف کی کم فہمی ہے صوم عاشورار حق تعالیٰ کا فرض کردہ تھا اور فرض میں تشبہ معتبر نہیں ہوتا کیونکہ کسی متکلف کا احداث نہیں بلکہ من اللہ تعالیٰ اس کا التزام ہوا ہے پس اس حدیث سے وہ اول ہی خارج ہو چکا اسی واسطے اب تنہا روزہ عاشورار کا کسی کے نزدیک مکروہ نہیں معہذا جو اول آخر روزہ فخر عالم علیہ السلام نے لگا دیا اس وجہ سے ہے کہ ابعد من التشبہ ہو جاوے اسی واسطے لکھا ہے کہ جو عبادت ملتین میں مشترک ہو اس میں تشبہ نہیں ہوتا کیوں کہ شعار نہیں ہا معہذا تغیر و صفی اس میں کر دیتے ہیں تاکہ ابعد عن التشبہ ہو جاوے استحباباً پس مؤلف محض بے خبر قواعد شرعیہ سے ہے فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے علم و فہم سے ہرگز بہرہ نہیں اور علمار نکتہ داں تفقہ کو جاہل بتلاتا ہے اور پھر وہی اپنی تحقیق شروع کی کہ لغت میں معنی شبہ کے مانند ہو جانا ہے یعنی من کل الوجوہ مماثل ہو جاوے اس کی تردید اوپر ہو چکی اور پھر معنی شبہ کے شرعاً لکھتا ہے اور یہ تیسری خطار فہمی ہے بحرالرائق کی عبارت سے جس کو در مختار نے اور شامی نے اور طحاوی نے نقل کیا ہے یہ مستفاد ہوا کہ تشبہ ہر چیز میں حرام و مکروہ نہیں بلکہ فعل مذموم میں نہ محمود میں اور بقصد تشبہ کے ارتکاب کرنے میں نہ بلا قصد تشبہ کے تو اس سے

لہ فرق ہ حقیقت میں سہ شامل سہ وجہ فرق ہ ممنوع لہ تشبہ سے دور شہ صفت کے اعتبار سے تبدیلی ہ واقف لہ قابل مذمت

عبارت اس کی یہ ہے ان قصد یا فان تشبہ بہم لایکرہ فی کل شیئ بل فی المذموم فیما یقصد بہ التشبہ اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے اب دیکھئے
کہ سویم میں نہ مسلمانوں کی غرض مشابہت وارادہ موافقت ہنود ہے اور نہ تیسرے روز پڑھنا قرآن وکلمہ حدیث وقرآن سے ممنوع ومذموم
ہے اور مولوی اسماعیل صاحب کی تحریر سے بھی رسالہ اثبات رفع یدین میں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مشابہت کے مکروہ ہونے میں قصد کو
معتبر رکھا ہے یعنی جب ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ ان ملکوں میں رفع یدین کرتے میں تشبہ روافض کے ساتھ لازم آتا ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں
لا نحری تشبہ الفرق الضالۃ بل اتفقت الموافقۃ یعنی ہم رفع یدین میں ارادہ تشبہ فرقوں گمراہ کا نہیں کرتے بلکہ اتفاقاً موافقت لازم آجاتی ہے انتہی
اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت

مؤلف نے ثابت کیا کہ سویم مروجہ مذموم نہیں اور قصد تشبہ کا کوئی ۔۔ نہیں کرتا اب خطا مؤلف کی سنو کہ یہی دو روایت ہدایہ کی جو منقول ہوئیں
اس میں تو قرآن دیکھکر پڑھنا ہے جو مکروہ ہو گیا قرآن دیکھکر پڑھنا مذموم نہیں بلکہ محمود ہے عمدہ عبادت علی ہذا امتیاز امام کے مقام کی محمود ہے نہ مذموم
علی ہذا خود صوم عاشورا میں غور کرے کہ نفس صوم محمود ہے نہ مذموم ابھی مؤلف لکھ کر بھول گیا پھر بزعم مؤلف کیوں بزعم صوم نہم مشابہت کو رفع کیا اور
آگ کا مصلی کے مواجہ[1] ہونا بموجب تشبہ مجوس کا ہے حالاں کہ قصد مسلم کا تشبہ بالمجوس ہرگز نہیں اور اشتمال صحاح مکروہ ہے حالاں کہ قصد تشبہ یہود کا مسلم کو ہرگز
نہیں ہوتا علی ہذا بہت مسائل ہیں مگر مولف کو تمیز نہیں معہذا مؤلف کو گنجائش کہاں کلام کی ہے کہ سویم تو امر خود مذموم ہے اور اجتماع اہل اہل المیت کا جس
کا حدیث سے نیاحت ہونا ثابت ہو گیا پھر ہنود کا فعل اور تعین مطلق پھر بھی مذموم نہیں عجب ہے اور قرآن وکلمہ پڑھنا فی حد ذاتہ عبادت ہے مگر نہ اس میں تشبہ اور نہ اس
پر حکم کراہت کا بلکہ مجموعہ پر حکم کراہت کا ہے پس قیاس مؤلف کا بالکل لغو بے محل ہے اور قول بحر الرائق کا نانا ناحل وتشرب الخ سو پہلے اس کی وضاحت ہو چکی کہ
امور طبیعہ میں تشبہ معتبر نہیں جیسا نہایہ شرح ہدایہ میں قید لگائی فی ما فیہ المنافع لے کیوں کہ یہ امور اقتضائے طبع سے ہیں احداث تکلف کا نہیں اور
عبادات بھی بالتزام شرع ہیں نہ بتکلف محدث اور قول بحر الرائق کا کہ امر مذموم میں تشبہ مراد ہے سو سابق معلوم ہو چکا کہ قرآن دیکھ پڑھنا امر مذموم نہیں
اور حدیث میں مطلق تشبہ ہو مگر اس کی وجہ سنو کہ یہ ہے کہ جو امر محدث کسی متکلف کا بدون اذن شارع کے ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا اگرچہ بظاہر مستحسن معلوم
ہوتا ہو کیوں کہ سب بدعات ایسی ہی ہیں اور یہ مراد بحر کی ہے پس قرآن دیکھ کر پڑھنا فی حد ذاتہ محمود ہے لیکن صلوۃ میں مذموم ہے مگر مؤلف اپنی کوتاہ
فہمی سے مذموم فی اصل وضعہ[2] سمجھ گیا اس فہم پر تو معصیت میں تشبہ ہونا چاہیئے ورنہ کہیں بھی نہیں ہوگا اور تمام مسائل منہدم ہو جائیں گے الحاصل امر
محمود بالتزام شرع ہے یا تقاضائے طبع سے بجاز شرع ہے اس کو شرع نے خارج اس حدیث وحکم سے فرما دیا ہے خلاف اجتماع مخصوص سویم کے کہ اولاً خود
ممنوع شرعی اب تشابہ اس پر زائد ہو گیا پس بحر کی عبارت کو مؤلف ہرگز نہیں سمجھا اور دیگر علماء کو کم فہم بتلاتا ہے تماشہ ہے اور مولوی اسماعیل صاحب
کا فقرہ بل اتفقت الموافقۃ کے معنی بھی یہی ہیں کہ فعل اصل مسنون تھا بعد میں روافض نے بھی ایک حرکت ایجاد کی کہ موافق اس کے ہو گئی
تو یہ امر التزام شارع کا ہے ترک نہیں ہو سکتا اور تشبہ معتبر نہیں اور یہی معنی قاری کی عبارت کے ہیں انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واھل البدعۃ
المنکرۃ فی شعارھم الخ کیوں کہ جو شعار ان کا ہوگا خواہ فی حد ذاتہ حسن ہی ہو اور وہ ان کا فعل ہو گیا اور تشبہ ناجائز ہوا جیسا صلوۃ قرآن
دیکھ کر پڑھنا کہ شعار ان کا ہے اور فی حد ذاتہ حسن ہے مگر صلوۃ میں دیکھ کر پڑھنا ہماری ملت میں مذموم ہے اور جو متفق دونوں ملت سوا کان
من افعال اھل السنۃ ومن افعال الکفرۃ واھل البدعۃ اور جو متفق دونوں ملت کا ہوگا وہ شعار ہوگا مامور اس امت پر بھی ہوگا مگر مؤلف

---

[1] مقابل [2] آتش پرست کی مشابہت [3] مذموم اپنی اصل وضع کے اعتبار سے ۔۔

یعنی ہم کو مشابہت کافروں اور بدعتیوں کے ساتھ اسی بات میں منع ہے جو ان کے دین کا خاص تمغہ اور بچنہ علامت ان کے فریق کی ہے اور انہیں منع مشابہت ہر مباح بدعتوں میں اگرچہ وہ بدعتیں افعال اہل سنت والجماعت سے ہوں یا کافروں کے یا اہل بدعت سے انتہیٰ اب خیال کرنے کا مقام ہو کہ تشبہ جو حدیث میں منع ہے اس کے یہ معنیٰ ہیں شرعًا پھر ہم کو قوم ہنود سے کسی بات میں مشابہت نہیں قرآن پڑھنے میں نہ چنوں پر کلمہ پڑھنے میں یہاں تک کہ تیسرے دن کی تعین میں بھی شرکت نہیں کیوں کہ ان کی تعین بدلتی رہتی ہے بباعث پیش آنے گرہ مذکور کے

کو فہم ہی نہ ہو تو کیا کرے ظاہری لفظ کو دیکھ لیتا ہے اور حکم خلافِ شرع لکھتا ہے اور جو بدعت مباح ہووے گی اور افعال اہل سنت سے ہووے گی وہ خود مامور شرعی اور سنت ہو جیسا کہ بحث بدعت میں گذرا غرض عبارت قاری بحر اور مولوی اسماعیل کی یہ سب دیگر روایات سے متفق ہیں مگر فہم مؤلف کا مخالفت حق سے کر رہا ہے اور سویم جو شعار مذموم ہنود کا ہو نہ اس میں کوئی امر محمود ہے نہ اس کی اجازت بلکہ ممانعت شرعیہ اس میں ثابت ہو چکی کہ اس کو اباحت سے کیا علاقہ ہو فہم سلیم خدا تعالیٰ دیوے تو سب کچھ ہو ورنہ ضلوا واضلوا[1] کا مضمون ہوتا ہے اب یہی بحث کہ بحر میں تشبہ حرام اس کو لکھا ہے کہ بقصد تشابہ ہووے سوا اول تو کہا جاتا ہے کہ حدیث میں مطلق تشبہ آیا ہے تخصیص حدیث کی بالرائے درست نہیں اور سب محققین نے مطلق تشبہ لکھا ہے بس قول بحر کا حدیث کے معارض نہیں ہو سکتا حدیث میں ہو کہ والشیب لاتشبہوا بالیہود الخ تطفوا انفسکم ولاتشبہوا بالیہود الخ اور ظاہر ہے کہ شیب میں اور تلطخ انفسیہ میں کسی نے قصد تشابہ یہود کا نہیں کیا تھا بلکہ خلقی اور عادی امر تھا صوم عاشورا میں کسی نے تشبہ یہود کا کیا تھا بزعم مؤلف بلکہ باذن شارع کے تھا مگر اس کی توجیہ بھی کرتا ہوں کہ مراد بحر کی یہ ہو کہ تشبہ کے لفظ میں اخذ بتکلف ہے سو قصداً در فعل مؤلف کا اس میں ہونا چاہیئے پس اس کی صورت یہ ہو کہ اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور پھر اس کو خبر ہوئی تو ازالہ کرے ورنہ اب بعد علم کے تشبہ ہوگا پہلے متشبہ تھا اور اپنے فعل میں عاصی بھی نہیں تھا اب قصد جو کرتا ہے تو تشبہ ہوا علیٰ ہذا جو امر ایسا ہے کہ اس کا ازالہ کر سکتا ہے مگر قصداً ازالہ نہ کیا جیسا ریش کا خضاب تو ترک خضاب قصداً کرتا ہے کیوں کہ ازالہ پر قادر ہے اور نہیں کرتا بہر حال سب جگہ معصیت کے واسطے فعل مکلف کا ضرور ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ قصداً اس فعل تشبہ کا کرے نہ یہ کہ اس فعل کو کفار کے تشبہ کی نیت سے کرے پس دونوں میں فرق زمین آسمان کا ہے اگر عقل ہو اور جو تسلیم کریں کہ یہ دوسرے معنیٰ ہی ہیں تو چونکہ تشبہ کو شارع نے کفر فرمایا بقولہ فہو منہم اور کفر بدون قصد قلب کے نہیں ہوتا لہذا یہ قید اضافہ کی کہ کافر جب ہوگا کہ دل میں نیت تشبہ کفار کی کرے ورنہ کافر نہ ہوگا گو عاصی ہوگا یہ بھی حق ہو علی قاری شرح اکبر میں لکھتے ہیں ولو شبہ نفسہ بالیہود والنصاریٰ صورۃ او سیرۃ علیٰ طریق المزاح والھزل ای ولو علیٰ ھذا المنوال کفر وفی الخلاصۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علیٰ راسہ قال بعضھم یکفر الخ غرض یہ کہ قصد تشبہ کفار کا کیا اگرچہ ہزلاً ہو تو قصد و نیت تشبہ کفار سے لاریب کافر ہوگا اور معصیت ہونے کو قصد فعل کا چاہیئے کہ جس میں مشابہت ہوئی گو بقصد مشابہ نہ ہو بلکہ خود خبر بھی نہ ہو کہ یہ شعار کفار کا ہو اور پھر خبر ہوا اور بعد خبر کے ازالہ نہ کرے تاہم عاصی ہووے گا بہر حال احادیث کثیرہ سے ثابت ہو کہ بلا قصد بھی تشبہ ممنوع حاصل ہوتا ہو اور بحر کے بھی یہی معنیٰ ہیں گو مؤلف اپنے فہم سے قاصر و عاجز ہو کر عبارت بحر کو مخالف حدیث کے بتاتا ہے پس الحمد للہ کہ دلائل واضحات نص وفقہ سے بدعت و کراہت رسوم مروجہ کی ثابت ہوئی اور رسوم کے تشبہ کو مؤلف خود قبول کر چکا گو اپنی کم علمی سے اس کو حد تشابہ سے نکالتا ہو مگر یہ فہم اس کا باطل ہو گیا اب اگر انصاف ہو تو یہی دو اصل بالکل تمام رسالہ مؤلف کے قلع قمع کو کافی ووافی ہے مگر چوں کہ ہر ہر بحث پر مؤلف کج فہمی سے بحث کرتا ہے لہذا اس پر تنبیہ

[1] گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا سے ختم کرنا۔

Marfat.com

پس تشبہ لغوی وشرعی کسی طرح کا ہم کو ان کے ساتھ نہیں والحمد للہ ذوعلیٰ ذلک **لمعہ خامسہ** فاتحہ چہلم و بستم و دہم و سبو قبرستان در مساجد پہلے دستور تھا کہ مٹی کا گھڑا جس کو فارسی میں سبو اور عربی میں جرا کہتے ہیں میت کی طرف سے مساجد میں بھیجا کرتے تھے نہ فقط ایک گھڑا بلکہ چند گھڑے علاوہ ان گھڑوں سے جن سے غسل میت ہوتا تھا بھیجتے تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ مرگئیں انہوں نے پوچھا. یارسول اللہ کون سا صدقہ بہتر ہے آپ نے فرمایا پانی تب انہوں نے ایک کنواں یعنی چاہ تیار کرایا اور کہا ہٰذہ لام سعدؓ یعنی یہ چاہ سعدؓ کی والدہ کا ہے اس کو ثواب پہنچے یہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے پھر ہر کوئی تو کنواں یعنی چاہ کھدوانے کا بنانے کا مقدور نہیں رکھتا اس لئے مسلمانوں میں یہ قاعدہ ٹھیر گیا تھا کہ کورے گھڑے مسجد میں بھیجا کرتے تھے کہ حضرت نے پانی کو اچھا صدقہ فرمایا ہے اگر کنواں نہ بنا یا ہم اگھڑا بھرا ہوا مسجد میں رہے گا کوئی اس سے پیا سا پانی پئے گا کوئی وضو و غسل وغیرہ کے خرچ میں لاوے گا یہ اصل ہے گھڑا بھیجنے کی اور چالیس روز تک

ناظرین کو کر دینا ضرور ہوا کم علمی اور کوتاہ فہمی مؤلف کی اور جہل مرکب اور دعویٰ بے مغز اس کا سب پر روشن ہو جاوے کہ کس حوصلہ پر کتاب لکھ کر کمر بر اضلال خلق اللہ تعالیٰ باندھی تھی **قولہ لمعہ خامسہ الخ اقول**

مسجد میں گھڑا بھیجنے کی بحث

قولہ لمعہ خامسہ الخ اقول گھڑے مسجد میں پہلے دیا کرتے تھے وہ متروک ہو گئے تو مؤلف کو افسوس ہے کہ یہ بدعت کیوں مرتفع ہو گئی اصل اس کی یہ تھی کہ ہنود بارہویں روز گھڑا اس جگہ جہاں مردہ جلاتے ہیں رکھ کر چلے آتے ہیں مسلمانوں نے بھی اس کو دیکھ کر شروع کیا کہ مسجد میں پانی کا گھڑا بھر کر بھیجدیا کریں کیوں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسجد میں گھڑا اور بوریا لوٹا چراغ وغیرہ سب دینا موجب اجر ہے مگر بطور رسم دینا کہ جس میں تشبہ لازم لازم آئے اور خاص گھڑا ہی ضروری جان کر دینا اگرچہ ضرورت اس کی مسجد میں نہ ہو یہ بدعت تھا اور ملاؤں کو بھی رقت ہوتی تھی کہ گھڑوں کو فروخت کرتے پھرتے تھے یہ رسم کچھ ترک ہو گئی ہے مگر چہلم کا گھڑا اب بھی اکثر عوام میں ہے خیر یہ تو یہ ہوا مگر جولانی طبع مؤلف کی قابل داد ہے کہ حدیث میں تو صدقہ پانی کا آیا ہے کہ پانی کو صدقہ جاریہ کرے یہ معنی کہ چاہ کھود کر پانی نکال کر اس پانی کو صدقہ کرے مؤلف اس سے ظرف اور ٹھیکرے کا صدقہ سمجھ گیا پانی سے گھڑا لینا مؤلف کا ہی فہم عالی ہے پانی اور مٹی دو ضدیں ہیں اس کو اس سے کیا علاقہ یہ تقریر کہ گھڑا دینا بلکہ مٹی کا ڈھیلا بھی دینا موجب ثواب کا ہے مگر پانی کے صدقہ سے گھڑے کا صدقہ کیسے نکالا چاہ کا گھڑا تو مقصود نہ تھا پانی کی ذات سے مقصود اور پانی ہی کا صدقہ مراد ہے ہاں اگر فرماتے کہ صہریج وحوض بنوادے کہ صہریج میں کوئی پانی بھرتا ہے گھڑے میں بھی کوئی بھر دے گا اور جو بوجہ تناسب ظرف کے یہ استخراج ہے کہ ہمارا اعانت ملے گی تو پھر اس پر کیا حصر ہے کل کو مؤلف ٹوکرا چکنی مٹی کا بھی حکم دے گا کہ صدقہ کر و مسجد میں ڈال آؤ اور ٹوکرا ملیوں کا کہ اس سے گھڑا بن کر اعانت پانی کو ہووے گی اور مؤلف حدیث سعد سے استخراج کرنا دلیل کا بیان کرے گا یہ نہ سمجھا کہ پانی کا صدقہ گھڑے کی صورت میں پانی گھڑے میں بھرنے والے کی طرف سے ہو گا نہ گھڑے والے کی غرض ایسی ایسی تقریرات واہیہ اور استخراجات قبیحہ کام مؤلف کا ہے اگر ایسا احیاء اس بدعت کا مقصود تھا سید اللہ تعالیٰ مسجد میں گھڑے کام آتے ہیں نہ یہ کہ چاہ کو اصل بنا کر اپنی خوبی فہم ظاہر کرتا اور پھر یہ کہ فقط اصل نکل آنا تو جواز کے لئے کافی نہیں اس کے سب عوارض بھی رفع ہونے ضرور ہیں کہ تشبہ نہ ہوا اور تعین مطلق نہ ہو اور اس کو مؤکد و واجب جانتا نہ ہو اور تحرز ریا سے نہ ہو ورنہ یہی اگر مؤلف کا علم و فہم ہے تو دھوتی کفار کی اصل تہمد ہے اور من کل الوجوہ مشابہت بھی نہیں حسب زعم مؤلف کے پس سنت ہوا اور حضرت عثمانؓ سے منقول ہے کہ ایک طفل کے چہرے پر سیاہ ٹیکہ نظر بد واسطے لگوایا تھا سو تلک کی اصل نکل آئی تو یہ بھی جاری کرے .... اور سوت کا بنا کرتہ ثابت ہے سو زنار سوت کی اصل

Marfat.com

کھانا بھیجنے کی وجہ یہ ہے کہ فقہار نے لکھا ہے یستحب ان یتصدق عن المیت الی ثلاثۃ ایام یعنی مستحب ہے کہ صدقہ دیا جاوے میت کی طرف سے تین دن اور بعضوں نے لکھا ہے الی سبعۃ ایام یعنی سات دن تک اور بعضوں نے اربعین یعنی چالیس دن لکھے ہیں یہ روایتیں خزانۃ الروایات اور شرح برزخ وغیرہ میں ملیں گی غرض ان سب روایات کے سبب آدمی چالیس دن تک برابر روٹی محتاج کو میت کی طرف سے دیتے ہیں باقی رہا چہلم وغیرہ تو صورت اس کی یہ ہے کہ جو صاحب اسکو منع کرتے ہیں انکی چند دلیلیں ہیں ان کا حال معلوم کرنا چاہیئے بعد ازاں وجہ جواز سننی چاہیئے

بھی نکل آئی پھول سونگھنے درست ہیں پھولوں کے سہرہ کی اصل نکلی، علی ہٰذا صدہا مسائل کی اصل نکلتی ہے اور مؤلف سب کو جائز کہے گا اگرچہ کفر ہی ہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ مؤلف کو اپنی کم فہمی ہانکنی ہے نہ رسم جاہلیت کا اندیشہ نہ ریا در فع بدنامی کی وجہ سے کرنے کا خدشہ نہ منع تعیین بالرائے کا کھٹکا نہ تشبہ کفار کا خطرہ نہ اپنی عاقبت وایمان اور ضلال خلق کی پرواہ اپنی منہ زوری کرنی خواہ کچھ ہو فقط

چالیس روز تک کھانا بھیجنے کا بیان | **قولہ چالیس روز تک الخ اقول** ابتدائے موت کے وقت صدقہ خیرات عمدہ امر ہے ایصال ثواب کا انکار نہیں بار بار ذکر ہو چکا ہفتہ تک چلے تک دو ماہ تک کم زیادہ حسب مقدور خالصًا لوجہ اللہ تعالیٰ کرو کہ جس میں کوئی خلاف شرع نہ ہو جائے مؤلف خواہ مخواہ اہل سنت کو مانع صدقہ کہتا ہے اور وہ ہرگز صدقہ کو منع نہیں کرتے اس کو منع کرتے ہیں جو شرعًا ممنوع ہو یعنی تشبہ بکفار لازم لازم نہ آوے اور مؤلف بھی اس کو قبول کرتا ہے یا تعیین بالرائے کہ تغیر حد شرع ہے اور اس کو بھی مؤلف قبول کرتا ہے پس اگر کسی نے طعام للفقراء خالصًا لوجہ اللہ تعالیٰ کیا اور ان دو امر میں سے ایک یا دونوں اسمیں پائے گئے تھے تو ثواب پہنچے گا مگر اس فعل سے گنہ گار ہو گا اور مجموعہ اس کا مکروہ ہو جاوے گا اس امر کو ہر ناظر خوب محفوظ رکھے کہ مؤلف کو اس کوتاہ نظری نے خراب کیا ہے کہ بدون سمجھے لڑنے کو آمادہ ہوا ہے یا تخصیص طعام اور اس کو بھی مؤلف مانتا ہے کہ تغیر حکم شرع کا ہے پس اس قسم کی ہے چالیس روز کی روٹی کہ اگرچہ گھر میں روٹی گوشت کھا دیں مگر وہ کر روٹی گھی سے مل کر شکر ڈال کر مسجد ہی میں خاص کر دیویں نہ کسی بیوہ فقیر کو نہ کسی حاجت مند کو اور نہ عمدہ کھانا اس میں غالب رسم محض ہو اور شاید ایصال ثواب بھی ہو سو قبول خالص ہوتا ہے نہ مخلوط یا رسم ضروری جاننا کہ خواہ مخواہ کرے اگرچہ مقدور نہ ہو اور یہ بھی مؤلف جائز نہیں لکھتا کیوں کہ وہ خالصًا لوجہ اللہ ایصال کیواسطے نہیں کرتا بلکہ برادری کرتا ہے نہ رسوم کے واسطے یہ طعام ہے جس کو بنا زیبہ وغیرہ لکھتے ہیں اور بدعت مستقبحہ کہتے ہیں یا فخر و ریا سے کرنا یا شرم برادری سے کرنا اس کو بھی مؤلف نصائح میں منع کرتا ہے اور یہ سب جگہ حرام ہے غمی ہو یا شادی اور کھانا اس کا درست نہیں سو فی الواقع مؤلف اصول میں مخالف نہیں مگر اپنی کج فہمی اور کم علمی سے اور نفس سخن پروری سے مخالفت جزئیات میں کر کے اوراق سیاہ کرتا ہے اور ادعائے بے سود کر کے اپنی حقیقت علماء پر ظاہر کرتا ہے اور فی الواقع یہ نزاع کم فہمی اور نفسانیت کے سبب سے ہے خوب محقق ہے کہ چہلم رسم کے کرنے میں ایصال ثواب مقصود نہیں گو کوئی تاویلات کرے اور پھر فرق ہے چالیس روز تک صدقہ کرتے ہیں اور چالیسویں روز چہلم کرتے ہیں کما لا یخفی، چوں کہ مؤلف یہاں مجمل چھوڑ گیا اس طرف سے بھی اس پر کچھ تعرض نہیں کیا ایصال ثواب کو کوئی منع نہیں کرتا اور تعینات لاریب سب بدعت ہیں،

چہلم ودہم وغیرہ کی تحقیق | **قولہ ان کی چند دلیلیں ہیں الخ اقول** دلیلیں یا تعیین بدعت کی وہی ہیں جو کلیات احادیث وفقہ سے ثابت ہو لیں اور دیگر روایات جزئیہ فروع ہیں نہ ان کی ضرورت ہے نہ ان پر کوئی امر موقوف ہو مگر مؤلف اپنی کم فہمی سے ان کو ہی بنا منع جان رہا ہے سو یہ سخت خطا ہے ان روایات کی بحث میں مؤلف اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور ہم کو بھی اس کی ان روایات کے جواب دینے کی ضرورت نہیں مگر مؤلف کو چوں کہ اپنا علم جتلانا ہے تو ہم کو بھی اظہار اس کی کم فہمی کا کرنا پڑا

دلیل اول عبارت شرح منہاج نودی شافعی کی ہے جو سیف السنۃ کے ص۱۲۱ وص۱۲۲ میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ۔
جواب اس کا یہ ہے کہ شرح منہاج میں دو امر کا ذکر ہے ایک تو جمع ہونا تیسرے دن مردہ کی قبر پر اور وہاں جا کر گلاب کے پھول اور عود یعنی اگر کی تبیاں وغیرہ حاضرین مجلس پر تقسیم کرنا سو اس کا ذکر تو بیان سوم میں گذر چکا ہے۔ الاختصاص یہ ہے کہ لوگوں نے نہایت تکلفات بے ہودہ ایجاد کئے تھے اور وہ تکلفات بھی کرتے تھے گو رمیت پر پس ممنوع ہونا اس کا صحیح ہے چنانچہ ہم خود اس کی ممانعت پر تصریح کر چکے اور بعد ممانعت علماء کے

دلیل اول شرح منہاج کی عبارت اور اس میں مولف کی تشریح

قولہ دلیل اول الخ اقول شارح منہاج میں تین چیز کا ذکر ہے قبر پر تیسرے دن جمع ہونا اور عود اور ورد کی تقسیم مطلقًا قبر پر ہونا یا غیر قبر پر کسی روز ہو اور کھانا کھلانا ایام مخصوصہ میں اور ہر سہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہل میت کو منع فرمایا ہے اور اس میں کوئی تعین یوم کی نہیں اور نہ تعین قبر کی پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر پر روز سیوم جمع ہونا بھی فرد اس اجتماع کی ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر ہر شخص اپنے ملک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحتہً تو شارح منہاج کی بلاد میں اجتماع القبر یوم ثالث ہوتا تھا اس نے اس کی تصریح کی حالاں کہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیوں کہ حدیث جریر میں عمومًا سب کو منع لکھا ہے مگر مؤلف اپنی تیزیٔ فہم سے قید کو احترازی سمجھ گیا اور حدیث جریر کو ذہن مؤلف میں خدانخواستہ عبور ہی نہیں جو مطلع ہوتا اور ہمارے ملک میں اجتماع روز سویم ہے مگر قبر پر نہیں پس منہاج کی قید سے اس کا جواز نہیں ہو سکتا جیسا مؤلف کو دھوکہ ہوا ہے ہاں بعد ختم کے دستور تھا کہ شرفاء مکان میت پر جاتے تھے اب متروک ہو گیا ہے اطراف قوم میں اب بھی جاری ہے بہر حال اجتماع خواہ روز سویم ہو یا پس و پیش قبر پر ہو حدیث جریر سے ممنوع ہے اور ہمارے ملک میں روز سویم کی قید ہے اور شارح منہاج کے یہاں قبر کی بھی قید تھی سو سب ممنوع ہیں اور یہ قید شرح منہاج کی احترازی نہیں اور تقسیم ورد و عود بھی ہر روز بوجہ میت کے بدعت ہے اس میں بھی کوئی قید یوم و قبر کی نہیں اسی واسطے شارح منہاج مطلق کہتا ہے یہ مؤلف کی خوش فہمی ہے کہ دونوں کو جمع کر کے ایک بناتا ہے یہ نہیں بلکہ یہ مستقل رسم ہے ہمارے ملک میں اب بھی اکثر جگہ ہے کہ بعد ختم کے مثلًا گلاب کٹورہ میں لے کر سب حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہیں یہاں گلاب کا قطرہ تقسیم ہوتا ہے وہاں عود[1] اور ورد[2] تقسیم ہوتا تھا پس اس میں قید قبر کی اور سویم کی کچھ نہیں مطلقًا بدعت ہے اور اس کی اصل وہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ کو جو خبر اپنے والد یعنی ابو سفیانؓ کی موت کی پہنچی تو انہوں نے خوشبو اپنے عارض کو لگائی اور فرمایا مجھکو حاجت نہ تھی اس کی مگر میں نے سنا کہ فخر عالم فرماتے تھے کہ نہیں حلال کسی عورت مومن کو کہ سوگ[3] کرے تین روز سے زیادہ مگر زوج پر دس روز چار ماہ سو اصل خوشبو کی یہ تھی رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہنچی اور بدعت ہو گئی کہ سب حاضرین برادری سوگی بن گئے اگر بعض بلاد میں قبر پر جا کر تقسیم ہوتا ہو تو یہ بھی داخل اس میں ہی ہوا بہر حال تقسیم ورد مطلقًا بدعت ہے خواہ روز سویم ہو یا اور کسی دن خواہ غیر قبر پر تو یہ شارح منہاج نے عمومًا بیان کیا ہے اپنی بلاد کی رسم پر اور اگر قیود روز اور قبر کی زائد بھی ہو دیں تو احترازی نہیں تاکہ بلا قیود کے جواز ہو جاوے اگر یہ مباح ہے تو اہل میت کے واسطے مباح ہے اگر درجۂ اباحت سے نہ بڑھے پس اس کو خواہ مخواہ مقید بیوم ثالث سے کرنا کم فہمی مؤلف کی ہے بلکہ یہ مستقل بدعت ہے اور ہر حال مذموم پس بحث عطف کی مؤلف نے جو لکھی بالکل لغو غلط ہے متعلقات معطوف علیہ کے معطوف میں ہونے خواہ مخواہ کوئی قاعدہ نہیں اگر قرآن بھی مؤلف پڑھا ہوا ہوتا تو ایسی بات نہ کہتا ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب

[1] مردہ کی تدفین کے تیسرے روز جمع ہونا [2] آگے پیچھے [3] اگر بتی کہ لوبان [4] ماتم

Marfat.com

جن بعض آدمیوں نے یہ رسمیں ایجاد کی تھیں چھوڑ دیں اب یہ رسم کہیں نہیں دوسری بات شارح منہاج سے یہ نکلی کہ کھانا کھلانا تیسرے
دن اور پانچویں دن اور نویں دسویں بیسویں چالیسویں دن اور چھٹے مہینے برسویں دن بدعت منع ہے سو یہ ظاہر ہے کہ کھانا ان ایام
میں قبر مردہ پر جا کر کھلاتے تھے تقسیم الورد اور اطعام کا معطوف ہونا لفظ الاجتماع پر دلیل ظاہر ہے اس بات پر کہ قبر پہ جمع ہوتے تھے اور
وہاں تقسیم خوشبو کرتے تھے اور وہاں یہ کھانا ایام مخصوصہ میں کھلاتے تھے اور علاوہ قرینہ عبارت کے خود فتاوی بزازیہ میں تصریح قبر پر کھانا لیجانے
کی مکروہ الی الی الطعام الی القبر فی المواسم لفظ مواسم جمع ہے موسم کی اور موسم لغت میں کہتے ہیں ایک چیز کے وقت کو اور جمع ہونے کی جگہ کو
کذا فی المنتخب وغیرہ پس معنی یہ ہوئے کہ مکروہ ہے کھانا لیجانا قبر مردہ پر ایام مقررہ میں اس سے صاف معلوم ہوا کہ تیجہ نویں دسویں دن اور چھ
ماہی اور برسی اور ایام عید و شب برات وغیرہ میں جو کہ ایام واسطے فاتحہ اموات کے معین ہیں اہل اسلام میں بعض آدمیوں نے بعض شہروں میں
کھانا قبر پر لیجانا اور اس جگہ جا کر کھانا رسم کر لیا تھا اس کو اہل فتویٰ نے منع کیا اور نصاب الاحتساب سے بھی اس کی تصدیق پہنچتی ہے کہ لکھا ہے ویشربون
الشربۃ عند القبور وفی الحدیث اکل فی المقابر یقسی القلب یعنی پیتے ہیں شربت قبروں کے پاس حالاں کہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانا قبرستان میں سخت

ویقیمون الصلوٰۃ الخ یومنون بالغیب کی قید ہے اور یقیمون بدل اور یؤتون میں نہیں ایسا ہی صدہا امثلہ موجود ہیں مگر ایک مشکل ہو گئی کہ خوشبو کی
اصل حدیث ام حبیبہؓ سے مؤلف نے سن لی ہے تو ہرگاہ یہ پادے گھر ثابت ہو گیا تھا یہ تو بعینہ وہی ہے پس اب شرح منہاج پر چاہے ضعف
روایت کا حکم دے کر یا کہ ان کو حدیث نہیں پہنچی یا یہ کہ وہ شافعی ہیں اس رسم کو بھی مؤلف جاری کر دیوے استغفر اللہ اور اطعام ایام مخصوصہ بھی مطلق
ہے اس میں بھی کوئی قید قبر یا غیر قبر کی نہیں بلکہ قیدوں کی بھی نہیں اور یہ وہ طعام ہے جو حدیث جریر میں فرمایا کہ وصنعھم الطعام الخ پس یہ طعام بھی
مطلقاً ممنوع ہے خواہ کبھی ہو خواہ کہیں ہو شارح منہاج نے ایام کی قید لگائی اپنے ملک کی عادت پر اور بزازیہ نے قید علی القبر لگائی اپنے
بلاد کے عرف پر پس بہر حال یہ طعام مکروہ ہے مطلقاً نفس مگر جو فقراء کے واسطے ہو بطور صدقہ تو نفس طعام مباح ہے فقراء کو اگرچہ یہ تعیین
یوم کی بدعت ہے جس میں بہت کچھ بحث ہو چکی ہے پس شارح منہاج اطعام الطعام کو مکروہ کہتا ہے اس طعام کو مکروہ نہیں کہتا تو یہ عموم
سب مسائل کو شامل ہو گیا پس مؤلف کا علی القبر اضافہ اپنے فہم سے کرنا ثمرہ کم فہمی کا ہے ورنہ مسئلہ صاف ہے اور اس کی شرح کرنا بزازیہ
کی روایت سے اس وقت ضرور تھی جو مطلق کے معنی میں کچھ تردد ہوتا ہرگاہ کہ حدیث جریر نے مطلقاً سب کو منع کر دیا تو مطلق منع
ہو گیا عبارت یہ ہے کہ بزازیہ میں خود اس طعام ایام مخصوصہ کو مکروہ لکھا ہے چنانچہ دوسری دلیل میں مؤلف نقل کرتا ہے اور نقل طعام
کو بزازیہ نے دوسرا مسئلہ بنایا ہے **قولہ** ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث بعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم
الخ اور مکروہ ہے کھانا تیار کرنا یوم اول یوم ثالث اور ایک ہفتہ کے بعد اور خاص مہینوں میں قبر پہ کھانا لیجانا۔ پس اس عبارت میں
صاف معلوم ہے کہ نقل الطعام دوسرا مسئلہ ہے مگر مؤلف کو تمیز نہیں اور صدقہ کھانا ہر روز مستحق کو حلال ہے مگر یہ تعیین مکروہ ہے اور فقیر کو
بھی بوجہ اعانت مکروہ ہے کہ اس کی اجابت نہ چاہیے کہ مکروہ جیسا دعوۃ المغنیاء میں نہی قبول ضیافت کی وارد ہوئی ہے پس مؤلف کی
یہ سب توجیہات محض ناواقفیت قواعد دین سے ہے اور شرح منہاج سے کراہت چہلم دہم وغیرہ کی سب ظاہر ہے الغرض استدلال
مانع بدعت کا تو اس روایت منہاج سے یہ تھا کہ ایام مخصوصہ کی ضیافت کو بدعت ممنوعہ لکھا ہے سو اگر یہ طعام بوجہ رسم ہے تو ایک وجہ
بدعت کی رسم ہوئی اور یہ چہلم ہمارے ملک کا بھی رسم ہوتا ہے ایصال ثواب مقصود نہیں ہوتا اور دوسری وجہ اس میں تعیین وقت کی ہے

ے سینکڑوں کے کھانا کھلانا کے نتیجہ۔۔

Marfat.com

کردینا ہے لوگوں کو پس علماء دین نے وجہ ممنوع اور مکروہ ہونے کی ممانعت حدیث شریف کی بیان کی ہے کہ احادیث سے قبروں پر
کھانا پینا منع ہے یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا باعث خاص کرینے دن کے مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ان ملکوں میں جو فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں
وغیرہ کی کرتے ہیں مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہوئی دوسری دلیل فتاوی بزازیہ کی عبارت ہے جو کہ مستملی شرح منیۃ المصلے میں منقول
ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن
وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص اس عبارت سے تین مسئلے پیدا ہوئے ایک یہ کہ مکروہ ہے کھانا تیار کرنا
میت کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتے کے بعد یعنی آٹھویں دن جواب اس کا یہ ہے کہ اس میں دسویں بیسویں چالیسواں کا نام بھی نہیں
پھر یہ عبارت کس طرح چہلم وغیرہ کی ممانعت پر دلیل ہو سکتی ہے اور اگر اجتہاد کرکے قیاس قائم کرو کہ جس طرح بزازیہ میں ان ایام کو منع کیا
ہے ان ایام میں منع کرتے ہیں تو اس کو بھی ہم رد کرتے ہیں دو وجہ سے ایک وجہ یہ کہ خود شارح منیۃ المصلی نے عبارت بزازیہ کی نقل کرکے اس کو
رد کیا ہے اور اس کھانے کا مکروہ ہونا مسلم نہیں کہا اور یہ لکھا ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ یعنی مکروہ کہنا اس کھانے کو خالی بحث کر
نہیں اس واسطے کوئی دلیل کراہت پر نہیں الی آخرہ پس جب کہ خود شارح منیۃ المصلی نے کراہت کو مسلم نہیں رکھا ہم بھی مسلم نہیں رکھتے معلوم نہیں

کہ اس کو بھی شارح نے منع کیا ہے تو دو وجہ بدعت ہونے کی پائی گئیں اور جو لوجہ اللہ تعالیٰ ایصال ثواب کا طعام ہے تو تعین وقت کی وجہ
سے بدعت ہو گیا گو طعام میں جواز ہو مگر بہر حال تعین وقت منع اور بدعت رہا ہر حال پس ہمارے ملکوں میں بھی اگر کسی کی نیت ایصال
ثواب کی ہی ہووے گی تاہم یہ وجہ تعین وقت کی بدعت ہونے کی ہر حال موجود ہووے گی ورنہ اصل چہلم ہمارے ملک میں بھی دونوں وجہ موجود
ہیں اور مؤلف اس کو ہرگز نہ سمجھا اور فہم مطلب میں یہ خطائیں کی کہ اجتماع کو کہ مطلق الی اہل المیت حدیث جریر سے ممنوع تھا مقید بہ قولہ الثالث
اور علی القبر کیا اور خلاف حدیث کے بنایا اور اس قید کو احترازی ٹھیرایا حالاں کہ واقعی تھی اور تقسیم الورد[1] کو بھی مقید کیا حالاں کہ وہ مطلقاً
بدعت ہے اور اطعام طعام کو جو حدیث جریر سے ممنوع مطلقاً ہو گیا تھا مقید علی القبر اور خلاف حدیث و فقہ کے بنا دیا اور تعین وقت جو ممنوع تھا
اس کے منع سے محض انکار کیا اور تین مسئلوں کو دو بنا دیئے اور استدلال کو بالکل نہ سمجھا اور عطف کی بحث بے معنی لکھدی پس اب حسن و علم و
فہم مؤلف کا سب پر روشن ہو جاوے گا کچھ بھی تو مس اس فہم کتب سے نہیں اور تکبر و دعوی کی کوئی نہایت ہی نہیں قولہ یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا پینا
باعث الخ اقول مؤلف کی چشم فہم حق بیں بند ہے شارح منہاج نے تو یہ لکھا ہے کہ ایام مخصوصہ میں اطعام[2] بدعت ہے نہ یہ لکھا کہ قبروں پر
لیجانے کی وجہ سے بدعت ہے نہ یہ لکھا کہ تعین یوم کے سبب سے بدعت ہے مؤلف دوسری روایت سے قبر پر لیجانا ثابت کرتا ہے حالاں کہ وہ دوسرا
مسئلہ ہے چنانچہ بزازیہ سے واضح ہے ایسا ہی تعین یوم کی بدعت پہلے محقق ہو چکی اور مؤلف بھی تخصیص کی بدعت ہونے میں معترف ہو لیا ہے
پس ہوش کرے تو سب کچھ لکھا ہے اور خواب غفلت میں رہے تو اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں لکھا اور مقابر پر لیجانا دوسری بدعت ہے ایک دوسرے سے کیا
علاقہ ہے تامل کرکے اگر ہمارے بلاد میں قبور پر نہیں جاتی تو تعین یوم کی ہی بدعت کراہت کو کافی ہے چہ جائیکہ دوسری وجوہ بھی موجود ہوں

دوسری دلیل عبارت بزازیہ کی اور مؤلف کی خوش فہمی	قولہ دوسری دلیل الخ اقول مؤلف کے فہم پر آفریں ہے عبارت بزازیہ میں یوم اول و ثالث و بعد اسبوع کے طعام کو مکروہ صاف کہا ہے غرض یہ کہ ایام معینہ کرکے طعام پکانا درست نہیں جب ان ایام میں درست

نہیں تو دسویں بیسویں چہلم بھی درست نہیں وہ بھی تعین یوم ان ایام میں ہے ان کے عرف[3] میں اول و ثالث کو پکتا تھا ہمارے عرف

[1] گلاب کی تقسیم [2] کھانا کھلانا [3] ملک کے اصطلاح

جن حضرات نے یہ عبارت بزازیہ کی شرح منیہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح منیہ میں اس پر اعتراض لکھا تھا کہ کیوں نقل نہ فرمایا دوسری وجہ رد استدلال مانعین کے لئے یہ ہے کہ اگر طعام ایام مخصوصہ کی کراہت موافق کلام بزازیہ کے مسلم بھی رکھیں تو وہ کراہت خاص اس کھانے کے لئے ہو سکتی ہے جس کو وارثان میت بعض ملکوں میں فخریہ طور پر کرتے ہیں اور جس طرح شادی عروسی وغیرہ میں شان اور فخر کے ساتھ کھانا کھلانے کا دستور تھا اسی طرح میت کا کھانا تکلف اور زینت سے اغنیاء اور امیروں اور عزیزوں قریبوں کنبہ والوں کو کھلاتے تھے جس طرح محدث دہلوی اور فقیہہ شامی کے کلام سے عنقریب دلیل تیسری میں نقل کیا جاوے گا لیکن اس کی ممانعت بھی ایسی ہے کہ اس عبارت

میں دسویں وبیسویں کو مثلاً ایسے جزئیات سے استدلال خاص نام مدلول کا کہاں ہوتا ہے جو یہاں مؤلف طالب ہے یہ نہایت فہم مؤلف کا ہے ایک جزئیہ سے دوسرے جزئیہ پر اشتراک کلیہ وعلت کی وجہ سے دلیل لائی جاتی ہے یہ معنی کہ دونوں جزئیہ ایک کلیہ میں درج ہیں مثلاً نبیذ سے بھنگ کی حرمت پر بوجہ سکر کے مؤلف صاحب کا فہم قاصر ہے اب جبہ رد مولف کے اس قیاس کو سنو ایک یہ کہ شرح منیہ نے اس کو نہیں مانا سو پہلے ہم لکھ چکے کہ رد مختار نے شرح منیہ کا قول بوجہ معقول رد کر دیا ہے تو بزازیہ کا قول درست رہا اور قیاس بھی صحیح رہا اس کی بحث پہلے بھی ہو چکی ہے دوسری وجہ اس کے رد کی یہ مراد اس طعام سے طعام فخر وریا کا ہو سو یہ تاویل مؤلف کی بالکل غلط ہے کیوں کہ مطلق کو مقید کرنا بلا قرینہ تو یہ بلا وجہ درست نہیں طعام فخر کا مطلقاً حرام ہے یہاں میت کے طعام میں اس کا ذکر کرنا خصوصاً کیا محل تھا حالانکہ جیسا فخر کا کھانا یہاں مکروہ ہے بلا فخر بھی برادری کو کھانا مکروہ ہے بروایت جریر پس قید فخر کی لغو ہے اور مؤلف جو دلیل اس کی بیان کرتا ہے کہ بزازیہ نے خود کہا ہے وان اتخذ طعاماً للفقراء الخ یہ دلیل محض سفسطہ مؤلف کا ہے کیوں کہ یہ روایت اگر پہلی روایت سے متصل ہوتی تو مضائقہ نہیں تھا یہاں بزازیہ میں پہلی روایت تو کتاب الجنائز کی ہے اور یہ دوسری روایت بزازیہ کی کتاب الاستحسان کی ہے اس واسطے کہ شارح منیہ پہلی روایت کو نقل کر کے کہتا ہے کہ بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں یہ دوسری روایت منقول ہے اگر کتاب الجنائز میں ہوتی تو کیوں دوسرے باب کو اس سے نقل کرتا تھوڑی سی عقل درکار ہے پس کس طرح استثناء درست ہوگا عجب فہم مؤلف کا ہے ایک روایت شرق میں دوسری غرب میں اور استثنا جائز ہوا نہیں بلکہ یہ روایت جدی ہے بہرحال اس روایت بزازیہ واقعہ کتاب الاستحسان سے کوئی قرینہ فخر کا درست نہیں ہو سکتا یہ محض کم فہمی مؤلف کی ہے یہاں یہ بات لاریب ہے کہ یہ حرمت طعام برادری کے اطعام کی ہے اور تعیین وقت کا مسئلہ یوم اول ثالث سے اور بعد الاسبوع سے نکالا گیا ہے پس اگر طعام برادری کا ہے تو قطعاً مکروہ ہے دو وجہ سے ایک صنعۃ طعام من اہل میت، جیسا حدیث جریر سے معلوم ہوا دوسرے تعیین تقلیداً اطلاق مستفاد ہوا اور اگر خالص نیت سے فقراء کے واسطے ان ایام میں ہو تو کراہت تعیین وقت کے سبب سے لازم ہوگی کہ طعام کا ثواب پہنچے بہرحال تعیین وقت مکروہ ہوا جیسا اوپر ذکر ہو چکا مگر یہاں مولف کے علم وفہم میں کلام ہے کہ کہاں رکھا رہتا ہے **قولہ فتاوی عالمگیریہ جلد خامس الخ** اقول اس روایت سے غرض مؤلف یہ ہے کہ کچھ ایسی شدید کراہت طعام میت میں بھی نہیں چاہے کھا لیوے مگر یہ سراسر کم فہمی مؤلف کی ہے اول تو حدیث جریر میں نیاحت سے اس کو شمار کیا ہے اور نیاحت حرام شدید ہے تو یہ طعام سخت مکروہ تحریمہ ہوا پھر بزازیہ وفتح القدیر اس کو بدعت مستقبحہ کہتے ہیں اور حدیث لاتقبلوا دعوۃ المتباریین فخر کھانے کو حرام فرما رہی ہے کہ مؤلف بھی اس کو قبول کرتا ہے پس فخر کے طعام میت کو لاباس کے درجہ میں رکھنا محض غلط فہمی ہے اور عالمگیریہ کی تمام روایات یہ ہیں حمل الطعام الی اہل المیت والاکل معہم فی الیوم الاول جائز

اح ۲ بے ذوقی سے یقینی سے کھانا کھلانا ہے اہلِ میت کی طرف سے کھانا تیار کرنا ۶ کھلاوے کی دعوت کو مت قبول کرو،

سے سمجھ لو جو سمجھو فتاویٰ عالمگیری کی جلد خامس باب الهدایا والضیافات میں لکھا ہے لا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لا باس بالاکل منہ بعض علماء اس میں تشدد زیادہ کرتے ہیں بعض کم اور صاحب بزازیہ نے جو منع کیا ہے اسی طرح کے کھانے کو منع کیا ہے کہ جو شادی کی طرح ہو دلیل اس کی خود کلام صاحب بزازیہ ہے جو شرح منیۃ المصلی میں اسی مقام پر مذموم ہے وان اتخذ واطعامًا للفقراء کان حسنًا یعنی اگر غریب آدمیوں کے لئے کھانا تیار کریں اچھی بات ہے اگر صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکورہ بباعث تعین ایام ہوتی تو یوں لکھتا وان اتخذ واالطعام فی غیر ھذہ الایام کان حسنا پس صاف معلوم ہوگیا کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت بباعث تخصیص ایام نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ لوگ غریبوں کو نہیں کھلاتے تھے اپنے دوست آشنا اغنیاء کو کھلاتے تھے اس واسطے کہا صاحب بزازیہ نے کہ اگر کھانا تیار واسطے غریبوں کے اچھی بات ہو اب مرد منصف کو چاہیئے کہ خدا سے ڈر کر اس دلیل پر نظر کرے اور زبان زوری سخن پروری سے تائب ہو دما علینا الا البلاغ، دوسرا[1] مسئلہ منجملہ تین مسئلوں سے عبارت بزازیہ سے یہ معلوم ہوا کہ کھانا میت کی قبر پر لیجانا مکروہ ہے یہ بات ہم پر حجت نہیں اس لئے کہ اس کو خود مکروہ کہتے ہیں اور یہاں ان ملکوں میں یہ رسم بھی نہیں تیسرا مسئلہ یہ نکلا کہ قاریوں حافظوں کو ختم قرآن کے واسطے جمع کرنا مکروہ ہے سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ اگر اہل اسلام جمع ہو کر قرآن پڑھیں برائے خدا اور میت کو بخشدیں اس کا حکم ائمہ مجتہدین اور علماء محققین اور اجماع مومنین سے اور مولوی اسحاق صاحب کے کلام سے ہم ثابت کر چکے کہ وہ ہرگز مکروہ نہیں پس بالضرور مراد صاحب بزازیہ کی یہ ہے کہ موافق رسم بعض ملکوں کے اگر حافظوں کو مزدوری دیکر قرآن پڑھوا دیں یہ البتہ مکروہ ہے اس کی تصدیق کتب

بعد کہ یکرہ کذا فی التتارخانیہ ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لا باس بالاکل منہ کذا فی خزانۃ المفتین وان اتخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا الخ پس پہلی روایت میں ضیافت اہل میت کی بعد ایکدن کے مکروہ لکھی ہے اور پھر خزانہ کی روایت لایا ہے جس سے مراد ہے کہ ہر چند تین روز تک ان کو کھانا دینا مکروہ ہے مگر جو کوئی دیوے تو اہل میت کو کھانا درست ہے قرینہ اس کا یہ ہے کہ یہاں ثلثۃ ایام کہتا ہے جس کے معنے تین روز تک ہے نہ تیسرے روز پس پہلے کہا کہ ایکروز کے بعد ضیافت مکروہ ہے پھر یہاں یہ کہا کہ اگر چہ طعام دینا مکروہ ہے مگر اہل میت کھاویں تو حرام نہیں اور جو مراد اس سے یہ ہو کہ اہل میت کی ضیافت کو کھانا لاباس میں ہے جیسا کو مؤلف نے جزم کر لیا ہے تو اگر یہ فخر کا کھانا ہے تو کس طرح مباح ہوگا یہ تو حرام ثابت ہو گیا ہے بحدیث لا تقبلوا دعوۃ المتبارئین جس کو مؤلف بھی قبول کرتا ہے اور جو اہل میت کا بلا فخر ہے تو جریر کی حدیث سے تحریم ہو چکی، بہرحال فخر کا کھانا اور لاباس سے خفت کراہت کا ہونا مؤلف کا ہی فہم عالی ہے اور پس پس صاف معلوم ہوا کہ عالمگیریہ کی روایت سے فخر کا کھانا ہرگز مراد نہیں ہے اور روایت بزازیہ واقعہ کتاب الاستحسان سے استشنار روایت کتاب الجنائز کا ہرگز نہیں ہو سکتا فقط مؤلف کی خوبی علم کی ہے بس اس روایت کتاب الاستحسان میں دفن کا ذکر نہیں مطلق ہے وان اتخذ واللفقراء کان حسنًا پس اس میں کوئی تعین وقت نہیں کہ جواز تعین طعام فقراء کا معلوم ہو ہاں پہلی روایت سے تعین کا بدعت ہونا معلوم ہو گیا اب مؤلف کو چاہیئے کہ ہماری تحریر کو سوچ کر انصاف کرکے ہٹ دھرمی سے باز آوے اور شرم کرے اور روایات کتب کو غور سے سوچا کرے یا کسی عالم سے تحقیق کر لیا کرے اپنی عقل خام و فہم ناکام پر معتمد نہ ہوا کرے اب سنو کہ روایت بزازیہ میں چار مسئلے ہیں مؤلف کو تین نظر آئے اول یہ کہ جس پر بحث ہے دوسرا نقل طعام الی المقابر وہ خود بدعت ہے پہلی دلیل میں ذکر ہو لیا اس کو مؤلف بھی قبول کرتا ہے تیسرا مسئلہ اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن یہ بھی گذر چکا اور سوم کی کراہت اس سے ثابت ہوئی اور چہلم کی

[1] قبرستان میں کھانا پہونچانا۔

Marfat.com

نقہ میں موجود ہے شامی نے باب الاجارہ میں لکھا ہے قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایہ ان قرءالقرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وعن شیخ الاسلام ان القاری اذا قرءالقرآن باجل المال فلا ثواب لہ فان شیئ یھدیہ الی المیت۔ انتھی کلامہ الشامی ملخصًا یہ جو لشکروں اور چھاؤنیوں میں قرآن اس طرح پڑھواتے ہیں کہ روپے کے تین قرآن یا چار قرآن کے حساب سے کچھ سیپارہ کا روزمرہ ٹھیرا کر اس کا ٹھیکہ کر دیتے ہیں اس طرح قرآن شریف میت کے واسطے پڑھوانا منع ہے اور صفحہ ۱۲ سیف السنۃ میں جو عبارتیں طریقہ محمدیہ اور قرطبی کی نقل کی ہیں اس میں مراد وہی مزدوری کے طور پر قرآن پڑھنا ہے اس لئے کہ اس وقت میں بعض ملکوں میں یہی دستور تھا اور خود طریقہ محمدیہ کی عبارت سیف السنۃ میں ہے والما خوذ منہا حرام للاخذ وھو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا اور بعض علمار نے جو قبر پر قرآن پڑھوانے کی اجرت جائز رکھی ہے انہوں نے قبر پر آنے اور جانے کی محنت اور اس قدر پابند ہو کر بیٹھنے کی اجرت سمجھ کر جائز کیا ہے اجرت قرآن کی نہیں وہ گویا ہدیہ ہے قاریوں کی طرف سے پس فتاوی بزازیہ کی عبارت سے کراہت ان باتوں کی ثابت ہوئی ہے قرآن مزدوری دیکر ختم کرانا مردہ کی قبر پر کھانا لیجانا پہلے تیسرے آٹھویں دن ضیافت اغنیار و احباب کے لئے کھانا پکانا مکروہ ہے اور جس طرح ہمارے ملکوں میں رائج ہے کہ طعام دسویں بیسویں اور چالیسویں کے حق میں جو خالصًا للہ پکا کر مصیبتوں اور ملانوں کو اپنے گھر بلا کر کھلاتے ہیں ہرگز ہرگز کراہت یا حرمت اس کی عبارت بزازیہ سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحسان اور عمدگی ظاہر ہوگئی ہے کیوں کہ اس نے لکھدیا وان اتخذ واطعامًا للفقراء کان حسنًا اور صاحب سیف السنۃ اور ان کے والد بزرگوار نے یہ فقرہ چونکہ حضرت کی مخالف مطلب تھا نقل

شب کو بھی قرآن پڑھواتے ہیں اس کی کراہت بھی اس سے صاف نکلی چوتھا مسئلہ جمع القراء والصلحاء للختم اس کو مؤلف نے تیسرا مسئلہ کہا ہے یہاں مؤلف کو سخت مصیبت پیش آئی کہ مجمع سوم اور چہلم کا ہاتھ سے چلا اس کو ناچار اپنے ناقص سے یہ ٹھیرایا کہ اجرت پر قرآن پڑھوانا مراد ہے سبحان اللہ جیسا مؤلف اور اس کی برادری اجرت پر قرآن وکلمہ پڑھتے ہیں یعنی نخود یا شیرینی و حلوا پر یا ضیافت پر تو بزازیہ کے وقت کے صلحار کو ایسا ہی گمان کر لیا یہ سوچ کر شرم نہ آئی کہ جو اجرت پر قرآن پڑھنے آوے گا صالح کہاں ہوگا دوسرے بزازیہ مطلقًا کہتا ہے مؤلف نے کس قرینہ سے مقید کیا خواہ مخواہ بھلا یہاں کیا قرینہ ہے پہلی روایت میں تو کتاب الاستحسان سے کھینچکر دوسری روایت لایا تھا مگر ہاں یہاں بھی قرینہ ہے کہ آخر بزازیہ کی کتاب الاجارہ میں تو یہ مسئلہ لکھا ہے سبحان اللہ بس یہ صفحہ اجرت قرآن کے باب سے سیاہ کرنا کوتاہ فہمی مؤلف کی ہے معہذا اتمام اعراس اور ضیافات اموات حلوا شیرینی ہوتا ہے بنانے والا حافظوں اور سب حاضرین کی نیت سے کرتا ہے اور جانے والے حافظ پنج آیت خواں وغیرہ اسی نیت سے جاتے ہیں المعروف کالمشروط پس قرآن کی اجرت کا طعام کھانا اور لینا ثابت ہوگیا قلیل کثیر بھی یکی شیرین نمکین کا فرق خود ہی اٹھا دیا ہے اس کو یاد نہیں رہا شرح سوال میں لکھ چکا ہے ذرا غور کرے اب آخر میں بعض علمار کا فتوی قبر پر آنے جانے کی مزدوری کے حیلہ سے نقل کرتا ہے کہ جیسے سوم کے کھانے اور حلوا و فاتحہ و ختم کے کھانے کا حیلہ نکل آوے اور پہلے مولوی عبدالخالق کی نصیحت میں اس کو خود ہی منع لکھ آیا ہے یہاں وہ منسوخ ہوگیا افسوس کہ مؤلف کو اپنا لکھا بھی یاد نہیں رہتا تو وجہ یہ ہے کہ فہم و علم سے کوئی بات لکھتا ہی نہیں ناپ تول جو چاہا دوسروں کا قول لکھدیا پھر بھول گیا بس باقی کلام کا جواب ضرور نہیں پہلے لکھا گیا اور فہم مؤلف کا بالکل خلاف کتاب ہے اور حقیقت مسئلہ در طعام کی اول تحریر ہوئی مؤلف کی خوش فہمی کا اظہار مقصود ہے تعداد اغلاط مؤلف نہیں کہ اہل فہم خود جان سکتے ہیں۔

---

۱ قبرستان میں کھانا لیجانا ۲ قرآن پڑھنے والوں کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا ۳ ختم کے لئے قرار اور صلحار کو جمع کرنا ۴ مشہور جنبر مشہور ہ کی طبع ہوتی ہے

Marfat.com

نہ کیا لاتقربوا الصلوٰۃ پڑھ کر وانتم سکاریٰ پر زبان بند کرلی تیسری دلیل مانعین کی درباب چہلم وغیرہ یہ عبارت ہے کہ سیف السنۃ کے صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مقالۃ الوصیۃ یعنی وصیت نامہ میں فرمایا ہے دیگر از عادات شنیعہ مردم اسراف است در ماتم وچہلم وششماہی و فاتحہ وسالینہ الی آخرہ، میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ عاقل ہوتے شاہ ولی اللہ کے کلام کو کبھی پیش نہ کرتے اس لئے کہ اس میں چہلم وغیرہ کے کھانے للّٰہی کو نہیں منع کیا اس میں تو اسراف کرنے کو عادت شنیعہ سے لکھا ہے اسراف کہتے ہیں بے اندازہ خرچ کرنے کو اور قرآن شریف میں ہے ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین اسراف کو کون دوست رکھتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا منشا اس کے بند کرنے میں بند کرنا اسراف کا ہے چنانچہ اس کی برائی انھوں نے بیان کی ہے اور ہم بھی اس کو برا کہتے ہیں اور اسراف لوگوں میں طرح طرح کے مختلف مقاموں میں پیدا ہو گئے تھے علامہ شامی نے ضیافت اموات کی شناعت میں لکھا ہے یحصل عند ذلک غالبا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الاحسان و اجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن الی آخرہ دیکھیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موتی کی رسم میں قندیل اور شمعیں روشن کیجاتی ہیں اس طرح کہ محافل شادی میں بھی نہ ہوں اور طبلے بجتے ہیں اور گانا خوش آوازی سے ہوتا ہے عورتیں اور بے ریش لڑکے آتے ہیں جو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اس کی مزدوری لیتے ہیں یہ عبارت شامی نے باب الجنائز میں لکھی ہے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسے اسراف بھی جاری ہو گئے تھے اور اسی طرح جو خاص اپنے احباب اور برادران اغنیا میں حصص بطور نوتہ بندی تقسیم کرتے ہیں غریبوں کو نہیں کھلاتے وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خود نمائی میں داخل ہے چنانچہ شیخ عبدالحق کی عبارت جو مولوی اسحاق صاحب نے مسائل اربعین کے سوال سی وششم میں جامع البرکات سے نقل کی ہے واینکہ بعد از سالے وششماہی یا چہل روز درایں دیار بزندہ درمیان برادران بخش کنند آں ابھاجی گویند بہترے داخل اعتبار نیست بہتر آں است کہ بخورانیدہ شود ہو کہ شرح منہاج میں جو گذرا کہ ششماہی وسالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے اس میں ایک یہ بھی سبب ہے کہ جو مستحق اس کھانے کے ہیں انکو نہیں کھلاتے اور کھانا اس طرح کا تکلفی پکاتے اور اس میں طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں شادی عروسی کے کھانے

تیسری دلیل عبارت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور اس میں مؤلف کی تحریف	**قولہ** تیسری دلیل مانعین کی درباب چہلم الخ **اقول** مؤلف شاہ ولی اللہؒ کی عبارت کو بھی نہیں سمجھا افسوس کہ فارسی عبارت کو بھی نہیں سمجھنا تمام عبارت وصیت نامہ کی یہ ہے از عادات شنیعہ ما

مردم اسراف است در ماتمہا و چہلم وششماہی وفاتحہ سالینہ ایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آن ست کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز واطعام ایشاں یکشبانروز رسمی نباشد الخ اب دیکھو اگر مؤلف کو فہم ہوتا تو جان لیتا کہ شاہ صاحب خود رسوم کو اور چہلم وغیرہ کو اسراف میں داخل کرتے ہیں اور وجہ منع کی عرب اول میں نہ ہونا اختیار فرماتے ہیں پس جب عرب اول میں نہ تھا تو خود ذات ان رسوم کی ممنوع ہوئی نہ یہ کہ انکو کر دو مگر اسراف ان میں نہ کرو وہ صاف فرماتے ہیں کہ بجز تعزیت وطعام مسنون رسمی باشد ان سب کو رسوم میں داخل کیا اور اسراف ٹھیرایا پس بدعت اور ممنوع ہو گیا ادنیٰ شعور والا بھی جان سکتا ہے اور یہ عبارت شامی کی وہ ہے جس میں اعتراض شارح منیہ کا رد کر دیا ہے مؤلف نے اس اعتراض کو خیانت سے اخفا کیا ہے اور شاہ صاحبؒ کو یہی محقق تھا کہ چہلم وغیرہ سب رسوم بطور رسم ہی کرتے ہیں ایصال ثواب مقصود نہیں اسی واسطے اسراف اور رسوم میں داخل کیا ہے اور اگر محض ایصال ہو اور وقت کی قید ہو تو کراہت و بدعت تعین وقت کی ہووے گی اور تمام اسراف شادی اور غمی کے سب حرام ہیں مگر اس کی حرمت سے جواز ہم وغیرہ رسوم کا ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیوں چہلم وغیرہ رسوم ہر حال ممنوع ہے

Marfat.com

میں دستور ہے اور احباب کی ضیافت خوشی خوشی کرتے ہیں ایسے کھانے کو فقہار منع کرتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ الیٰ آخرہ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے ولاضیافۃ فی بیوت الموتیٰ وھم فی الحزن یعنی احباب کی ضیافت تکلف اور زینت کے ساتھ اہل میت سے لینا اور کھانا مکروہ ہے کیوں کہ یہ بات سرور میں جائز ہے موت میں سرور کہاں یہاں تو شرور یعنی غم ہیں اور موتیٰ کے گھروں میں ضیافت کیسی؟ حال یہ کہ وہ قبروں میں پڑے ہیں واضح ہو کہ جس فقہ کے کلام میں مخالفت[1] ہے وہ ایسی قسم کے کھانے کی ممانعت ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ صریح بزازیہ وغیرہ میں موجود ہے وان اتخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا اور جو لوگ تعینات کے ساتھ ان فاتحات کو جائز رکھتے ہیں وہ سب شرط کرتے ہیں کہ اغنیار کو کھلا دینا ثواب میں معتبر نہیں چنانچہ تحفۃ النصائح میں ہے ؎ سازی طعام مردہ چوں روز سیوم ہفتم چہل ؛ باید دہی درویش را ورنہ نباشد معتبر چوتھی دلیل منع چہلم وغیرہ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا یہ قول جو وصیت نامہ میں فرماتے ہیں و بعدہ مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسینی ہیچ نہ کنند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشتہ الیٰ آخرہ، واضح ہو کہ کھانا للہ کھلانا امور دین سے ہے اور قاضی صاحب نے رسوم دنیوی کو منع فرمایا ہے وہ یہ کہ عورتیں جمع ہو کر ان ایام میں رویا پیٹا کرتی ہیں اور یہ ہم خود اپنی طرف سے نہیں کہتے خود قاضی صاحب کی دلیل اپنے منہ بول رہی ہے یعنی منع چہلم وغیرہ کی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں فرمایا پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ چھماہی برسی چہلم وغیرہ میں ماتم نہ کریں مولوی اسماعیل صاحب نے بھی تذکیر الاخوان میں لکھا ہے جو عورت ماتم پرسی کو آتی ہے وہ بھی ان کے بیٹھے چلانے میں شریک ہوتی ہے پھر کسی کے یہاں تین دن کسی کے سات دن کسی کے دس کسی کے چالیس دن کسی کے چھ مہینے تک کسی کے برس روز تک کسی کے دو برس تک یہی بات جاری رہتی ہے جتنے دنوں جس قدر یہ نوحہ زیادہ ہو اسی قدر آپس میں

اور چہلم وغیرہ بوجہ ایصال بھی بدعت تعین سے خالی نہیں پس ان روایات کا تکرار و اعادہ ہرگز مفید مؤلف کے مدعی کو نہیں اور پہلے سب کا جواب ہو لیا اور معلوم ہو چکا کہ روایت کتاب استحسان بزازیہ کی مطلق ہے اس میں کسی وقت معین کا ذکر ایصال ثواب کے استحسان میں نہیں اور وقت ذکر دوسری روایت کتاب الجنائز میں تھا اس کا وقت یہاں نہیں آسکتا کہ دونوں میں ہر طرح مباینۃ ہے اگر ایصال میں تعین ہوگا وہ بھی بدعت ہوگا اس بروایت کے استدلال کو از خطار فہم مؤلف کو سب جان سکتے ہیں،

چوتھی دلیل عبارت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ | **قولہ چوتھی دلیل الخ اقول** وائے بر فہم مؤلف قاضی صاحب نے صاف لکھتے ہیں کہ رسوم دنیوی مثل دہم و بستم الخ کھول کر رسوم دنیوی میں ان کو داخل کرتے ہیں مؤلف کچھ اور ہی سمجھ گئے اس سے معلوم ہوا کہ دہم وغیرہ رسوم دنیا تھی اور قاضی صاحب ان کو رسوم دنیا جانتے تھے ایصال لوجہ اللہ نہیں تھا یہی مدعی ہے مستدل کا کہ یہ رسوم دنیا ہیں مت کرو باقی ایصال لوجہ اللہ تعالیٰ سو اس کو بلا قید کر دو تعین پہلے نصوص سے ثابت ہو گیا کہ بدعت ہے اور قاضی صاحب کی دلیل منہ سے بول رہی ہے کہ ایصال کو بھی چہلم دہم کی طرح مت کرو کیوں کہ لکھتے ہیں . واز مال حلال صدقہ بفقرار باخفار فرمایند ، اگر ایصال کو بطور دہم وغیرہ جائز فرماتے تو وصیت اخفار کی کیوں کرتے مگر فہم ہو تو سب کچھ ہے آپ مؤلف اس کو نقل کرتا اور نہیں بوجھتا اور صدقہ خیرات کو تو کوئی منع نہیں کرتا یا دہم وغیرہ رسوم کو منع کرتے ہیں یا ایصال کے تعین کو منع کرتے ہیں بہرحال قید دہم وغیرہ بدعت ہے اس کا ثبوت کسی وجہ سے مؤلف نہیں کر سکتا اور تذکرۃ الاخوان سے بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سب امور رسمی ہیں اور ایصال ثواب مقصود نہیں اور قاضی صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب

[1] مخالفت تضاد [2] خدا کے لئے پہنچانا۔

Marfat.com

ان لوگوں کی تعریف ہو اور اگر نہ ہو تو طعن کرتے ہیں کہ فلاں کے اہل میت کی کچھ قدر نہ ہوئی اور مروج جانتے ہیں تو صرف دستور رواج کے موافق ان لوگوں کو دکھلانے کے لئے کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اس فاتحہ سے مردہ کے واسطے ثواب منظور نہیں ہوتا یہ عبارت ملحص تذکیر الاخوان کی ہے پس قاضی صاحب کا اشارہ ان امور کی طرف ہے ورنہ خود اسی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں۔ واز کلمہ درود و ختم قرآن واستغفار واز مال حلال صدقہ بفقرار باخفا امداد فرمایند انتہی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ختم کلمہ قرآن وغیرہ سب قاضی صاحب کے نزدیک درست ہے اور صدقہ کو جو پوشیدہ فرمایا وہ اس لئے کہ اپنے ورثا میں کچھ طریق نمود اور نمایش وغیرہ کا دیکھا ہو گا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس واسطے اخفا کا حکم دیا ورنہ صدقہ ظاہر کرنا شروع میں درست ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تبدوا الصدقات فنعما ھی شاہ عبدالقادر صاحب نے اس روایت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے اگر کھلی دو خیرات کیا اچھی بات ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا فارسی ترجمہ یہ کیا ہے اگر آشکارا کنید خیرات را پس نیکو چیز است۔ اور ظاہر کرکے دینے میں ایک نفع اور بھی ہے تاکہ اور آدمیوں کو ہدایت ہو وہ بھی صدقہ کریں پانچویں دلیل منع چہلم وغیرہ کے لئے یہ ہے کہ مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے طعام المیت یمیت القلب وطعام المریض یمرض القلب۔ و در نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ است اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشد یعنی میت

کی تحریر سے بھی واضح ہو گیا اور اب تمام عرف عوام کا ظاہر ہے مگر مؤلف کی چشم حق بیں اور تحقیق دال نہیں۔۔

| پانچویں دلیل نوادر الفتاوی کی عبارت اور اس میں مؤلف کی خیانت ۔۔۔۔۔۔ تحقیق مسئلہ |

قولہ پانچویں دلیل منع چہلم الخ اقول مؤلف کی دیانت کو سب عقلاء غور فرمادیں کہ خزانہ اور دستور القضاۃ کی روایت ارواح آنے کے باب میں کہ اطلاق نصوص کی مخالف اور بے سند تھی مؤلف نے مؤید اپنی بدعت کی دیکھ کر سر پر رکھی نہ صحابی راوی کو پوچھا نہ سند تحقیق کی نہ مضامین خلاف نصوص کی پروا ہوئی چنانچہ مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ حدیث اربعین میں جو کہ نوادر الفتاوی سے نقل ہوئی تو بزعم خود خلاف اپنی مراد کے جان کر سند کا مطالبہ اور صحابی راوی کا نام اور کتاب حدیث کا نشان دریافت ہوتا ہے پس ایمانداری مؤلف کی اس سے معلوم ہو گئی اگر فقط کسی فقیہ کا نقل کرنا کافی جانتا تھا تو یہاں کیوں تامل ہوا اور جو سند کی ضرورت ہے اور حق بھی یہی ہے تو پہلی روایات میں کیوں کوتاہی ہوئی اور جو خلاف صحاح کے ہونے کی وجہ ہے تو وہ احادیث صریح صحاح کی مخالف ہیں چنانچہ بیان ہوا اور یہ کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں کیونکہ مسلم اور بخاری اور موطا میں صریح ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات اوساخ الناس ہوتے ہیں اسی واسطے بنی ہاشم کو بسبب ان کے فضل کے اور اغنیار کو بسبب ان کی عدم حاجت کے حرام اور مکروہ ہوئی اور فقرار کو بسبب حاجت وضرورت کے درست رہی کہ الضرورت تبیح المحظورات کہا گیا ہے اور صدقات میں جو صدقہ دفع وازالہ مرض کے واسطے ہو وہ ممرض قلب ہے اور جو ایصال ثواب میت اور ازالہ اس کی تقصیرات کی ہو وہ ممیت قلب ہے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا سو یہ بھی امر معقول ہے کہ غسالہ مرض میں مرض کا اثر قلب آکل پر ہو دے گا اور غسالہ معاصی میت میں موت کا اثر ہو دے گا جب مطلق صدقہ میں غسالہ تھا یہاں بھی وہی ہے پس ایسے طعام کی فقرار غیر بنی ہاشم کو اجازت ہے مگر علمار کو گو مکروہ نہیں مگر لائق بھی نہیں کہ ان کا قلب لطیف ہونا مناسب ہے بوجہ شرافت علم کے کہ فکر میں تکدر نہ ہو جیسا نظافت ظاہری علمار کو زیادہ لائق ہے پس اس سے نہ صدقہ کرنا منع ہوا اور نہ صدقہ کے کھانے کی حرمت نکلی مگر مؤلف اپنی کم فہمی سے حیران ہوا اور اس حدیث کو خلاف احادیث ترغیب صدقہ کی سمجھ گیا اور بوجہ اس کے کہ ممیت وممرض قلب ہے اس طعام کو بھی حرام سمجھ لیا ہے

[1] مروج [2] لوگوں کا میل کچیل [3] قلب کو مریض بنانے والا [4] قلب کو مردہ بنانے والا [5] مارنے والا اور بیمار کرنے والا۔

Marfat.com

کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور مریض کا کھانا دل کو بیمار کر دیتا ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے کہ مکروہ ہے قبول کرنا اس کھانیکا جس کو روح میت کے واسطے کیا ہووے انتہیٰ بکلامہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو صحیح رکھوگے تو دوسری حدیث جو ترغیب خیرات میں میت کی طرف سے آئی ہے اور باجماعِ امت وہ مقبول ہیں ان کا کیا جواب دوگے اور اس حدیث کی اسناد بھی معلوم نہیں نہ صحابی کا نام کہ کس صحابیؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور نہ مابعد صحابیؓ کے اور راویوں کا حال معلوم کہ پھر صحابیؓ سے کن راویوں نے اس کو روایت کیا اور نہ کتاب حدیث کا نام مرقوم کہ صحاح ستہ میں یا کسی اور کتاب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے اور قطع نظر ان امور مروجہ اس ملک کی ہرگز صحیح نہیں اس لئے کہ اس حدیث میں لفظ جہلم و بستم و جہلم کے کہاں ہیں اس میں تو مطلق لفظ ہے کہ طعام المیت یعنی کھانا میت کا بلا قید تاریخ مار دیتا ہے دل کو ہم کہتے ہیں جب اس کھانے نے دل کو مردہ کر دیا تو اس کو کون کھاوے گا وہ منع ٹھیرا اور جب وہ منع ٹھیرا تو وہ جو حکم صدقہ کا میت کی طرف سے تمام حدیثوں اور فقہ کی کتابوں میں ہے اور خود مانعین بھی یہ لکھتے ہیں کہ اگر بلا تعین کرے گا تو

پس اس کو رد کرنے لگا حالاں کہ یہ حرکت ہرگز حلال نہیں کہ اگر کسی جاہل کے فہم میں کوئی حدیث نہ آوے تو خود بخود اس کو معارض سمجھ کو رد کرنے لگے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون پس ظاہر ہوگیا کہ مؤلف کا یہ نقض و اعتراض کہ اس حدیث سے مطلق صدقہ کی ممانعت ثابت ہوئی تو کون آدمی پیدا کئے جاویں گے کہ ان کا دل مار دیا جاوے گا محض کم فہمی ہے کہ مغز کلام کو نہ سمجھ کر ایسی شوخ چشمی حدیث میں کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو لیا کہ حدیث نوادر الفتاویٰ کی ہے اور مؤلف خود کہہ چکا کہ حدیث ضعیف پر بھی عمل کرنا جائز ہے مگر یہاں آکر یہ گستاخ کلامی شروع ہوئی اور معنیٰ روایت نوادر ہشام کے یہ ہیں کہ جو طعام مردہ کے واسطے رسماً کیا جاوے اس کی اجابت کرنا مکروہ ہے کیوں کہ وہ طعام مکروہ ہے کہ روایت جریر میں اس کو نیاحت کہا ہے پس حاصل استدلال یہ تھا کہ اطعمہ سوم و چہلم وغیرہ سب رسمی ہوتے ہیں صدقہ مراد نہیں ہوتا لہٰذا اس کی اجابت مکروہ ہے اور مانعینِ بدعت ان رسوم کو اسی واسطے منع کرتے ہیں کہ صدقہ مقصود نہیں ہوتا مگر مؤلف نہ مراد کو سمجھے نہ فہم روایت سے کام اپنی زٹل مارے جاتا ہے اور اربعین کی عبارت میں جو تصرف مؤلف نے کیا وہ اب لکھا جاوے گا الغرض صدقہ کا عسالہ او ساخ کا ہونا ثابت ہوا اور فقراء کو اس کا کھانا حلال ہا مگر علماء کو اس سے احتراز اولیٰ ہے خصوصاً جو صدقہ مریض اور میت کے واسطے ہو کیوں کہ اس میں تکدر رہتا ہے اور تکدر کوئی وجہ کراہت و حرمت کی نہیں شرعاً جیسا شکم سیر کھانا زیادہ سونا زیادہ کلام کرنا موجب تکدر قلب کا ہے مگر حرام نہیں ایسا ہی یہ طعام صدقہ ہے پس علماء کو حرام نہیں مگر احتراز اولیٰ ہے یہ مفہوم حدیث کا ہوا اب سنو کہ طعام میت وہ ہے کہ میت کے واسطے پکایا جاوے اگر بطور رسم کے ہے تو لاریب مکروہ ہے اور اگر صدقہ کی نیت سے ہے اور تعین وقت اس میں کیا گیا تو بوجہ اس کراہت کے اس میں کراہت ہووے گی اور اگر دونوں بات نہ ہوں، تو اس صدقہ میں کراہت تو نہیں مگر صدقہ کے وسخ کا اثر تاہم ہوتا ہے پس اس صدقہ کی نسبت یہ مضمون ہے جو حدیث نوادر میں وارد ہے اسی واسطے مشایخ صوفیاء اس قسم کے صدقات کو نہیں تناول فرماتے اگرچہ محل و زکوٰۃ صدقہ کے ہوتے ہیں اس کے بعد سنو کہ مؤلف نے عجب کاریگری کی ہے کہ اصل عبارت اربعین کی یہ تھی، در نوادر الفتاویٰ آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ہست

۔ ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ و آں طعام مر علماء و فضلاء را مکروہ ہست قال علیہ السلام طعام المیت یمیت القلب و طعام المریض
۔ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشد انتہیٰ، اب غور کرو کہ یہاں تک نوادر الفتاوے

ہے پس اس صدقہ اور طعام کے واسطے کون آدمی پیدا کئے جاویں گے جن کو وہ کھانا میت کا کھلا کر دل ان کا رد یا جاوے چھٹی دلیل منع کی یہ کہ مسائل اربعین میں لکھا ہے ،، در نوادر الفتاوٰی آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ہست سہ روزہ وہفتہ و ماہیانہ وسالیانہ وآں طعام علماء و فضلاء را مکروہ است انتہٰی، اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ برسی اور تیجہ اور چہلم وغیرہ کا کھانا مکروہ علماء و فضلاء کے واسطے ہے اوروں کو مکروہ نہیں اگر سب کو مکروہ ہوتا تو عالموں کا نام لینا کیا ضرور تھا خیر اگر یہ لوگ اسی قدر لکھدیویں کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ علماء و فضلاء تو خود اس کھانے میں کم جاتے ہیں اکثر اور آدمی کھاتے ہیں اگر اوروں کو جائز ہوا یہ بھی غنیمت ہے اور صحیح یہی ہے اس مسئلہ میں بڑی شہرت مولوی اسمعیل صاحب کی ہے کہ وہ رئیس المانعین ہیں ان تعینات کو مکروہ وحرام کہتے ہیں صورت اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک محض باعث ممانعت کا یہ ہے کہ ان کو اپنے ہمعصروں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ خالصًا للہ نہیں کرتے بلکہ لوگوں کے دکھانے کو کرتے ہیں اور جبرًا کرتے ہیں چنانچہ صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۲، میں لکھتے ہیں، ودر تقسیم طعام سیوم وچہلم بسبب خوف مطعون شدن وسعت وکشادگی می کنند انتہٰی، اور صفحہ ۳۷، میں ہے، وارنہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام وفاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنیٰ بہتر وافضل غرض آں ست کہ مقید برسم بنا شد بے تعین تاریخ درروز جنس وقسم طعام ہر وقت وہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف براطعام نہ گذارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب فاتحہ واخلاص بہترین ثواب است ودر تعین تاریخ درروز وقسم ووضع طعام ضیق پیش می آید انسان راخواہ نخواہ انچہ کردن دشواری

کی روایت تھی مؤلف نے حدیث کو اور نوادر ہشام کی عبارت کو کہ آخر اس روایت نوادر کا تھا جدا کر کے ایک مستقل دلیل پنجم بنا یا اور اول اس عبارت کو دلیل ششم ٹھیرایا یہ محض خطا فہم کی ہے ورنہ یہ سب نوادر الفتاوٰی کی عبارت تھی سو خیر جو اُس نے کیا اپنی کم فہمی سے کیا کسی کو ضرر نہیں پس اس نقص اور کم فہمی مؤلف کا جواب تو ہولیا اب دلیل ششم میں باقی سنو،

قولہ دلیل ششم منع کی یہ کہ مسائل اربعین الخ اقول اس طعام کی شرح تو پہلی دلیل میں گذرلی . اور نوادر الفتاوٰی کا مطلب اب سنو وہ کہتا ہے کہ جس طعام میت میں محض رسم اور تعین ہو اور	چھٹی دلیل، نیز عبارت نوادر الفتاوٰی اور اس عبارت ۔۔۔ کا مطلب

طعام میت میں کہ ایصال ثواب صدقہ اور تعین ہو ان دونوں طعام کی اجابت کرنا مکروہ ہے چنانچہ فخر کے طعام کی اور طعام فساق کی اجابت مکروہ لکھی ہے سو اس میں بھی کراہت تعین کے سبب اجابت مکروہ ہے سب کو بھر کہا، وآں طعام مر علماء و فضلاء را مکروہ ہست، یعنی اگر سب کو مکروہ اس کی اجابت ہے مگر علماء و فضلاء کو خصوصًا مکروہ ہے کیوں کہ حدیث میں جب طعام میت ومریض کو ممیت ومُمرض قلب فرمایا ہے تو علماء کو خصوصًا ایسے اطعمہ سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ عمومًا نفس کی شان کیخلاف ہے کہ اوساخ کو استعمال کریں مگر صاحب فہم مراد سے بعید یہ سمجھے گئے کہ خاص علماء کو مکروہ ہے اوروں کو درست ہے اور یہ خطا فاحش محض غفلت الفاظ سے ہے دیکھو کہ عوام کو تو کہا کہ اجابت کردن ایں طعام مکروہ کہ اعانت فعل بدعۃ کی اور شرکت فعل مکروہ کی ہے اور علماء کو کہا کہ یہ طعام مکروہ ہے یعنی اگر اس قسم کا کھانا ہدیۃ بھی کوئی دیوے تو نہ لیویں کہ اس طعام سے تکدر ہوتا ہے صدقہ نافلہ میں تکدر ہے مگر خاص میت اور مریض کے صدقہ میں زیادہ تدنس ہے اور تعین کی کراہت ہے تو عوام کی اجابت مکروہ ہوئی معہذا اگر وہ طعام صدقہ ہی ہے تو کھانا درست ہے اور علماء کو خود صدقہ بھی اولیٰ نہ تھا اب جو یہ معصیت اس کے ساتھ ہوئی تو اجابت تو مکروہ ہی ہے اس طعام

Marfat.com

بو دسرا انجام آں ضروری افتد الی آخرہ، اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سیوم اور چہلم وغیرہ کا کھانا تعین ایام کے سبب منع نہیں جیسا کہ بعض علمار فی زمانا خیال کرتے ہیں بلکہ اس میں قباحت مولوی اسماعیل اور سید احمد صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کے پاس کچھ ہووے یا نہ ہووے پابندی تواریخ ایام سے خوامخواہ اس کو کرنا پڑتا ہے اس میں تنگی اور مصیبت پیش آتی ہے پھر اگر کسی کو یہی بات پیش آوے اس کے حق میں ہم بھی منع کریں گے اے بھائی تو اپنے مقدور کے موافق کر دے حوصلہ سے زیادہ نام آوری کے طور پر جس کا سنبھالنا تجھکو مشکل ہو اس طرح مت کر خالصاً للہ جس قدر تیرے پاس موجود ہے اسی قدر کر دے اور کچھ بھی نہیں تو خالی فاتحہ پڑھ دے **سوال** تعین ایام کی حاجت کیا ہے؟ **جواب** صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں خود شوق تھا کسب و خیرات و حسنات کا وہ اپنے ولولہ عشق دلی سے امور صالحہ کرتے تھے ان کو نہ کسی تاکید کی حاجت تھی نہ تعین کی نہ یاد دلانے کی جب وہ دور گذر چکا لوگوں کے دلوں میں بے رغبتی امور صالحہ کی

کا کھانا بھی نہیں چاہیئے یہ مراد ہے تو اور القتاوی کی مگر مؤلف کے فہم نے وفا نہ کی اور عوام کو اجازت جائز کہنے لگا سبحان اللہ اب پھر کہتا ہوں کہ سب علمار شاہ ولی اللہ سے لے کر بلکہ بزازیہ کے وقت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ بعد اموات کے جو طعام کرتے ہیں رسم کا کھانا ہے اور مکروہ ہے اور اب بھی دھم چہلم سب طعام رسم کے ہیں اور مکروہ ہیں اور اگر صدقہ خالص اور بلا تعین وقت کے ہو تو ہر گونہ درست مگر صدقہ کی وجہ سے مار کو لائق نہیں اور جو کراہت تعین کی اس کے ساتھ ہو جاوے گی تو اگرچہ طعام صدقہ ہے اور ثواب پہنچے گا مگر اس فعل تعین کی وجہ سے مکروہ ہو گا اور اجابت بھی مکروہ ہو گی مگر افسوس کہ مولف نہیں سمجھتا اور یہی مولوی اسماعیل صاحبؒ فرماتے ہیں اور یہی واقعی امر ہے **قولہ**

بار سے صاف ظاہر ہو گیا **اقول** یہ ہر روز صاف ظاہر تھا مگر مؤلف کے فہم میں تکدر تھا اب بھی ذہن مؤلف کا صاف نہیں ہوا کہ یہ جانتا ہے کہ مانعین بدعت تعین یوم کے سبب طعام کو مکروہ کہتے ہیں نہیں بلکہ اس فعل تعین کو ہر حال مکروہ کہتے ہیں بسبب نصوص کے اور طعام اہل میت کو اگر ضیافت برادری ہے تو مکروہ کہتے ہیں اور جو صدقہ لوجہ اللہ تعالیٰ ہے اس کو جائز بتلاتے ہیں مؤلف نہیں سمجھتا حالاں کہ بار بار کھول کر کہا جاتا ہے اجابت طعام دیگر ہے اور خود دینے دیگر ہے در خانہ اگر کس است حرفے ہم بس است بس اب خاتمہ کلام کا مؤلف نے حق بات کہہ کر رد کر دیا مگر ہنوز فہم سے دور ہے کہ تعین کی خرابی اس کے دل سے نہیں نکلی حق تعالیٰ اس کو ہدایت کرے،

تعین ایام فاتحہ **قولہ** سوال تعین ایام کی کیا حاجت ہے الخ اب الخ **اقول** کلیات نصوص اور جزئیات و کلیات فقہ سے ثابت ہو لیا کہ یہ تعین اوقات کا بدعت ہے اور تغیر کرنا حکم شرع کا ہے اور مؤلف بھی اس کو قبول کر چکا ہے اور بعض ان رسوم مروجہ میں تشبہ کفار کا بھی ہونا ہر اور یہ بھی مؤلف کے نزدیک مسلم ہے کہ تشبہ کفار کا ممنوع ہے تو ہر گاہ کہ شرع سے ضلالت اور مکروہ ہونا ان کا ثابت ہو لیا اب اس کے جواز و اباحت کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور ہر گز کسی عالم کو اجازت نہیں کہ اس کو جائز رکھے اور ہر گز کسی عالم نے ان تعینات کو جاری نہیں کیا بلکہ ہر روز ممانعت کرتے چلے آئے ہیں بزازیہ اور منہاج اور فتح القدیر اور دیگر کتب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعینات کو منع کرتے رہے چنانچہ روایات ان کتب کی اس رسالہ میں بھی مکتوب ہیں مگر مؤلف کو فہم نہ ہو تو کیا علاج کیا جاوے اور بوجہ بے رغبتی عوام کی خیرات سے ہر گز بدعت کا اجرار یا اجازت مکروہات شرعیہ کی درست نہیں مؤلف اپنے بدعت کے جواز کے لئے علمار کو بدنام کرتا ہے اور مؤلف محض نابلد قواعد شرعیہ سے ہے ایجاد بدعت کا ہر گز رغبت دلانے امر مستحب کے لئے حلال نہیں خود فخر عالم علیہ السلام اس سے تحذیر فرما چکے ہیں بقولہ وایاکم ومحدثات الامور اور دیگر بہت احادیث جو بدعت کی تقبیح اور امتناع میں وارد ہے اور یہ مسلم تمام امت کا ہے کہ ایصال ثواب فقط مستحسن اور

پیدا ہو گئی اس کے لئے علماء دین نے بنظر اصلاحِ دین فتویٰ اور احکام پیدا کئے، مثلاً قرآن شریف کی تعلیم پر اجرت لینا اصل حدیث سے منع تھا اس وقت میں لوگوں کے دل راغب تھے اللہ کے واسطے تعلیم کرتے تھے جب دورہ قرون صالحہ کا تمام ہو گیا لوگوں کے دل ویسے نہ رہے قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا بند ہونے لگا تب علماء دین رحمہم اللہ نے حکم دیا جواز کا یعنی تعلیم قرآن پر دینا اجرت کا جائز ہے اور لینا بھی جائز. چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں اور فتح القدیر باب الاجارۃ ہب القرآن اور ہدایہ میں ہے لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضیع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ اور اذان کے بعد تثویب یعنی الصلوٰۃ الصلوٰۃ وغیرہ پکار کر کچھ کہنا تاکہ نمازی آدمی آکر جلد جماعت میں شریک ہوں متاخرین علماء نے مستحسن قرار دیا چنانچہ

مندوب ہے، سنت مؤکدہ نہ واجب پس ترغیب مستحب کے واسطے احداث بدعت کس عاقل متدین کا کام ہو اور کون عالم ذی فہم اس کو جائز کہہ سکتا ہو ہاں جاہل جو چاہے کہے خود فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی سنت کی ادا سے بدعت لازم آوے تو سنت بھی ترک کر دیوے شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجح علی فعل البدعۃ انتہیٰ اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان فعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقہاء قالوا اذا تردد فی شیء بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ لازم واما ترک الواجب ھل ھو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرح فیمن تردد بین کونہ بدعۃ وواجبا انہ یفعلہ وفی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلاف الخ پس غور کرو کہ فقہاء تو اتفاقاً و جزماً بدعت کے اندیشہ سے سنت مؤکدہ کو ترک کراتے ہیں اور واجب میں بھی بعض ترک واجب کو مرجح بتلاتے ہیں اور مؤلف کی یہ جرارت کہ امر مندوب کے واسطے علماء پر تہمت ایجاد و بدعت کی لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے نہیں شرماتا اور پھر دیکھو کہ فقہاء تو احیاناً دفوع بدعت میں یہ حکم ترک سنت کا دیتے ہیں اور مؤلف مندوب کے احیاء کیواسطے بدعت کو طریقہ بنانا اور اجرار دوام کو کرنا جائز کہہ رہا ہے نہایت جہل مرکب ہے اور غفلت قواعد شرعیہ و احکام وضعیہ سے ہے معاذ اللہ تعالیٰ اب دیکھو کہ جن مسائل سے مؤلف کو اپنے جہل کے سبب دھوکہ ہوا ہے وہ ہرگز بدعات نہیں کہ اس پر قیاس کر سکے۔

تحقیق مسئلہ اجرت تعلیم القرآن اور اس کو رسوم مروجہ کا مقیس علیہ نہیں بنا سکتے

قولہ قرآن شریف کی تعلیم الخ **اقول** قرآن اور علم دین کے معلمین کو بیت المال سے کفاف[1] ملتا تھا آخر وقت میں وہ بند ہو گیا اور عوام کو علم کی ایسی رغبت نہ تھی کہ معلم کے ہدیہ کی طرح خدمت گذاری کریں، تو اگر معلم للہ تعلیم کرے تو مایحتاج[2] سے پریشان ہوتا ہے اور جو کسب معیشت میں مشغول ہو تو علم مفقود ہوتا ہے اس واسطے اجرت کی کی اجازت دی سو یہ بے رغبتی عوام کی وجہ سے ہوئی نہ علماء کی طرف سے جیسا مؤلف سمجھا اور اس اجرت کی ضرورت ہوئی کہ کفاف فرض ہے سو اجرت تعلیم پر لینا بوجہ عبادت کے ممنوع تھا اب اجرت کا لینا بھی بوجہ ادائے فرض معیشت کے ضروری ہو کر ممنوع نہ رہا تو اس میں اس امر کا کہ مکروہ لغیرہ تھا جائز کر دینا ہے نہ احداث بدعت کا کسی حال درست نہیں مؤلف کو کچھ بھی فہم ہوتا تو ایسے کلام بے معنی نہ کرتا اور پھر اجرت علی التعلیم مسئلہ مجتہد فیہ ہے کہ شافعی اس کو جائز فرماتے ہیں کہ اس کی اصل شرع سے ان کے نزدیک ثابت ہے تو اس کی کراہت بھی مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت جائز ہوتا ہے پس کسقدر بے علمی ہے استغفر اللہ تعالیٰ

تحقیق مسئلہ تثویب در مسئلہ تثویب کو رسوم سے کچھ مس نہیں

قولہ اور اذان کے بعد تثویب الخ **اقول** تثویب کو جو متاخرین نے مستحسن رکھا ہو تو اس کو بدعت حسنہ کہا ہے اور معلوم ہو چکا کہ بدعت حسنہ ملحق بالسنۃ ہے اور فی الواقع وہ بدعت ہی نہیں پس اس کے احداث کے یہ معنی نہیں کہ بعد قرون ثلثہ کے کسی نے ایجاد کیا بلکہ وہ موجد اس قرون میں تھے اب اس کو رواج ہو گیا کیوں کہ بعد اذان کے قبل امامت حضرت بلال رضی اللہ عنہ

[1] وظیفہ [2] ضروریات۔

Marfat.com

کتاب ہدایہ میں ہے والمتأخرون استحسنوہ فی الصلوٰۃ کلہا لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ یہ مسئلہ تثویب کا فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہے
اس قسم کی بہت نظیریں کتب فقہ میں موجود ہیں جو ڈھونڈے گا وہ پاوے گا اور یہی معنیٰ ہیں اس کے جو مجمع البحار اور شامی اور فتاویٰ عالمگیریہ
وغیرہ چند کتب معتبرہ مقبولہ میں بات مندرج ہے کہ کم من احکام یختلف باختلاف الزمان یعنی بہتیرے کام بدلجاتے ہیں زمانہ کے بدلجانے
سے ایک وقت وہ تھا کہ قرآن کے اندر زیر و زبر جائز مطلق وقف لازم وغیرہ لکھنا علمأ جائز نہیں رکھتے تھے مکروہ کہتے تھے چنانچہ متقدمین کی
کتابوں میں مندرج ہے اور ایک وقت وہ آیا کہ لوگوں کا ڈھنگ بگڑ گیا جہالت طاری ہوگئی تب علمار نے حکم دیا کہ قرآن شریف میں زیر و
زبر وغیرہ لکھنا واجب ہے چنانچہ کشف الظنون وغیرہ میں تصریح ہے کجا مکروہ کجا واجب ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا: اور اسی طرح
مساجد کی زینت اور بلند کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے لیکن علمار بباعث مصلحت کے مستحب فرماتے ہیں چنانچہ صاحب مجمع البحار نے لفظ زخرف

فخر عالم علیہ السلام کو اطلاع کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ نے روز جمعہ کے دوسری اذان قائم کی تھی سو تثویب فی الواقع سنت ہوئی مگر یہ اس وقت
تک سنت تھی کہ تو انی کی رافع تھی اور جب اس سے اور کاہلی بڑھی، جیسے اس زمانہ میں کہ اذان کا کچھ اعتبار ہی نہیں ہاں تثویب پر طلب سمجھتے ہیں
اور بعد تثویب کے قصد صلوٰۃ کا ہوتا ہے تو پھر یہ بدعت ضلالہ ہوگئی بہرحال یہ نظیر مؤلف کی بھی لغو ہے کیوں کہ کلام ایجاد و اجرار اس بدعت میں ہی کہ
منصوص ہوا اور بدعت ضلالہ اور یہاں تثویب میں جو نظیر ہے تو اس امر کی ہے کہ اصل اس کی ثابت ہے اور سنت ہے سو اس نظیر کو یہاں لانا
خود دلیل کم فہمی کی ہے ۔۔

کم[۱] من احکام مختلف باختلاف الزمان[۲] کی تحقیق

قولہ کم من احکام یختلف الخ **اقول** جس حکم میں کراہت یا استحباب لغیرہ ہوتا ہے اس غیر کے
رفع سے حکم بدلجاتا ہے اس کو اصطلاح شرع میں انتفاع حکم بانتفاع العلت بولتے ہیں پس وہ امور در اصل مباح ہوتے ہیں عروض کسی حکم
سے وہ مکروہ یا غیر اس کے ہو جاتے ہیں اور بعد رفع اس عارض کے وہ حکم بدلجاتا ہے جیسا عورتوں کا مساجد اور عیدگاہ میں حاضر ہونا کہ قرن
فخر عالم علیہ السلام میں جائز تھا اور پھر اسی قرن صحابہ میں منکر ہوگیا بسبب فتنہ کے مگر بدعت کا احداث ہرگز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے یہ بھی
لاعلمی مؤلف کی ہے قواعد دینیہ سے **قولہ** ایک وہ وقت تھا الخ **اقول** قرآن کی حفاظت و ابقار فرض تھی پس اس کے حفظ کے ہی سبیل تھی اس
واسطے ضرور ہوئی اس میں بھی کسی بدعت کا ایجاد نہیں بلکہ پہلے کراہت بسبب اس کے تھی کہ مصحف کو سب شئی غیر قرآن سے خالی رکھنا چاہئے
بقول ابن مسعودؓ جردوا القرآن الخ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن میں کچھ اور شئی مخلوط ہو جاوے ہر گاہ کہ یہ خدشہ رفع ہوگیا کہ حفظ و تسہیل تعلیم
بدون ان امور کے دشوار ہوا تو حکم کراہت کا بسبب ارتفاع علت کے رفع ہوگیا اور بسبب ضرورت کے واجب ہوگیا بہرحال ایجاد و بدعت
یہاں بھی ہرگز نہیں کاش مؤلف کو کچھ بھی علم ہوتا ،

تزئین مساجد اور بیان اس کا کہ ان مسائل پر رسوم مروجہ کو قیاس نہیں کر سکتے

قولہ اور اسی طرح مساجد کی زینت الخ **اقول** اس رائے پر زینت مساجد کی بوجہ ازالہ شین[۳] اسلام
کے ہے اور رفع شین اسلام کا فرض ہے اس میں بھی کوئی ایجاد بدعت کا نہیں مگر ایصال ثواب
مستحب ہے اس کے رفع سے کوئی اسلام و دین میں نقصان نہ تھا اور تعین مطلق کی اور تحدید اوقات غیر محدودہ کی تعدی حدود اللہ تعالیٰ
ہے اور بدعت ضلالہ ہے اقامت مندوب کے واسطے یہ ہرگز حلال نہیں کاش مؤلف کو کچھ بھی سمجھ ہوتی تو ایسے نااہل کلام نہ کرتا اور مؤلف
مولوی عبدالخالق پر کثرت بروج جو ایک بینت کی ہیئت ہے طعن کرنا تھا اب بوجہ ضرورت وہی امور جائز ہو گئے مگر درست ہے کہ یہ مخالفت

---

۱ بسا ۲ علت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے حکم کا ختم ہونا ۳ شعار

Marfat.com

کی تحقیق میں لکھا ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے گھر بہت عمدہ بنانے لگے اب مسجد کو کچی اینٹوں سے اونچے اونچے مکانات کے پاس بنا دیں گے اور بہتیرے گھر کا فروغ بھی اس کے پاس بلند ہوتے ہیں تو البتہ مسجد نظروں میں حقیر ٹھیرے گی انتہیٰ کلامہ، مجموع ان امثال و روایات سے معلوم ہوا کہ اگر زمان و مکان میں یا کسی ہیئت اور وضع میں بباعث کسی مصلحت کے کسی قسم کی تعینات واقع ہوں تو وہ جائز ہے شاہ ولی اللہ صاحبؒ رسالہ انتباہ کے شروع میں فرماتے ہیں ,,اگرچہ اوائل امت را با واخر امت در بعض امور اختلاف صور ضرور می گند ارتباط سلسلہ بہمہ ایں امور صحیح است در اختلاف صور را اثرے نیست انتہیٰ کلامہ تلخیصًا. ان عبارتوں سے یہ فائدہ نہایت اہتمام سے محفوظ رکھنے کے قابل ہوا کہ اگر علماء متاخرین میں کسی قسم کا تعین مخالف وضع علماء متقدمین کے پیدا ہو تو یہ ضرور نہیں کہ اس کو رد کیا جاوے اس لئے کہ مصلحت زمانہ متقدمین میں وہ تھی جو انہوں نے حکم دیا اور متاخرین کے وقت میں بباعث تغیر اوضاع و طبائع امت کی دوسری طرح پر استحسان ظاہر ہوا اور حقیقت یہ اختلاف نہیں کہ دونوں فرقہ متقدمہ و متاخرہ اصلاح دین پر متفق ہیں ان کے وقت میں اصلاح اسمیں تھی ان کے وقت میں اصلاح دوسری طرح چنانچہ یہی وجہ مولوی اسمٰعیل کے مرشد برحق سید احمد صاحب کو پیش آئی کہ صراطِ مستقیم میں انہوں نے ایک باب جدا واسطے تجدید اشغال کے مقرر کیا صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں ,,مصلحت وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت دست تعین کردہ شود انتہیٰ، اور اسی کتاب کے آخر وقت میں مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں، بعد ازاں در تلقین تعلیم طریقہ چشتیہ بازوی ہمت کشادند و تجدید اشغالیکہ ایں کتاب مستطاب برآں محتوی گردیدہ فرمودند انتہیٰ کلامہ، یہ عاجز مؤلف انوارِ ساطعہ کا کوئی بات اپنی طبیعت سے نہیں کہتا کہ ثانی الحال الزام دیا جاوے بلکہ جو کچھ خلاصہ کلام ہے وہ عطر چھانٹا ہوا انھیں حضرات مانعین کی مسلم الثبوت کتابوں سے ہے جب یہ مسئلہ محقق ہوگیا تو سمجھنا چاہیئے کہ صحابہ سابقین بالخیرات تھے ان کے لئے

بسبب تبدل وقت کے سرزد ہوئی ہے وہاں مؤلف کو اعتراض کی ضرورت تھی یہاں جواز کی حاجت ہوگئی یہ سبب تھا فتنہ اقوال کا ہوا کہ مؤلف کو شرم نہ ہو،

مطلب عبارت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دربارہ جدید اشغال بیان اس امر کا کہ تجدید اشغال مقیس علیہ رسوم مروجہ کا نہیں بن سکتے

قولہ رسالہ انتباہ کے شروع میں الخ **اقول** شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ طرز اشغال کو متقدمین سے لے کر آج تک بدلتے چلے آتے ہیں اور نسبت کا رنگ بھی بدلتا رہتا ہے مگر اصل مطلق واحد ہے لہٰذا تسلسل میں فرق نہیں آیا پس وہ سب طرز اشغال اور کیفیت مسنونہ طریقہ تھا اس میں کوئی تعین و تجدید بدعت نہ تھی سو اس سے حجت لانا نہایت بعید ہے فہم مطلب شاہ صاحبؒ سے معاذ اللہ وہ تعین کہ بدعت ہو ہرگز مراد نہیں اور نہ کسی اہل حق سے اس کی اجازت ممکن ہے مگر مؤلف کے فہم کا نقصان ہے[1] پس یہ قاعدہ خوب محفوظ رہے کہ اگر کوئی تجدید و تعیین وضع سنت ہی میں واقع ہووے جائز ہے اور جو تجدید حادث ہو جاویگی جس کو شرع میں بدعت کہتے ہیں وہ ہرگز درست نہ ہووے گی، اگرچہ کوئی کرے صراطِ مستقیم کے اشغال کی تجدید بھی اسی ہی قسم سنت کی تھی کہ پہلے اشغال بھی مسنونہ تھے اور اب بھی بطرز مسنونہ ہی ہیں پس مؤلف انوار ساطعہ کا ہر چند اقوال پہلوں کے نقل کرتا ہے مگر بالکل بے معنیٰ و بے محل بلا فہم لکھتا ہے کہ ہرگز مطلب نہیں سمجھتا محض نا واقف ہے اور اس کی یہ سب کلام لایعنی لغو ہے اور اپنے جہل مرکب کا عطر نکال کر خلق کو فتن ضلالت میں ڈالتا ہے حق تعالیٰ اس کو فہم دیوے تاکہ صورت ہدایت کی دیکھے **قولہ** جب یہ مسئلہ محقق ہوگیا الخ **اقول** اب یہاں سے مؤلف نے اپنی عقل خام کی تقریر ناتمام شروع کی ہے اس کے فقرہ فقرہ کے ابطال میں عبث دردسری اور وقت ضائع کرنا ہے

[1] بکو اس سے معروفیت سے دوری سے کوتاہی۔

Marfat.com

تعیین زمان ایصال ثواب وغیرہ کے لئے کچھ حاجت نہ تھی بلکہ وہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھ کر خیرات اپنے اقربا کی کیا کرتے تھے چنانچہ قصہ سعدؓ کا گذرا اب اگر کسی کو ثواب کا راستہ بتاتے ہیں تو وہ منھ دوسری طرف پھیر لیتا ہے غرضکہ لوگوں میں سستی واقع ہوئی تب فرق پڑنے لگا خیرات میں اور موتیٰ کا حال یکھا تو دہی جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس طرح کوئی ڈوبتا ہوا آدمی سہارا تکتا رہے کوئی میرا ہاتھ پکڑے کوئی رسی کوئی لکڑی کوئی چیز آجاوے کہ اس کو پکڑ کے بچ جاؤں اسی طرح میت اسرا کرتا ہے اپنے زندہ اقربا کا اور اقربا کا یہ حال ہوگیا کہ ان کے حق فراموش کرنے لگے تب کھڑے ہوگئے بزرگان دین تعیین ایام پر اور معین کیا اس کو متفرق وقتوں پر مثلاً دسواں بیسواں وغیرہ معین کردیا تاکہ وارثوں کو بھی بتدریج انتظام سہل ہو اور موتیٰ کو یہ فائدہ ہو کہ مدد کا سلسلہ منقطع نہ ہو کچھ آج فائدہ پہنچا کچھ پھر اس کے بعد کچھ پھر اس کے بعد اور یہ بڑا فائدہ ہے کہ تعیین کے سبب یاد رہتا ہے آدمیوں کو اور خیال دل پر چڑھا رہتا ہے چنانچہ جو لوگ مصلحت تعین کے پابند ہیں ان کے گھر سے کچھ نہ کچھ خیر ہو جاتی ہے اور طرف ثانی جو بعضے وقت ان لوگوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اس تعیین کے ساتھ کام کرنے سے نہ کرنا اچھا اس میں ان کو نمود منظور ہوتی ہے سو یہ کہنا ان کا صحیح نہیں اس لئے کہ ہر کوئی نموداری کے واسطے نہیں کرتا اور اگر کوئی نمود کے واسطے کرتا ہوگا تو اس کو بھی ہم منع نہ کریں گے اگر اس کے حق میں نمود ہے تو کسی غریب کا ایک وقت پیٹ بھرے گا یہ تو کام اچھا ہے ہماری غرض یہ نہیں کہ لوگ ریا اور نموداری کے واسطے کیا کریں حاشا وکلا عمل وہی بہتر ہوتا ہے جو اخلاص سے ہوتا ہے لیکن یہ اس لئے کہا کہ اگر کسی ایک نے نمود کے طور پر عمل کیا اس کے سبب سے منکرین سند پکڑ کے سب کو منع کرنے لگیں ان کے جواب میں بطریق دو تسلیما کہا جاتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہ کچھ خیر سے خالی نہیں حضرت فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ میں فرماتے ہیں لا ینزک العمل لاجل الریاء یقال فی المثل ان الدنیا خربت منذ مات المراؤن لانہم کانو یعملون الاعمال البر مثل الرباطات والقناطیر والمساجد فکان للناس فیہا منفعۃ وان کانت للریاء فربما ینفعہ دعاء عبد من المسلمین یعنی عمل خیر کو ریا کے سبب چھوڑنا چاہیئے کہتے ہیں جب سے نموداری کے کام کرنے والے مرگئے ہیں دنیا اجڑ گئی اس لئے کہ وہ بھلے کام کرتے تھے سرائے پل مسجد بنواتے تھے لوگوں کا اس میں بھلا تھا اگرچہ کام ریا کا اس کرنے والے کو نفع نہیں دیتا لیکن کبھی کوئی مسلمان اس ریا کی چیز سے نفع پاکر دعا دیتا ہے تو اس کو اسی دعا سے نفع ہو جاتا ہے انتہی غرضکہ فعل خیر کا نتیجہ خیر ہو جاتا ہے اب حاصل بیان پر آویں کہ جب بباعث بے رغبتی اور سستی آدمیوں کے تعین کی حاجت ہوئی تو ایک کھانا اور فاتحہ سالیانہ کا یعنی برسویں دن ٹھیرایا اور ایک نصف اس کا یعنی ششماہی پھر اس کا نصف یعنی سہ ماہی پھر اس کا نصف یعنی پینتالیس دن لیکن چونکہ اکثر امور میں عدد چلہ کا اختیار کیا گیا ہے اس لئے پینتالیس میں سے پانچ کم کر کے چالیسواں دن کر دیا گیا اور عدد چہل کی شمار جو شرع میں وارد ہے اس کے چند مقامات ذکر کئے جاتے ہیں اول جب خمیر حضرت آدم ؑ کا ہوا چالیس برس تک وہ خمیر اسی حالت میں پڑا رہا پھر اس کا سڑنا شروع ہوا تو چالیس برس تک وہ سڑا کیا جس طرح گارہ لیپنے مکانات کا

کیونکہ اثبات مدعی شرعی کا دلیل شرعی سے ہوتا ہے نہ ہر کلام لاغی سے سو جو روایات وعبارات مؤلف نے اپنے اس رسالہ میں معتبرین سے نقل کی ہیں اپنے زعم میں اپنی معین مدعیٰ جان کر تو اس کا رد ہو چکا۔

رسوم مروجہ میں مؤلف کے قیاسات لایعنی سب مطرود مردود اور یہ کلام بے سروپا نتیجہ فکر مؤلف کا ہے مسائل شرعیہ ایسے کلمات فضول سے ثابت ہیں اور عبارات سلف سے بالکل اس کا جواز ثابت نہیں نہیں ہوتے اس کا جواب بالفعل فضول ہے یہ امر محقق ہے کہ نص وفقہاء کے مقابلہ میں ایسی عقلیات ذٹل قابل التفات نہیں اور بدعت کا ایجاد ایسے متوہمات ہزلیات سے درست نہیں فقیہہ ابو اللیثؒ کا مدعا اس عبارت

Marfat.com

سڑایا جاتا ہے پھر خشک ہونا شروع ہوا تو چالیس برس میں خشک ہوا جس طرح وہ ٹھیکرا مٹی کا بجانے سے ٹن ٹن بجتا ہے بجنے لگا اسی طرح آدمی کی پیدائش میں بھی چالیس دن وہ نطفہ رہتا ہے اور پھر چالیس دن خون بستہ اور پھر چالیس دن گوشت کے ٹکرے بوٹیاں بنجاتی ہیں غرضیکہ اس سے معلوم ہوا کہ چالیس دن میں حال بدلجاتا ہے اسی غرض سے صوفیہ کرام نے عدد چلہ اپنی ریاضتوں میں مقرر کیا کہ اتنے دنوں کی ریاضت میں حالت نفس کی بدلجاوے گی اور حدیث میں آیا جو چالیس دن اخلاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھے گا اس کے دل میں سے چشمے حکمت کے پھوٹ کر زبان سے جاری ہوں گے یہ حدیث تفسیر عزیزی میں ہے اور نقل کیا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں کہ جو کوئی چالیس دن تکبیر اولیٰ امام کے ساتھ پاوے گا اللہ تعالیٰ اس کو دو باتوں سے بری کردے گا ایک نفاق سے دوسرے عذاب نار سے اور حضرت موسیٰؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ چالیس رات اعتکاف کرو اس وقت ہم تم کو شریعت یعنی توریت عنایت کریں گے یعنی اتنے دنوں میں حالات نفس وقلب وغیرہ بدلجادیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ اور بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے بابت ارواح انبیاء علیہم السلام کے یہ روایت کی ہے ان الانبیاء لا یترکون فی قبورہم بعد اربعین لیلۃ ولکنہم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور، معنی اس حدیث کے زرقانی نے یہ لکھے ہیں کہ چالیس روز تک اس جسد مدفون فی القبر سے روح بہت پیوستہ رہتی ہے بعد ازاں وہ روح قرب الٰہی میں عبادت کرتی رہتی ہے اور متشکل بشکل جسد ہو کر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے انتہیٰ۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ چالیس دن تک ہر کسی کی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے یہ حدیث شاید کہیں آئی ہوگی ارواح انبیاءؑ کی بہ نسبت تو وہ حدیث بیہقی کی دیکھی عام ارواح کی نسبت نظر سے نہیں گذری لیکن ہم لوگ بہ نسبت علماء سابقین کے کم مایہ اور سامان کتب علم کا قلیل ہماری نظر سے نہ گذرنا دلیل اس کی نہیں کہ درحقیقت یہ حدیث آئی نہیں البتہ ہم نے دقائق الاخبار میں جو امام غزالیؒ کی طرف منسوب ہے یہ حدیث تو دیکھی ہے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا مات المومن یدور روحہ حول دارہ شہرا یعنی جب مرجاتا ہے مومن پھرتی ہے روح اس کی گھر کے گرد ایک مہینے وینظر الی ماخلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یودی دینہ یعنی دیکھتی ہے وہ روح کس طرح تقسیم ہوتا ہے مال اس کا کس طرح ادا کیا جاتا ہے قرض اس کا فاذا تم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعو لہ ومن یحزن علیہ جب مہینہ پورا ہوتا ہے دیکھتی ہے اپنے بدن کو اور پھرتی ہے گرد قبر کے ایک برس تک دیکھتی ہے کون میرے لئے دعا کرتا ہے کس کو میرا غم ہے فاذا تمت سنۃ رفعت روحہ الی حیث یجتمع فی الارواح الی یوم ینفخ فی الصور یعنی جب پورا برس ہو جاتا ہے اٹھائی جاتی ہے روح جس جگہ دوسری روحیں جمع ہوں وہ وہاں رہتی ہے قیامت تک انتہیٰ۔ لیکن یہ یاد رہے کہ روحیں انبیاء اور مومنین کی کسی جگہ رہیں لیکن قبر سے سب کو ایسا علاقہ رہتا ہے گویا وہ اسی قبر کے پاس موجود ہیں یہ اتفاق ہے اہل سنت والجماعت کا گفتگو مسلسل کہیں سے کہیں پہنچی کلام اس میں تھا کہ عدد چالیس کا اکثر مقامات میں آیا ہے

یہ ہے کہ اگر کوئی عمل صالح کرتا تھا اور ابھی اس کو اندیشہ ریا کا ہو تو تاہم ترک نہ کرے کہ اگر کچھ ریا سے ہو جاوے گا تو وہ بھی خالی نفع سے نہ ہوگا مؤلف نہیں سمجھا اور یہ تجویز اپنے دل سے کر لیا کہ مراد یہ ہے کہ عمل ریا سے بھی کر لیا کرے تو فائدہ سے خالی نہیں معاذ اللہ الریاء شرک وارد ہے اس کی اجازت مؤلف ہی کا کام ہے نہ ابو اللیث کا اور فرق ہے اس میں کہ خالصاً لوجہ اللہ شروع کرے اور ریاء کا اندیشہ وخطرہ ڈال کر شیطان ترک کرانا چاہے تو اس کو کئے جائے نہ چھوڑے اور اس میں کہ ریا ہی سے شروع کرے سو فقیہ نے قسم اول کو کہا ہے کہ خدشہ ریاء کے خطرہ سے ترک نہ کرنا چاہیئے اور پھر نظیر دیدی کہ آخر اولاد کے کام میں بھی خلق کو نفع ہوا مؤلف کو فہم مراد سے کام ہوتا ہی نہیں اپنے فہم پر بناء باندھ کر

ئے ریا شرک ہے ئے مثال۔

Marfat.com

اور اُس عدد میں یہ دلالت کل مقامات میں پائی گئی کہ پچھلا حال بدلجاتا ہے چنانچہ خمیر آدمؑ اور خمیر نطفۂ انسانی اور خمیر نطفۂ انسانی اور چلہ صوفیہ وغیرہ امثلۂ مذکور سے یہ بات ظاہر ہے پس لابد ہے کہ چالیس روز میں میت کی بھی ترکیب جسمی اور تعلق روحی میں جو دنیا کے ساتھ ہے کچھ فرق و تغیر ہوا ہوگا جیسا ارواح انبیاء میں صریح وارد ہوا ہے پس اس تغیر کے وقت بھی امداد شائستہ کا دستور ٹھیر گیا فاتحہ چہلم کو مقرر کیا گیا پھر وہی قاعدہ تضعیف کا جو سالیانہ سے ششماہی اور ششماہی سے سہ ماہی میں جاری کیا گیا چہلم میں کیا گیا یعنی چہلم کا نصف بیسواں اور بیسویں کا نصف دسواں غرضکہ اسی دستور پر قاعدہ فاتحات کا ٹھیر گیا۔ اور حاشیہ خزانۃ الروایات اور بعض رسائل میں اس عاجز کی نظر سے یہ روایت مجمع الروایات سے گذری ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ کے لئے تیسرے دن اور دسویں چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور برسویں دن صدقہ دیا اگر یہ حدیث کسی قدر قابل اعتماد ہے یہ رسمیں گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو گئیں۔ یہ مجموع الروایات پرانی کتاب سیکڑوں برس کی ہے خزانۃ الروایات میں بھی اس مجموع الروایات سے بعضے مسائل اخذ کئے ہیں پس یہ جو قدیم الایام سے بزرگان دین میں تعین فاتحات متفرق ایام میں ایک امر متوارث چلا آتا ہے بلاشبہ یا تو اس حدیث یا کسی اور حدیث سے انہوں نے استخراج کیا ہوگا یا بنا بر مصلحت یہ طریقہ خود مقرر کیا ہوگا بہر کیف اگر انہوں نے خود بھی مقرر کیا تو وہ بھی صحیح ہے حدیث شریف میں آگیا ہے من سنۃ فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا علامہ شامی شارح درمختار نے اس حدیث کے معنے لکھے ہیں یعنی جو کوئی دین میں نیا طریقہ نیک نکالے گا اس کو اجر اور ثواب ملے گا واضح ہو کہ امر دین میں جو طریقہ نیک ایجاد ہوا اور مخالف قرآن و حدیث کے نہ ہو درست ہے نماز کی نیت زبان سے کرنے کو جو ایجاد علماء ہے اور درمختار اور اس کے شارح شامی نے اس کو سنت العلماء قرار دی ہے اور جائز رکھی ہے اس کی بحث سابق میں گذر چکی اور معلوم رہے کہ یہی ہم کو لازم ہے کہ ہم سلف صالحین کے قواعد اور اعمال پر اعتراض نہ کریں بلکہ اس کا اتباع کریں یہ حکم قیامت تک جاری ہے کہ ہر دور والا اپنے پہلے دور کی اطاعت کرے چنانچہ قطب ربانی امام شعرانی کتاب المیزان میں لکھتے ہیں فکما ان الشارع بین لنا السنۃ ما اجمل فی القرآن فکذ للائمۃ المجتھد ون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعۃ ولولا بیانھم لنا ذلک لبقیت الشریعۃ علی اجمالھا وھکذا القول فی اھل کل دور بالنسبۃ للدور الذی قبلھم الی یوم القیامۃ فان الاجمال لم یزل سارئی فی کلام علماء الامۃ الی یوم القیامۃ ولولا ذلک ما شرحت الکتب ولا عمل علی الشروح حواش انتھی اور شاہ عبدالعزیز رحمہ صاحب کی گفتگو بھی قریب قریب اس کے ہے کہ شروع پارہ سیقول میں فرماتے ہیں پیغمبر برکمال شاگواہی دہد و شما برکمال تابعین ہم چنیں الی یوم منا ہذا پس صدر اول اس امت مرتبہ متوسط دارند درمیان نبوت و امت محض کہ من وجہ کار پیغمبری می کنند و من وجہ کار امتاں وھکذا الی یوم القیمۃ فی کل طبقۃ متقدمۃ بالنسبۃ الی الطبقۃ المتاخرۃ انتھی اب ہم مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کا ایک کلام جامع بظاہر مختصر اور فی الواقع اس میں یہ سب

خوش ہونے لگتا ہے اور تقریر مسلسل جان کر تبختر کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اہل فہم کے نزدیک مضحکہ بنتا ہے بہر حال ایصال ثواب تا یکسال اور جب تک چاہے جائز اور یہ تعینات بدعت ہیں چنانچہ سب کچھ لکھا گیا اور اس تقریر مسلسل لاجواب ضرور نہیں کہ خود مشتمل ہے علی لمعہ ساد سہ لفضائح کا کہ اس میں کوئی بات بیہودہ نہیں لکھی جو کچھ اشارہ جواز دہم چہلم وغیرہ کا کچھ کیا ہے وہ صراحتہً رد ہی ہو چکا زیادہ کچھ حاجت نہیں مگر ہاں اس تقریر مسلسل میں اتنا غور کر لینا ضرور ہے کہ جو کچھ مؤلف نے اس عبارت طویل میں لکھا ہے یہ ہے کہ عدد اربعین[1]

[1] چالیس،

تفضیلات مروجہ اہلِ سلام داخل ہیں لکھتے ہیں اور یہ بزرگ اس فرقہ کے مسلم الثبوت علماء میں ہیں، تفسیر پارہ عم والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں بطور خلاصہ ان کے الفاظ بعینہ نقل کرتا ہوں، اول حالتی کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ و الفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابنای جنس خود باقی است و آں وقت گو یا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف و چیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان دریں حالت زود تر می رسد و مردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند صدقات و ادعیہ فاتحہ دریں وقت بسیار بکار وی آید و ازیں است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں لوع امداد کوشش تمام می نمایند انتہیٰ، جس کا دل چاہے تفسیر عزیزی فارسی نکال کر دیکھے یہ مضمون مع بعض مضامین زائد اس میں پاوے گا اب ارباب انصاف جنبہ داری کو برطرف کر کے خیال فرماویں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ان ایام مروجہ کی مداد و طعام وغیرہ کے لئے کیا علت صحیح شرعی پیدا کی کہ مردہ کا دل ان ایام میں کچھ ادھر ہوتا ہے کچھ ادھر اور زندوں کی مدد ان ایام میں جلد پہنچتی ہے پھر اس علت صحیحہ پر مرتب کیا یہ حکم کہ اسی سبب سے یہ بات ہے کہ آدمی اپنی اموات کی ایک برس تک اور خاص کر ایک چلہ تک مدد کرتے ہیں دیکھئے برس دن تک کی امداد میں یہ رسمیں سب مروجہ اہلِ اسلام یعنی سیوم و دہم و بستم و چہلم و ششماہی سالینہ سب داخل ہیں پھر شاہ صاحب نے اس رواجِ اسلامی کو رد نہیں کیا بلکہ اس کی تصدیق فرمائی بعینہٖ اپنے مدعا پر اس امر مروجہ کو دلیل لائے پس بطور لازم شاہ صاحب کا اس امر معین مقرر رواجی کو اور نہ رد کرنا اس کو کسی وجہ سے دلیل صریح اس پر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر طوائف بنی آدم میں رائج ہے حق اور صحیح ہے لمعہ سادسہ نصائح اور باب اموات نصیحت جب کسی کا کوئی عزیز قریب مر جاوے تو چاہیئے کہ صبر کرے اس کی موت پر تاکہ مستحق اجر و ثواب ہو طبرانی اور ابن مندہ نے ایک حدیث طویل بیان کی ہے جس میں یہ بھی بیان ہے کہ ملک الموت نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں آدمی کی روح قبض کرتا ہوں جب اس کے لواحق رونے لگتے ہیں میں دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہوں اس روح کو لئے ہوئے اور کہتا ہوں کہ اے رونے والو قسم اللہ تعالیٰ کی ہم نے اس آدمی پر ظلم نہیں کیا ہے وقت سے پہلے جلدی نہیں کی اور روح قبض کرنے میں کچھ ہماری خطا نہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہو ثواب پاؤ گے برا مانو گے تو گنہگار ہو جاؤ گے اور ہم کو تمہاری طرف پھر آنا ہے ہشیار رہو الیٰ آخرہ۔ نصیحت آدمی کو چاہیئے کہ اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے ایک حدیث میں آیا ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے درجہ میں کوئی اور بھی ہوگا فرمایا ہاں جو کوئی موت کو بیس مرتبہ ہر روز یاد کیا کرے گا نصیحت آدمی کو چاہیئے کہ موت کے لئے تیار رہے اور اپنا وصیت نامہ لکھ کر ساتھ رکھے جس کسی کا قرض ذمہ پر ہو اور جو کچھ نماز روزہ حج زکوٰۃ اس کے ذمہ ہو یا قسم توڑنے کا کفارہ ذمہ پر ہو وہ سب اس کاغذ میں لکھ دے اس لئے کہ کیا خبر ہے موت اس کی کس وقت آ جاوے اور مرتے وقت زبان سے وصیت نکلے یا نہ نکلے اس کاغذ کو دیکھ کر وارثانِ میت تعمیل کر دیں گے نصیحت جب کوئی آدمی مر جاوے اور کوئی شخص اس کا عزیز قریب اپنے مال میں سے اس کیلئے فاتحہ کرے اس میں کسی فقیہ محدث کو کلام نہیں اور خاص میت کا طعام اگر اس مال میں صرف کرنے لگیں تو اس میں یہ شرط

کو تبدل حال میں ایک مناسبت ہے پس اس میں یہ دیکھنا ضرور ہے کہ ایصال ثواب بعد تبدل حال کے یا وقت تبدل حال کو مناسب ہے یا اس زمانہ تعلق میت میں پس ہر عاقل کہے گا کہ جس وقت میت کو علاقہ اس طرف ہے اس وقت امداد صدقہ سے چاہیئے اور جب تبدیل ہونے کا دن ہے تو چنداں مفید نہ ہووے گا گو فائدہ سے خالی نہیں علیٰ ہٰذا اسال کے تعلق کا جواب ہے اور تخصیصات ۔ال اور چہل یوم کی محض بے کار ہیں ان کی کوئی دلیل عقلی بھی مؤلف کو نہ ملی اور جو کچھ مجموعہ روایت چہلم حضرت حمزہؓ میں نقل کی ہے وہ باطل لا اصل لہ ہے

ہے کہ اس کے وارثوں میں کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہ ہو اس لئے کہ ترکہ بعد مرنے مورث کے ملک وارثوں کا ہو جاتا ہے پس اگر وارث بالغ ہوں تو وہ مال ان کا ہو گیا اگر کوئی وارث ان میں غائب نہیں سب موجود ہیں یا کوئی غائب تھا اور اس نے اجازت دیدی تو اس صورت میں ان کو اختیار ہے جس قدر چاہیں میت کے لئے صرف کر دیں اور اگر سب نابالغ ہیں تو ترکہ میت سب ان کی ملک ہو گیا اس کا صرف کر دینا میت کے ایصال ثواب میں جائز نہیں نہ کھانا نہ کپڑا نہ روپیہ نہ پیسہ فقط تجہیز و تکفین میں جو لگے وہی درست ہے اور بس اور اگر بعضے وارث نابالغ ہیں تب بھی نابالغوں کا حصہ کل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے اس کا صرف کرنا بھی ایصال ثواب کے لئے جائز نہیں فتاوی عالمگیریہ کی جلد خامس میں ہے وان اتخذ طعامًا کان للفقراء حسنًا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ وا ذلک من الترکۃ ۔ کذا فی التاتارخانیہ اور یہ حکم کچھ طعام فاتحہ کیواسطے ہی خاص نہیں بلکہ اس قسم کے ترکہ کی چیز لباس یا طعام یا نقد نہ مسجد میں دیجاوے نہ کسی مدرسہ میں نہ کسی فقیر کو نہ عالم کو ہاں البتہ اگر موافق قاعدہ شریعت کے تقسیم واقع ہو جاوے اور صغیر وارث کو اس کا حصہ دیکر ورثہ بالغین اپنے حصہ سے خرچ کر دیویں یا عورت اپنے مہر کے دعوی میں وارث ہو کر اپنے حصہ مملوکہ سے صرف کر دیوے یہ جائز ہے خواہ مدارس و مساجد میں دیں خواہ فاتحہ کریں اور مساکین کو کھلادیں یہ مسئلہ بہت ضروری اہتمام سے یاد رکھنے کا ہے **نصیحت** جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلاوے نمود اور بڑائی ظاہر کرنے کے لئے نہ کرے حدیث شریف میں آیا ہے من سمع سمع اللّٰہ بہ یعنی جو کوئی سنوادے لوگوں کو اپنی تعریف سخاوت اور داد و دہش کی یعنی اپنی شہرت اور فخر چاہے اللہ تعالی اس آدمی کو ذلیل کرے گا سب کے سامنے پس اس صورت میں مردہ کو ثواب پہنچانا تو کیا ممکن وہ شخص خود عتاب الہی میں گرفتار ہو گا دہی مثل ہو جاوے گی محنت برباد گناہ لازم اور کھلانے والوں کو بھی چاہیے اگر یہ معلوم کریں کہ یہ کسی کے مقابلہ میں کھانا فخریہ کرتا ہے فلاں شخص نے کیا کھانا کیا ہم اس سے بڑھ کر کرتا ہوں تو ایسی دعوت نہ قبول کریں خواہ وہ کھانا غمی اور ماتم کا ہووے یا شادی اور خوشی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دو آدمی ایسے ہوں کہ ایک کی ضد میں دوسرا بڑائی حاصل کرنے کو کھانا زیادہ کرے اگر وہ دعوت کریں تو قبول نہ کیجاے ان کی دعوت اور نہ کھایا جاوے ان کا کھانا کذا فی المشکوۃ **نصیحت** یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ قرض دار آدمی کو صدقات کا کرنا خواہ اپنے لئے کرے خواہ میت کے لئے شرع میں مستحسن نہیں صاحب مجمع البحار لفظ ظہر کی تحقیق میں لکھتے ہیں حہ الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی پھر دو سطر کے بعد لکھتے ہیں ولا صدقۃ کاملۃ عن ظہر غنی وھو سا علیہ لی الشیی المتصدق بہ غیر مقبول لان قضاء الدین واجب پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ اچھا نہیں علی الخصوص جب کہ قرض سود دیکر بہم پہنچاوے یہ نہایت قبیح و شنیع ہے ایسا آدمی محض الحمد اور سورتیں پڑھ کر بخشدیا کرے **نصیحت** اگر وارثان میت بشروط مذکورہ کھانا کھلاویں تو مناسب یہ ہے

اور سلف کا اتباع اور عدم اعتراض جب ہی واجب ہے کہ حسب قواعد شرعیہ کے ہو اگر کسی سلف سے ایجاد بدعت کا ہوا ہو وہ ہر روز قابل رد کے ہے چنانچہ صلوۃ رغائب کا رد کرنا اور دیگر امور بدعیہ کا خود کتب میں درج ہے کہ علماء خلف نے زمانہ سلف کے ایجادات کو رد کیا ہے علماء سلف تو بری ہیں ایسی حرکات سے عوام اس زمانہ کے ایجاد کرکے باعث فتنہ ہوئے ہیں سو علماء خلف کو ہر روز اس کو رد کرنا لازم رہا اور اب بھی یہی واجب ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے کلام سے بھی سال بھر تک ایصال معلوم ہوتا ہے اس کا کوئی منکر نہیں تعینات ایام میں کلام ہے سو وہ بدعت ہے اور بس للہ تعالی کہ باذنہ تعالی انوار برہان ثالث نے کشف تدلیسات لوز ثالث کا کرکے اخماد اس کا کر دیا اور انظلام بدع

ٹ فریب سٹ بجھادینا ٹھنڈا کر دینا سٹ تاریکی۔

کہ غریب رشتہ داروں اور ہمسایوں اور اہل محلہ کو مقدم رکھیں فقہاء باب الزکوٰۃ میں لکھتے ہیں لاتقبل الصدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدأ بھم فیسد حاجتہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثل مشہور اول خویش بعدہٗ درویش اسی حدیث کا ترجمہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ قصبات کے شرفاء میں جو رواج ہے کہ برادری کے آدمی بھی کھانا میت کا فاتحہ چہلم و ستم وغیرہ میں کھاتے ہیں وہ بھی شاید اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار اور ہمسایہ اور اہل محلہ مقدم ہیں دوسرے آدمیوں پر اور ظاہر ہے کہ قصبات کے شرفاء میں فراغت اور وسعت کم ہے اکثر لوگ غریب ہیں وہ آدمی کہ زکوٰۃ ان پر واجب ہو یا یہ کہ اپنے مکان اور نفقہ اہل و عیال سے فارغ ہو کر بھی ان کے پاس کچھ مال بست زائد فاضل رہے ایسے آدمی کم ہیں بہت ایسے ہیں کہ ان کے گھر کھانے کا بھی ٹوٹا ہے پس شریعت میں ایسے آدمی داخل فقراء ہیں بناءً علیہ بزرگوں نے ان کو کھانا بہ نسبت اور سائلوں کو چہ گرد کے مقدم سمجھا کہ حق ہمسائگی اور محلہ داری اور قرابت بھی ادا ہو جائے اور ہر چیز اپنے موقعہ پر بھی صرف ہو جائے پس اگر یہی نیت اب بھی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس نیت سے کھلاویں کہ آج میں اس کو کھلا دوں تو کل یہ مجھ کو کھلاوے گا اس صورت میں ثواب ندارد ہوگا اس لئے کہ ارادہ معاوضہ لینے کا ہے پھر ثواب کہاں فلیکن ھٰذا اخر ما اردنا ایرادہ فی ھٰذا الباب واللہ ھو الھادی للصدق والصواب نور چہارم میں آٹھ لمعے ہیں لمعہ اولیٰ اثبات محفل مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم ----------

---

اقول یہ نور اصل مقصود اس تالیف رسالہ کا ہے اور مراد خاص مندرجہ اس کا ہے پر واضح ہو گیا قولہ نور چہارم میں آٹھ لمعے ہیں لمعہ اولیٰ اثبات محفل الخ مولود اور مطلوب اعلیٰ مؤلف کا یہی نور ہے پہلے دو نور اس کی ہی تمہید اور اس کی ہی تحقیق کے واسطے تھے اور نور ثالث میں بھی اس کا ہی اثبات مد نظر اصلی تھا پس مایہ علم و عمل و سرمایہ تمام عمر و سعی غایت قصوی مؤلف کا یہی ہے چونکہ مؤلف نے اپنے نزدیک کوئی تحقیق نہیں کہ اس میں نہ لکھی اور کوئی اعتراض نہیں جو اس میں اس کا جواب نہ لکھا ہو اور فتویٰ چو ورقہ جو تھا اس کو تو مؤلف نے سب اس رسالہ میں نقل کر دیا ہے مگر دوسرا فتویٰ جس کو مؤلف نے چوبیس صفحہ نام رکھا ہے اس میں درج نہیں کیا مگر اس کی عبارات پر جواب و اعتراض ہیں لہٰذا مناسب یہ جانا کہ اول ان فتاویٰ کو بھی نقل کر دیا جاوے تاکہ ناظر اس کو دیکھ کر اعتراض و جواب مؤلف کا خوب سمجھ لیوے اور پھر اس کی رد کی کیفیت سے مطلع ہو،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سوال مجلس میلاد شریف بکدام طریق جائز است و بکدام صورت ناجائز بلا روی و ریا ربیان باید کرد جواب ذکر ولادت شریف پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروایت صحیحہ در اوقاتیکہ از وظائف واجبہ خالی باشد بکیفیتیکہ خلاف طریقہ صحابہؓ و اہل قرون ثلثہ نباشد و بقعا ئدیکہ توہم شرک و بدعت را دراں گنجائش نباشد و بآدابیکہ مخالف سیرۃ صحابہؓ کہ از مصداق ما انا علیہ و اصحابی بیرون نہ رود و مجلسیکہ خالی باشد از مکروہات شرعیہ باعث خیر موجب برکت است بشرطیکہ بصدق نیت اخلاص باشد و در عقیدہ از جملہ اذکار حسنہ مندوبہ غیر مقید بوقت من الاوقات باشد پس کسے را از اہل اسلام نمی دانم کہ ایں چنیں ذکر را غیر مشروع یا بدعت پندارد واللہ تعالیٰ اعلم آرے بعض اوقات التزام بعض امر مستحب چناں کردہ می شود کہ عملاً بصورت واجب می نماید باایں ہمہ اگر اعتقاد فاعلش بوجوب آں نیست در حق او بدعت نخواہد شد لیکن ہر گاہ کہ ایں چنیں امر بوجہ اصرار و تکرار بار بار باعث لزوم در اعتقاد عوام می گردد پس اکنوں ترک آں مستحب است چہ جائیکہ اکثر عوام و بعض علماء علوم الدنیا کہ از حقیقت سنت و بدعت خطے وافر ندارند آں مستحب را مثل واجب در عمل آرند بلکہ تارکش زود اعتقاد خود بدتر ازاں شمارند کہ تارک جماعت صلوٰۃ باشد و پس و پیش ملوم و مذموم شرعی دانند دریں وقت لازم است کہ ایں مستحب را ترک کنند بجائے آں بدیگر وظیفہ مستحبہ و عملی از اعمال شرعیہ مندوبہ مثل صلوٰۃ و سلام بر نبی علیہ السلام و تسبیح و تقدیس

Marfat.com

وتہلیل وغیرہ ازنوافل صلوٰۃ وصوم واذکار بخلوت مشغول شدند چنانچہ در حدیث صحیحین وغیرہ از عبداللہ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ از اجلۂ صحابہ و ملازم صحبت وخدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در حضر وسفر و پیشوائے فقراء صحابہ کبارؓ اند ودر مذہب حنفیہ استدلال بقول وفعل اوشاں اکثرست مرویست لایجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوٰتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ درج فی المشکوٰۃ فی باب الدعاء فی التشہد قال صاحب المجمع فی صفحہ ۲۴۳ واستنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ قال الطیبی شارح المشکوٰۃ فی شرح الحدیث المذکور فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی یعنی فعل مستحب را واجب دانستن بدعت سیئہ است واگر از بجا آوردن مستحب در عقیدہ عوام وجوب متصور گردد ترک آں مستحب است وا ینہمہ در صورتیکہ کدام تقیید غیر مشروعہ یعنی قیدیکہ از طرف شارع مقید باں نباشد زائد کردہ نشود واگر زائد کردہ شود یعنی مطلق را مقید کردہ آید یا مقید را مطلق کنند یا چیزیکہ بالای حدیکہ در شرع ثابت نہ گشتہ افزوں نمایند گو زیادہ فی نفسہ مستحب باشد یا مباح ایں ہم از بدعات است چنانچہ در مشکوٰۃ فی باب العطاس آوردہ عن نافع ان رجلا عطس الیٰ جنب ابن عمر قال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال رواہ الترمذی پس کلمۂ السلام علی رسول اللہ منجملہ مستحبات مقصودہ واعمال فاضلہ ہست لیکن چونکہ با وظیفہ عطس زائد کرد عبداللہ بن عمر برآں انکار کرد پس انعقاد مجلس میلاد بایں ہیئت کذائیہ متعارفہ یعنی حاضر آوردن شیرینی وارتکاب تکلفات از فرش وبساط چراغ وقنادیل وغیرہ آلات روشنی زائد علی الحاجت واجتماع صغار وکبار بلکہ زنان و امارد وخواندن اشعار بسرود وتغنی ور وایتہای بے اصل موضوعہ ومبالغہ در جہر خواندن صلوٰۃ وتسلیم وتداعی ہر کس وناکس بلباسہای غیر مشروعہ وریشمہای محلوقہ وبا اینہمہ منکرات آں را مجلس رسول نام نہادن بلکہ محفل نزول روح پرفتوح حضرت علیہ السلام پنداشتن مشابہت حرکات ناشائستۂ بعضے فسقہ کہ تمثال روضہ وقبہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساختن وآنرا مہبط ارواح امامین مرحومین تصور کردن وزیارت تعزیہ را زیارت حضرت حسینؓ قرار دادن ومثل مرثیہ خواناں جوابی وسلامی مقرر نمودن مستبعد از طریقہ سنت سنیہ است وبجید شیطان مختر بودن اما ذکر خالص احوال برکت اشتمال آں حضرت علیہ السلام بطریق مشروع ودرود فرستادن بروح پاک اں حضرت ودریافتن صفات وکمالات آں سرور کائنات موجب کثرت برکت وفراواں رحمت مثمر خیرات دارین ومنتج رفعت درجات نشاتین است رزقنا اللہ تعالیٰ وجمیع المومنین ببرکت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ اجمعین آمین. وقیام عند ذکر الولادت ثبوت آں بزمانہ صحابہؓ وتابعینؒ وتبع تابعینؒ وائمہ مجتہدینؒ اصلا نہ شدہ ودر زمان حیوٰۃ آں سرور علیہ السلام صحابہؓ برائے آں حضرت قیام نمی کردند بوجہ آں کہ حضرت را خوش نمی آمد چنانچہ ترمذی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۱۲ وارد است عن انس[1] قال لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھتہ لذلک وقال ھٰذا حدیث حسن غریب وبعد وفات آں حضرت وجود قیام وقت ولادت شریف در قرون ثلٰثہ ثابت نیست پس قیام کردن وقت ذکر ولادت شریف امر محدث است لا اصل لہ در سیرت شامی آوردہ جرت عادت کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ علیہ السلام ان یقوموا لہ تعظیما وھٰذا القیام بدعۃ لا اصل لہ انتہی ونیز باید دانست کہ آں کہ قیام می نمایند برائے تعظیم سید المرسلین نمی کنند بلکہ یکے از لوازمات وشعار مجلس معہودہ محدثہ

[1] یعنی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص صحابہؓ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا مگر تاہم وے اُن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تعظیم کے واسطے کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے ۱۲

Marfat.com

است چہ اگر برائے تعظیم آں حضرت می کردند موقوف بذکر ولادت نبودے بلکہ ہرگاہ کہ ذکر تشریف آوردن حضرت در مسجد و یا درکدام مجلس و یا کہ وقت قدم شریف از سفر غزوہ و حج وغیرہ آمدے قیام می کردند چہ زمان نبوت افضل تر از زمان ولادت بود علاوہ ازیں قیام وقت ذکر ولادت ہم مطلقاً معمول بہ نیست بلکہ مقید است بانکہ مجلسے باشد کہ آں را مجلس مولود نامند و لوازمات و ہیئت مجلس دراں مرعی و ملحوظ باشند آں وقت قیام ضروری است والا لا مثلاً واعظے بر منبر نشستہ در مجلس وعظ ذکر ولادت شریف بیان کند کسی را از سامعین خیال قیام ہم بخاطر نخواہد گذشت چہ جائے قیام پس ہویدا است کہ قیام بنا بر اعظام خیر الانام نیست بلکہ از شعار و لوازم مجلس است فقط و اہتمام مجلس زائد تر از اہتمام نماز جماعت بلکہ نماز جماعت را و بعض ایشاں صلوٰۃ را ہم گذارند لکن حضور مجلس مذکور را واجب تر از نماز دانند اینہمہ از خواہشہائے نفسانیہ سرزدمی شوند الا ماشاء اللہ تعالیٰ و حضور صبیان و نسیان و فساق تارک صوم و صلوٰۃ و تماشا گاہ از کثرت قنادیل وغیرہ آلات روشنی و فروش نفیسہ و گلدستہ ہائے عجیبہ ساختن و تلاش خوانندہ خوش آواز گو امرد حسین باشد و غزلہا و اشعار بسرود نغمہ خواندن ایں چنیں مجالس - - - - در زمان صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ گاہے یافتہ نہ شدہ حاشا و کلا بلکہ بر چنیں مجالس صادق می آید الذین اتخذوا دینہم لعباً ولہواً وغرتہم الحیوۃ الدنیا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا اللہم اجعلنا من التوابین و من المتطہرین الذین لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون بحرمۃ النبی المجید و آلہ الامجد بیدک الخیر وکنت علی کل شیئ قدیر اللہم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلاً آمین حررہ احمد علی سہارنپور،،

نقل فتویٰ جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ و تشریح عبارت شرح منیہ مؤید مانعین و تحقیق بحث مابہ النزاع

استفتا ۔ کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے در بابت عدم جواز قیام مجلس میلاد شریف کے کیا گیا اس کی نقل بعینہ مع سوال کے کیجاتی ہے سوال مجلس مولود میں وقت ذکر پیدائش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیماً کھڑے ہونے کا رواج اس وقت میں جو ہو رہا ہے اس کھڑے ہونے کو واجب سمجھنا درست ہے یا نہیں اگر واجب نہیں ہے تو واجب کا فتویٰ دینے والا گنہ گار ہے یا نہیں اگر ہے تو کس درجہ کا ہے ؟

الجواب وقت ذکر میلاد کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا جناب فخر عالم علیہ السلام کی سیر اور حالات ان قرون میں بطریق وعظ و تدریس مذاکرہ و تحدیث ہزارہا بار ہوتا تھا مگر کسی روایت میں ثابت نہیں کہ بوقت ذکر ولادت کے کوئی کبھی کھڑا ہوا ہو ۔ یا کہیں فخر عالم علیہ السلام نے اس کا استحباب یا ادب کچھ کسی طرح ارشاد فرمایا ہو یہ بات کہ خود جناب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیواسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث ہے اور اس کا قیاس اس پر محض جہالت ہے کلام اس میں ہے کہ آپ کی ذکر ولادت پر جیسا معمول سفہا زمانہ کا ہے کہیں ثابت ہووے سو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا پس اولاً تو یہی حجت اس کی بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے اور جب اس پر اس قدر غلو ہے کہ عوام جہال اس کو واجب جاننے لگیں اور تارک پر ملامت کریں تو خواہ مخواہ منکر اور بدعت سیئہ ہو جاوے یہ ایک امر محدث ہے اگر کسی امر ثابت جائز کو بھی عوام واجب سمجھنے لگیں وہ بھی ناجائز منکر ہو جاتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ متفق علیہ و قال علی القاری فی شرح المشکوٰۃ فی شرح ہذا الحدیث من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ و منکر انتھی ۔ اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے وما یفعل عقیب الصلوٰۃ مکروہ لان الجہال یعتقد ونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ انتھی پس اولاً تو یہی ثابت ہو گیا کہ اس قیام کا ثبوت ہی کہیں احادیث

Marfat.com

یا آثارِ صحابہؓ سے قولاً و تقریرًا و فعلاً ہرگز نہیں ہو سکتا تو یہ امر محدث ہے ثانیاً اگر فرضاً کچھ ہو بھی جاوے تو واجب سنت مستحب تو کسی طرح نہیں ہو سکتا کیوں کہ واجب وہ عمل ہے کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالت سے ثابت ہو، یا ظنی الثبوت قطعی الدلالت سے ثابت ہووے اور یہاں قیام کے باب میں کوئی نص ہی نہیں تو قوی نہ ضعیف اور سنت اس حکم کو کہتے ہیں کہ مواظبہ علیہ السلام کی یا خلفاء راشدین کی اس پر ثابت ہووے اور قیام کے باب میں جب کچھ ثبوت ہی نہیں اور فعل اس کا ایک بار بھی نہیں تو سنت تو کیا مندوب و مستحب بھی نہیں ہو سکتا نہایت الامر اگر کوئی عرق ریزی کرے تو جواز و اباحت تک نوبت آوے گی مگر مباح کو سنت و اجب جاننے سے پھر منکر و بدعت ہو جاوے گا جیسا کہ قول ابن مسعودؓ اور ملا علی قاریؒ اور روایت عالمگیریہ سے واضح ہو گیا بہرحال اس قیام کو واجب رکھنا حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے کیوں کہ جس فعل کو شارح منع فرماوے وہ اس کو واجب کہتا ہے تو محض مخالفت شریعت غرا کی ہوئی قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدٰی ویتبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولّی ونصله جهنم وساءت مصیرًا الایۃ الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہ وجہ ہے، کہ یہ لوگ کسی روایت موضوعہ کو سند جواز کرتے ہیں یا کسی قول یا فعل کسی بزرگ سے متمسک ہوئے ہیں سو معلوم ہو چکا کہ موضوعات اور اقوال و افعال بزرگان سے ندب و جواز ثابت نہیں ہوتا جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ہووے تو ایسی صورت میں ہرگز ندب و غیرہ کا ثبوت نہیں اور جو بزعم خود وہ ثابت جان رہے ہیں تو تاہم درصورت واجب و موکد جاننے کے بدعت ہو جاوے گا یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیوں کہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادۃ شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھیرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہے یہ خرافات فرضی بناتی ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر ہی نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھیرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے لہٰذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فساق کا ٹھیرا یا یہ وجہ ہے کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد میں روح پر فتوح اس مجلس پر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و محضر بدعات و شرور میں تشریف لاتے ہیں معاذ اللہ تو اگر یہ عقیدہ ہے کہ آپ عالم غیب ہیں تو یہ عقیدہ خود شرک ہے قرآن میں ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو الایہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الایۃ پس بایں عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہو گیا اور جو عالم الغیب نہیں کہتے مگر دوسری دلیل و حجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں نص قطعی واجب ہے احاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ضعاف موضوعات سے تو باب تشریف آوری میں کونسی روایت قطعی ہے جس پر یہ عقیدہ کیا جاوے تو بس یہ عقیدہ محض اتباع ہوا و کید شیطان ہے ایسی صورت میں یہ قیام بایں عم گناہ کبیرہ ہووے گا الحاصل یہ قیام صورت اولی میں بدعت و منکر اور صورت دوسری میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک چوتھی صورت میں اتباع ہوا و کبیرہ ہوتا ہے پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہیں پھر اس کو واجب کہنا صریح مخالفت شارع کی کر کے کافر و فاسق ہونا ہے نجانا اللہ تعالیٰ منہ واللہ تعالیٰ اعلم اور ضمن تقریر سے اہل فہم کو یہ بھی واضح ہو گیا کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعًا کوئی صورت جواز اس کی نہیں ہو سکتی واللہ الہادی الی سبیل الرشاد ۔ فقط کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ اب بعد نقل ہر دو فتوی کے ناظرین غور سے ملاحظہ فرماویں کہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے اصل کر مولود کو مستحسن

Marfat.com

فرمایا ہے کلام قیود میں ہے کہ ان قیود کی ضم سے مجموعہ مکروہ بدعت ہو جاتا ہے اور فتوی مولوی رشید احمد صاحب میں بھی مجلس مولود مروجہ کو بدعت
ومنکر لکھا ہے لہٰذا اس کا خیال ہے کہ جو روایت مؤلف استحسان مولود کی لکھے گا وہ ہرگز مانعین کا جواب اور مؤلف کے مقصود کو نافع نہ ہووے گی
اور جو ان قیود کے اثبات میں کچھ نقل کرے گا وہ البتہ قابل التفات ہووے گی کیوں کہ مؤلف کی عادت اول سالہ سے یہاں تک خوب معلوم و محقق
ہو چکی ہے کہ وہ نہ سوال سائل کو غور کرتا ہے کہ کس چیز کا وہ سائل ہے اور نہ مجیب کے جواب میں خوض کرتا ہے کہ کیا حاصل جواب ہے اور نہ جواب
روایات و عبارات علماء کو فکر کر کے سمجھتا ہے کہ کیا مراد اس کی ہے اور نہ یہ تامل کرتا ہے کہ مجھ کو کس شئے کا اثبات مقصود ہے اس روایت و
عبارت سے اس کو مناسبت ہے یا نہیں کیا اثبات کرنا چاہیے تھا اور کیا اثبات کرتا ہوں اور یہ نہایت کم فہمی کی بات ہے لہٰذا ناظرین غور فرماویں
کہ قیود کے اثبات میں جو کچھ لکھے گا وہ تو قابل نظر و کلام کے ہووے گا کہ اس کو رد کیا جاوے گا ورنہ اصل ذکر مولود کو کوئی مانع نہیں اس کے جواب کی
راقم کو ضرورت نہیں گو اس کی خطا فہمی میں کلام کیا جاوے گی غرض یہ امر مدنظر رہے اور قبل شروع رد کلام مؤلف کے بندہ راقم ایک عبارت شرح منیہ
کی جس کی نقل پہلے بھی بحث سیوم میں ہو چکی نقل کرتا ہے کہ اس کو نہایت مناسبت اس محفل مولود سے ہے اور اس سے کراہت اس مجلس کی
واضح ہو جاتی ہے لکھے دیتا ہے وہ بھی مؤید ان فتاوی مندرجہ بالا کے ہے صلوۃ الرغائب ایک نماز نفل ہے کہ بعد چار سو برس کے حادث
ہوئی اور ایسا ہی صلوۃ شب برات ان کی کراہت میں شارح منیہ بعد بیان کرنے نوافل مستحبہ کے لکھتا ہے وبعد ذلك فالصلوة خير
موضوع ما لم يلزم منها ارتكاب كراهة اعلم ان النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم ما عدا التراويح وصلوة
الكسوف وصلوة الاستسقاء فعلم ان كلا من صلوة الرغائب ليلة اول جمعة من رجب وصلوة البراءة ليلة النصف من شعبان وصلوة ليلة
القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بدعة مكروهة وقال ابو الفرج بن الجوزي وابوبكر الطرطوسي صلوة الرغائب موضوعة
على رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذب عليه وقد ذكر الكراهة لها وجوها منها فعلها بالجماعة وهي نافلة ولم يرد به الشرع ومنها تخصيص
سورة الاخلاص والقدر ولم يرد به الشرع ومنها تخصيص ليلة الجمعة دون غيرها وقد ورد النهي عن تخصيص يوم الجمعة بصيام وليله
بالقيام ومنها ان العامة يعتقدونها سنة من سنن النبي صلى الله عليه وسلم فيكون فعلها سببا لكذبهم عليه عليه السلام قلت بل كثير
من العوام ببلاد الروم يعتقدونها فرضا وكثيرا منهم يتركون الفرائض ولا يتركونها وهو المصيبة العظمى ومنها ان فعلها يغري فاسد وضع الاحاديث
بالوضع والافتراء على رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنها ان الاشتغال بعدد السور مما يخل بالخشوع والتدبر وهو مخالف السنة ومنها ان في صلوة
الرغائب مخالفة السنة في تعجيل الفطر ومنها ان سجدتيها مكروهتان اذ لم يشرع التقرب بسجدة منفردة بلا ركوع غير سجدة تلاوة عند ابي حنيفة
ومالك وعند غيرهما غير سجدة الشكر ومنها ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة والمجتهدين لم ينقل عنهم هاتان الصلوتان
فلو كانتا مشروعتين لما فاتتا عن السلف وانما حدثتا بعد الاربعمائة وليس لاحد ان يتمسك على شرعيتهما بما روي عنه عليه السلام انه قال الصلوة
خير موضوع فان ذلك مختص بصلوة لا تخالف الشرع بوجه من الوجوه وقد صح النهي عن الصلوة في الاوقات المكروهة انتهى پس غور کرنا چاہیے کہ
نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوۃ نفل اس سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات اور خیر موضوع ہے مگر باوجود بوجہ
تداعی و اہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں یہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت
نہیں، بدعت ہووے گا البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیوں کہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے اور تعیین سور کا اس
صلوۃ میں بدون ورود نص کے بدعت لکھا ہے سو مولود میں بھی تعیین ہیئات مباح کا جو معلوم ہے بدعت ہووے گا گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح

Marfat.com

-- قال اللہ تعالیٰ ورفعنا لک ذکرک۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو تحقیق بلند کیا ہم نے ذکر تیرا یعنی ہم نے تم کو
نبی بنایا اور مشہور کیا زمین آسمان میں اور پھیلادیا ذکر تمہارا دنیا کے انتہا کناروں تک اور تمہارا ذکر دلوں میں محبوب و مطلوب کر دیا امام
رازی نے یہ سب مطالب لکھکر بعد اس کے یہ لکھا کان اللہ تعالیٰ یقول املاء العالم من اتباعک کلھم یثنون علیک و یصلون علیک یعنی یہ جو
اللہ تعالیٰ نے ورفعنا لک ذکرک فرمایا اس کے یہ معنیٰ ہیں گویا اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ ہم بھر دیں گے عالم کو تمہارے فرماں برداروں سے وہ سب

مستحب ہیں مگر تعیین اس ذکر مولود کے ساتھ کہ تعبیر اسکے بغیر مولود نہ ہو بدعت ہووے گا۔ جیساکہ تعیین سورۂ اخلاص کی اور تعیین وقت کی اس صلوٰۃ میں
مکروہ ہے بسبب تعیین وقت کے شارع کی طرف سے پس شہر ربیع الاول کی کوئی تاریخ مقرر کرنا التزاماً یہاں بھی مکروہ ہوویگا اور علیٰ ہذا کوئی امر مکروہ
جیسا روشنی زائد از قدر حاجت مثلاً اور سب ممنوع امر کا مضموم ہونا اس مجلس میں ممنوع ہووے گا اور جیسا عوام کو اس صلوٰۃ کو سنت اعتقاد
کرلینا باعث کراہت کا ہوا ہے ایسا ہی اس مولود کی مجلس کو ضروری جاننا عوام کا موجب کراہت کا ہے اور جس طرح وضاع احادیث کی اغراض
اس صلوٰۃ میں ہے اسی طرح وضاعین روایت مجلس مولود کے یہاں اغراض حاصل موجود ہے اور جیساکہ رفع خشوع بسبب عدد سور کے
اس صلوٰۃ میں موجود ہے شب بیداری مجلس سے صلوٰۃ فجر میں بسبب کاہلی نوم کے رفع خشوع چندگونہ زائد موجود ہے اور جس طرح اس صلوٰۃ میں تعجیل
صلوٰۃ فجر سے سنت وقت کی فوت ہوتی ہے اس مجلس کے اکثر حاضرین کی خود صلوٰۃ فجر ہی فوت ہو جاتی ہے اور اس صلوٰۃ میں جسطرح بسبب
سجدہ خارج صلوٰۃ کے جو مکروہ ہے کراہت حاصل ہوئی اس مجلس مولود میں بسبب بساط غیر مشروع اور لباس ممنوع اور اسراف روشنی کے کراہت
موجود ہے اور دیگر امور جو اس مجلس میں نامہ میں اور فتویٰ مولانا احمد علی صاحب سے معلوم ہوتے ہیں زائد رہے اور جیساکہ شارح منیہ نے سلف
صالح میں اس صلوٰۃ کا نہ ہونا علت کراہت کی قرار دی ہے حالانکہ نفس صلوٰۃ نوافل بکثرت ان قرون میں موجود تھا ایسا ہی اس مجلس کی
ہیئت کذائیہ کا ان قرون میں نہ پایا جانا اگرچہ نفس ذکر ولادت تھا۔ باعث بدعت و کراہت کا ہونا ظاہر ہو گیا بس اہل علم و فہم و دین غور سے
ملاحظہ کریں کہ یہ مجلس مولود مروجہ اس صلوٰۃ کیساتھ بالکل مطابق ہے مع شیئ زائد فی وجوہ المنع پس کون عاقل متدین اس کو مستحسن
کہدیوے گا ہاں نفس ذکر ولادت مستحب ہے اور اس میں کلام نہیں پس حاصل یہ ہوا کہ نفس ذکر مستحب اور قیود اس کی ممنوع اور مجموعہ مقید بھی
ممنوع اب مؤلف کے اقوال کو دیکھنا چاہیئے کہ نزاع تو قیود اور مقید میں ہے اور مولف صاحب نفس ذکر کا اثبات کرتا ہے

آیت ورفعنا لک ذکرک مذاکرہ رسول اللہ میں الخ اقول قولہ قال اللہ تعالیٰ ورفعنا الخ راست ہے کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا ایسا مرتبہ بلند ہے
کہ نہ کسی کا ہوا نہ ہو جس قدر توصیف آپکی کریں تھوڑی ہے مگر اس ذکر مبارک کا پاک مکان اور پاکیزہ ہیئت میں اور الواث بدعات و منکرات
سے اس کا صاف کرنا اور حضور فساق و مبتدعین سے اس کا منزہ رکھنا بھی رفعت شان ذکر کو لائق و واجب ہے پس اس آیت بیان رفعت
شان صاحب المعراج سے یہ بدیہتہً ظاہر ہے کہ اس میں کوئی امر غیر مشروع کا نہ ہو کہ جس سے سب قیود مروجہ کا کہ خلاف امر حق تعالیٰ اور
مخالف امر و رضا صاحب ذکر رفیع کے ہیں اس ذکر کیساتھ ہونا ممنوع و محظور ہونا محقق ہو گیا پس یہ آیت اول دلیل مانعین ہیئت مجلس
کی ہے کہ جسکو مؤلف نے سمجھا ہی نہیں لہٰذا جو لوگ کہ اس ذکر میں ان مبتدعہ امور اور منکرہ کو ضم کرتے ہیں جسمیں نزاع ہے تو وہ خلاف حکم اس
آیت کے پستی اور ذلت اس ذکر کی کرنے والے ہوئے اور ضد حکم حق تعالیٰ کے عامل بنے اب غور طلب ہے کہ مؤلف کو مقصود اثبات قیود ذکر
مولد ہے اور آیت ان کی حرمت ثابت کرتی ہو آیت سے خوبی نفس ذکر کی کہ خالی از شوائب نامرضیات ہو مفہوم ہوتی ہے اور مؤلف کسقدر

Marfat.com

تمہاری تعریف کیا کرینگے اور درود پڑھا کریں گے انتہیٰ مافی التفسیر الکبیر خیال کرنا چاہیئے کہ یہ معنی بخوبی صادق آتے ہیں محفل میلاد پر بیشک یہ محفل منزل مضمون ہے ورفعنا لک ذکرک میں داخل ہے اس لیے کہ اس محفل میں کثرت ہوتی ہے درود شریف کی اس قدر کہ نہیں ہوتی کسی اور مجالس وعظ وتدریس میں اور بیان ہوتا ہے حضرت کے نور کا اور ظہور معجزات وکرامات کا جو وقت ولادت اور رضاع اور قبل نبوت اور بعد نبوت ظاہر ہوئی اور بیان ہوتا ہے حلیہ شریف کا یہ سب ثنا وصفت ہے حضرت صلعم کی پس مضمون یثنون علیک ویصلون علیک خوب صادق آیا اس پر اور آواز بلند اور پاکیزہ سے ایک مقام بلند مثل منبر یا چوکی پر بیٹھ کر پڑھنے سے اور ایک ہی شان رفعت ورفعنا لک ذکرک کی ظاہر ہوتی ہے اور جو کچھ روایات ومعجزات وفضائل حضرت سید الکائنات بیان کئے جاتے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ ان کو صحابہؓ نے مجالس تابعینؒ میں اور تابعینؒ نے مجالس تبع تابعینؒ میں بیان فرمایا اسی طرح طبقہ بعد طبقہ ذکر ہوتا ہوتا ہم تک پہنچا اگر یہ قصہ اور ذکر ممنوع ہوتا صحابہؓ اول طبقہ میں بیان اس سے بند کر لیتے نہ ہم تک وہ فضائل پہنچتے نہ ہم مجالس اور محافل میں ان مدائح اور مناقب کو بفحوای آیہ کریمہ ورفعنا لک ذکرک آفاق میں منتشر اور مشتہر کرتے

غافل ہے کہ نامرضیات کا اثبات اس سے کرتا ہے کاش مولف کو کچھ بھی فہم ہوتا قولہ خیال کرنا چاہیئے الخ اقول مؤلف کو بالکل ہوش نہیں کہ سمجھے . اگر کثرت درود شریف اور ذکر خیر اس میں ہے تو تلوث بدعت ومکروہات اور حضور اعداء اللہ بھی تو یہاں موجود ہے ابھی معلوم ہوا کہ عمدہ عبادت تلوث مکروہات سے مکروہ وبدعت ٹھہرائی گئی اور خود آیت سے پاکیزہ کرنا اس ذکر کا تلوث ونجاسات ظاہریہ وباطنیہ سے محقق ہو لیا اب فقط کثرت درود ذکر خیر سے کس طرح باوصف ان تدنسات معلومہ کے یہ مجلس داخل مفہوم آیت کے ہو سکتی ہے بلکہ قطعاً ویقیناً اس آیت سے یہ محفل خارج ہے بوجہ ان قیود غیر مشروعہ کے اگرچہ اس میں خیرات ومبرات بھی ہوں ہاں اگر یہ سب قیود امور غیر مشروعہ رفع ہو جاویں تو بیشک داخل آیت کے ہے اور اس کو کوئی منع نہیں کرتا سو مؤلف کے حسن فہم پر آفرین ہے کہ ثبوت نفس ذکر کا کرتا ہے اور کلام قیود وغیر مشروعہ میں ہو رہی ہے سبحان اللہ، علیٰ ہذا منبر چوکی پر بیٹھنے سے رفعت نہیں ہوتی بلکہ مینار پر چڑھ جانے سے بھی کچھ نہیں ہوتا البتہ محفل ذکر کو تنظیف خباثات ظاہریہ وباطنیہ سے کرنے سے رفعت ہو جاتی ہے ردمختار میں مولود مروجہ کو لکھتا ہے واقبح منہ النذر بقراءۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو کہ منارہ پر چڑھنا مولود کا مفید رفعت کو نہ ہوا بلکہ اقبح ہو گیا اس واسطے کہ مشتمل لعب وغناء پر تھا پس مؤلف کا مولود کیوں کہ رفعت میں داخل ہے کہ مبتدعین وفجار کی وہاں توقیر ہوتی ہے اور قنادیل تبذیر سے وہ محفل مظلم ہوتی ہے اور دونوں امر کی مذمت نصوص میں موجود ہے وہ کون عاقل ہے کہ مدح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پڑھے اور عصیان اور امر رسول اللہ سے اس مجلس کو مظلم بنادے اور پھر اس کو داخل آیت مذکورہ کے تصور کرے اگر اس کو استہزاء کہا جاوے تو بجا ہے اور ایسے فعل کے مجوز کو جاہل کہنا سزا ہے قولہ روایات ومعجزات الخ اقول روایات احوال فخر عالم علیہ السلام صحابہؓ نے جو کچھ بطریق درس ومذاکرہ کے تعلیم فرمائے اور اسی طرح آج تک چلے آتے ہیں وانھوں نے مجلس مولود کا ہے کی اور نہ ان سے اس ہیئت کذائیہ کا ثبوت ہوا چنانچہ خود مؤلف آگے اقرار کرے گا کہ یہ مجلس چھ سو کے آخر میں ہوئی پس کلام اس ہیئت میں ہے نہ ذکر احوال فخر عالم میں اور اس ہیئت کا ممنوع اور بدعت ہونا بھی ہم کو صحابہؓ سے ہی منقول ہو کر معلوم ہوا ہے اب مؤلف کی عقل نا تمام کو دیکھنا ہے کہ جواز درس ذکر فخر عالم کو یہاں ثابت کرتا ہے اور مانعین کی مراد سے بالکل بیخبر ہے کہ وہ ان ہی امور کی ممانعت کرتے ہیں کہ جس کی ممانعت منصوص ہے قولہ خلاصہ یہ کہ ذکر ثابت الاصل ہے الیٰ قولہ غرض اس

Marfat.com

خلاصہ یہ کہ یہ ذکر ثابت الاصل ہے عہد صحابہؓ میں تقاضا کرکے وصف حضرت کا سنتے تھے اور اسمیں دل لگاتے تھے ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا ہند ابن ابی ہالہ سے وکان وصّافاً عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی وہ بہت وصف کیا کرتا تھا حلیہ شریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وانا اشتہی ان یصف لی شیئاً اتعلق بہ اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجکو وصف سنا دے کچھ صورت مبارک کا اور دل لگاؤں میں اس سے الی آخرہ اب دیکھئے یہ حضرت امام حسنؓ نواسہ رسول اللہ علیہ وسلم کے وقت وفات حضرت سات برس کے تھے اتنی عمر والا اپنے اقربا کی صورت نہیں بھولا کرتا حالاں کہ یہ صاحبزادہؓ تو کمال ذہین اور متین اور قوی الحفظ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث حفظ کرکے روایت فرماتے تھے چنانچہ صحاح ستہ کے چند آئمہ حدیث نے قنوت وتر کی حدیث ان سے روایت فرمائی ہے اور اسماء الرجال میں ان کو صحابہؓ میں شمار کیا ہے پس ظاہر ہے کہ ایسا صاحب حفظ ایسے پیارے نانا جان کی صورت جو ہر دم گود میں رکھتے تھے کندھے پر چڑھا لیتے تھے نہیں بھولے تھے بلکہ مزہ لینے کیلئے کہ تذکرہ حضرت کا موجب سرور قلب ہے اور خوب سنکر دلمیں اچھی طرح منضبط کریں اس لئے ہند ابن ابی ہالہ سے سوال کیا کہ سناؤ مجکو وصف شکل مبارک کا پس بیان کیا ہند ابن ابی ہالہ نے وہ حدیث طویل جو شمائل میں مذکور ہے اور ہند ابن ابی ہالہ کی نسبت جو یہ لفظ آیا کان وصّافاً عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ وصّافاً صیغہ مبالغہ کا ہے اور مبالغہ کثرت سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ وہ کثرت سے بیان فرماتے رہتے تھے حلیہ شریف کا اور اسی طرح دارمی وغیرہ محدثین ابو عبیدہؓ سے کہ وہ تابعی ہیں مقبول ہیں المحدثین روایت کرتے ہیں کہ ابو عبیدہؓ نے پوچھا مسماۃ ربیع صحابیہؓ سے کہ وصف سناؤ مجکو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ بولی لو رأیتہ لقلت الشمس طالعۃ اور اسی طرح بیہقی نے روایت کی ہے کہ ابو اسحاق جو ایک تابعی جلیل القدر ہے اس نے ایک عورت صحابیہؓ سے پوچھا کہ بیان کر مجھسے کہ کیسے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت کالبدر لیلۃ القدر لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم غرض اس قسم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ میں بہت تذکرہ آپ کے اوصاف کا رہتا تھا عہد صحابہؓ میں اور اس زمانہ میں بس اسی قدر فرق ہے کہ اسوقت میں مختصر طور پر روایتیں بیان ہوتی تھیں اب تفصیل اور تطویل سے ہوتی ہیں جس طرح علم حدیث کا حال ہے حضرت شاہ ولی اللہ انتباہ میں لکھتے ہیں کہ صدر اول میں حدیث لکھنے کا دستور نہ تھا یعنی صحابہؓ میں حدیث کا تذکرہ اور یادگاری زبانی ہوتی تھی بعد ان کے حدیثیں لکھی جانے لگیں اور ایک صدی کے بعد بہت اہتمام کتابت کا ہوا پھر دوسری صدی کے بعد پوری طرح پر کامل تصنیفیں ہونے لگیں انتہیٰ غرضیکہ یہ جو کتب احادیث میں اب ہے کہ ایک قسم کی حدیثوں کا باب الگ نماز کی جس قدر حدیثیں ہیں وہ محدثوں نے ایک جگہ جمع کردیں اور زکوٰۃ کی ایک جگہ یہ بات پہلے نہ تھی پس اسی طرح وہ جو روایتیں

قسم کی بہت روایتیں ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر آپ کا صحابہؓ تابعین میں بہت رہتا تھا الخ **اقول** اصل ذکر اور کثرت اس ذکر کا کسی کو انکار نہیں من احب شیئاً اکثر ذکرہ ثابت ہے مگر مؤلف کی مراد کا اس میں کہیں نام ونشان نہیں کیوں کہ نفس ذکر کا کوئی مانع نہیں قیود میں کلام ہے نہ ذکر میں یہ مؤلف کی نفہمی ہے ہاں ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبقہ عاشق فخر عالم کا تھا بار بار ذکر آپ کا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ عاشق خلاف امر ورضا محبوب کے ہرگز نہیں کرتا تو جو کچھ ان کا ذکر تھا وہ عین محبت تھی اور جس کو انہوں نے اس ذکر میں خلط نہ کیا بلکہ اس کی ذم فرمائی وہ ممنوع تھا پس اس طبقہ کی متروکات ومذمومات جملہ شنیع ہوئی سو قیود مروجہ مجلس ہمارے وقت کی مذموم ہوئی مگر مؤلف کو فہم نہیں **قولہ** عہد صحابہؓ میں اور اس زمانہ میں الخ **اقول** یہ شرح وبسط روایات کی اور تالیف ہونا سنن ومسندات

ـــہ برائی

حضرت صلعم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقائع میلاد و رضاع وغیرہ کی بابت صحابہؓ میں منتشر متفرق تھیں ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا ان کو ایکجگہ جمع کر دیجیئے تب محدثین نے ان کو جمع کیا وہ رسالے بن گئے سیکڑوں رسائل میلاد یہ تصنیف ہو گئے از انجملہ مولد شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے مورد الصادی فی مورد الہادی اور لکھا محمد بن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الأعظم اور لکھا امام القرار و المحدثین ابن جزری عرف التعریف فی مولد شریف اور لکھا مجد بن صاحب قاموس نے نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ سب کا نام لکھنا طول کو پہنچاتا ہے غرض کہ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین ہر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً و نثراً اپنی مایہ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں پھر فارسی دا ل نے فارسی زبان میں اور بلاد یورپ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے اور یہ ذکر پاک بسکہ موجب فرحت و سرور تھا اس میں بعض سامان سرور مثل زینت مجلس اور استعمال بخور و عطریات اور اطعام طعام و شیرینی و اجتماع اخوان و خلان بھی داخل اور شامل ہو گئے ان امور کے شامل ہو کو علمار دین نے جائز رکھا اور وہ جو چند فتوی المجتمع قریب چوبیس صفحہ کے مطبع ہاشمی میں اب مطبوع ہوئے ہیں اس کے صفحہ تیرہ میں ایک عالم محدث نے ان امور زائد کی منع پر دلیل قائم کی ہے عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر قال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمرؓ انا اقول

کا اور جمع ہونا جوامع و رسائل کا سب حق ہے مگر مؤلف کی غرض کسی سے حاصل نہیں ہوتی **قولہ** اور یہ ذکر پاک بسکہ موجب فرحت و سرور رکھتا الخ **اقول** یہ تو مؤلف بھی اقرار کرتا ہے یہ سامان سرور قرون ثلثہ میں نہیں ہوئے بلکہ چھ سو کے آخر میں ہوئے پس اگر اس پر وہ قول شرح منیہ کا جو صلوٰۃ رغائب میں ہے پیش کیا جائے کہ ائمہ مجتہدین تک کبھی اس کا وجود نہ ہوا اور یہ علامت بدعت ہونے کی ہے تو حجت کافی ہے مگر ہم اس سے درگذر کر کے کہتے ہیں کہ ان سامان سرور کا ادخال اس ذکر مبارک میں اگر کسی نص سے ثابت تھا تو مؤلف کو پیش کرنا اس کا واجب تھا کہ محل اثبات ہے اور اگر محض قیاس ہے تو قیاس خلاف نصوص کے مردود ہوتا ہے پس ہرگاہ کہ بموجب تقریر بالا محقق ہو لیا کہ یہ قید و تعیین خلاف ماورد بالشرع کے بدعت ہوتی ہے تو مجوزین علمار دین کی تجویز بزعم مؤلف خلاف نص کے ہرگز معتبر نہیں ہو سکتی لہذا بالضرور اپنے حسن ظن سے ہم کہتے ہیں کہ اس وقت میں یہ امور مباحہ اتفاقاً سرزد ہوتے تھے اور اباحت کے درجہ سے نہ بڑھتے تھے اور عوام کے اعتقاد کے فساد تک نوبت نہ پہنچتی تھی، لہذا اس وقت میں علمار نے انکار نہیں کیا تھا مگر اس وقت میں وہ امر نہیں رہا معاملہ قلب ہو گیا یہ سب بدعت و مکروہ بن گیا چنانچہ شرح منیہ کی روایت ہم نقل کر چکے ہیں اور شرح منیہ کے قول کے جملا علمار مقر ہیں اور جو امور منکر اس وقت میں پیدا ہو گئے مثلاً اسراف روشنی اور لباس ممنوع وغیرہ وہ اس وقت میں مطلقاً نہ تھا پس مؤلف کو کوئی حجت باقی نہیں محض سخن زبانی ہے اور بس **قولہ** اور وہ جو چند فتوی المجتمع قریب ۲۴ صفحہ الخ **اقول** اول مؤلف نے قرآن کی آیت لکھی اور پھر روایات بیان حلیہ کی لکھی، اور پھر بیان تدوین رسائل حالات و سیر فخر عالم کا لکھا اور پھر تراجم اس کو زبانہائے مختلفہ میں ہونا لکھا تو چونکہ یہ سب امور متفق علیہا تھے اور اس سے کچھ بھی مدعا مؤلف کا ثابت نہ ہوتا تھا تو ناچار فعل ملک اربل کا اپنے مدعا کیواسطے نقل کیا کہ امور سرور اس ذکر میں داخل ہو رہے اور معلوم ہے کہ ایسے افعال سے کوئی حکم کس طرح ثابت ہو جائے چنانچہ اوپر کے قول میں اس احقر نے لکھدیا ہے لو اول تو یہ قول خود مؤلف کے نزدیک بھی قابل حجت نہ تھا مگر کیا کرے جب کوئی دلیل نہ ہو تو ایسے ہی اقوال ساقطہ سے نفس پروری ہووے گی پھر بعد اس کے بہ سر مؤلف نے سوچا کہ مولانا احمد علی صاحب اس ادخال سرور کو اپنے جواب میں باطل فرما چکے ہیں مباحات کا ضم تو ایکطرف وہ خود قسم مستحب کر

Marfat.com

الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال رواہ الترمذی یہ حدیث مشکوۃ کے باب العطاس میں ہے اور غرض اس محدث کی اس حدیث سے یہ ہے کہ السلام علی رسول اللہ ایک امر مستحب ہے لیکن چونکہ وظیفہ عطاس بر خلاف اس شخص نے یہ کلمہ زیادہ کردیا اس لئے عبداللہ ابن عمرؓ نے اس پر انکار کیا بنا بر علیہ مولد شریف میں بھی جو چیزیں زائد ہیں وہ بدعتیں قابل انکار ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ مشکوۃ المصابیح میں یہ حدیث مذکور نقل کر کے لکھا ہے لہٰذا حدیث غریب شیخ محدث دہلویؒ نے مقدمہ میں لکھا ہے

بھی بغیر اذن شرع کے بدعت بنا چکے تو مؤلف کو اس کے جواب کی فکر ہوئی کیوں کہ جب تک وہ قول رد نہ ہو لیوے تو مجلس مولود مؤلف کی ہرگز درست نہیں ہو سکتی لہٰذا مؤلف نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا ہے اور حاشیہ پر مولوی صاحب کی نسبت شرکت مجلس مروجہ اور قیام کی تہمت اور تکذیب اس کی کہ یہ ان کا فتویٰ ہے اور شہادت حافظ عبدالکریم خاں کی لکھتا ہے اس کا جواب بجز اسکے نہیں دیتا ہوں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین مولانا مرحوم ہر روز اس مجلس کو بدعت فرماتے رہے اور مولانا کا مہری دستخطی یہ فتویٰ موجود ہے پس بندہ اس کے کذب و اتہام مندرجہ حاشیہ سے اعراض کر کے اول یہ کہتا ہے ناظرین بغور سنیں کہ سابقاً کلیہ شرعیہ ممہد ہو چکا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا بدعت ہے اور شارح منیہ نے بھی صلوٰۃ رغائب میں اس کلیہ کو مسلم کر کے اس کلیہ سے کراہت و بدعت ہونا صلوٰۃ رغائب کا ثابت کیا ہے اب بندہ یہاں کچھ اور بھی مطلب لکھتا ہے بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے مسجد میں لوگوں کو صلوٰۃ ضحیٰ پڑھتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بدعت ہے حالاں کہ صلوٰۃ ضحیٰ سنت مستحب ہے اور مسجد میں جانا بھی مستحب ہے مگر چونکہ باہر اجتماع اس صلوٰۃ کا مسجد میں پڑھنا منقول نہ تھا اسکو بدعت فرمایا اور اس پر انکار کیا اور حضرت عبداللہ ابن مغفل صحابیؓ نے جہر بسم اللہ کو فاتحہ کیساتھ نماز میں بدعت منکر فرمایا حالاں کہ بسم اللہ ذکر ہے اور جہر بذکر ممنوع نہیں مگر چوں کہ یہاں جہر منقول نہ تھا اس کو بدعت فرمایا یہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہے امام صاحب کے نزدیک عید الفطر میں تکبیر بجہر براہ مصلیٰ میں بدعت ہے اس واسطے کہ یہاں ان کے نزدیک تکبیر خفیہ ثابت ہوئی ہے سو جہر غیر مورد شرع میں بدعت ہوا حالاں کہ جہر بالتکبیر والذکر مستحسن ہے

امر مستحسن مستحب بہیئتہ مالم یرد بہ الشرع بدعت ہو

اور بحرالرائق میں کہتا ہے لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیٔ دون شیٔ لم یکن مشروعاً مالم یرد بہ الشرع عالمگیریہ کہتا ہے یکرہ للانسان ان یختص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلی غرض ان سب سے یہی ثابت ہے کہ کسی اطلاق شارع کو قید زمان و مکان و ہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے بدون اذن شارع کے پس اس کلیہ جو مسئلہ تمام امت کا ہے اور ان احادیث اور روایات فقہاء مجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسی وجہ سے تبدیل تغیر نہیں چاہئے نہ کمی سے نہ زیادہ سے نہ تبدیل وصف سے پس مولوی صاحب نے بھی حدیث صحیح ترمذی کی اس اثبات میں تحریر فرمائی تھی تو مؤلف نے اول تو بحث تنقید حدیث میں لکھی اور پھر معنی حدیث میں کلام کی ماشاء اللہ تعالیٰ یہ سلیقہ اور یہ بحث اگرچہ بندہ کی عادت شعر اشعار یا امثال کے لکھنے کی بوجہ اختصار کے نہیں مگر یہاں بے ساختہ طبع یہ شعر لکھانے ظہور حشر نہ ہو کیوں کہ کلچڑی کنجی حضور بلبل بوستاں کرے نوا سنجی،

مولانا احمد علی صاحب کے استدلال حدیث عطاس پر مؤلف کے کلام بے سروپا ...... کا رد

سبحان اللہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم محدث کی حدیث نقل کردہ اور اس کی تنقید میں عبدالسمیع کلام کرے قیامت آئی صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ رواہ البخاری خیر اب سب لوگ مؤلف کے علم کو بغور ملاحظہ فرماویں مؤلف کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر شرم نہیں کرتا کہ خود ضعاف بلکہ موضوعات سے حجت اپنی بدعت چہلم و فاتحہ وغیرہ پر لاتا ہے اور مولانا احمد علی صاحب

Marfat.com

کہ ہو من اقسام الطعن فی الحدیث وھذا ھو المراد من قول صاحب المصابیح ھذا حدیث غریب اور بعضی حدیث غریب صحیح بھی ہوتی ہے اور بعضی حسن بھی ہوتی ہے سو عادت ترمذی کی ہے کہ اس کو کھول کر کہدیتا ہے کہ ہذا حدیث صحیح یا حسن غریب اور جب بیان کرے لفظ حسن اور صحیح کا تو مراد اس سے وہی مطعون ہونا اس حدیث کا رہ گیا اور اس حدیث کو ترمذی نے بھی لکھا کہ ہذا حدیث غریب پس حدیث مطعون فیہ حجت نہ ٹھیری اور بالفرض والتقدیر اگر مطعون فیہ کو بھی مسلم رکھیں تو جائز ہے کہ یہ بات حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر انکار السلام علی رسول اللہ کہنے سے اس لئے کیا ہوگا کہ اس باب میں صیغۂ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے درمختار کی کتاب الذبائح میں ہے قال علیہ السلام موطنان لا ذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح اور نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں جو چیز ایجاد ہو گی اس کو ہم بھی منع کرتے ہیں کیوں کہ وہ خلاف شرع ایجاد ہوئی اور جس مقام پر نہی شرع وارد نہیں ہوتی وہاں زیادہ کرنا ایسی چیز کا جو مستحسن اور مباح ہوتی ہے فقہاء منع نہیں فرماتے اس کی دو نظیریں لکھتا ہوں

کی منقولہ حدیث صحیح کو محض اپنے جہل سے ضعیف بتاتا ہے اور حق تعالیٰ سے نہیں شرماتا مؤلف وجہ ضعف کی لکھتا ہے کہ ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے اور جہاں غریب مطلق بلا قید صحیح یا حسن کے وہ ضعیف ہوتی ہے مگر یہ قول مؤلف کا محض غلط اور مطلق جہل فن حدیث سے ہے اس واسطے کہ غریب اصطلاح ترمذی وغیرہ جملہ محدثین میں وہ ہے کہ اس کی سند میں کسی جگہ راوی منفرد ہو جاوے چنانچہ خود مقدمہ شیخ میں جو مؤلف کی نظر میں ہے یہ لکھا ہے الحدیث الصحیح ان کان راویہ واحدًا یسمی غریبًا الخ اگر چند سطر پڑھ کر مؤلف دیکھ لیتا تو شاید سمجھ جاتا اور جو کچھ سلیقہ رکھتا تو خود علل ترمذی کو کسی عالم سے پڑھ کر سمجھ لیتا مگر اس کو علم سے تو مساس و بحث ہی نہیں پس یہ حدیث ترمذی کی موافق اصطلاح ترمذی کے غریب اور صحیح ہے کیوں کہ مشکوٰۃ میں ترمذی کے لفظ نقل کرتا ہے ترمذی نے اپنی کتاب میں اس کو غریب کہا ہے اور خود وجہ غربت کی بیان کر دی ہے کہ زیاد بن الربیع منفرد ہے حالانکہ زیاد بن الربیع بخاری کے رواۃ میں ہیں پس بہر حال لفظ غریب کا دیکھ کر آنکھ بند کر کے مؤلف کا حکم ضعف کا کرنا کسقدر حزرۃ وسفاہت ہے دوسرے یہ کہ تمام راوی اس حدیث کے ثقہ اور مقبول ہیں کوئی بھی ضعیف نہیں پس اس کو ضعیف اپنی رائے سے کہدینا جرح ثقات علماء پر کرنا اور طعن ضعف کا مقبولوں پر کرنا کسقدر بددیانتی ہے تیسرے یہ کہ شیخ نے اپنے مقدمہ میں یہ لکھا ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ ای شذوذ وھو من اقسام الطعن وھذا ھو المراد من قول صاحب المصابیح الخ تو مؤلف اس کو نہ سمجھا اور رجمًا بالغیب ضعف کا حکم دینے لگا اول تو خود شیخ بلفظ قد یقع لکھتا ہے کہ جو ندرت اطلاق پر دال ہے مؤلف نے اس کو قاعدہ کلیہ سمجھ لیا دوسرے یہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ دیگر محدثین اور ترمذی کی پس مشکوٰۃ اگرچہ مستخرج سے ہے مگر صاحب مشکوٰۃ نے یہ لفظ غریب کا تو مصابیح سے نقل نہیں کیا یہ نہیں کہا قال محی السنۃ ھذا حدیث غریب جو مؤلف اس اصطلاح پر حدیث کو ضعیف کہدے بلکہ صاحب مشکوٰۃ تو صاف کہتا ہے رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب جس کو اندھا آدمی بھی جان جاوے کہ قال ترمذی ہے نہ صاحب مصابیح اور یہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ ترمذی کی اور یہ قاعدہ کہ اطلاق غریب کا ضعیف پر ہوئے ترمذی کا قاعدہ نہیں غرض مؤلف کو خود مقدمہ شیخ کی بھی فہم نہ ہوئی اور خوامخواہ حدیث کو ضعیف لکھدیا اور کچھ غیرت نہ آئی نہ رواۃ کو دیکھا نہ اصطلاح کو سمجھا نہ مقدمہ شیخ کو خوب دیکھ لیا نہ خود ترمذی کو دیکھا الحاصل یہ حدیث ہرگز ضعیف نہیں اور حجت اس سے نہایت قوی ہے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ سب ناظرین کو مؤلف کی تنقید کا حال تو واضح ہو لیا اور علم کا مایہ جو جہل مرکب ہے بھی محقق ہو گیا کہ علم

Marfat.com

باقی جس شخص کی نظر فتاوی پر ہوگی وہ اور بھی نظیریں نکال لے گا ایک یہ کہ سب جانتے ہیں کہ صحاح ستہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود تعلیم فرمایا ہوا واسطے جلسہ التحیات کے یہ ہے اللہم صل علی محمد الی آخرہ لیکن اگر کوئی آدمی اس میں لفظ سیدنا زائد کرے واسطے آداب تعظیم کے یعنی یوں کہے اللہم صل علی سیدنا محمد اس کو صاحب درمختار نے افضل اور مندوب لکھا ہے وندب ایسادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ دوسری نظیر یہ کہ فقہا زیارت مدینہ منورہ میں زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً یوں لکھتے ہیں وکل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ عایت اس بات کی کرنی جو سلف سے منقول ہے وہی ہوئے اور ایک بات بھی زیادہ نہو

مؤلف کا طاق میں رکھا ہے نہ سینہ میں اب بحث معنوی سنو مؤلف کہتا ہے کہ بالفرض اگر اس حدیث مطعون فیہ کو مسلم بھی رکھیں تو جائز ہو کہ حضرت ابن عمر نے بسبب نہی کے طعن کیا ہے کیا خوب فہم مؤلف پہ ہزار آفریں اول تو ترمذی میں دوسری حدیث اس کی ہے باب متصل میں ہو عن سالم بن عبید انہ کان مع القوم فی سفر فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال علیک وعلی امک فکان الرجل وجد فی نفسہ فقال اما انی لم اقل الا ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عطس رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی امک اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العالمین الحدیث، تو اب مؤلف بتادے کہ یہاں تو احتمال نہی صریح کا تھا السلام علیکم کے لفظ میں کونسی نہی وارد تھی جو خود فخر عالم نے اعتراض کیا اور خود وظیفہ اس محل کا تلقین فرمایا یہ صاف اس حدیث کی تائید ہوگی کہ جس مقام میں جو ذکر وارد ہے وہی ہے اسجگہ تبدل تغیر نہ چاہیے جیسا تبدل میں تغیر ہے تقیید میں بھی تغیر ہے دونوں ناجائز ہوئے خواہ زیادۃ سے ہو خواہ تبدیل سے ہو دوسرے یہ احتمال نکالنا مؤلف کا کہ جائز ہے کہ بسبب نہی کے یہ اعتراض حضرت ابن عمر کا ہوا ہو اس وقت درست ہو سکتا ہے کہ تقیید مطلق کا قاعدہ شرع میں کچھ مخفی ہو، ہرگاہ کہ یہ امر فخر عالم سے لے کر تمام مجتہدین تک مسلم رہا تو پھر ایسا ضعیف احتمال نکالنا کس عقل کا کام ہے حالاں کہ ابن عمر خود حدیث میں اس احتمال کو رفع فرما رہے ہیں فرماتے ہیں لیس ھٰکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ کہ یوں تعلیم یہاں نہیں فرمایا بلکہ یہ تعلیم فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ نہانا ان نصلی فی ھذا الموطن جس سے ہر اہل علم دریافت کر لیتا ہے کہ وجہ اعتراض کی زیادہ بالائی تھی مگر مؤلف کو چشم حق بیں کہاں ہے جو سمجھتا اور دیکھتا اس کو تو احتمال خلاف عقل فرض کر لینا اور منہ سے نکال دینا اور اپنا علم مشکوک ظاہر کر دینا ہی آتا ہے تیسرے یہ کہ مولوی صاحب نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ حد مقرر شارع پر بدون اذن کے زیادہ بدعت ہے اور خوب واضح ہے کہ بدعت منہی عنہ ہے بقولہ علیہ السلام ایاکم ومحدثات الامور، جب آپ نے ایاکم کا لفظ فرمایا تو یہ غایت درجہ کی ہی مؤکد ہے تو بہرحال بدعت بھی منہی ہوئی پس مولوی صاحب بھی یہاں نہی کا اقرار فرماتے ہیں مؤلف نے کیا خاک جواب دیا اور کیا مقصد حاصل کیا مؤلف خود کہتا ہے کہ نہی کے مقابل جو چیز ایجاد ہوگی ہم بھی اس کو منع کرتے ہیں تو بدعت بھی منہی ہے اگر کوئی بدعت ایجاد کرے گا نہی کا مقابلہ یہاں بھی موجود ہے نہایت الامر یہ ہو کہ ایسی صراحۃً نہی نہیں، بلکہ احادیث کی نہی کے ضمن میں ہے وہ بدعت ہو اور جس کی صراحۃً نہیں ہے وہ منہی ہے پھر اس فرق سے کیا نفع مؤلف کو حاصل ہوتا ہے کل بدعۃ حرام وہی رہی، اور زیادہ علی وظیفۃ مشرع منہی عنہ اور بدعت ہوا مؤلف بھی اس کو منع ہی کرے گا تو اس جواب کا حاصل ہی کیا نکلا سوائے الفاظ کے کوئی معنی بھی اس کے ہیں بلا اور تائید ہوگئی کہ مولوی صاحب نے نہی دلالۃً فرمائی تھی مؤلف نے صراحۃً نہی کا اس میں اقرار کر لیا آگے یہ کہ دلالۃً نہی کا اعتبار نہیں اور بدعت کا ایجاد درست ہے یہ امر مؤلف تو کیا کوئی مسلمان بھی نہیں کہے گا پس تحقیق حاصل تقریر مؤلف کا یہ ہوا کہ اگرچہ بدعات زیادہ وغیرہ کی حرام ہیں مگر یہاں نہی صریح سے بدعت کہو پس یہ اصلاح مؤلف کی محض بے سود تطویل ہوئی اور پھر وہ بھی احتمال کے ساتھ اور تردد سے

Marfat.com

یہ کچھ ضرور نہیں. بلکہ اپنی طرف سے جو کچھ حرکات و سکنات مؤدبانہ کرے گا سب بہترین ہیں ان تعظیمات میں زائد بخیر ہے خلاصہ یہ کہ حدیث عطاس میں اس شخص کا زائد کرنا لفظ السلام علیٰ رسول اللہ مقابل نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تھا اس لئے ابن عمرؓ نے اس کو منع کیا اور

کہتا. کیونکہ لکھتا ہے کہ جائز ہے اس لئے انکار کیا ہوگا تو دوسرا احتمال بھی مؤلف کے نزدیک مسلّم ہے اور دوسری حدیث اور خود اس حدیث کے لفظ اس احتمال مؤلف کو رد کرتے ہیں بہر حال زائد کرنا بھی مقید کرنا ہی ہے پس وہی تقیید مطلق کا حاصل ہوا اور اعتقاد اور عمل بلا اعتقاد اس تقیید کا دونوں منکر ہوئے اس واسطے کہ شارع نے یہاں ایک صیغہ مقرر فرما دیا تھا اب اس کی جگہ دوسرا صیغہ بولنا بھی بدعت اور منہی عنہ ہے خواہ اعتقاداً ہو خواہ بلا اعتقاد اور اس پر زیادۃ بھی بدعت اور منہی عنہ ہے خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو ہاں بزعم مؤلف کے فقط صیغہ السلام علیٰ رسول اللہ کے زیادہ الحمد پر بدعت نہیں بلکہ منہی عنہ ہے مگر بدیدۂ غور دیکھئے کہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی من الشارع میں جیسا بدعت داخل ہے منہیات صریحہ بھی داخل ہیں. حدائث کیواسطے قرن فخر عالم کا انحصار ضرور نہیں سو ایسی جہل کی بات ہے مؤلف کی غرض یہ تھی کہ اگر نہی صریح نہ ہو تو زیادۃ درست ہے اور یہ بالکل غلط محض ہے کیونکہ جس کی نہی صراحۃً دلالۃً کسی وجہ سے نہ ہو وہ زیادہ درست ہے اور اگر نہی دلالۃً ہووے گی وہ زیادۃ ہرگز ہرگز جائز نہ ہووے گی،

غرض کلیات سے تو مؤلف کو کچھ علاقہ فہم کا ہوتا ہی نہیں مدار چند جزئیات پر اس کا ہے یہاں دو جزئیہ نے اس کا | لفظ سید نا درود شریف میں ثابت ہے

راہ مارا ہے اول زیادہ لفظ سید نا کی صیغہ درود شریف میں مگر یہ نہ سمجھا کہ جہاں کہیں اجازت زیادۃ یا تبدیل کی صراحۃً یا دلالۃً موجود ہے وہاں نہی کہاں ہو سکتی ہے وہ تو خود ماذون بہ الشرع میں داخل ہے سو اجازت زیادہ لفظ سیادۃ کی خود یا ایہا الذین | امنو صلو علیہ الاٰیۃ میں موجود ہے کیونکہ معنی صلوٰۃ کے تعظیم کے ہیں اور صلو کے معنی عظمو لکھتے ہیں اور دعا اگر معنی ہوں اس کو بھی تعظیم لازم ہے کہ جس کیواسطے دعا کیجاوے گی اس کی توقیر و تعظیم لازم ہووے گی تھوڑی سی عقل کی حاجت ہے سو ہر گاہ کہ تعظیم فخر عالم کی اپنے بندگان سے حق تعالیٰ طلب فرماتے ہیں تو جو لفظ صیغہ کہ تعظیم کے معنی دیوے گا وہ خود مطلوب ہووے گا جبتک کہ اس کی نہی وارد نہ ہو سو یہ نظیر مؤلف کی کسقدر بے علمی پر شاہد ہے،

دوسرا جزئیہ قول الفقہاء عل ما کان ادخل فی التعظیم الخ اور یہ بھی مناسب اس آیت کے اور آیت توقیر کے | معنی قول فقہا ء کل ما کان کنا دخل فی التعظیم الخ اور یہ قول مفید مؤلف نہیں | ہے کہ حق تعالیٰ توقیر اپنی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرض کرتے ہیں پس توقیر مشروع جسقدر ہو مطلوب ہے

اگرچہ درجہ فرضیت کا کسی حد سے حاصل ہو جاوے مگر زیادۃ توقیر مشروع سے استحباب کا حاصل کرنا مجوزہ مطلوب شرع کا ہے ہاں جو اس رجہ کی توقیر و تعظیم ہو کہ شرع سے ممنوع ہو جاوے مثلاً رکوع وسجدہ یا جیسا کفار ہند کا امر تعظیم بتکا منہ لیتا ہے البتہ یہ ممنوع ہووے گا بہرحال ہر دو نظیر مؤلف کی وہ ہیں کہ نص قطعی سے مطلوب ہیں منہی ان میں کوئی نہیں اور مولوی صاحب نے نہی بدعت کی نظیر لکھی تھی اور مؤلف زیادۃ اپنی طرف سے کرنے کو کہتا ہے مگر معنی در بطن شاعر سمجھتا نہیں زیادۃ اپنی طرف سے بدون اذن شارع کے خلاف دلالت نصوص کے مراد ہے اور جو زیادۃ موافق نصوص اور حسب اجازت نص کے ہو وہ اپنی طرف سے نہیں ہوتی سو زیادۃ سید نا کی اور افعال و اقوال ادخل فی التعظیم اپنی طرف سے نہیں بلکہ باذن شارع ہے اور زیادۃ السلام علیٰ رسول اللہ کی عطس کے جواب میں اپنی طرف سے ہے علیٰ ہذا تمام مسائل میں اور جزئیات میں یہی ہے مگر مؤلف فہم کسکا مانگ لیوے جو سمجھے واہ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب دیا کہ جس کا سر ہے نہ پاؤں مطلب مولوی صاحب کا مؤلف اقرار کرتا ہے اور اپنے زعم میں رد کرتا ہے اب آگے تصریح مقصود مؤلف کی سنو قول خلاصہ یہ کہ حدیث عطاس الخ اقول پہلے تو مؤلف اس کو احتمال و تردد سے کہتا تھا یہاں اس کو تعین ہو گیا کہ نہی صریح کے مقابلہ کی وجہ سے رد حضرت ابن عمرؓ کا تھا مگر اب یہ واضح ہو لیا کہ یہاں بدعت ہونے کی وجہ سے رد تھا اور نہی صریح بھی اگر ہو تو یہی حاصل

Marfat.com

مولد شریف میں جو بعض امور ملحقہ ہیں ان کی نہی شرع میں وارد نہیں پس قیاس امور غیر منہیہ پر صحیح نہیں الحاصل محققان بالغ نظر نے ان امور ملحقہ کو محفل مولد شریف میں جائز رکھا اور وہ جو اعتراض شمول ان امور میں کرتے ہیں، کہ ان لوگوں نے مطلق کو مقید کر دیا اس کا جواب بلغۃ سامعہ اعتراضات متفرقہ میں بیان کریں گے خلاصہ یہ کہ ان امور مستحسنہ کا جواز کلام علمار ربانی میں موجود ہے از اں جملہ عبارت ملاعلی قاری کی جو ان کی کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں لکھی جاتی ہے وملما ینبغی من السماع واللہو وغیرہما فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحاً بحیث یعین السرور بہ لا

زیادہ بدون اذن شارع کے درست نہیں اور نہی خواہ صریح ہو خواہ دلالۃً ہو مانع زیادہ ہے اس تغیر سے مؤلف کو کوئی نفع نہیں ملا محض لغو تحریر کی ہے اور یہ سب لغو حرکت ادخال زیب زینت کے واسطے کرتا ہے اسپر کوئی دلیل نہیں لایا اس حدیث کی توجیہہ کی وہ بھی خلاف مراد مؤلف کے کچھ نافع نہ ہوئی اور جو تضعیف حدیث کی کرتا تھا اس سے بھی محروم بے نیل ہا اب اس کی زیب و زینت بدعت محضہ رہ گئی سنو کہ زیب و زینت وشیرینی کی بحث شرح سوال میں ہو چکی ہے اس سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب منہی عنہ نصوص سے اور بدعت منکرہ ہیں اور جو محققان نا بالغ نظر مؤلف کی مجوز منہیات شرعیہ کے ہیں اگرچہ نہی دلالۃً ہی ہو وہ ان کا قول بمقابلہ نصوص و روایت مجتہدین کے ہرگز معتبر نہیں اور تفصیل منہیات کی جو مولود کی مجلس ان کو مشتمل ہے کچھ شرح سوال میں گذر چکی اور کچھ مؤلف کے بدعات باطلات میں بکراس کا ہو جاوے گا پس مؤلف کا یہ قول کہ امور ملحقہ کی نہی شرع میں وارد نہیں کسقدر جہل شرع سے ہے خلاصہ یہ ہے کہ مانعین علمار نوعیت نصوص و جزئیات مجتہدین سے منع کو ثابت کرتے ہیں اور مؤلف بجز اس کے کہ علمار دین نے جائز نہ رکھا محققان بالغ نظر نے درست جانا فلاں شریک ہوا فلاں کرتے رہے اور کچھ حجت نہیں اور یہ قول بعد ثبوت ہرگز حجت شرعیہ نہیں ہو سکتا اپنا دل خوش کر لو مگر اہل فہم کے نزدیک کوئی دلیل نہیں اور طرفہ تماشا ہے کہ مولوی احمد علی صاحب نے نفس ذکر کو مندوب فرما کر کسی مرمباح سے اس کا مقید کرنا اور اس کے اطلاق کو تخصیص لگانا حسب لاأصل شرعیہ بدعت فرمایا ہے اور خود مؤلف بھی صفحہ ۶۹ میں بحث فاتحہ میں تقیید اطلاق شارع کو بدعت اور قابل زجر و توبیخ کہہ آیا ہے اور پھر یہاں بھول گیا اور راہ مخالفت کی چلا حالانکہ عقیدہ عوام کا یہاں بھی تقییدات کی ضروری ہونے کا ہے الحاصل قیود محفل میلاد کے اثبات میں مؤلف حجۃ شرعیہ سے تو عاجز ہے ہاتھ پاؤں مار کر ناچار اقوال علمار پر قناعت کرتا ہے اور بے نیل و مراد لوٹ آتا ہے کما لا یخفی

قولہ خلاصہ یہ کہ ان امور مستحسنہ کا جواز الی قولہ از اں جملہ اصل عبارت ملاعلی الخ **اقول** مؤلف عاجز ہو کر جب سب نصوص سے بدعت ہونا امور ملحقہ کا معلوم ہوا تو قول مورد الروی کا لایا جس سے عوام کو دھوکہ جواز امور ملحقہ کا ہو جاوے پس اولاً تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب نصوص و اقوال مجتہدین سے بوجہ تقیید و تعیین کے بدعت سیئہ ہونا ان امور کا ثابت ہو گیا تو بمقابلہ اس کے ملاعلی قاری کا قول یا کسی کا قابل تعویل نہیں سب فضول ہے مگر چونکہ مؤلف اس قول کے ذریعہ سے اضلال خلق اپنی کج فہمی سے کرنا چاہتا ہے تو اصل مطلب اس کا لکھنا مناسب ہوا پس سنو کہ امور ملحقہ ذکر مولود کے ساتھ دو قسم کے ہیں یا وہ کہ اول سے ہی حرام و مکروہ شرعی ہیں وہ تو خود ہر حال ممنوع ہیں جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ اسراف اور حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیہ اور حضور امارد کا خصوصاً صبیح الوجہ مجمع شباب فسقہ میں اور لباس حسن کے ساتھ حرام ہے الامرد کان صبیحاً فحکمہ حکم النساء وھو عورۃ من قرنہ الی قدمہ لا یحل النظر الیہ عن شھوۃ انتھی کلامہ میں عالمگیریہ درمختار اور حضور فساق بلباس خلاف اور ترک نہی عن المنکر کہ یہ سب حرام ہیں اور دیگر امور پس ایسے امور کا ہونا تو ہر حال اس محفل کو منکر بناتا ہے اور حاضر ہونا اس میں ممنوع ہے اور بعض امور وہ ہیں کہ اصل ان کی

Marfat.com

الیوم فلا باس بالحاقہ وما کان حراماً ہو مکروہاً فیمنع اور اس عمل کو تخصیص دیگئی ساتھ مہینہ مبارک ربیع الاول کی ہرچند وہ تذکرہ رواں آساتو قدیم سے یعنی وقت صحابہؓ سے چلا آتا تھا لیکن یہ سامان فرحت سرور کرنا اور اس کو مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں بھی خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اور اول یہ عمل ربیع الاول میں کرنا

مباح ہے مگر بسبب کسی عارض کے کراہت ان پر عارض ہوگئی جیسا شیرینی مباح تھی مگر بسبب تاکد کے یا عوام کے ضروری جاننے کے بدعت اور بساط و قنادیل وغیرہ جائز تھے مگر بوجہ اس ہی تاکید و اہتمام کے بدعت ہوگئی پس ملا علی قاری یہ کہتے ہیں کہ جو شئی من کل الوجوہ اولاً و آخراً مباح ہے وہ تو مباح ہے اور جو شئی دراصل مکروہ ہو یا مباح تھی اور مکروہ ہوگئی وہ ممنوع ہے پس ہرگاہ کہ اس زمانہ کے سب قیود اب بدعت و مکروہ ہوگئی تو اس عبارت ملا علی قاری سے کس طرح انکا جواز ثابت ہوتا ہے وہ تو مطلقاً مکروہ کو خواہ اصلی ہو خواہ عارضی ہو ممنوع فرماتی ہیں سو جو اشیا ان کے وقت میں داخل ہوئی تھیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت میں اباحت کے درجہ سے نہیں بڑھی تھیں اور دوام بھی ان کا نہ تھا خلاف اس زمانہ کے کہ اب جملہ مباحات اصلیہ بھی اس مجلس میں عوام کے نزدیک مؤکد اور بدعت ہو چکی ہیں پس مؤلف کا استدلال اس عبارت سے محض سفسطہ ہے ہاں البتہ جو امر کے اس میں نہ کراہت اصلیہ ہو نہ عارضیہ اور مجمع صلحاء کا ہو جیسا مولوی احمد علی صاحب نے تحریر فرمایا وہ جائز و مندوب ہوگا جیسا ملا علی قاری لکھتا ہے مگر مؤلف اپنی بدعت کی طرف اس عبارت کو کم فہمی سے لیجاتا ہے خود ملا علی قاری حدیث ابن مسعودؓ میں فرماتے ہیں من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف

من اصر علی بدعۃ ومنکر انتہی بھلا جب ملا علی قاری مندوب کے اصرار کو
- -

بدعت کہے مباحات کے اصرار کو کس طرح بدعت نہ کہیں گے پس ملا علی قاری کی عبارت دلیل واضح ہے کہ قولہ ما کان حراماً مکروہاً عام ہے کہ کراہت اصلیہ ہو یا عارضیہ دونوں مکروہ ہیں اور لحوق مباح کا اس وقت تک درست ہے کہ اباحت کے درجہ میں رہے اور جہاں اصرار تاکد کا درجہ ہوا مکروہ و بدعت و حظ شیطان بنا پس اب اس زمانہ کی شیرینی اور روشنی سب ملا علی قاری نے مکروہ فرمادی اور یہ سب سامان سرور مؤلف کے بدعت ہوگئے اور یہ عبارت ملا علی قاری کی شاہد مانعین کی بن گئی سبحان اللہ کیا فہم مؤلف کا ہے اور کیا عمدہ دلائل پیش کرتا ہے کہ بایدو شاید قولہ اور اس عمل کو تخصیص الخ اقول اب مؤلف نے دلیل دخال سرور کی شروع کی ہے بعد نقل قول ملا علی قاری کے ادّ ابتدا حال دخال سرور کا بیان کرتا ہے پس سنو کہ زمانہ صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور چھ سو سال تک ذکر فخر عالم کی ولادت اور وقائع قبل ولادت کا اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر و نبوت اور بیان احکام و قصص وغیرہا کا تعلیم و تعلم کی طرح ہوتا تھا جیسا درس تدریس علوم کا ہوتا ہے نہ اسمیں عقد مجلس تھا نہ اطعام طعام نہ کوئی امر جیسا کہ خود فخر عالم کے وقت میں تعلیم ہوتی تھی بعد چھ سو کے سن چار میں ملک مظفر نے جو محفل مولد ایجاد کیا یہ تھا کہ روز ولادت آپ کے مجمع علماء و صلحاء کا ہوتا اور ذکر ولادت وغیرہ معجزات کا کر کے کھانا کھلا کر رخصت کرتا چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھتے ہیں عندی ان اصل عمل المولد الذی ہو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدأ امر النبی علیہ السلام وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمد لہم سماطاً یاکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک ہو من البدع الحسنۃ الخ پس اس ایجاد میں تعین تاریخ اور اجتماع اور اطعام طعام کی قید اس ذکر کیساتھ اضافہ ہوئی اور بظاہر مطلق ذکر کو مقید کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمان سیوطی تک یہی رہا بلکہ بعد بھی ہوتا رہا اور اس سلطان

Marfat.com

تخصیص اور تعین کے ساتھ ایسا ہی شہر موصل میں ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں وہاں ایک متقی دیندار شیخ عمر موصلی اور روزگار سے تھے انہوں نے یہ عمل ایجاد کیا یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ سات سو برس سے مولد شریف نکلا۔ سو یہ معنی کہ بعض خصوصیات کیساتھ اتنے دنوں سے ہے ورنہ اصل تذکرہ مولد شریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت سے چلا آتا ہے اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابوسعید مظفر نے مولد شریف تخصیص و تعین کے ساتھ ربیع الاول میں کیا غرضکہ اس بادشاہ نے عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی

مظفر اور ابن دحیہ کے حال میں مختلف اقوال ہیں کسی نے ان کو عادل ثقہ کہا کسی نے ان کو فاسق کذاب لکھا مگر بندہ کو اس تحقیق سے کچھ کام نہیں اصل مطلب سے غرض ہے پس اس وقت ایجاد میں علامہ فاکہانی اور ان کے ہم مشربوں نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو بدعت قرار دیا اور ثابت کر دیا کہ اس کی اصل کہیں شرع میں نہیں کہ یوم حدوث نعمت کو ہر روز یوم سرور ٹھیرایا جاوے اور مطلق امر کو مقید کیا جاوے زمانہ اور ہیئت کے ساتھ کہ اس کی اصل کہیں کتاب و سنت سے نہیں بلکہ منع اس کا موجود ہے پس یہ بدعت ضلالہ ہوا اور دیگر جماعت نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہر چند کہ یہ عاجز نحیف مس قول علماء کے بدعت حسنہ ہونے کی توجیہہ بسبب حسن ظن کے کر سکتا ہے اور آخر رسالہ میں لکھی جاوے گی مگر ظاہر حال وہی ہے جو علامہ فاکہانی نے فرمایا ہے لہٰذا اس کی تحقیق کرتا ہے الغرض اس وقت ایجاد میں ہی علماء نے اس پر رد کیا اور پھر ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں مانعین برابر رد کرتے رہے اور اس کو بدعت کہتے رہے آج تک کہ سات سو سال گذرے کسی نے کوئی آیت یا حدیث صحیح جواز ہیئت میں پیش کی مطلق ذکر ولادت کے فضائل بیان کرتے رہے مؤلف کے بہت سے رسائل جمع کر کے مجتہد العصر ہونے کا مدعی ہو اس نے بھی مطلق ذکر میں ایک آیت اور تین حدیث لکھ کر پس آئیں شائیں بتانے لگا اور خلاصہ دلیل مؤلف کا یہ ہے کہ تمام علماء کرتے رہے ہیں فلاں نے لکھا ہے اول مجہول دعوی کیا کہ علماء بالغ نظر نے ان قیود کو جائز فرمایا ہے پھر مورداروی کی ایک عبارت نقل کی کہ جس کا حال معلوم ہوا کہ مؤلف کے مفید مطلب نہیں اب سلطان مظفر کا قصہ اپنے استدلال میں لایا ہے اور محض تطویل بے سود ہی اپنا ورق سیاہ کیا ہے کوئی مطلب کی بات نہیں خلاصہ دلیل اور حاصل غرض اس سے یہ ہے کہ صدہا علماء نے جب اس ہیئت موجودہ اس سلطان کو جائز و بدعت حسنہ کہا تو اجماع جواز پر ہو گیا گویا ایک حجت قطعیہ اجماع کی ہو گئی اور بہت خوش ہوئے کہ بڑی قطعی حجت مل گئی پس اب ناظرین پر اس کی حجت کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے بغور سنو کہ شریعت میں چار چیزیں ہیں جس سے جواز اور حلت ثابت ہوتی ہے اول کتاب اللہ تعالیٰ دوسرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے اجماع امت چوتھے قیاس صحیح مجتہدین کا سوائے اس کے کوئی دلیل شرعی ہرگز نہیں پس آیت اور حدیث سو ان دونوں میں اس ہیئت اور تعین، و اعادہ سرور کی کوئی دلیل نہیں ہاں نفس ذکر کی دلیل استحباب کی ہے مگر ان قیود کی دلیل کوئی نہیں بلکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ قرآن و حدیث میں ممانعت تعین و قیود اور مشابہ کفار اور اختلاط فساق اور سب امور مناہیہ کی موجود ہے پس یہ دو حجت شرعیہ تو ہرگز مثبت قیود مروجہ کے جواز کی نہیں بلکہ نافی اور رہا ہے تیسرا اجماع امت وہ بھی یہاں ہرگز موجود نہیں جلال الدین سیوطی حسن المقصد میں لکھتے ہیں ولیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علی الاصلین پس ہر گاہ بلکہ خود سیوطی باوجود وسعت نظر انکار نص کا کرتا ہے تو کسکا حوصلہ ہے کہ نص جواز کی دیوے اور اس قول سیوطی سے جیسا قرآن و حدیث سے نص جواز کا ہونا ثابت ہوا اجماع کا بھی انکار لازم ہے کیونکہ وہ بھی حجت قطعیہ ہے اور خبر واحد احادیث سے اقوی و اقدم ہے جب اس سے بھی انکار ہوا جب ہی تو قیاس پر جو ظنی ہے سہارا پکڑا ورنہ اجماع کے ہوتے کیا ضرورت قیاس کی تھی اور محل اجماع میں قیاس کب درست ہے پس صاف سیوطی نے انکار وجود ہر سہ حجت کا جواز ان قیود میں کر دیا اور حال اصلین کا

Marfat.com

محض کیا کرتا تھا اس کے زمانہ میں ایک عالم ابوالخطاب بن دحیہ جو حضرت دحیہ کلبی صحابی کی نسل اور اولاد میں تھا جس کی بابت شرح علامہ زرقانی اور دوسری تواریخ عربی میں لکھتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں بڑا مبصر نختپہ کار تھا علم نحو اور لغت اور تاریخ عرب میں کامل تھا بہت ملکوں میں پھر کے اس نے علم حاصل کیا تھا اکثر شہروں ملک اندلس میں اور مراکش اور افریقہ اور دیار مصر اور ملک شام و دیار شرقیہ و غربیہ عراق و خراسان و مازندران وغیرہ میں خود علم حدیث حاصل کرتا اور دوسروں کو فائدہ دیتا پھر انجام کار ۶۰۴ھ چھ سو چار ہجری میں وہ شہر اربل میں آیا یہاں سلطان

بعد تمام اس تقریر کے واضح ہو جاوے گا اب اور سنو کہ سیوطی نے جو انکار وجود اجماع کا جواز ان قیود اور اس ہیئت میں کیا ہے اس واسطے کیا ہے کہ اجماع کی تعریف شرع میں یہ ہے کہ اتفاق مجتہدین صالحین من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی انتھی من نور الانوار والشرط اجتماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر انتھی منار پس ہر گاہ کہ خود اس وقت حدوث میں فاکہانی اور ان کے توابع علماء نے انکار اس پر کیا اور بدعت ہونا اس کا ثابت کر دیا تو اجماع کا وجود کہاں ہو سکتا ہے شرعاً تو اجماع کے وجود کو ایک فرد کا بھی خلاف مانع ہے اور پھر ہر قرن میں علماء خلاف کرتے رہے اور اس کے بدعت ہونے کے مقر رہے لہذا وجود اجماع کا ہرگز نہیں ہو سکتا اہل علم تو جانتے ہیں گو جہلا ظاہری کثرت کو دیکھ کر اجماع سمجھ جاویں جیسا مؤلف سمجھ رہا ہے پس شرعاً یہ مسئلہ قیاسی ہا اور غلطی تعبیر کیا اجماع شرع ہرگز ممکن نہیں اور پھر سند اجماع کی بھی ضرور ہے علی المختار قال التوضیح وسند الاجماع خبر الواحد والقیاس عندنا والجمہور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء انتھی من توضیح پس یہاں سند کے واسطے آیت و حدیث تو پہلے ہی سے مرتفع ہے اجماع کس شے پر ہو ہاں اگر ان دو اصل پر جو ابن حجر و سیوطی نے استخراج کی ہیں ہو جاتا تو ممکن تھا مگر نہیں ہوا جیسے پہلے معلوم ہو لیا کہ کسی قرون میں اتفاق سب کا نہ ہوا اور پھر وہ دونوں اصل فاسد بھی ہیں لہذا ان کو علماء نے قبول نہ کیا بہر حال اجماع کا نہ ہونا جواز اس ہیئت پر ثابت ہو گیا چوتھے حجت ظنی قیاس صحیح ہے اور وہی بزعم مجوزین اس ہیئت میں پائی جاتی ہے چنانچہ سیوطی خود اقرار کرتے ہیں اگرچہ بے علم لوگ کچھ کہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں قیاس بھی صحیح نہیں اس واسطے کہ منجملہ شرائط صحت قیاس کے یہ بھی شرط ہے کہ فرع میں کوئی نص مخالف حکم قیاس کے موجود نہ ہو اگر ایسی نص موجود ہو وے گی تو قیاس باطل ہو جائے گا اور یہ بھی شرط ہے کہ قیاس فرع میں حکم نص کو متغیر نہ کرے یعنی مطلق کو مقید مثلاً قال فی التوضیح ولا یصح القیاس ان کان فی الفرع نص لانہ ان کان موافقا للنص فلا حاجۃ الیہ وان کان مخالفا یبطل وان لا یغیر القیاس حکم النص فلا یصح شرط التملیک فی طعام الکفارۃ قیاسا علی الکسوۃ لانہا تغیر حکم قولہ تعالی فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین ولا شرط الایمان فی کفارۃ الیمین قیاسا علی کفارۃ القتل بخلاف اطلاق النص انتھی پس اب سنو کہ سابقاً محقق ہو چکا کہ احادیث ثابت ہو لیا کہ مطلق کو مقید کرنا ممنوع ہے کہ تغیر حکم شرع کا ہے اور اس پر اجماع تمام امت کا ہے شرح منیہ سے بھی اس کو خوب اتم اسی واسطے لکھا تھا اور ذکر فخر عالم کا اور شکر آپ کے وجود کا نصوص میں مطلق وارد ہوا ہے مثلاً قولہ تعالی واما بنعمۃ ربک فحدث الایۃ والشکر بنعمۃ اللہ الایۃ پس مطلق نصوص مندب ذکر فخر عالم کو قیاس بغیر کسی ہیئت میں کرنا کس طرح درست ہو گا کہ یہ قیاس خلاف حکم نص کے ہے اور مغیر حکم نص کو ہے پس یہ قیاس ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا اور حسب قاعدہ اصول شرع کے یہ قیاس باطل ہے کہ مغیر اور مخالف حکم نص کے ہے پس معلوم ہو لیا کہ یہاں کوئی قیاس بھی صحیح نہیں جیسا تین حجت سابق نہیں تھی پس ہر چہار حجت شرعیہ اس امر میں موجود نہیں پس ایجاد اس ہیئت و تعین کا ہرگز جائز نہیں بلکہ بدعت ضلالہ ہے بغور ملاحظہ فرماویں

Marfat.com

ابوسعید مظفر کے لئے مولود شریف تصنیف کیا اس کا نام رکھا کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر اور خاص آپ اس کے سامنے پڑھا ایکہزار اشرفی انعام میں سلطان سے پائی منکرین لوگ اس عالم محدث کو بباعث مولد شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور ان کی برائی لکھتے ہیں حالاں کہ کتب معتبرہ میں ان کی تعریف مندرج ہے اور اسی طرح سلطان مظفر کو بھی برا کہتے ہیں کہ اس کی پلٹنوں میں باجا بجتا تھا اس باعث سے منکرین نے اس پر مزامیر سننے کا عیب لگایا حالاں کہ وہ پلٹن کا باجا تھا مثل طبل غازی آلات تہیہ جہاد میں داخل تھا اس

اب ان دو اصل کو دیکھو جن کو سیوطی فرماتے ہیں اصل سیوطی کی حدیث تو سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا تو سیوطی کہتے ہیں کہ آپ کا عقیقہ تو عبد المطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوتا تو یہ ذبح شکریہ اپنے وجود پر وجود کا کیا تھا اور اس ذبح کو اس حمل کیا جاوے گا اور تشریح امت کے واسطے یہ شکریہ کیا تھا پس برین قیاس ہم کو بھی آپ کے وجود کا شکریہ باجتماع واطعام کرنا مستحب ہوا پس اول تو سنو کہ سیوطیؒ نے اس اصل سے نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے کیوں کہ اس میں ذبح کا ذکر ہے تاریخ کوئی مذکور ہی نہیں اور اجتماع واطعام کا اسمیں کوئی ذکر ہی نہیں پس سوائے شکر کے باقی قیود سب کی سب ان کے نزدیک بھی اصل بدعت وکراہت پر اور حسن واکار پر باقی ہیں اس امر کو خوب غور کر لیویں مثلاً تعین وتقید مطلق کا اور تشبہ کفار کا اور مداہنت مبتدعہ اور فسقہ کے ساتھ اور اسراف روشنی کا اور دیگر مکروہات کہ اس اصل سے ان کو کوئی بوئے جواز بھی نہیں ملی اور نصوص قطعیہ سے ممانعت ان کی ثابت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے وقت میں اس استحباب کو درجہ تاکد کا بھی نہ تھا اور مباح کو اپنی حالت سے تغیر بھی نہیں تھا بہرحال اس اصل سے اعادہ سرور واستحباب قربات مالی وبدنی کا معلوم ہوا اور بس پس مولد مروج اس زمانہ کو کوئی فائدہ اس سے نہیں ہوا اور دوسرے یہ کہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ سفر السعادت میں اور اس کی شرح میں شیخ عبد الحقؒ نے فرمایا اور اسناد آں ضعیفی ہست وخالی از بعدے ہم نیست انتہیٰ اور بعض نے اس کو موضوع بھی کہا ہے بہرحال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی پس قیاس اس سے کرنا بھی لائق اعتماد کے نہ ہوگا تیسرے عقیقہ کے معنی لغوی وشرعی دونوں کو سیوطی نے ترک کر کے ایک معنی مجازی لئے کہ دم شکریہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت حکم مذہب کا اس سے نہیں ہو سکتا چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ نے ایجاد وبعثہ فخر عالم علیہ السلام منت اور احسان عباد پر فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم الایۃ اور اس منت کا شکر عباد پر واجب کیا ہے بقولہ تعالیٰ واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم الایۃ اور دیگر آیات سے بھی یہ ثابت ہے پس طلب شکر کو حق تعالیٰ نے مطلق رکھا ہے کسی وقت وہیئت میں مقید نہیں کیا پس اب قید کسی وقت وہیئت کی مغیر اس نص کی ہووے گی تو بھی قیاس باطل ہوا اور جو محل نص میں قیاس ہوا تو بھی لغو ٹھیرا اور خلاف حکم نص کے تقیید ہوئی تو بھی باطل ہو گیا ہاں مطلق شکر مطلق اوقات میں فرض منصوص ہے سو اس میں کلام ہی نہیں جو کچھ بحث ہے تو قیود و تعینات میں ہے اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ سوائے افعال شکریہ کے دیگر قیود اپنے حال پر ہیں کہ اس غیر صحیح سے بھی ان کو کچھ علاقہ نہیں پانچویں اس حدیث ضعیف عقیقہ میں کوئی قید زمانہ کی نہیں کہ کس تاریخ وماہ میں کیا تھا پھر اس سے ماہ ربیع الاول اور تاریخ ولادت ثابت بھی نہیں ہوتی کہ ایک امر منکر اس ہیئت کا ہے نفس ذبح ثابت ہوتا ہے کہ اراقہ دم ہے نہ صدقہ نہ کچھ پھر اس سے کوئی قید بھی ثابت نہ ہوئی نہ اطعام نہ سرور باجتماع فقط النسک اراقہ دم ثابت ہے اور بس اور کلام اعادہ سرور میں ہے نہ شکر میں اور تاریخ معین پر اجتماع وہیئت معینہ میں مطلق شکر ہیں پس اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا پس قیاس بھی اس سے درست نہ ہوگا اور اس ہیئت شکریہ پر کسی صحابیؓ اور تابعین سے عمل آمد نہ ہوا

Marfat.com

کے طبل وغیرہ چیز دیگر ہیں اور مزامیر لہو ولعب چیز دیگر اور محفل میں مدائح مصطفویہ سن کر شدت سرور سے اس کو وجد ہوتا تھا اس کا نام
انہیں ملانوں نے رکھا کہ وہ محفل میں ناچتا تھا اور لکھا کہ اس کی محفل میں خیال گائے جاتے تھے یہ خاکہ اڑایا اس کا کہ اشعار نعت پڑھ جاتے
تھے اور اشعار کی تعریف خود کتابوں میں تصریحاً لکھی ہے کہ اشعار مقدمات خیالی کو کہتے ہیں پس کہاں تو یہ خیال کہاں وہ ٹپہ اور خیال سہ چشم
اندیش کہ برکندہ باد چہ عیب نما بد ہنرش در نظر خلاصہ یہ کہ یہ صاحبان صافی طینت بباعث مولد شریف کرنیکے لاکھ برائی کریں مگر چاند پر

اگر یہ فعل تشریع کیواسطے تھا تو کیوں ان قرون میں بالکل متروک ہوا اب بعد چھ سو کے اس پر عمل ہوا یہ اول دلیل اس کی ہے کہ کچھ اصل نہیں رکھتا
پس یہ اعتراض فاکہانی کا کہ اس اطلاق حکم شکر کو زمان وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے کسطرح رفع ہوا اور کیا امر اس قیاس سے ثابت
ہوا اس اثبات سیوطی سے تعجب ہوتا ہے نہیں نہیں بلکہ فاکہانی کا اعتراض قائم ہے اور یہ قیاس خود باطل ہے اس سے کوئی قید ثابت نہیں
ہوتی کما لا یخفی پس صاف ظاہر ہو گیا کہ ہر سہ نصوص کا تو خود سیوطی اقرار کرتے تھے کہ یہاں موجود نہیں اصل رابع جو سیوطی نے پیدا کئے تھے وہ
بھی لاشے محض ہے خصوصاً ہمارے زمانہ کے مولود کو تو کسی وجہ سے بھی مفید نہیں چنانچہ ہر ذی عقل پر روشن ہے دوسری اصل شیخ ابن حجر کی سنو
کہ صحیحین میں ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو یوم عاشورار کا روزہ رکھتے دیکھکر پوچھا کہ تم کیوں اس دن روزہ رکھتے ہو یہود نے کہا
کہ اس روز میں فرعون غرق ہوا اور حضرت موسیٰ ع کو نجات ہوئی تو حضرت موسیٰ ع نے شکراً روزہ رکھا تھا تو ہم بھی رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا
کہ ہم احق ہیں ساتھ حضرت موسیٰ ع کے تم سے پس آپ نے روزہ رکھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ منت واحسان کے اعادہ سرور کا شکر کرنا درست ہو
اب سنو کہ قیاس بھی درست نہیں اول تو وہی تقریر سابق یہاں بھی ہے کہ شکر وجود وجود آپ کا نص مطلق سے مطلق ثابت ہوا ہے پس یہ قیاس
لغو ہے اور بسبب تغیر حکم نص کے اطلاق سے تقیید کیطرف یہ قیاس باطل ہے اور اس اصل سے فقط جواز اعادہ شکر کا یوم ورود نعمت میں ابن
حجر نے ثابت کیا ہے کہ اس کی حقیقت بھی اب معلوم ہو جاتی ہے اور سوا اس کے کوئی قید قیود مولود مروجہ کی اس سے ثابت نہیں ہوتی پس
مؤلف کو بیان فرمانا ہوا اور خود ہیئت جتماع جو فاکہانی کا اعتراض ہی قائم ہے اب تحقیق اس واقعہ کی سنو کہ بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں رکھتے تھے عن عائشۃ قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاہلیۃ وکان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ علی عادتہ قسطلانی وامر الناس بصیامہ فلما فرض رمضان فی السنۃ الثانیۃ (قسطلانی)
ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ انتہی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم عاشورار اول ہی میں آپ نے حسب عادت رکھا
تھا کہ قسطلانی خود علی عادتہ لکھا ہے اور خود ابن حجر عسقلانی بھی شرح بخاری میں بھی اقرار کرتے ہیں اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تعالی
تھا کیونکہ افتراض صوم کا بدون امر حق تعالی کے نہیں ہو سکتا پس یہ روزہ علی عادتہ رکھا مگر فرضیت کا حکم اب زائد ہو گیا پھر دوسرے سال
فرضیت منسوخ ہو گئی تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسیٰ کی وجہ سے یہ روزہ نہ ہوا تھا بلکہ بعادتہ افتراض اللہ تعالی تھا دوسرے
حدیث ابن حجر کی اصل یہ ہے عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاماً یوم عاشوراء فقال
لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ھذا یوم عظیم نجی اللہ موسیٰ وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ
شکرا فنحن نصومہ فقال رسول علیہ السلام فنحن احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر الناس بصیامہ الحدیث پس اس حدیث میں اول کلام تو یہ ہے کہ
یہود کا کہنا کہ فنحن نصومہ ای اتباعاً لموسیٰ خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھا وجہ شکر کے کیونکہ شکر روزہ

Marfat.com

خاک نہیں پڑتی دیکھو تواریخ عربی میں طومار کے طومار اس کی تعریف میں بھرے ہوئے ہیں یہ موقع طول کا نہیں اس لئے ایک مختصر عبارت علامہ زرقانی شارح مواہب کی لکھتا ہوں کہ انھوں نے علامہ ابن کثیر کی تاریخ سے نقل فرمائی ہے کان شہمًا شجاعًا بطلًا عاقلًا عادلًا ولا محمود السیرۃ الحاصل اس بادشاہ کے وقت میں جب یہ صوم تہ محفل میلاد شریف ہونے لگی ایک مولوی نے اس میں یہ عذر کیا کہ یہ تخصیص کہ خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ ہی کو محفل ہوا کرے فرض واجب یا سنت مؤکدہ تو کسی کے نزدیک نہیں باقی رہی یہ کہ مستحب یا مباح ہوئے سو یہ بھی نہیں اس لئے کہ بدعت دین میں درست نہیں پس لا بد اس کو مکروہ کہیئے یا حرام اور سوا اس ایک عالم کے جسقدر علماء تھے سب نے اس کے قول کو رد کیا اور فتویٰ دیا کہ یہ مستحسن اور مستحب ہے اور وہ بدعت منع ہے جو سیئہ ہو یہ تو حسنہ ہے پس اسی فتویٰ پر عمل ہو گیا تمام اس وقت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ مولد شریف میں حاضر ہوتے چنانچہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے وکان یحضر عندہٗ فی المولد اعیان العلماء والصوفیۃ اور رائج ہو گیا یہ عمل مقبول تمام شہروں اور ملکوں میں ہو گیا چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ حلبی قسطلانی وغیرہ نقل کرتے ہیں کلام حافظ ابو الخیر سخاوی سے تمّ لا

نجاۃ کے تھا اور پھر جو شکر نعمت کا مثل سب نعماء کے ہر دم رہتا ہے اس سے بحث نہیں پس فخر عالم کا روزہ بھی شکر کا نہ ہوا بلکہ اتباع حضرت موسیٰ کی سنت کا ہوا اور اگر تسلیم کریں اس کو کہ یہود کے کہنے پر روزہ رکھا تھا سو یہود دو کام کرتے تھے ایک صوم کہ وہ سنت حضرت موسیٰؑ کی تھی یا ان پر فرض ہو گیا تھا تو مفروض من اللہ تھا دوسرے سرور عید لیوم النجاۃ سو اس کو خود فخر عالم ؐ نے رد کر دیا تھا چنانچہ حدیث مسلم میں مصرح ہے تو اس صورت میں اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں اعادہ شکر ہرگز نہیں اور جس فعل میں اعادہ شکر سرور کا ہے وہ شارع نے بوجہ مخالفت یہود کے چھوڑ ہی دیا تھا دوسرے یہ کہ قصہ میں کوئی نص نہیں کہ یہود کے کہنے سے آپ نے روزہ رکھا تھا اور بوجہ نجات حضرت موسیٰؑ کے رکھا تھا بلکہ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بعد سوال جواب یہود کے آپ نے روزہ رکھا سو پہلے حدیث خود صاف کہہ رہی ہے کہ بفرض اللہ تعالیٰ وعلیٰ عادۃ تھا پس یہ احتمال رفع ہو گیا اور احق بموسیٰ منکم ای اتباعًا لا سرورًا و شکرًا کیوں کہ سرور کا امر تو آپ نے ترک ہی کر دیا و عن ابی موسیٰ قال کان یوم عاشوراء یومًا یعظمہ الیہود و تتخذہ عیدًا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم دوسری روایت ہے خالفوا الیہود پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرما چکے کہ صوم عید کے خلاف ہوتا ہے اور یہ قول احق بموسیٰ منکم بطریق الزام کے تھا کہ تم کس امر میں متبع موسیٰؑ کے ہو تم تو ہر امر میں اپنے ہویٰ کے تابع اور مخالف شرع و حکم موسیٰؑ کے پھر دعویٰ اتباع تمہارا بے محل ہے ہاں ہم متبع موسیٰؑ کے ہیں پس یہ الزام تھا نہ وجہ صوم کی پس بہرحال یہ صوم اعادہ شکر و سرور کا نہ ہوا اور نہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا پھر قیاس کس چیز پر کیا جاتا ہے عجب ہے کہ ابن حجر جیسا ایسی بات فرماوے اور پھر اس سے اگر کوئی تسلیم بھی کرتا تو اعادہ نفس شکر یوم معین کا نکلتا فاکہانی کے دو اعتراض تھے سو ہیئت اجتماعی کرتے ہونا تو اب بھی رفع نہ ہوتا بہرحال اول اس حدیث کے اصل ہونے میں ہی کلام ہے کہ ہرگز اس سے اعادہ شکر و سرور کا یوم معین میں نہیں نکلتا اگر معلوم بھی ہووے تاہم قیاس کے بطلان کی وجہ معلوم ہو چکی اور مولود مروجہ کو تو کسی وجہ سے بھی مفید نہیں پس محقق ہو گیا کہ جواز قیود میں حجت قیاس سے بھی کچھ ثبوت نہیں لہٰذا حجج اربعہ سے بدعت ہونا اس مروجہ کا محقق ہو گیا فللہ الحمد اب مؤلف کے اقوال بعینہٖ کو دیکھنا چاہیئے قولہ الحاصل اس بادشاہ کے وقت میں جب الخ اقول تسلیم کیا کہ ایک علامہ عالم نے ہی انکار کیا مگر اس کے انکار کا آج تک کسی سے جواب نہیں دیا گیا اور فقط اس کی انکار نے اجماع کو جو مزعوم مؤلف کا ہے باطل کر دیا اور قیاس کی کیفیت معلوم ہو چکی کہ یہاں کسی کام کا نہیں قرآن و حدیث سے کچھ ثبوت ہی نہیں پس سب آپ کے علماء کا فتویٰ لا بعبأ بہا ہو گیا اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا اور حاضر ہونے سے مشائخ اور علماء کے کچھ حجت جواز کی نہ

Marfat.com

سوال: هل الاسلام فی سائر الاقطار المدن الکبار یحتفلون فی شہر مولدہ ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عمیم اور ملا علی قاری نے کل ملکوں میں مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے جس کا جی چاہے ان کے رسالہ میں دیکھے کہ وہ لکھتے ہیں یہ بات کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً اور ملک مصر اور ملک اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور ملک عجم اور ملک ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام اور احتشام سے ہوتی ہیں محفلیں مولد شریف کی اور یہ بھی لکھا ہے ومن تعظیم مشائخہم وعلمائہم ہذا المولد المعظم والمجلس المکرم انہ لا یأباہ احد فی حضورہ رجاء ادراک اعوذ کرہ ضمیر غائب لفظ ہم راجع جمیع مذکورین یا دیار وامصار مذکورہ بالا کی طرف پس معنی یہ ہوئے کہ اس محفل اور مجلس کی تعظیم ان سب ملکوں کے مشائخ طریقت اور علماء شریعت اس قدر کرتے ہیں کہ کوئی اس میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا انتہیٰ کلامہ پس مقبولیت اور شہرت اور کثرت اس عمل پاک کی کلام ملا علی قاری اور سخاوی سے ظاہر ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور مشائخ میں کوئی انکار نہیں کرتا تھا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی ایک دو آدمی ادھر ادھر انکار کرتا رہا وہ مخالف ہزاروں بلکہ لاکھوں کے اور خلاف سواد اعظم سمجھ کر ہر دور اور ہر عہد میں وہ منکر اپنے علماء معاصرین میں غیر مقبول اور متروک العمل رہا چنانچہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں زمانہ قدیم سے ابتک اور ملک روم شام و اندلس اور ممالک مغربی وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے اس وقت تک اسی استحباب اور استحسان محفل مولد شریف پر عمل ہے سوائے اس خطۂ پاک حضرت ہندوستان کے کہ اس میں طرح طرح کے انکار پیدا ہوگئے اور زمانہ قدیم میں بھی علماء ہند کے مقبولین معتمدین متقدمین مثل شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا محمد طاہر صاحب مجمع البحار استحباب عمل مولد کے قائل تھے اور نیز بعض نصص و حکایات ہمایوں وغیرہ بادشاہان دہلی سے اور نیز کلام حافظ ابوالخیر سخاوی سے ملک ہندوستان میں رائج ہونا اس عمل پاک کا یقینی طور پر

ہے اگر کروڑوں علماء بھی فتویٰ دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں اگر کچھ بھی علم وعقل ہو تو ظاہر ہے پس قول سبط ابن الجوزی کا کہ یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ بمقابلہ النصوص کے ہرگز ملتفت نہیں اور تمام بلاد میں اشتہار اس کا کوئی دلیل شرعی نہیں صلوٰۃ لیلۃ البراءۃ اور رغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور بدعت بھی رہی پس اشتہار امر غیر مشروع کا موجب جواز کا نہیں ہوتا پس سخاوی کے اس قول میں کوئی حجت شرعیہ نہیں علیٰ ہذا ملا علی قاری کا لکھنا کہ تمام ملکوں میں یہ رائج ہے **قولہ** اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی **اقول** جو ایک دو عالم موافق نصوص شرعیہ کے فرماوے اور اس کی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلاف نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر منصور اور عنداللہ مقبول ہوویں گے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق منصورین لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ طائفہ خود قطعیہ شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے پس خود ارشاد فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب و سنت کے ہے وہ طائفہ قلیلہ اگرچہ رجل واحد بھی ہو وہ علی الحق اور اس کی مخالف تمام دنیا بھی ہو تو مردود ہے اور یہاں خود مبرہن ہو لیا کہ یہ مجلس مروج ادلہ اربعہ شرعیہ کے خلاف ہے اور ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اس کا ثابت ہے فماذا بعد الحق الا الضلال اب مؤلف مالک کی ثنا کرکے اپنی کرم کہانی لکھی جاوے بندہ احقر پہلے عرض کر چکا کہ مؤلف کے پاس کوئی دلیل سوائے اس کے نہیں کہ تمام علماء کرتے رہے اور یہ بشرط ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں حجت وہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے پیدا ہووے اب مؤلف کا مایہ علم اور دلیل اثبات اس کے مدعا کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہمایوں وغیرہ بادشاہان کی حکایات سے استناد کرنے لگا اور کفار فرنگ کی تعطیل کو بھی حجت جواز بنا لیا کل رام لیلا کی تعطیل کو حجت جواز رام لیلہ کی نہ لکھ دیوے استغفر اللہ استغفر اللہ مؤلف کے حواس میں بیشک فتور اور اس کو ضعف دماغ سے مالیخولیا ہو گیا

معلوم ہے انتہا یہ کہ اس وقت میں جو حکام فرماں روا انگریز ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم و آداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بایں ہمہ انھوں نے بھی اپنی کچہری اور محکمہ میں جا بجا اہل اسلام کے لئے مثل عید اور بقرعید اور شب برات کے ایکدن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے افسوس صد افسوس کہ حکام انگریز اپنے کار و بار ضروری میں اپنے حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگذاری کو اس روز کے واسطے بجا آوری مراسم فرحت و مسرور و تعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کریں یہ لوگ اس کے مقابل میں زبان مبارک سے فرماویں معاذ اللہ منہا کہ یہ فعل بدعت ہے اور ضلالت ہے اس دینداری اور خوش عقیدگی پر افسوس کیا خوب قدر پہچانی حضرت شفیع محشر کی صلی اللہ علیہ آلہ و اتباعہ و بجمیعہ اجمعین خیر انکار کرنے والے انکار کریں اگر ان کو بھی توفیق ہو کنارہ کریں محفل پاک ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ہم اس وقت تک کا ثبوت کامل دیکھئے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ میں اہل اسلام اس عمل پاک کو محمود اور مستحسن جانتے ہیں بس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ فرماتے ہیں مارآہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو مسلمان لوگ اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور ہندوستان کے کسی نواح یا ضلع میں اگر دس پانچ مولوی اس آخری دورہ میں کہ فتنہ و فساد کا وقت ہے اپنا ایک جرگہ باندھ کر کچھ اس عمل کو برا کہنے لگیں تو

ہے افسوس قولہ بس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود الخ اقول مؤلف نے الفاظ ہی یاد کر لیے ہیں معنی تو کسی سے پڑھے ہی نہیں یہ سمجھ لیا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالاں کہ مبتدعین فسقہ تبعین سنت سے زائد ہیں اس زمانہ میں ہزار گونہ کی نسبت ہو گئی اور حدیث لا یزال طائفۃ من امتی کو جو لکھی گئی اور حدیث بدا الاسلام غریبا و سیعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء الحدیث اور مثل اس کی سب کو پس پشت ڈال دیا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غرباء کی مدح ہو رہی ہے اب اپنے حسب بدعت ان کو رد کر دیجئے تو اس سے عجب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو یہ مراد ہے کہ جس وقت میں تمام دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہوی جاوے گا اس وقت میں وہی دو چار متبع سنت مقبول ہوویں گے ان کو طوبیٰ ہو اور حدیث مارآہ المسلمون اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی امر میں نص صریح قرآن و حدیث و اجماع امت سابقہ سے نہ ہو اور اس پر باشارہ و دلالت نص تمام علماء جمع ہوویں کیوں کہ لام استغراق کا المسلمون میں موجود ہے اور اسلام مطلق سے فرد کامل اسلام کے مراد ہے تو مکمل مسلمین علماء مجتہدین ہی ہوتے ہیں پس تمام علماء کملاء اس کو دلالۃ النص سے بوجہ اسلام کامل کے حسن اعتقاد کریں اور جانیں کیوں کہ مشتق منہ علت حکم کی ہوتا ہے پس ایسا امر عند اللہ بھی حسن ہی ہوگا اور اس کے معنی بعینہ وہی ہیں کہ فرمایا لا تجتمع امتی علی الضلالۃ[1] اور یہ اور وہ دونوں حدیث اجماع قطعی کو ارشاد فرماتے ہیں پس مؤلف آنکھ کھول کر دیکھے کہ اجماع کس کا معتبر ہوتا ہے اور اجماع کس وقت اور کس شرائط سے قابل اعتماد ہوتا ہے اور یہاں قیود مروجہ مولود میں وہ شرائط ہیں یا نہیں ابھی بحث ادلہ اربعہ میں کہا گیا ہے اگر مؤلف کو کچھ علم ہے تو دیکھ لیوے تو شاید یہ سمجھ جاوے کہ یہی جرگہ دس پانچ کا طائفۃ من امتی اور طوبیٰ للغرباء کا مورد ہے اور یہ مجلس مولود مروج خارج از ادلہ اربعہ ہے زیادہ تطویل کرنا اور بار بار اعادہ مضامین کا کچھ ضرور نہیں مگر اس قدر ہر عاقل سمجھ لیوے کہ مارآہ المسلمون اس وقت ہے کہ ادلہ ثلثہ شرعیہ سے اس کا کچھ صریح ثبوت نہ ہو ورنہ جب ان ادلہ سے قبح کسی شئ کا ثابت ہے تو وہ شئے عند اللہ قبیح ہو چکی اب تمام دنیا کی حسن جاننے سے بھی وہ حسن نہیں ہو سکتی مگر ہاں جب ادلہ ثلثہ میں صریح نہیں تو ضرور ضمنی طور پر کچھ ہوگا اس وقت جب سب علماء امت

---

[1] خرابی [2] چھوٹی جماعت [3] گروہ [4] چاروں دلائل سے جامع۔

Marfat.com

معنیٔ حدیث ماراٰہ المسلمون حسناً الخ وحدیث علیکم بالسواد الاعظم وحدیث لا یجتمع امتی علی الضلالۃ

توکب عنداللہ مقبول ہوسکتا ہے اس کا تصفیہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماچکے آپ نے ارشاد فرمایا ہے اتبعوا السواد الاعظم اس حدیث کے معنوں میں لاکہ یہ لوگ سرٹپکا کریں اور کسی کسی کے اقوال شاذہ نقل کیا کریں لیکن جو معنی اس حدیث کے جمہور محدثین کے نزدیک ہیں وہ یہی ہیں جس کو مولوی احمد علیصاحب محدث سہارنپوری نے اپنے مطبع کے مشکوٰۃ میں ملا علی قاری سے نقل کرکے قائم کیے ہیں سواد اعظم کو لکھا ہے یعبر بہ عن الجماعۃ الکثیرۃ والمراد ماعلیہ اکثر المسلمین اور اسی طرح مولوی اسحاق صاحب کے خلیفہ شاگرد رشید نواب قطب الدین خاں صاحب نے مشکوٰۃ کے ترجمہ میں اس حدیث کے یہ معنی لکھے ہیں کہ جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علماء کے ہیں ان کی پیروی کرو چونکہ یہ دونوں عالم اس فرقہ کے نزدیک کمال مستند ہیں اس لئے ان کے قول پر بس کرتا ہوں نقل اقوال اور علماء محدثین کی کچھ حاجت نہیں اور لمعہ تا منہ

متفق ہو جاویں اور کسی خفی امر سے استنباط کر کے مجتمع ہو جاویں کہ ایک بھی ان سے منفرد نہ ہو تو وہ عند اللہ حسن ہو گیا کہ اجماع ان کا مظہر اس حکم کا ہو گیا ہے تامل درکار ہے پس یہاں تو ادلہ اربعہ سے قبح ان قیود کا ثابت ہو لیا اب مؤلف کے مسلمون کے حسن جاننے سے قبح اس کا رفع نہیں ہو سکتا مؤلف ذرا ہوش کرے کلمہ پڑھ کر سوچے علی ہٰذا قولہ علیہ السلام علیکم بالسواد الاعظم کو مؤلف یہ سمجھا کہ اختلاف مسائل میں جسطرف بہت آدمی ہوں اس کو لیوے اور بظاہر یہی وجہ ہوئی کہ مؤلف نے طریقہ سنت کا چھوڑ کر اگرچہ ظاہر و باہر موافق حدیث موافقہ کے تھا طریقہ بدعت کو اختیار کیا اور تاویلات رکیکہ بعیدہ کو گھڑ کر اس طریقہ کا اثبات چاہا کیوں کہ اہل سنت اس دورہ میں کم ہیں جیسا خود فخر عالم نے فرمایا سیعود غریبا اس کا ظہور ہے اور اہل طغیان کی کثرت ہے سو مؤلف نے اس کو سواد اعظم جان کر یہ عمل کیا ہے حالاں کہ حدیث کے یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں قال التوضیح لسواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ھو امۃ مطلقۃ والمراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الذین طریقھم طریق الرسول علیہ السلام والصحابۃ دون اھل البدع انتہی اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم اہل السنۃ ہیں بمقابلہ اہل البدع والاہواء کے نہ مطلق کثرۃ الرجال جیسا مؤلف نے سمجھ لیا اور اس کی شرح دوسری حدیث کرتی ہے قال علیہ السلام فانہ من یعش منکم فسیری اختلافا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار پس آپ نے ایسے وقت اختلاف میں طریق اہل سنت کے التزام کو تاکید فرمایا تھا کہ وہ سواد اعظم ہے اور بدعت کے اجتناب کی تائید کی تھی نہ یہ کہ مبتدعین کو کثیر دیکھ کر ان کے ساتھ ہو جانا سو تصفیہ فخر عالم کا تو یہ سنت کا راہ بتانا تھا ورنہ حدیث عرباض کے کیا معنی ہوویں گے پس اب سوچو کہ مؤلف اور سب اس کے مقتدی اور طریقہ مروجہ مولود کو جو سو کا ایجاد کرتے ہیں پھر اس میں اختلاف ہوا تو مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ صحابہؓ کی ہدایت کرتے ہیں اور اس بدعت مروجہ کو خلاف ان کے طریقہ کے ثابت کر کے منع کرتے ہیں اور مجوزین اس کی بدعت ہونے کا اقرار کر کے حسن کو بدلائل واہیہ رکیکہ اثبات کرتے ہیں پس سواد اعظم مانعین ہوئے ہر عاقل جان سکتا ہے اگر کوئی جاہل قواعد شرعیہ سے اتنا ہی سمجھ لیوے کہ اس فعل کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے میں خلاف ہو تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے کیوں کہ یہ فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہیں تو بھی کافی ہے متدین کو تو مگر جس کے دل میں بدعت مشرب ہو اس کا کیا علاج چہ جائیکہ یہاں ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہو چکی بہر حال اس ہیئت کذائیہ میں طریقہ صحابہؓ کا حسب ارشاد ان احادیث کے میزان ہے جس کا طریقہ اور قول وضع صحابہؓ سے موافق ہے وہی حق ہے الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہو گیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل السنت والجماعت ہیں اور ان کا طریقہ موجب نجات اور سنت ہے اور اس کے ہی التزام

Marfat.com

ہیں بھی اس کی بحث آوے گی پس موجب فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحسن ہونا عمل مولد شریف کا ثابت ہو گیا والحمد علی ذالک ابھی خیال آتا ہے کہ حصول مدعا کے دو طریق ہیں ایک تو اس کا ثبوت دینا دوسرے یہ کہ جو اعتراضات مخالفین کے ہیں انکار کر دینا پس ثبوت تو کامل

کا حکم ہے پس جو اس کیموافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم اور حق ہے اور جو اس کیخلاف کہے اگرچہ تمام عالم ہو باطل ہے اور اس مسئلہ میں ادلارابعہ سے عدم جواز ان قیود کا ثابت ہو گیا پس اصل ذکر ولادت وغیرہ خود فخر عالم کا مستحسن اور جملہ امور عارضہ بدعت ضلالہ ہیں اور کثرت قلت کا اعتبار نہیں موافق سنت و طریقہ صحابہؓ کے واجب التمسک ہے واللہ الہادی

قولہ پس ثبوت تو کامل طور پر الخ	اقول مؤلف کو غیرت و شرم کا تو نام و نشان نہیں سنو کہ ثبوت کامل اس
تمام عبارت سلف سے اجازت نفس ذکر و کراہت قیود مستنبط ہوتی ہے	کے معنی ہیں کہ ادلاربعہ سے اثبات مدعا ہو سو خدا تعالیٰ کے حکم سے کوئی ایک دلیل بھی امر متنازعہ فیہ میں

مؤلف نے نہیں لکھی ایک آیت اور تین حدیث نفس ذکر میں لکھی تھی سو وہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور قیود مروجہ کے باب میں جس کا بدعت ہونا مانعین ثابت کرتے ہیں مؤلف نے اسمیں سوائے قصہ کہانی کے کچھ بھی تو نہیں لکھا اور پھر کہتا ہے کہ ثبوت کامل ہو گیا تو کچھ تو شرم کر کے آدمی بولے ہر شخص اس کے اس رسالہ کو دیکھے نہ معلوم وہ کامل ثبوت شکم مؤلف میں ہے یا صندوق میں اس رسالہ میں تو یہاں مورد الردی کا قول مذکور ہے جسکے معنی بیان ہو چکے ہیں کہ سب امور مکروہ و محرم تو اسمیں منع ہیں اور جو مباح و مندوب اپنی حد سے نکلکر مکروہ اور بدعت ہو گیا وہ بھی ممنوع ہے سو یہ عین مراد مانعین کی ہے اسمیں کوئی ثبوت قیود مروجہ کا نہیں اور سبط ابن جوزی کا قول ہے کہ مولد میں اعیان علماء حاضر ہوتے تھے اور سخاوی کا قول کہ ہر دو اہل اسلام شہر میں محفل مولد کرتے ہیں اور یہ ملا علی قاری کا قول کہ اسمیں حاضر ہونے سے کوئی انکار نہیں کرتا اور چند ممالک کا نام لکھدیا کہ یہاں ہوتا ہے اور حرمین میں ہوتا ہے اور ہمایوں وغیرہ سلاطین کی حکایت کا اشارہ اور فرنگیوں کی تعطیل کا حوالہ بس مؤلف نے یہ دلائل لکھی ہیں جسکو اثبات کامل کہتا ہے تو سب کا جواب پہلے اجمالاً لکھا گیا کہ یہ قطعاً محقق ہے کہ وہ اجماع شرعی کہ حجت قطعیہ دین کی ہے اس ہیئت مجلس مولود پر کہ سلطان مظفر کے وقت میں ہوئی اور سیوطی کو اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں نہیں پایا گیا کیوں کہ باقرار مؤلف ہر زمان میں ایک دو عالم اس کا منکر رہا ہے پس اجماع محال ہوا کہ ایک کا انفراد بھی قاطع اجماع کا ہے پس جو کچھ امر جواز کا تھا وہ قول اکثر علماء کا بقول مؤلف تھا سو وہ ظنی بحکم قیاس کے ہے جیسا اصول میں مصرح ہے سو بمقابلہ نص کے کہ تعیین مطلق کا بدعت ہوتا ہے کب معتبر ہے ہرگز ہرگز نہیں چنانچہ سب کتب اصول میں مشرح ہے ذرا علم چاہیے پس یہ سب اقوال مخالف بمقابلہ نص کے رد ہو گئے اور حجت حکایات سلاطین و تعطیل نصاریٰ کی مردود ہو گئی تو مؤلف نے کونسا ثبوت کامل دیا ہے جس پر یہ کچھ نخرہ ہو رہا ہے سو یہ تو اس ہیئت کا ذکر ہے کہ جلال الدین نے لکھی اور یہ ہیئت اس ہی کی سو یہ تو قطعاً بدعت اور ضلالت ہے اسمیں تو نام و نشان بھی جواز کا نہیں اور اگر ہم تسلیم کریں اور ان نقول کو معتبر بھی رکھیں تاہم اسمیں نفس محفل مولود کا ذکر ہے اسمیں کہیں بھی ذکر ہیئت مروجہ کا نہیں کہ اثبات دعوی مؤلف کو مفید ہو مطلق سے مقید کا اثبات جواز کس عقیل کے نزدیک ہو سکتا ہے بہر حال مؤلف کو اس ابلہ فریبی سے کہ دو ورق کہانی کے سیاہ کر کے دعوی ثبوت کامل کا کرتا ہے جہلاء عوام تو شاید دھوکہ کھا دیں مگر جس کو کچھ بھی علم ہو گا وہ کس طرح اس کو تصدیق کرے گا ایک بھی دلیل شرعی نہیں لکھی اور ثبوت کامل ہو گیا معاذ اللہ عنہ ہذا التدلیس والتلبیس، اور حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ فاکہانی نے جو کچھ اس ہیئت محدثہ کو رد کیا کہ جسکو سیوطی نے حسن المقصد میں لکھا ہے تو ظاہر حال اس کا دیکھکر اور مآل و انجام کو لحاظ فرما کر رد کیا ہے مگر ظن یہ ہے کہ ہیئت در اصل مباح تھی کیوں کہ اس میں سوائے اجماع صلحاء و اطعام

ل کثیر جماعت ۲ چاروں دلائل قرآن و حدیث و اجماع و قیاس ۳ گمراہی ۴ دلیل پکڑنا ۵ جسمیں اختلاف ہو ۶ سرکردہ ۷ ایک ہونا ۸ فریب ۹ کھانا کھلانا

Marfat.com

کامل طور پر ہوچکا اب جواب ان کے ہذیانات کا رہا یہ کام علمائے اہل سنت بخوبی کر چکے نصر المسلمین اور حق الیقین اور سیف الاسلام اور غایۃ المرام اور اشباع الکلام اور اماطۃ الاذی وغیرہ میں جس کو دیکھنا ہو دیکھ لے لیکن کسیقدر مشتے نمونہ از خروارے بیان کرتا ہوں لمعہ ثانیہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہر سال محفل کرتے ہیں یہ مشابہت کرتے ہیں کنہیا کے جنم کی اور نیز اسمیں تشبہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کا نعوذ باللہ من ہذا القول والاعتقاد جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں یہ فعل ہوتا تو یہ بات کہہ سکتے تھے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے یہ بات سیکھ لی ان کی مشابہت کرنے لگے تم اصل حال سن چکے ہو کہ اول یہ عمل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا وہ لوگ تو خود کنہیا کو نہیں جانتے کہ کس چیز کا نام ہے اور اس کے جنم کی مشابہت تو در کنار بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان جنم کنہیا کی مشابہت کرتے ہیں تو بیان کرو کہ دم دشام

طعام و قرارت قرآن کے کوئی امر مکروہ نہیں ہے اور اطعام خود مباح اور قرآن و ذکر مستحب اور تعین تاریخ کا لازم نہ تھا تو یہ اس قدر فی حد ذاتہ مباح ہے تو اسوقت میں وہ لوگ عقیدۃ بھی مؤکد جانتے تھے نہ عمل میں مثل مؤکد کے التزام تھا اور عوام کی طرف سے بھی طمانیت[1] تھی تو اسوقت فتنہ حال و مآل[2] کو مرفوع جانتے تھے تو اگرچہ بحکم ظاہر کے فتویٰ فاکہانی کا بجا و سزا تھا مگر فی الواقع یہ امر مباح تھا اور یہی امر معروض بندہ مورالروی سے صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہی تحقیق سیوطی کی حسن المقصد سے واضح ہے سو حق الامر واضح ہوا کہ اصل مسئلہ میں کچھ نزاع نہ تھی جو وجہ منع فاکہانی نے لکھی وہ دوسرے فریق کو بھی مقبول تھی مگر اصل اباحت اور رفع مانع کے سبب سے بدعت حسنہ کہتے تھے اگر امر عارض فاکہانی کا ان کو بھی معلوم ہوتا تو وہ بھی یہی فرماتے جو فاکہانی نے لکھا مگر وہ اس کو مرتفع جانتے تھے سو نزاع لفظی تھی امر واقع میں نزاع حقیقی اصل مسئلہ میں پس یہ نقول اور اقوال اس زمانہ کے مولود کو ہرگز مجوز و مفید نہیں کہ وہ مانع اب موجود ہو گیا ہے قطعاً اور بہت اشیاء میں کہ اختلاف زمانہ سے بدلجاتی ہیں جیسا مؤلف خود قائل اس کا ہے دیکھو اہل میت کو طعام دینا اول روز مستحب تھا اب بسبب رسم کے ممنوع ہو گیا سنن ابن ماجہ میں ہے قال ابو عبداللہ فما بالت سنۃ حتی کان حدیثاً فترک انتھی پس گویہ ہیئت مباحہ مذکورہ سیوطی کی اس وقت میں مباح تھی مگر اب مکروہ و بدعت ہو گئی ہے قطعاً پس حکم بھی بدل گیا لہٰذا یہ اقوال سخاوی وغیرہ کے کسی وجہ مفید مدعا مؤلف کے نہیں اور ہر حال یہ مولید[3] زمانہ بدعت ہیں سو اب ہر اہل علم غور و تامل سے دیکھے کہ مؤلف کی کیا فہم فہمی ہے کہ ایک بھی دلیل مدعا پر نہیں لایا اور دعویٰ ثبوت کامل کا لکھتا ہے ہاں تعطیل انگریزاں اس کی حجت باقی ہے کہ وہ کسی نقل سے رد صریح نہیں ہوئی اس پر ہی اعتماد کر کے یہ لکھا ہوگا لاحول ولاقوۃ الا باللہ بہرحال ہم کو قدما علماء پر حسن ظن ہے اور فاکہانی کا کلام بھی نہایت مستحکم ہے اور قابل تحسین، اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وفقنا اجتنابہ واحفظ[4] آمین

تشبہ ناجائز کی حقیقت | **قولہ** لمعہ ثانیہ اعتراض کرتے ہیں الخ **اقول** تشبہ اس بات میں ہے کہ یوم ولادت کو عید بنا دیں اور مثل عید کے معاملہ سرور شادی کا کریں جیسا قوم کفار کرتے ہیں سو یہ امر تو مشاہد و محقق ہے مگر مؤلف مشابہت ممنوعہ ہونے سے انکار کرتا ہے تین وجہ سے ایک یہ کہ کنہیا کو اہل عراق و عرب جانتے بھی نہیں تو انہوں نے کس طرح تشبہ کنہیا کا کیا سو یہ سنو کہ یہ تقریر مؤلف کی بالکل کم فہمی مؤلف کی ہے اس واسطے کہ پہلے محقق ہو چکا کہ تشبہ حرام فقط یہی نہیں کہ کسی قوم خاص کو دیکھکر اس فعل کو اختیار کرلے نہیں بلکہ عام ہے اس سے اگر کسی امر کو کرتا ہے اور تشبہ عارض ہو جاوے یا معلوم ہو جاوے تو اب بعد علم اور عروض کے بھی ترک اس کا لازم ہوگا اگر طبعی و شرعی امر نہ ہوا اور وہ شعار بھی کفار کا ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مردہ کو لحد میں

---

[1] اطمینان [2] انجام [3] درست [4] ہمارے زمانہ کی پیداوار [5] چھپی دینا [6] قبر

Marfat.com

کے مسلمان اور حرمین شریفین کے علماء جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کسکے جنم کی مشابہت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہا پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین روم اور فرمان روایان ملک شام اور ملوک ممالک مغربیہ اور اندلس اور مفتیان عرب کے سلمہم اللہ الی یوم الدین اب سمجھنا چاہیے جس طرح جنم کنھیا کی اسمیں مشابہت نہیں اسی طرح نصاری کی بھی مشابہت نہیں اس کی کئی وجہ ہیں ایک تو یہ کہ اگر خدانخواستہ مسلمان لوگ نصاریٰ کے بڑے دن کو ان کی طرح کے افعال کرنے لگتے تو جو شعار اس قوم کا ہے اس میں شرکت لازم آتی اور مانند ان کے ہو جاتے اسوقت میں البتہ صادق آتا من تشبہ بقوم فھو منھم کیوں کہ تشبہ کے معنیٰ مانند ہونا اور یہاں یہ بات ہرگز نہیں پھر اعتراض کیا، دوسری یہ کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع اہل اسلام اور استعمال عطریات وحلویات وغیرہ ہرگز شرع میں

نہ رکھتے قبر پر کھڑے رہتے تھے ایک خبر یہود نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہود کی مخالفت کرو اور دست چپ میں خاتم[1] پہننا جائز بالحدیث تھا جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا حالانکہ نہ قیام یہود سے دیکھکر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھکر سیکھی تھی پس یہ معنیٰ تشبہ کے مؤلف نے اپنی طبع سلیم سے تراشے ہیں دین اسلام میں تو یہ نہیں پس یہ وجہ مؤلف کی مردود ہے اس کی تحقیق پہلے اصل تشبہ میں ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ مانعین نہ فرحت ولادت کو برا کہیں اور منع کریں اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں بلکہ ایسے امر مستحب میں تشبہ کو جو نص سے ممنوع ہے منع کرتے ہیں مؤلف مطلب تو سمجھتا نہیں تعوذ[2] پڑھتا ہے یہ سمجھا کہ آپ کی ولادت کا سرور مثل جنم اور بڑے دن کے ہے نعوذ باللہ من لذا الفہم الردی ہدایہ میں لکھا ہے کہ قرآن کو دیکھکر نماز نہ پڑھے کہ تشبہ باہل کتاب ہے اب مؤلف تعوذ پڑھ کر کہے کہ قرآن کو یہود کے فعل سے تشبہ کر دیا بلکہ خود جب فخر عالم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ مقتدی کھڑے تھے تو آپ نے اشارہ کر کے بٹھلا دیا اور پھر بعد نماز کے فرمایا کہ ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وھم قعود الحدیث رواہ مسلم یعنی تم فعل فارس و روم جیسا کرتے تھے تو آپ کے کف و ہاں بھی کچھ تعوذ[3] کرے کہ نماز کو کفار عجم کے فعل سے مشابہ کر دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور وہی مولوی عبدالخالق صاحب کو نصیحت ثانیہ میں لکھتا ہے قولہ اور کثرت سے برج مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیئے کہ خدا تعالیٰ کو بت خانے سے تشبہ دینا ہے آفرین ہے اس فہم پر الحاصل مؤلف نے اگرچہ دستور العمل سلاطین روم وغیرہ کا لیا ہو مگر مشابہت ممنوع حسب قاعدۂ شرع کے لازم ہے اگرچہ مؤلف نہیں جانتا قولہ سمجھنا چاہیئے الخ اقول مؤلف محض نادان ہے عید کرنا اس یوم ولادت میں شعار ہی ہے اور من کل الوجوہ سب امور میں طابق النعل بالنعل مشابہ ہونا ضرور نہیں ایک شے میں مشابہت کافی ہے چنانچہ اس کی تحقیق ہو چکی ہے خود صلوٰۃ قرآن دیکھکر پڑھنے کو دیکھ لو خود قیام کو دیکھ لو کہ فارس و روم کی مشابہت فقط قیام میں تھی باقی کوئی فعل صلوٰۃ کا ان کے دربار سے مشابہ نہ تھا مؤلف نے تمام عمر ڈھیلے ہی ڈھوئے ہیں فہم علم کو نہیں جانا کہ کیا ہے سو خیر اس رسالہ براہین قاطعہ میں اس کو بہت سے امور بتلا دیئے گئے یہ مسئلہ بھی بتلا دیا جاوے مراد یہ ہے کہ جس شے شعار میں تشبہ ہے اسمیں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے جیسا مثلاً تمام وردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنے تو یہ من کل الوجوہ مشابہ نصاریٰ کی ہے اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہووے گی تو حرام نہ ہووے گی یہ معنیٰ ہیں ورنہ تمام احادیث وجزئیات فقہ کے مؤلف کے فہم کے موافق ہو تو برہم ہو جاتے ہیں بہر حال یہ قول مؤلف کا بالکل غلط ہے مؤلف نے مانند ہونا ہی یاد کر رکھا ہے اور باقی خیریت ہے قولہ دوسری وجہ الخ اقول یہ دوسری وجہ مشابہت ممنوعہ ہونے کی ہے جو مؤلف لکھتا ہے سو یہ بھی سابقاً مذکور ہو چکا ہے کہ تشبہ بہر حال مذموم ہے مؤلف قرآن کو دیکھکر پڑھنے کی مثال اور

[1] انگوٹھی [2] اعوذ باللہ [3] اس کودفہمی سے ہم پناہ مانگتے ہیں [4] بکواس [5] ڈھیلے

Marfat.com

مذموم یعنی بری بات نہیں ہے اور تشبہ بری بات میں مکروہ ہوتا ہے جو شرعاً قبیح ہووے چنانچہ درمختار و بحرالرائق وغیرہ سے عبارتیں ذکر فاتحہ سوم میں ہم نقل کر چکے اور یہی جواب ابن جرزیؒ کی طرف سے ہو سکتا ہو جو تشبہ بالنصاریٰ کا اعتراض ان پر کیا ہے اور ان کی طرف سے دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ پہلے اہل اسلام میں تیر اندازی تھی جب اہل اسلام کو کفار سے مقابلے واقع ہوئے اور ان کے پاس توپ اور بندوقیں تھیں اہل اسلام کے لشکر مجاہدین و غزوات میں بھی یہی آلات تجویز کیے گئے چنانچہ تیر اندازی کو فقہا لکھتے ہیں و فی زماننا استغنی عنہ بالمدافع یعنی اب ہمارے زمانہ میں اس کی حاجت نہ رہی بباعث توپوں کے اور جس طرح قواعد حرب پلٹن اور رسالہ وغیرہ کے ان کے یہاں تھے اس طرف بھی اسی طرح کر کے مقابلہ کیا گیا اس کو تشبہ نہیں کہتے یہ آیت فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم کی تعمیل ہے اسی طرح ممالک مغربی وغیرہ میں کہ حدود اقوام نصاریٰ سے ملحق ہیں جب وہ لوگ اپنے پیمبر مسیحؑ کی یوم ولادت میں احتشام و شوکت ظاہر کرتے فخر دکھلاتے تھے اور ضعفاء اہل اسلام وہ ظاہری شوکت دیکھ کر افسردہ خاطر اور خستہ دل ہوتے تھے تب ملوک مصر و اندلس و مغرب نے جو اہل اسلام تھے قوم نصاریٰ سے بہت زیادہ رونق و جلال کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق اور اظہار شان اسلامی کے لئے اپنے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے روز میلاد ماہ ربیع الاول میں تزک اور احتشام ظاہر کیا تاکہ شوکت اسلامی ان کے مقابل میں بخوبی ظاہر ہوا اور طرح طرح کے معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ طور حضرت کے جاہ و جلال اور جمال و کمال کل عالم پر ہر طرف مشہور و منتشر ہو یہ تشبہ نہیں ہے حقیقت یہ پست کرنا ہے مخالفین کا اور فروغ دینا ہے شعار دین کا چنانچہ کلام حافظ ابوالخیر سخاوی میں تصریح ہے اس امر کی حیث قال لما

صوم عاشوراء کی نظیر یاد کر لیوے کہ نہ قرآن دیکھ کر پڑھنا مذموم ہے نہ صوم اور بحرالرائق اور درمختار کے معنےٰ بھی پہلے لکھے گئے ہیں وہاں دیکھ لیوے قولہ اور ان کی طرف سے دوسرا جواب الخ اقول مؤلف کو فہم سے علاقہ نہیں کیا کہتا ہے کہ جیسا توپ وغیرہ کے ارتکاب میں کہ آلات حرب نصاریٰ کے ہیں تشابہ نہیں ایسے ہی عید ولادت میں نصاریٰ کا تشبہ نہیں سبحان اللہ کیسا فہم ہے سنو کہ اعداد آلاتِ جہاد فرض ہے لقولہ تعالیٰ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ الآیۃ پس جس آلہ سے دفع کرنا اس کا ممکن ہو اس کا اختیار کرنا فرض ہوگا اب تیر سے دفع نہیں ہو سکتا تو بندوق توپ وغیرہ کا بنانا فرض ہوا اور محقق ہو چکا کہ فرائض میں تشبہ معتبر نہیں ہوتا اور اس موقع پر مؤلف کا آیۃ فمن اعتدیٰ علیکم کا تلاوت کرنا بھی اُن کے علم و فہم کی خبر دیتا ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے ساتھ فعل معصیت کریں تو مسلمان بھی انکے ساتھ بفعل معصیت پیش آدیں معاذ اللہ شرم کی بات ہے لکھنی مناسب نہیں پس اس پر قیاس مؤلف کا یہ ہوا کہ گویا تشبہ عید یوم ولادت کا ممنوع ہی موجب بھی اس وجہ مذکور سے درست ہے تو یہ معلوم کہ کفار کے صغار کے واسطے مؤلف کیا کیا کرا کر ہیگا تو بہ توبہ ہمیشہ سے احتشام کفار کو رہا ہے بسبب تمول کے اور ہر روز ضعفاء مسلمین بھی تھے مگر کبھی ایسا کوئی امر جائز نہ ہوا کہ کراہت و بدعت تشابہ سے اس انکسار مسلمین کو رفع کر دیوے اور نہ یہ جواب آج تک کسی کو سوجھا تھا اب کئی سو سال کے بعد مؤلف پیدا ہوا تو اس کو سوجھا تو وجہ ہے کہ ایسا علم جہل مرکب کسیکو نصیب نہ ہوا تھا جیسا مؤلف کو ملا ہے کہ جس کی بدولت سب نصوص کو برہم کرنے کا قصد ہوا یہود و نصاریٰ کی شوکت اور اعیاد عاشوراء و ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدیم سے تھی نہ آج تو حادث نہیں ہوئی حدیث میں ترک عید کو رفع تشابہ کے واسطے حکم ہوا مؤلف اقامت عید کا حکم کرتا ہے باخذ تشبہ اور صحابہؓ نے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیویں جیسا کفار کے یہاں ذات انواط ہے ذات انواط درخت تھا کہ کفار ایک دو دن میں اس پر ہتھیار

۱ جنگی سامان ۲ آلہ کی جمع ۳ مالدار ہونا ۴ خستہ حالی ۵ عید کی جمع۔

آلات حرب میں تشبہ نہیں ہے

Marfat.com

اندلس المغرب فلم فیہ یعنی فی ربیع الاول لیلۃ تبیر بہا الرکبان ویجتمع فیہا ائمۃ العلماء الاعیان من کل مکان و یعلو بین اہل الکفر کلمۃ
الایمان اور اسی طرح ابو سعید بورانی نے لکھا ہی، علما از اطراف عالم جمع آیند و در تعظیم آں شب یعنی شب میلاد شریف ارغام اہل کفر وضلا
فرمایند" اور خود کلام ابن جزری میں اس کی تصریح ہے لم یکن فی ذلک الا ارغام الشیطان وسرور اہل الایمان یعنی کہا ابن جزری نے کہ
نہیں ہے مولد شریف میں مگر ذلیل کرنا شیطان کا اور سرور اہل ایمان کا تماشا یہ ہے کسی دورہ میں کفار اس محفل سے جلتے تھے اس دور آخری
میں بعضے نام کے مسلمان جلتے ہیں اور تیسرا جواب اور بھی ابن جزری کی طرف سے ہو سکتا ہو کہ یہ دستور ہے کہ جو کسی نیک کام کی طرف لوگوں
کو ترغیب دیتے ہیں تو ادنیٰ کا ذکر کر کے اعلیٰ کا شوق دلاتے ہیں مثلاً گاؤ کشی وغیرہ مقدمات دینیہ میں جب اہل اسلام کو بے رغبت دیکھیں تو
ان کو یہ کہا جاوے کہ قوم ہنوز باوجودیکہ مذہب ان کا باطل ہے وہ تو باطل پر جانفشانی کریں تم حق پر ہو کر کچھ نہ کرو تم کو ان سے زیادہ

لٹکا کر اس کے گرد بیٹھتے تھے اور عید کرتے تھے نہ یہ کوئی معبد تھا بت پرستی تھی پس صحابہؓ نے کہا کہ ہم بھی ایک روز دل بہلا لیا کریں تو آپؐ نے غصہ
ہو کر فرمایا کہ یہ تو تمہارا قول ایسا ہی ہوا کہ جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ اور اس قول کو رد کر دیا اور سختی
سے منع فرمایا تو شارع علیہ السلام تو یہاں تک ان کی اعیاد اور رسوم سے تبعید[1] فرماتے تھے اور ایک مؤلف دوسرا شارع بنا کر ضد سنۃ اللہ کی
قائم کرنے کو رفع انکسار مسلمین کے واسطے جائز کہتا ہے معاذ اللہ بھلا خیر ان ممالک نصاریٰ کے جوار میں یہ جرأت عذر ہے تو ہندوستان میں
کونسے مسلمین کو خستہ دلی ہے کہ ہنود کے جنم اور نصاریٰ کے بڑے دن سے ہو رہے ہیں اور پھر یہ رفع خستگی اگر سلاطین کے موالید میں ہو تو
کوئی صورت بھی ہے مؤلف کے اور ہندوؤں کے مولود میں کہ دو آنہ کی ریوڑی پر جمع ہوتے ہیں کونسا احتشام ہے اگر معصیت کو کوئی اختیار
کرے شوکت اسلام اور رفع صغار[2] کیواسطے تو جو کچھ یہ توجیہہ پلید ہے اُس کی کوئی صورت بھی ہو گو خلاف قواعد اسلام کے ہو مگر عرب میں اور
ہند میں جو مولود ہوتے ہیں اسمیں کیا احتشام ہوتا ہو اور کونسا طمطراق ہے کہ جس کا ظہور نصاریٰ یا ہنود پر ہووے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ
کیا ہوا مؤلف کی عقل بالکل سلیم نہیں رہی سلیم بدعت ہو گئی ہے آدمی کچھ سوچکر تو بات منہ سے نکالے کیا عجب عذر ارتکاب تشابہ ممنوع
شرعی کا ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ جمعہ اور عیدین کا احتشام اور وعظ میں فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کا اظہار کیا کافی نہیں تھا جو اپنی
طرف سے کوئی بدعت قائم کیجاوے پھر سخاوی اور نور الدین کے قول پر وہی کلام ہے کہ اگر مراد اس کی وہ ہے جو مؤلف سمجھا تو خلاف نصوص کے
ہرگز قابل اعتبار کے نہیں ورنہ اس کی وجہ اوپر بیان ہو چکی اور مؤلف کے مولود کو اس سے کچھ نفع نہیں ملتا پس تماشا ہو کہ بدعات و معاصی
سے رنجیدہ ہونا اور اس کو مبغوض و منکر سمجھنا تو فرض شرعی تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ
فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان ولیس من وراء ذلک حبۃ خردل من ایمان امر منکر سے جلنا فرض
ایمان کا تھا اب مؤلف امر منکر کو عین ایمان بناتا ہے معاذ اللہ فخر عالمؐ کے ذکر ولادت کو کوئی بُرا نہیں جانتا ہے مناکیر کو برا جانتے ہیں جب
مؤلف سے اپنے دین منکر کے جواز کی دلیل نہیں بنتی تو دھوکہ دہی عوام کیواسطے مطلق ذکر مندوب کو اس کے قائمقام کر کے اہل سنت کو تبرے
کرنے لگتا ہے مؤلف نے یہ روافض و جہلا سے قاعدہ یاد کر لیا ہے مگر وہ تبری اسپر ہی منقلب اور چسپاں ہوتی ہے کما لا یخفی قولہ تیسرا جواب
الخ اقول. مؤلف کیا خوش فہم خوش تقریر ہے سبحان اللہ کہتا ہے کہ ادنیٰ کا ذکر کر کے اعلیٰ کی رغبت دلاتے ہیں سو یہاں ادنیٰ تو عید ولادت
حضرت عیسیٰؑ کو ٹھیرایا ہے اور اعلیٰ عید ولادت فخر عالمؐ کو غرض دونوں ایک ہی جنس ہیں اور پھر کوئی عاقل ہم مشرب مؤلف کا اس کو

[1] دور رہنا [2] طریقہ الٰہی کی مخالفت [3] بے کار [4] ولادت [5] شان [6] چھوٹو کو بلند کرنا [7] ممنوعات [8] برا بھلا [9] گناہ لوٹنا

Marfat.com

عرق ریزی اور جاں نثاری چاہیئے اس کو کوئی عاقل تشبہ کفار نہیں کہے گا اسی قاعدہ پر نازل ہوا قرآن میں ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون اس کی تفسیر دیکھنی چاہیئے اور اسی درجہ میں ہے قول محمد بن مسعود گارزونی کا کہ وہ لکھتے ہیں جب بادشاہ یا امیر ذی اقتدار اپنے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خوشی میں طرح طرح کے تکلفات و ضیافت کریں، حالاں کہ وہ ابنار دنیا سے ہے، پھر میلاد رسول اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کیوں نہ کیا جاوے کہ سبب نجات ہے، پس اسی قبیل سے قول ابن جوزی کا ترغیب محفلِ میلاد میں واقع ہوا ہے کہ جب نصاریٰ اپنے پیغمبر کے میلاد میں ایسی خوشی کریں ہم تو ان سے زیادہ مستحق ہیں کہ اپنے نبی کی خوشی کریں اور اسی درجہ میں تو قول ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی واقع ہوا ہے کہ یہود نے جب کہا کہ ہم روزہ عاشورا شکریہ دنجات موسیٰ کا رکھتے ہیں آپ نے فرمایا انا احق بموسیٰ منکم یعنی جب تم یہود ان کا شکریہ ادا کرو تو میں زیادہ مستحق ہوں اس کا کیوں کہ مجکو زیادہ مناسبت ہے موسیٰ سے اور ایک خوبی یہاں اور ہے کہ اگر ابن جرزی یہ مقولہ فرما کر محفلِ میلاد شریف کی بنا ڈالتے تو یہ بھی گمان ہوتا کہ اسی دلیل پر یہ عمل مبنی ہوا ہے انہوں نے یہ عمل نصاریٰ

تشبہ نہیں کرے گا اس واسطے کہ مؤلف کے نزدیک مشبہ مشبہ بوجہ شبہ میں من کل الوجوہ[1] مساوی[2] ہوتے ہیں چنانچہ پہلے بھی لکھ چکا ہے سو اول تو یہی مؤلف کا علم معلوم ہوا اور دوسرے عید ولادت میں کیا ادنیٰ کی ولادت اور کیا اعلیٰ کی عید نفس عید ہونے میں سب یکساں ہیں پس مؤلف عاقل کے قاعدہ پر تشبہ تو ہو گیا اور تشبہ نفس عید میں ہے، ممنوع ہے پس عید ولادت حضرت عیسیٰ کی تشبہ سے یہ عید ممنوع ہو گئی نہیں معلوم کہ مؤلف کیا کہہ رہا ہے جو دلیل جواز بنجاوے ہاں البتہ اگر مؤلف یہ کہتا کہ عید ولادت حضرت عیسیٰ کی ادنیٰ یعنی ناجائز ہے تو وہ اسقدر خرچ کریں اور اہتمام کریں اور عید ولادت فخرِ عالم کی اعلیٰ یعنی جائز اور عبادت اس میں کچھ بھی اہتمام نہ ہوتا البتہ کلام فی حد ذاتہ درست ہو جاتی گو یہ محض حماقت ہے کیوں کہ دونوں عیدیں یکساں ہیں دونوں نبی ہیں اور دونوں کی ولادت کی خوشی ہے گو کم زیادہ ہے پس وہی مشابہت ممنوعہ موجود ہیں نہ معلوم کہ مؤلف کے دماغ میں کس شے نے یہ علوم بھر دیئے ہیں کہ ابن جرزی کو ہرگز یہ جواب نہ سوجھے نہ کسی کو ان کے بعد آج تک اب مؤلف نے خوب طرف داری کی ماشاء اللہ ادائیہ ان تکونوا تالمون میں بھی تو یہی معنی تھے کہ اے مسلمانوں تم کو تکلیف جہاد میں ہوتی ہے تو دیکھو کفار بھی اپنے کفر پر کسقدر جان و مال خرچ کرتے ہیں، حالاں کہ ان کو محض خسران ہے تم ثواب و رضوان پر کیوں نہیں کرتے تو مثل اس کے مؤلف نے ولادتین کو بنایا ہے، غرض حدیث تشبہ کی مخالفت مدنظر ہے معاذ اللہ، کیوں مؤلف نے اپنی خواری علماء کے سامنے دکھائی چپ رہتا ابن جرزی کی مددگاری کیا ضرور تھی، سچ ہے تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد قول گارزونی کو بھی سنو کہ جو مولود ہیئت منکرہ کے واسطے یہ قول ہے تو وہی جواب مخالفت نص کا اس کا جواب ہے ورنہ سچ ہے کہ فرحت ولادت فخرِ عالم میں جسقدر کیا جاوے بوجہ مشروع وہ تھوڑا ہے پس مجلس میلاد مروجہ سے اسکو کچھ علاقہ نہیں ابن جرزی کا بھی یہی جواب ہے اور فخرِ عالم کی حدیث عاشورا کی تحقیق گذر چکی یہ مؤلف کا ترجمہ اور مراد بالکل غلط ہے اور یہ واضح ہو لیا تکرار کی حاجت نہیں **قولہ** اور ایک خوبی یہاں اور ہے الخ **اقول** یہ مؤلف ہی کی خوبی علم و فہم کی ہے مذکور ہو لیا کہ تشبہ میں کفار کے فعل کو دیکھکر اخذ کرنا ضرور نہیں یہ بنا رفہم مؤلف کی از سرتا پا غلط ہے تشبہ سابق و لاحق سب طرح ممنوع ہوتا ہے اگرچہ ذکر جواب تنزیہ ابن جرزی اتفاق سے آئے مگر مؤلف کی بدفہمی کا یہاں بھی اتفاق ہی رہا فہم کی کوئی بات کہہ کر اپنے قاعدۂ قدیمہ کے خلاف نہیں کیا

---

[1] ہر اعتبار سے [2] برابر [3] خوشنودی [4] دونوں ولادتیں [5] جب تک مرد کوئی بات نہ کہے اس کا عیب و ہنر پوشیدہ رہتا ہے [6] رائج شدہ۔

Marfat.com

سے سیکھا ہے حالاں کہ یہ عمل اس کلام سے دو سو برس پہلے بہ تخصیص و تعین روز میلاد شریف ایجاد ہو چکا تھا اور علمار دین اس کی اصل و نظیر شریعت سے نکال کر فتوی دے چکے تھے پس بے سمجھے بوجھے اس شیخ معظم مرحوم پر تشبہ نصاریٰ کا الزام لگانا سخت بے عقلی ہے خیر یہ ذکر و اعتراض اس شیخ کا اتفاقی ہو گیا تھا اب ہم رجوع کریں اصل کلام کی طرف اور بیان کریں واسطے ابطال وجہ تشبہ کے **وجہ تیسری** وہ ہے کہ نصاریٰ کا بڑا دن اور ہندوؤں کا جنم کنہیا معین ہے وہ لوگ اسی ایک دن میں جو کچھ کرنا ہے کرتے ہیں اور اہل اسلام کے یہاں یہ بات نہیں کہ خاص بارہویں تاریخ ربیع الاول کے سوا کسی اور دن محفل سرور میلاد شریف منعقد کریں ربیع الاول کی کل تاریخوں میں مولد شریف ہوتا ہے کسی نے کسی دن کیا کسی نے کسی دن بلکہ علاوہ ربیع الاول اور مہینوں میں بھی اہل اسلام مولد شریف کرتے ہیں اور ہنود و نصاریٰ میں نہیں ہوتا مگر اسی ایک دن میں اور یہ مثال ہم اول دے چکے ہیں کہ صوم عاشورار میں ہم اور اہل کتاب شریک ہیں، لیکن ایک روزہ اول میں جو ہم رکھ لیتے ہیں اتنے میں تشبہ اہل کتاب کا جاتا رہتا ہے اور ہمارا فعل ان سے جدا گنا جاتا ہے فقہ و حدیث کی کتابوں سے معلوم کر و بس جب اس قدر مخالفت کرنے سے تشبہ باطل ہو گیا، حالاں کہ ہم ان کے اصل فعل میں یعنی صوم عاشورار میں شریک ہیں پھر کیا خیال کرتے ہو نصاریٰ کے بڑے دن اور کنہیا کے جنم میں کہ ہم ان کے ان دنوں میں ان کے افعال کے شریک نہیں اور ہم جو محفل میلاد شریف کرتے ہیں اس کے آئین اور ترتیب جدا اور اس کی رسوم و قواعد جداگانہ دن میں شرکت نہ کار و بار میں مشابہت استغفر اللہ نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس یہ چوتھا جواب سمجھو ابن جزری کی طرف سے خلاصہ یہ کہ امام القرار والمحدثین علامہ ابن جزری اور جمیع اہل سنت والجماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبہاتِ کفریہ سے بالکل پاک ہے ہاں یہ حضرات ایسی تشبیہات جنم کنہیا وغیرہ کی محفل پاک کی نسبت پیدا کرکے کچھ اپنی عاقبت بخیر ہونے کا سامان کر رہے ہیں اگرچہ مجھکو اکثر ملتدعین کی تکفیر میں سکوت ہے کیوں کہ اگر وہ کافر ہو گئے تو اللہ بس ہے ان کی تعذیب کو میں کیوں منہ اپنا آلودہ کروں ہاں البتہ بعض اہل علم تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے تشبہ دینے سے اور محفل ذکر پاک سید الابرار کو اس قسم کی اہانت اور استحقار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے پس اہل اسلام کو بہت ضرور ہے

مشابہت ممنوعہ میں من کل الوجوہ تشابہ ضروری نہیں **قولہ** وجہ تیسری وہ یہ ہے کہ نصاریٰ الخ **اقول** یہ تیسری وجہ عدم ممانعت تشبہ کی مؤلف کی طبعزاد[1] ھے اور معلوم ہو چکا کہ من کل الوجوہ[2] مماثلت مشابہت ممنوعہ میں ضرور نہیں جیسا قیام مقتدی امام قاعد میں موجود ھے پس تجدید تاریخ کی ضرورت نہیں نفس تقید تشابہ کو کافی ہے اور صوم عاشورار[3] کی شرکت بامر اللہ تعالیٰ ہے اور منفرد صوم عاشورا[4] بھی مکروہ نہیں ایک صوم اول آخر محض تبعید[5] کے واسطے مستحب ہے نہ رفع تشبہ کے واسطے کیوں کہ تشبہ پہلے بھی نہیں تھا، جیسا ستہ[6] شوال کا کہ بعد عید فطر کے تتابع[7] سے متصل رکھنا حنفیہ کے نزدیک علی المختار بلا کراہت جائز ہے اگرچہ تفریق مندوب ھے کیوں کہ روز عید فطر مفرق آگیا ہے یہاں تشبہ نہیں اگرچہ تبعیدًا عن التشبہ[8] تفریق اولیٰ ہے پس حدیث دانی اور فقہ خوانی مؤلف کی معلوم ہوئی خلاف اس مسئلہ عید ولادت کے کہ نفس عید میں ہر حال تشبہ موجود ھے ہاں اطعام طعام تعید نہیں جائز ہے بلا تعین روز ولادت بھی اور غیر روز ولادت بھی اور تعین کا مسئلہ یہاں بھی خیال رہے استغفر اللہ من تسویل النفس الامارۃ[9] و تلبیس الابلیس مؤلف کیسا حق کو باطل سے مخلط کرکے[10] مسلمین کو گمراہ کیا پس کیا کہا جاوے خود ناظرین غور کریں کہ کس کا مشرب[11] پاک تشبیہات کفار سے ہے زیادہ زبان درازی کا جواب دینا ہمارا کام نہیں کوئی علم کی بات نہیں کفر و اسلام سنت و بدعت کا فرق سب کو واضح ہو گیا

[1] طبیعت کی پیداوار [2] ہر اعتبار سے [3] دور کرنا [4] مشابہت کو ختم کرنا [5] شوال کے چھ روزے [6] پے در پے [7] تشبہ سے دور رہنے کے لئے [8] نفس امارہ کا فریب [9] ملا دینا [10] طریقہ کار

Marfat.com

کو ایسے الفاظ خطرناک سے پرہیز کریں وما علینا الا البلاغ لمعۂ ثالثہ اعتراض کرتے ہیں اگر تشبہ کفار اس میں نہیں پھر بھی یہ محفل بدعت
سیئہ ضرور ہے کیوں کہ قرون ثلثہ میں نہیں پائی گئی جواب مولوی اسماعیل صاحب اپنی تصنیفات تذکیر الاخوان وغیرہ میں لکھتے ہیں
کہ جو عمل ایسا ہو کہ زمانۂ نبوت میں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تینں زمانہ مابعد صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں وہ عمل بعینہ نہ
پایا جاوے اور نہ ان چاروں زمانوں میں اس کی نظیر اور مثل پائی جاوے وہ عمل بدعت ہے اور جو کچھ مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ
سنت میں داخل ہے انتہیٰ پس اس بنا پر کہتے ہیں کہ عمل مولد شریف بدعت نہیں اس کی اصل بھی پائی گئی اور اس کی نظیر اور مثل بھی اصل تو یہ
ہے کہ مواہب اور اس کی شرح میں قسطلانی اور زرقانی و طبرانی وغیر محدثوں سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
غزوہ تبوک سے مدینہ واپس آچکے مسجد میں آپؐ اور بہت آدمی تھے، حضرتؐ کے چچا عباسؓ نے اجازت لے کر یہ اشعار پڑھے ؎ من قبلہا
طبت فی الظلال وفی ؛ مستودع حیث یخصف الورق ؛ ثم ہبطت البلاد لا بشر ؛ انت ولا مضغۃ ولا علق ؛ بل نطفۃ ترکب السفن
وقد ؛ الجم نسرا واہلہ الغرق ؛ تنقل من صالب الی رحم ؛ اذا مضے عالم بدا طبق ؛ وردت نار الخلیل مکتتما ؛ فی صلبہ انت کیف یحترق

تفصیل امور لاحقہ ممنوعہ محفل مولد | **قولہ** لمعۂ ثالثہ الخ **اقول** تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ اگر اس مولود مروج میں تشبہ نہ بھی ہو تا ہم بسبب قیود مروجہ
کے بدعت ہے اس واسطے کہ یا یہ قیود[1] منکرات امور ہیں یا مباح کہ بسبب تاکد[2] کے مکروہ ہوگئے ہیں اور تقیید مطلق مامور کی بدعت ہے کیوں کہ یہ
قیود قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوتی اور ان کی اصل وہاں سے نہیں معلوم ہوتی تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ ممانعت بسبب قیود کے ہے نہ بسبب
اصل ذکر ولادت کے کہ بارہا اس کا بیان ہو چکا ہے پس مؤلف اس کے جواب میں اثبات ان قیود کا واجب تھا جس کو معترض بدعت کہتا ہے
نہ اصل ذکر کا مگر مؤلف خوش فہم جواب میں اصل ذکر کو ثابت کرتا ہے ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ مؤلف کس وادی میں ہائم[3] ہو رہا ہے **قولہ** جواب
مولوی اسماعیل صاحب الخ **اقول** سب ناظرین بچشم انصاف دیکھیں، کہ یہاں مؤلف نے عبارت تذکیر الاخوان کی جو نقل کی یہ ہے کہ جو عمل زمانہ
فخر عالم علیہ السلام اور تینں زمانہ مابعد میں بعینہ یا نظیر اس کی نہ ہو وہ بدعت ہے اور یہ حد بدعت کی بعینہ وہی قول خامس ہے جو مؤلف نے
مختار رکھا ہے لفظاً و معنیً چونکہ یہاں اپنے مدعا پر اس سے استدلال لاتا ہے تو اس کو کامل و تمام بیان کیا اور لمعۂ ثانیہ نور دہم میں ناتمام
نقل کیا کہ طعن کرنا منظور تھا اور وہاں اس کے قبول میں بزعم خود خلاف مدعا ہوتا دیکھا تھا گو یہ خام[4] فہمی تھی لیکن یہ خیانت دین اللہ
تعالیٰ اور شرع رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں اپنی بدعت کی احیار کے واسطے کس کا کام ہے اور پھر آخر دروغگو را حافظہ نباشد خود ہی بول پڑا
مگر یہ خیانت مؤلف کی کچھ اس کو مفید نہ ہوئی اور اہل سنت کو مضر نہ ہوئی چنانچہ واضح ہو گیا مگر ہاں مثل مشہور ہے بلی کی ذات دریافت
ہو گئی ناظرین دونوں عبارت کو ملا کر دیکھیں **قولہ** پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں الخ **اقول** مؤلف کے فہم پر غنشا وہ ہے ذکر فخر عالم کا اول
سے آج تک کسی کے نزدیک ناجائز نہیں اور اس کے اثبات کے واسطے زرقانی اور مواہب وغیرہ کی روایت کی حاجت نہیں اور
جو کچھ مؤلف نے بڑی جاں کنی[5] سے یہ لکھا ہے اس کو خود اہل سنت قبول کرتے ہیں مگر اس میں امر متنازع فیہ کا نام و نشان نہیں اور
بالاستقلال اس ذکر کو کسی نے منع نہیں کیا مؤلف اپنے دماغ کا علاج کرے تداعی اور اہتمام اس ذکر کے واسطے بالخصوصیت مکروہ
کہتے ہیں مثل تداعی نوافل کے اور یہاں مسجد میں مجمع اس قصیدہ کے واسطے جمع نہ ہوا تھا بلکہ خود خدمت فخر عالم میں تھے اور شیرینی
اور فرش و بساط وغیرہ کوئی بات نہیں تھی سو یہ سب کے نزدیک جائز ہے یہ تو اول مؤلف آیہ ورفعنا لک ذکرک[6] سے ثابت کر چکا ہے مگر

[1] قیدکا جمع [2] بار بار کرنا [3] سرگرداں [4] ناپختہ [5] محنت [6] جس میں اختلاف ہے۔

Marfat.com

حتیٰ احتوی بیتک المہیمن من :: خندق علیا تحتہا النطق :: وانت لما ولدت اشرقت الارض :: وضاءت بنورک الافق :: فنحن فی ذلک الضیاء وفی :: النور وسبل الرشاد نخترق ۔ اب دیکھئے اس میں حال رسول اللہ صلعم کی اولیت کا اور پھر منتقل ہونا ایک صلب سے دوسری صلب میں اور حضرت ابراہیمؑ اور نوح علیہ السلام کا نجات پانا آپؐ کی برکت سے کہ آپؐ کا نور ان کے ساتھ تھا پھر بعد تقلبات صلبی ورحمی انجام کار پیدا ہونا اور اس وقت نور کا نکلنا پھر اس نور سے تمام عالم کا روشن ہو جانا جو کچھ مولد شریف میں تفصیل ہوتا ہے اس جلسہ میں بالاجمال وہ سب مذکور ہوا ہے پس مردود ہوا قول ان لوگوں کا جو کہتے ہیں بالاستقلال یہ ذکر نہ کرے اگر وعظ کے اندر ذکر میں ذکر یہ بھی کر دے درست ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تنہا پڑھے تو جائز ہے مجمع میں نہ پڑھیں اب لوگوں کو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ اس مجلس میں کل قصیدہ حضرت عباسؓ کا بالاستقلال اسی ذکر میں ہے اور نہیں اس کے اول و آخر میں پند و موعظت اور عین مجمع میں پڑھا ہے پس یہ تذکرہ بالاستقلال کرنا اور نیز مجمع میں کرنا سنت بالاصالۃ ثابت ہوا نہ بدعت ۔ باقی جو اس کے امور لواحق ہیں وہ یہ ہیں فرش بچھانا منبر یا چوکی واسطے قاری کے لگانا ، خوشبو کا استعمال اور جو کھانا یا شیرینی دے دینا سو فرش و منبر تو بدعت ہونے میں کچھ دخل نہیں رکھتے ورنہ مجلس وعظ کے لئے بھی اگر کوئی اپنے گھر میں فرش اور منبر لگا دے تو چاہیئے وہ وعظ بد ہو جاوے یہ بات تو کسی کے نزدیک نہیں پس فرش اور منبر سے تو یہ ذکر بدعت نہیں ہو سکتا باقی رہا استعمال خوشبو و عطریات اور کھانا یا شیرینی دینا یہ خاطرداری اور ضیافت مہمانوں کی ہے ، صحیحین کی حدیث ہے من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کمال تاکید سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان ہے اس

کلام قیود میں ہے اس کی کوئی سند دینی واجب تھی پس مجمع میں نہ پڑھنا اور فقط استقلالاً اس کا ذکر نہ کرنا مؤلف کا خیال ہے سو وہ مردود ہو گیا بیشک اور قول اہل سنت کا موافق کتاب اور سنت کے ہے لاریب

قولہ باقی جو اس کے امور لواحق ہیں الخ **اقول** مؤلف نے یہاں بھی خیانت کی قیود زائدہ وامور لواحق میں سے وہ امور چھانٹ کر لکھے کہ در اصل مباح ہیں	فرش و منبر و استعمال خوشبو تقسیم شیرینی سب امور بذاتہا مباح ہیں مگر ان کی ہیئت ترکیبہ یہ رائج محفل مولد بدعت ہے

تا عوام کو فریب دیوے سو ان امور کی بحث تو اب ہو جاوے گی مگر جو امور اصل سوال جو ورقہ ہیں اور جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم میں مصرح ہیں ان کو ہضم کیا تو وہ بعض امور یہ بندہ لکھتا ہے ، تداعی واہتمام[1] زیادہ وعظ وجماعت پنجگانہ سے اور فساق ومبتدعین کی طلب اور مدارات اور لباس وزی[2] منکر شرع کا ہونا اور ترک[3] امر ونہی واجب کا اور روایات[4] موضوعہ اور امارد خوش الحان کا ہونا اور داش[5] مجمع کی حاضر باشی سے صلوۃ فجر میں کوتاہی کا ہونا اور اسراف[6] روشنی میں اور قیام ذکر ولادت کے خصوصاً بعقیدہ فاسدہ یہ امور عشرہ یا سب کے سب یا بعض ان کے بالضرور مجلس مروجہ میں ہوتے ہیں ہرگز نہیں ہوتا کہ سب مرتفع ہو[7] دیں اور ان میں سب کے سب مکروہ تحریمی اور حرام ہیں کہ ہر ہر واحد کی کراہت اور محظور ہونا ایسا بدیہی امر شرعی ہے کہ کسی ادنیٰ مسلم کو بھی اس سے انکار نہیں لہٰذا ہر ہر واحد کے اثبات کی حاجت نہیں اس عبارت شرح مفید پر جو باب صلوۃ الرغائب سے شروع نور چہارم میں درج اس رسالہ کی ہو گئی ہے قناعت کرتا ہوں اور بعض کی بحث شرح سوال میں ہو چکی ہے اور ان بعض قیود اربعہ مذکورہ مؤلف پر بھی شرح سوال میں بحث ہو چکی ہے اب چونکہ مؤلف نے سب طرح سنبھلکر خوب جزم کے ساتھ قیود لکھے ہیں تو ان کا حال سننا لازم ہے **قولہ** سو فرش و منبر تو بدعت الخ **اقول** یہ دعویٰ مؤلف کا کہ فرش و منبر کو بدعت ہونے میں کچھ دخل نہیں کیسی چشم پوشی حق سے اور انکار منہ زوری کا ہے کیوں کہ فرش و منبر دونوں

[1] فضول خرچی [2] ختم [3] ممنوع

Marfat.com

کو چاہیئے کہ خاطر داری اور تواضع کرے اپنے گھر آئے ہوئے کی روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے اب مجلس کرنے والوں سے پوچھ لیجئے
کہ ان کی نیت بیشک یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ہم نے تیار کیا ہے شیرینی یا کھجور یا فرینی وغیرہ وہ سب صاحبوں کو جو ہمارے گھر آئیں گے ان کو
کھلائیں گے اور شریعت سے یہ بات معلوم کیجئے کہ ضیافت شرع میں کس چیز کا نام ہے چیز کھانے کی تھوڑی ہو یا بہت جب اس کے لئے آدمیوں کو
بلاوے گا وہ شرع میں ضیافت کہلاوے گی صحابہؓ روٹی کا ٹکڑا یا کھجور جو ہوتا پیش کرتے اور حدیث میں ہے لو دعیت الی کراع لاجبت
یعنی ایک پارچہ بکری کے لئے بھی کوئی دعوت کرے تو میں قبول کروں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ اخلاق عالی تھا اس اہل ضیافت کا
خوش کر دینا منظور ہوتا تھا اپنا پیٹ بھرنا منظور نہ ہوتا تھا چنانچہ فقہاء بھی یہی حکم دیتے ہیں دعوت قبول کرنے والوں کو فتاوی برہنہ میں ہے

امر مباح ہیں جب کہ التزام کی وجہ سے عوام اس کو ضروری اور لازم اس محفل کا جانیں گے تو کیوں ان کے حق میں بدعت اور مرتکب کے حق میں
مکروہ نہیں ہوگا عوام کے ضروری سمجھنے سے مکروہ ہو جانا مسلم فقہاء کا ہے شرح منیہ میں ہے، منہا ان العوام یعتقدونہا سنۃ انتہی، پس اس صورت
میں دونوں مکروہ ہوگئے اور بدعت ہوئے مؤلف مطلق العنان لکھتا ہے کہ ان کو بدعت میں کچھ دخل ہی نہیں اور اب خوب ظاہر ہے کہ عوام
کالانعام اس کو ضروری جان رہے ہیں اور خواص کالعوام اس کا تعامل مثل سنن ضروریہ کے کرتے ہیں اور اس میں تعدی حد اللہ تعالیٰ اور تغیر حکم
شرع کا لازم ہے مگر مؤلف خواب غفلت میں ہے عالمگیریہ میں اور شرح منیہ میں ہے کل مباح یؤدی الی ذلک فمکروہ انتہی اور کراہت مطلقہ تحریمیہ
ہوتی ہے اور دلیل بھی تحریم کو چاہتی ہے کہ تعدی حد اللہ تعالیٰ ہے قال فی رد المحتار اعلم ان المکروہ اذا اطلق فی کلامہم فالمراد منہا التحریم
الا ان ینص علی تنزیہ، انتہی، پس یہ دونوں امر جب مکروہ ہوگئے، تو مجلس مروجہ کو بیشک مکروہ بنادیں گے کما لایخفی ہاں نفس منبر مباح تھا پس
وعظ کا ذکر کرنا یہاں بے سود ہے کیوں کہ اول تو وعظ کا کون اہتمام کرتا ہے مولود کے البتہ اہتمام ہوتے ہیں اور پھر اگر منبر و فرش وعظ میں بھی ایسا
ہی ضروری جانا جاوے گا لاریب وہ بھی بدعت ہو جاوے گا مگر چونکہ وعظ کا اہتمام کسی کے دل میں نہیں وہاں ضروری کوئی بھی نہیں جانتا صدہا واعظ
زمین پر ہی ہوتے ہیں ہاں مولود کا اہتمام وہ ہے کہ جماعت فرض کا بھی نہیں اور یہ بھی ایک وجہ بدعت و کراہت مجلس مولود کی ہوگئی ہے بہر حال ایسی
حالت موجودہ میں فرش و منبر یا چوکی دونوں بدعت ہیں گو مؤلف اپنی بے شرمی سے انکار کرے علی ہذا عطریات و شیرینی کا بلا کم و کاست ہے کہ در اصل مباح
تھی اگر قلوب عوام میں سنت ضروریہ ہوگئی پس بدعت مکروہ ہوگئی. شرح سوال میں بھی ذکر اس کا ہو چکا بعد اس کے کہ یہ ہر چہار مباح موافق قاعدۂ شرع
کے مکروہ ہو چکے اب خاطر داری حضار[۱] فساق کی لائق سننے کے ہے کہ وہ مستقل ایک امر معصیت کا حق ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ
والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءہم او ابناءہم او اخوانہم او عشیرتہم الایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل
الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ[۲] بحکم بس مؤلف اور اس کے سب اقران جب مولود کرتے ہیں تو سب فسقہ جہلا مبتدعہ کو طلب کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مدارت
اور مداہنت فی الدین ہوتی ہے اس کا نام اکرام ضیف رکھا گیا ہے بھلا اگر اکرام ضیف ایمان ہے تو ودود محبت مخالفین فاسقین کی کیا ہے ذرا
مؤلف آنکھ کھولے ہشیار ہو وے ومن یہدی اللہ فلا مضل لہ مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یاکل طعامک الا تقی الحدیث جس میں
صاحب احیاء العلوم فرماتے ہیں کہ متقی کی ضیافت کرے اور فاسقوں کو کھانا نہ کھلاوے کہ اعانت ان کے فسق کی ہوتی ہے پس فساق مبتدعین
کی ضیافت ہی کب درست ہے کہ اکرام کرنے کی حدیث پڑھی جاتی ہے یہ حدیث میں اکرام ضیف متقی کا ہے نہ فاسق کا علی ہذا اجابت
کا حال ہے کہ جس ضیافت میں کوئی امر خلاف شرع ہو اس ضیافت کی اجابت ہرگز جائز نہیں چنانچہ شرح سوال میں ذکر ہو چکا پس یہ

[۱] بے لگام [۲] جانوروں کی طرح [۳] تجاوز کرنا [۴] بے شک [۵] حاضر ہونیوالے [۶] فاسق کی جمع [۷] قرن زمانہ [۸] فاسق [۹] جاہل [۱۰] بدعتی [۱۱] دخل دینا

از جہت بعد و فقر امتناع نیارد و قصد شکند حاجت شکم را بلکہ نیت کند اقتدائے سنت داخال سرور دل مسلم، پس اگر کوئی متمول یا مقدور شکم سیر کھانا کھلانے محفل مولد شریف ہیں یا کم مقدور دالا محض شیرینی اور کھجور ماحضر کے لئے اہل اسلام کو تکلیف دے اس کو ضیافت شرع میں کہتے ہیں اور وہ لوگ اس کے پاس آنے والے عربی زبان میں ضیف اور فارسی میں مہمان کہلائیں گے اور عطر ملنا ان کی تعظیم اور اکرام ہے مقام غور ہے کہ تذکرہ خود سنت تھا اور مراسم اکرام ضیف بھی سنت ہیں پھر سنتوں کا نام جو کوئی بدعت ضلالت رکھے اس کو خدا سمجھے ع جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے مدعائے اصلی پر آویں محفل مولد شریف میں وہ چیز کا اصل عبادت اور بنیاد محفل کی اس پہ ہے وہ ذکر خیر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آداب و تعظیم دلیل اس کی یہ کہ اگر کوئی فرش اور خیمہ اور شامیانہ میز چوکی وغیرہ آراستہ کرے اور اسمیں کچھ ذکر نہ ہو اس کو مولد شریف نہ کہیں گے اور اگر کسی موقع میں کوئی شخص کھڑا ہو کر درود یا مدح پڑھنے لگے اس کو بھی مولد شریف نہ کہیں گے اسی طرح اگر کوئی آدمیوں کو کھانا کھلادے یا شیرینی بانٹ دے اس کو بھی مولد شریف نہ کہیں گے اسی طرح اگر کسی جلسہ میں بخور سلگایا جاوے یا عطر لوگوں کو ملا جاوے اس کو بھی مولد شریف نہ کہیں گے پس معلوم ہوا کہ محفل کا نام محفل مولد شریف اسی سبب سے ہوتا ہے کہ اس میں ذکر ولادت شریف مع بعض صفات و معجزات و خرق عادات وغیرہ کیا جاتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اصل اس محفل کی ذکر پاک ہے اور یہ ہم ثابت کر چکے کہ حضرتؐ کے چچا عباسؓ نے یہ ذکر پڑھا اور آپؐ نے اور جمیع صحابہؓ نے سنا پس ثابت ہو گئی اصلیت مولد شریف کی باقی یہ امور ملحقات جو عارض ہیں یہ نہیں نکالتے اصل سنت ہونے سے مثال اس کی یہ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تعلیم دین ہوتی تھی اور اب بھی

بحث اور تکلفات ضیافت کی بحث محض کم فہمی مؤلف کی ہے پس اب غور کرنا چاہیئے کہ شرع سے نہ یہ ضیافت مباح ہے اور نہ اضیافؔ کا اکرام روا ہے پھر اس کو سنت کہنا مؤلف کے فہم نارسا نے روا کیا ہے کوئی اہل علم اس کو جائز نہیں کہہ سکتا پس وہ تذکرہ رسولؐ آسا بھی مکروہ بن گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سنن کا مجموعہ بھی وہی محمود ہوتا ہے کہ خالی کراہت و بدعت سے ہو اور جمع موافق حکم شرع کے ہو ورنہ جمیع سنن سے کراہت بھی حاصل ہوتی ہے دیکھو کہ قرآن دیکھکر پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی مجموعہ مکروہ مشابہ باہل کتاب ہو گیا اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع جمع دونوں کا مکروہ ہوا اور علی ہذا مگر مؤلف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے کہ جس کی مفردات اجزا مباح ہو دیں گے مرکب بھی مباح ہی رہے گا اور یہ خود ناتمام ہے اور تحقیق اس کی پہلے گذر چکی ہے مؤلف نے یہ سن لیا کہ اکرام ضیف سنت ہے اور قلیل شے بھی دعوت ہوتی ہے پس عالم بن گئے اور بدعات کو سنت بتانے لگے اب دیکھو کہ بدعت کو سنت کہنے والا کون ہے **قولہ** محفل مولد شریف میں وہ چیز الخ **اقول** یہ مؤلف کی بے سود تقریر ہے مولود ذکر خیر کا نام ہے مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہو جاوے گا تو مجموعہ لاریب مکروہ ہو جاوے گا کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہی ہوتا ہے صدہا مثالیں موجود ہیں اور قاعدہ کلیہ فقہ کا ھے . اذا اجتمع الحرام والحلال غلب الحرام، پس ان امور لاحقہ سے بیشک حرمت و کراہت آوے گی یہ بدیہی کا انکار نہایت بلاہت ہے صلوٰۃ قرآن کو دیکھکر پڑھنے سے اور اشتمال صما سے اور سدل سے اور ارض مغصوبہ میں اور آگ اور تصویر کے روبرو مکروہ ہو گئی ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے حاصل یہ ہے کہ جو قید تغیر حکم شرع کا کر دیوے گی بدعت و کراہت حاصل ہو جاوے گی ورنہ نہیں اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونے کا نہیں ہوتا،

مدارس اسلامیہ کے جزوی انتظامات سب ثابت بالسنۃ ہیں یہ درجہ معارض ہرگز نہیں ۔۔۔ بن سکتے

قولہ مثال اس کی الخ **اقول** اول تو مؤلف نے مثال امر لاحق کی جوڑی ہے بالکل غلط ہے کیوں کہ مولود میں جو امور لاحق ہیں یا خود مکروہ ہیں یا لحوقؔ و تغیر کے سبب مکروہ ہو گئے ہیں مگر بہر حال ایک امر زائد علی اصل ذکر ہے اور اس مثال میں کوئی امر زائد تعلیم پر نہیں فقط تعلیم ہی تعلیم ہے ہاں تعلیم کے دو طریق تھے تبدل طرز ہی علی زعم مؤلف نہ لحوق امر زائد سو مؤلف کے فہم میں از سر خطا ہے دوسرے یہ کہ زمانہ فخر عالم میں دونوں طریق موجود تھے آپؐ بھی فرماتے

لہ ضیف کی جمع مہمان کے جائز کے مانند جیسا کہ سنت کی جمع ہے شامل کے لاحق ہونا شامل ہونا،

Marfat.com

مدارس اسلامیہ میں ہوتی ہے لیکن اس قدر فرق ہے کہ اس وقت میں استاد پڑھتے تھے شاگرد سنتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم وابوداود وغیرہ یہ سب محدث لکھتے ہیں کہ ہمارے استادوں نے یہ حدیثیں ہمارے سامنے پڑھیں اور ہم کو تعلیم کیں جابجا الفاظ حدثنا واخبرنا وغیرہ لکھتے ہیں چنانچہ مکہ میں اب تک تیرہ سو برس ہو چکے وہی دستور جاری ہے کہ استاد پڑھتا ہے اور شاگرد سنتے ہیں جو شبہ ہوتا ہے استاد سے دریافت کر لیتے ہیں اور ہندوستان کے مدارس کا یہ طریق ہے کہ شاگرد پڑھتا ہے استاد سنتا ہے پس یہ امر خلاف ان کے بھی ہوا اور تعمیر مدرسہ کی نہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ابوبکر نہ عمر نہ عثمان نہ علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اب وہ تعمیر ہیں مدارس کی پختہ کیجاتی ہیں کہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ قیامت کے نفخہ صور سے بھی ان کی بنا محکم متزلزل نہ ہو اور پہلے صحابہؓ اور تابعینؒ حنفی کے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ وابو یوسفؒ تک بھی تعلیم علم دین کی اجرت نہ لیتے تھے اب جو مدرس حدیث کا یا فقہ کا ہوگا کسی کے چالیس روپے ہوں گے کسی کے پندرہ کسی کے بیس اب صرف و نحو وغیرہ کی حدود مقرر ہیں کہ فلاں فلاں کتاب تک پہلے یہ تنہا اور

تھے اور یہ کہ صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے تقریر فرمادی یہ بھی تھا چنانچہ بخاری نے اس کے لئے باب ہی جدا ضبط کیا ہے پس دونوں طریق سنت ہوگئے ہرگز تبدیل نہیں ہوئے اور پھر آج تک وہی دونوں طریق چلے آتے ہیں اگرچہ ایک کم ہو گیا مگر یہ کہ مؤلف نے حدثنا واخبرنا وغیرہ کو سب کو ایک معنی تحدیث کی جان کر نقل کیا اور یہ محض ناواقفیت مؤلف کی فن حدیث اور اصول فقہ و اصول حدیث سے ہے کیوں کہ حدثنا وہاں بولتے ہیں کہ استاد اپنی زبان سے پڑھے اور اخبرنا وہاں کہتے ہیں کہ شاگرد اپنی زبان سے پڑھے استاد سنے پس بخاری و مسلم وغیرہ ما سب کتب کو ہر دو طریق مستفاد ہیں اور مؤلف ہر دو لفظ کو ایک تحدیث پر دلیل لا کر فارغ ہوئے دلیل تو کچھ اور مدعا کچھ سبحان اللہ حدیث بھی مؤلف کو خوب آتی ہے پس اور تو کیا کہوں پس مؤلف کی مثال محض ان کے جہل سے خبر دیتی ہے نہ مثال و ممثل میں مطابقت نہ دعوی و دلیل مطابق نہ اصل مطلب سے خبر کہ کہاں زیادہ بدعت و مکروہ ہے اور کہاں جائز ہے سب کو ایک راہ چلا دیا ماشاء اللہ اور پھر دعوی علم کی نہایت ہی نہیں بہرحال مدارس ہندوستان کا طرز تعلیم حدیث کا خلاف زمانہ فخر عالم و قرون سابقہ کے ہونا بالکل غلط ہے دوسری مثال تعمیر مدرسہ کی یہ بھی محض کم فہمی ہے صفہ کہ جس پر اصحاب صفہ طالب علم دین و فقراء مہاجرین رہتے تھے مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہذا اصل سنت وہی ہے ہاں تبدل ہیئت مکان کی ہو گئی سو مکان کی ہیئت مطلق ہے جس ہیئت پر مناسب وقت ہو بنانا جائز ہے المطلق یجری علی اطلاقہ ہاں تشابہ کفار وغیرہ امور ممنوعہ عارض نہ ہووے پس بنار محکم خود امر جائز اور ضروری ہے کہ بار بار اس کا بنانا مشکل ہے پس کسی وجہ سے یہ مثال صحیح نہیں کیوں کہ یہ عین سنت ہے اور تغیر صورت کا جو ہے سو وہ باطلاق نص ثابت ہے خلاف امور لاحقہ ذکر مولود کے کہ وہ بالکل شئے دیگر ہیں، شایان بانی استحکام مدرسہ میں ایسا کلمہ شاعری کا وہ ایمان مؤلف کا ہے کہ اس کی ہی زبان کو لائق ہے اور زمان فخر عالم میں عمال کو عمالہ ملتا تھا قرآن میں فرمایا والعاملین علیہا سو وہی امر دینی پر لینا اب بھی ہے کوئی امر زائد نہیں ہاں تغیر وصف ہوا ہے کہ اس وقت بطور رزق کفایہ کے تھا اور رزق قضاۃ وولاۃ وغزاۃ وغیرہ سب یہی قسم ہے اب بطور اجرت ٹھہر گیا اسی واسطے امام شافعیؒ اجرت تعلیم کو جائز فرماتے ہیں پس یہاں بھی کوئی امر زائد لاحق نہیں ہوا تغیر وصف ہی ہے اور بضرورت ضروریہ اختیار ہوا ہے پس مثال مؤلف کی باطل ہے اور صرف و نحو ادب و معانی یہ سب باشارۃ النص سنت ہیں فرمایا علیہ السلام نے علیکم بدیوان العرب جب آپ نے زبان عرب کے اصل محاورات کو جاننا لازم کیا تو یہ فنون اس کو لازم ہیں یہ بھی کوئی اپنا ایجاد اور اپنی طرف سے زیارت نہیں بلکہ حکم فخر عالم کا ہی ہے مگر ذکر مولود میں کہیں حکم فرش مکلف اور شیرینی کے انتظام کا نہیں فرمایا البتہ التزام کو مکروہ فرمایا ہے اطلاقات نصوص میں اور علوم جتنا

لہ قائم کیا ہو لہ فائدہ حاصل کیا ہوا لہ مخالف لہ ایک چبوترہ تھا جس پر سب سے پہلے اسلام کی تعلیم با قاعدہ درسگاہ کی شکل میں شروع ہوگی لہ مضبوطی لہ لازم فرما

علاوہ اس کے منطق اور علمِ ہیئت وہندسہ وغیرہ جن کا سلسلہ یونانیوں تک پہنچتا ہے صحابہؓ کی جوتیوں تک کو ان علوم کی گرد نہ لگی تھی اب تحصیل میں داخل
ہیں اور پہلے جو کوئی روپیہ دیتا تھا مخفی طور پر دینے کو خالی ریا سے جانتا تھا اب چندہ دینے والوں کی نمائش ہوتی ہے ان کے نام سال بسال کتابوں
میں چھپتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس زمانہ کے اطوار تعلیم مدارس کو کہاں تک بیان کروں کم سے کم علم آدمی بھی تأمل کرے گا تو معلوم کرے گا کہ بیشک مدرسہ
تعلیم علمِ دین کا اس ہیئت کذائی اور ہیئت مجموعی کے ساتھ ہرگز قرونِ ثلثہ میں پایا نہیں گیا لیکن باایں ہمہ جائز رکھتے ہیں اس کو فقط اس بات پر نظر کر کے
کہ گویا یہ عوارض اور لوازم بالائے سلف سے نہیں لیکن اصل تعلیم دین تو ثابت ہے ان عوارض سے اس کی اصلیت باطل نہیں ہوتی اور نہیں کہتے

فلسفہ بوجہ مناظرہ کے اور دفع تشکیکات[۱] عقائد فلاسفہ کے داخل ہوئے تھے کہ روافض ومعتزلہ حکماء کے اصول سے متمسک[۲] ہوئے اور خلل دین
میں آیا اُس کا دفع اور الزامی جواب بے اس کے ممکن نہ تھا سو یہ بھی بارشاد فخرِ عالم کے تھا بقولہ جاھدوھم بایدیکم والسنتکم الحدیث البتہ بلا حاجت
اب اُس کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے اور ہیئت وہندسہ حاجت دینیہ میں مبین ہے حساب پر علم فرائض مبنی ہے اور ہیئت سے اوقات صلوٰۃ وغیرہ محقق
ہو جاتے ہیں گو ضروری نہیں غرض یہ سب اعتراضات مؤلف کے اوراق اشیاء کو امور عارض زائد غیر مامور بالحاق اس کا کہنا محض جہل دینیات سے
ہے اور چندہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود لیا ہے غزوہ تبوک میں مثلاً ترغیب باربار فرمائی اور جب حضرت عثمانؓ نے چھ سو اونٹ دیئے
تو مجمع عام میں مدح حضرت عثمانؓ کی کرتے تھے بقولہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذا رواہ الترمذی ما ضر عثمان ما عمل بعد
الیوم مرتین رواہ احمد سو جہاد اور تعلیم دونوں اعلاء کلمۃ اللہ[۳] کے واسطے موضوع ہیں اس میں عند الحاجت چندہ لینا اور رغبت دلانی اور اظہار
اس کا کر کے تحریض[۴] کرنا سب عین سنت ثابت بالحدیث ہے اور صدقہ باخفا کو اب بھی کوئی منع نہیں کرتا اور یہ حکم معطی[۵] کو ہے کہ باخفا دیوے
مگر آخذ کو اُس کے اخفاء کا حکم نہ معلوم مؤلف نے کس آیت اور حدیث میں پڑھا ہے حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تو یہ ہے ومن کتم کھٰذ پس
مؤلف کو درپردہ یہ سب مطاعن[۶] احادیث پر کرتے ہیں اور پھر مؤلف کو دیکھو کہ صدقہ نفل کے اخفاء کا حکم افضلیت کا ہے نہ وجوب کا ان تبدوا الصدقٰت
فنعما ھی وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم الایۃ پس اس کے اظہار کو موجب ملامت جاننا یا امر زائد جاننا ایک سخت جہل ہے کیوں کہ وہ
تو مامور بہ ہے دوسری اخفاء افضل معطی کو ہے نہ آخذ کو چنانچہ معلوم ہوا تیسرے یہ حکم صدقہ کا ہے اب بھی اگر کوئی طالب علم کو صدقہ کرجاتا ہے
کسی کیفیت میں طبع نہیں ہوتا مگر جو مجمع میں طلباء کو دیتے ہیں وہ حسب رغبت معطی کے طبع ہوتا ہے کتب چندہ میں اور چندہ صدقہ تو نہیں ہوتا
وہ تو مہتمم کو کہ متولی وقیم شے ہے امانت دیتے ہیں کہ بموقع معلوم خرچ کرے یہ وکیل معطی کا ہے پس کیفیت میں اس کا حساب لکھا جاتا ہے مخبر
عالم علیہ السلام عمّال سے محاسبہ کرتے تھے یہ وہ امر ہے کہ خود شارع علیہ السلام نے کیا اور نیز باعث رفع تہمت کا ہے کہ سب کو حساب معلوم
ہو جاوے مہتمم پر تہمت نہ رکھیں اور رغبت دلاتا ہے کہ تمہاری امداد سے یہ نفع ہوا اور یہ سب احادیث صحاح میں صراحتہً مذکور ہیں افسوس
کہ مؤلف کو اس قدر بھی علم نہیں اگر مشکوٰۃ بھی تمام دیکھ کر سمجھ لیتا تو کفایت تھا مگر ہاں اُس کے سینہ تابوت کینہ میں جو بغض مدارس دینیہ کا
ہے یہ کلمات بے معنی وہ کہلا رہا ہے اور فرطِ جہل مزید بر آں اور درست ہے کہ مدارس سے شیطان کو سخت غیظ ہے افسوس کہ مؤلف نے اپنے سارے
شکوک مدارس کے بیان نہ کئے اُس کے سینے میں خراش رہ گئی اور ہم کو بھی اس کلام فضول پر یہ تحریر اجمالی اس واسطے لکھنی پڑی کہ مؤلف کا
غیظ دوبالا ہو جاوے کہ یہ امور سنت نکل آئے مدارس اور اُس کے مخالفین کا حال اس آیت سے خوب نکلتا ہے کزرع اخرج شطئہ الایہ پس کیا

[۱] شبہات [۲] دلیل پیش کرنے والا [۳] کلمۂ الٰہی کو بلند کرنا [۴] برانگیختہ کرنا [۵] دینے والا [۶] طعنہ کی جمع [۷] ذمہ دار

Marfat.com

کہ یہ تعلیم جو اس ہیئت کذائی سے ہے یہ بدعت اور ضلالت ہے علیٰ ہٰذا القیاس عارض ہونے اس ہیئت کذائی سے محفل مولد شریف بھی سنت ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی اور بدعت ضلالت کہنا اس کا لغو اور ضلالت ٹھیرا یہاں تک تو بیان تھا اس بات کا کہ محفل مولد شریف کی اصل ثابت ہے اب بیان کریں ہم دوسری بات یعنی اُس کی نظیر اور مثل بھی ثابت ہے بیان اس کا یہ ہو کہ عمل مولد شریف ایک شکریہ ہے نعمتِ خداوندی کا چنانچہ امام نووی کے استاد ابو شامہ نے مولد شریف کے حق میں لکھا ہے مشعر بمحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعظیمہ فی قلب فاعل ذلک وشکر اللہ علی ما من بہ من ایجاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مولد شریف کرنا خبر دیتا ہے کہ اس کے بانی کو محبت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تعظیم اُن کی اس کے دل میں ہو اور جو کہ خدا تعالیٰ نے پیدا کر دینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت مسلمانوں پر احسان ظاہر کیا ہے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً الایۃ یہ محفل مولد شریف کا شکر ہے اس منت خداوندی کا حدیث شریف میں وارد ہے التحدث بنعمۃ اللہ شکر جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ اس جلسہ میں اظہار ہے نعمتِ پروردگار کا کہ اس نے ایسا حبیب ہادی کل ختم رسل ہماری ہدایت کے لئے بھیجا پس اُس کی نظیر جلسہ شکریہ صحابہؓ میں ہوتا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہو ایکروز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک حلقہ صحابہؓ میں آئے پوچھا تم کیوں بیٹھے ہو کہا ہم بیٹھے ہیں اللہ کی یاد کرتے ہیں اور شکر اس کا ادا کرتے ہیں علی ما ھدانا اللہ بالاسلام ومن بہ علینا یعنی اس بات کا شکر کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی طرف اسلام کے اور احسان رکھا ہم پر اس بات کا کہ راہ راست پر لگا دیا ہم کو تب فرمایا حضرتؐ نے تم کو قسم اللہ کی تم محض شکریہ کے لئے بیٹھے ہو انہوں نے عرض کی قسم اللہ کی اسی لئے بیٹھے ہیں آپؐ نے فرمایا ہم نے تم کو اس واسطے قسم نہیں دی کہ تم پر یہ گمان ہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ میرے پاس جبریلؑ آئے اور انہوں نے یہ خبر دی کان اللہ عزوجل یباہی بکم الملئکۃ یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تمہارا فخر ظاہر کرتا ہے کہ دیکھو میری نعمت کا شکر کرتے ہیں اب دیکھئے صحابہؓ میں بھی ثابت ہوا کہ جلسہ اظہار شکر نعمت خداوندی کا ان میں پایا گیا اور جلسہ میلاد شریف بھی شکر ہے فرق نعمت میں ہے وہاں نعمتِ اسلام پر شکر ہے یہاں خود اس نعمت پر شکر ہے کہ جو اصل بنیاد اسلام وایمان کی ہے

ظاہر تغیر کروں بیشک تھوڑے علم والا بھی جانتا ہے کہ مدارس کے سب امور سنت ہیں قرون ثلثہ میں موجود تھے صراحۃً و دلالۃً اور علم فرض عین دین کا ہے اور تعلیم بھی فرض ہوا اور اس کی تحصیل میں شارع کی وہ کچھ تاکیدات ہیں کہ کسی ادنیٰ پر بھی مخفی نہیں اور جس ذریعہ مشروعہ سے تحصیل ممکن ہو اس کا کرنا فرض ہو اگر اس میں زیادت بھی حسب زمانہ کیجاوے سنت اور مطلوب فی الدین و مامور من اللہ تعالیٰ ہوگا اور یہ قیود ملحقہ مجلس مولود کی ہرگز اس باب سے نہیں یہ محفل ہی کوئی ضروری نہیں اگر ضروری ہوتی یا شعار دین کا ہوتا چھ سو سال کیونکر اس سے خالی رہتے اور اب بھی کوئی ترقی دین کی اس سے نہیں ہاں تنزل ہو کہ طرح طرح کی بدعات کا ایجاد اور عبادات فرائض کی سستی اور بے رغبتی کا باعث ہے مولودیوں کے عقیدہ میں نجات کو یہی عمل کافی ہے مؤلف اعمیٰ اگر حق سے اعمیٰ ہو جاوے تو کیا علاج یہ سب امور مشاہدہ ہیں اور علم پر اس ذکر کو قیاس کرنا محض جہل مرکب ہی نماز جمعہ پر قیاس کرنا تھا کہ بہت ظاہر ہے استغفر اللہ ۔۔۔ اعوذبک من علم لا ۔۔۔ پس اگر علم دنیا سے اٹھ جاوے اس کا فساد سب پر روشن ہے اور جو مولود اٹھ جاوے کچھ بھی دین میں تغیر نہیں اس کا قیاس اس پر کر کے بزعم فاسد خود بدعات کو جائز کہنا اور مامور سنن اور مامورات شارع کو تحصیل دین میں مقیس علیہ امور مبتدعہ مولود کا بنانا کس قدر جہل عن قواعد الدین ہے معاذ اللہ غرض فساد فہم مؤلف کا اور بطلان اس کے قیاس مزعوم کا ہر شخص پر ظاہر ہو گیا خلاصہ یہ کہ عبادت مسنونہ لحوق امور مکروہ سے مکروہ اور لحوق امور محرمہ سے حرام ہو جاتی ہے بلا اختلاف مگر مؤلف کو ہرگز علم نہیں اس کا یہ قول کہ امر سنت لحوق مکروہات سے سنت ہی رہتا ہے محض سفسطہ ہی یوں نہیں بلکہ مجموعہ مرکب سنت و حرام

ل حاصل کرنا ۲ پوشیدہ ۳ دین میں مطلب کی گئی ۴ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محکوم ۵ قواعد دین سے ناواقفیت ۶ بے وقوفی

Marfat.com

یعنی حضرت کی اطاعت اور جمیع احکام مان لینے کو اسلام کہتے ہیں بنا برعلیہ لا بد اس جلسۂ شکریہ میں بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ملائکہ میں فخر بانیان محفل کا ظاہر کرے کیوں کہ علت شکر اس جلسۂ منصوصہ اور اس محفل میں مشترک ہے لاجرم یہ بدعت نہ ٹھیری اور اگر مثل اور نظیر اس طرح پر طلب کرتے ہو کہ ایسا جلسہ مسنونہ بتاؤ جس میں چند سنتیں مثل جلسۂ مولد شریف کی مجتمع ہوں تو اس کی بھی نظیر شرع میں موجود ہے مثلاً شادی عروسی کہ اس میں اجتماع ہے مومنین کا اور ذکر اللہ بھی اس میں ہے اس لئے کہ خطبۂ نکاح کا جو سنت ہے جلسہ نکاح میں پڑھا جاتا ہے بعد ازاں خرما وغیرہ تقسیم کر دیا جاتا ہے یا حاضرین کے ہاتھوں لٹا دیا جاتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا بأس بنثر السکر والدراهم فی الضیافة وعقد النکاح اور مولوی اسحاق صاحب نے مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب و قبول کیا چھوارے لٹائے اور نیز جس وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہؓ سے نجاشی بادشاہ حبش نے اپنے ملک حبش میں کیا تو حضرت جعفرؓ اور جمیع مہاجرینؓ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب و قبول کیا بعد ازاں سب کو کہا کہ ابھی بیٹھے رہو یہ سنت پیغمبروں کی ہے کہ بعد نکاح کے کچھ کھانا کھاویں تب کھانا منگا کر سب کو کھلایا یہ بھی مسائل اربعین میں ہے اب دیکھئے اگر نکاح میں عقد نکاح کا سر دہ ہے

ہی ہوتا ہے گو وہ نفس جزو سنت کا سنت ہے **قولہ** یہاں تک تو بیان تھا الخ **اقول** مؤلف کسقدر غافل ہے پھر وہی نفس ذکر کی فضل اس قول اور آیات سے ثابت کرنے لگا اس میں کس کو کلام ہے مگر مؤلف کو درد مغز ہے اور یہ حدیث حلقہ صحابہؓ کی بھی وہی بیان مطلق ذکر و شکر میں ہے اس سے مؤلف کو سوائے تطویل کے کوئی نفع نہیں اور مانعین کے کچھ خلاف نہیں لہٰذا اس کا جواب کیا لکھا جاوے کہ یہ مسلم اہل سنت کا ہے **قول** اگر مثل اور نظیر اس طرح پر الخ **اقول** فی الواقع مؤلف کو اثبات مدعا میں ید طولیٰ ہے کیا عمدہ طرح اثبات قیود مولود کو کرتا ہے سننے کے قابل ہے غرض تو اس کی اثبات جواز کی ہے اور نظیر کراہت کی لکھی سنو کہ مانعین کا تو قول حسب ارشاد شارع کے یہ ہے کہ کسی جائز مطلق کے ساتھ اگر ایسے امور ضم ہو جاویں کہ وہ ممنوع ہوں تو مجموعہ ممنوع ہو جاتا ہے اور جو ایسے امور مضموم ہوں کہ مباح ہیں یا مستحب ہیں تو اگر اپنے درجۂ اباحت و استحباب پر رہیں تو درست ہیں اور جو اپنے درجہ سے بڑھ جاویں تو بدعت ہو جاتے ہیں اور یہ امر تمام کتب میں مصرح ہے پس شادی نکاح میں جو امور سنت سے ثابت ہیں وہ مستحب ہیں یا مباح پس اگر شادی میں کوئی امر غیر مشروع مل گیا جب بھی وہ مجمع غیر مشروع ہو گیا اور جو ان امور کو واجب جاننے لگے یا واجب جیسا معاملہ ہونے لگے جب بھی ممنوع اور بدعت ہو کر مجمع بدعت کا ہو جاوے گا اور شرکت وہاں کی منع ہو جاوے گی پس بعینہٖ یہی حال اس مجلس مولود کا ہے بلا تفاوت ہم کو زیادہ شرح کی کیا حاجت ہے مؤلف خود ہی کہتا ہے مگر ہاں --- شادی کی بدعات میں معصیت اور مواخذہ نہیں، جو مولود کی بدعات میں ہے کیوں کہ وہ امر دنیا کا تھا اور یہ ذکر پاک دین کا اور سرور عالم علیہ السلام کا ذکر اس کی مناہی پر سخت باز پرس ہوتی ہے الحمد للہ کہ مؤلف کے منہ سے حق بات نکلی مگر بھول کر نکل آئی پس اگر مؤلف اجتماع امور مباحہ کو مثل مجمع شادی کے جانتا ہے تو اب تاکد کی صورت میں کیوں ان کے بدعت ہونے سے تامل کرتا ہے کلمہ پڑھ کر اقرار کر لیوے پس مومنین متبعین سنت میں داخل ہو جاوے گا اب ناظرین مؤلف کے علم کو قیاس کریں کہ ہر دفعہ اثبات قیود کے واسطے عزم کرتا ہے تو مطلق فضائل ذکر مولود کے بیان کر کے کوئی قیاس کی بات یا مجمل بات قیود میں ذکر کرتا ہے یہاں بھی اسی فکر میں یہ قیاس پیش کیا ہے جو بالکل اس کے مدعا کے خلاف ہے یہ کمال فہم اس کا ہے اور صوم عاشورا کا جواب گذر چکا کہ وہ روز بسبب اعادہ شکر کے نہیں تھا، بلکہ بایجاب اللہ تعالیٰ تھا اور اعادہ سرور عید کیطرح عادت یہود کی تھی کہ فخر عالم نے اس کو ترک کرا دیا تھا پس یہ نظیر ہرگز نہیں ہو سکتی تھوڑے سے فہم کی حاجت ہے بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے عرض

ل دعویٰ لہ عبارت رکھ شائل کے خدائے تعالیٰ کے واجب کرنے سے۔

Marfat.com

یہاں یعنی مجلس میلاد شریف میں اس سے کہیں زیادہ بڑی نعمت یعنی وجود باعث ایجاد عالم کا سرور ہے وہاں خطبہ میں توحید و اقرار رسالت ہے یہاں بھی وہ مضمون بہ تفصیل و شرح موجود وہاں تقسیم شیرینی و خرما و اطعام طعام ہے یہاں بھی علیٰ ہذا القیاس یہ باتیں موجود ہیں اور اگر سال بسال دائمی ہونے کی مثلیت مطلوب ہو تو محدثین صوم عاشورا کی نظر دیکھیے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات کا شکریہ سال بسال کب سے چلا آتا ہے غرضکہ میلاد شریف کی اصل بھی شرع میں موجود ہے اور نظیر اور مثل بھی بنا بریں علیہ موافق قول مولوی اسماعیل صاحب کے یہ محفل بدعت نہیں اب ایک دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ محفل سنت ہے مولوی اسماعیل صاحب تذکیر الاخوان میں مجتہد کی نکالی چیز کو سنت میں داخل کرتے ہیں اور مجلس میلاد اگرچہ بدیں ہیئت مجموعی کسی مجتہد مطلق نے خود ایجاد نہیں فرمائی لیکن مجتہدان مطلق نے ایسے عمدہ قاعدے کلیہ ایجاد کئے کہ یہ مجلس ان قاعدوں میں داخل ہو گئی مثلاً حضرت امام مالکؒ حدیث کی تعلیم اس طرح کرتے تھے کہ اول غسل کرتے تھے پھر فرش چوکی ہوتا مسند بچھتی عود ولوبان وغیرہ بخور خوشبو سلگتی پھر منبر پر بیٹھکر کمال تعظیم سے بیان فرماتے لوگوں نے پوچھا یہ اہتمام کیوں کرتے ہو فرمایا تعظیم کرتا ہوں حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تب کسی نے اعتراض نہ کیا اور چپ ہو گئے امام مالکؒ خیر القرون میں تھے تابعین میں تھے اور مجتہد تھے ان کے فعل سے یہ آداب ثابت ہوئے پھر جس نے ان پر اعتراض کیا وہ ان کی دلیل معقول سن کر چپ ہوا کہ واقعی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے پس دوسروں کا سکوت کرنا بعد اعتراض کے یہ بھی قول امام مالکؒ کو موید ہو گیا علاوہ بریں اس وقت سے آج تک جمیع کتب حنفیہ یا مالکیہ شافعیہ میں یہ دستور العمل مکتوب ہو گیا کہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مکان عالی پر بیٹھنا خوشبو لگانا تعظیم مدنظر رکھنا مستحب ہے مدارج النبوۃ اور مواہب اور شرح مواہب وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہے اور معلوم ہے سب کو یہ بات کہ محفل مولد شریف میں احادیث و معجزات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اس میں اس قسم کے آداب کئے جاتے ہیں پس یہاں تک تو محفل مولد شریف فعل خیر القرون میں داخل اور سنت میں شامل ہے باقی رہا درود و سلام و مدح کھڑے ہو کر پڑھنا تعظیماً اس کی اصل بھی مجتہدوں سے ثابت ہے

کہا کہ اگر یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیۃ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس روز کو عید بنا لیتے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خود اس روز کو پہلے سے حق تعالیٰ نے عید بنا رکھا ہے اس روز دو عید تھی جو یہ آیت نازل ہوئی عرفہ اور جمعہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یوم حصول نعمت کو یہود عید بناتے تھے اور ہمارے شرع میں یہ نہیں ہے کہ کسی دن کو ولادت سے لے کر آخر تک شرح صدر اور نبوت اور معراج وغیرہا انعام اس امت پر ہوئی مگر شارع نے کہیں کوئی عید منائی نہ حکم دیا نہ کہیں قرون ثلثہ تک کچھ ہوا پس ایسی حالت میں اگر سرور لبطور عید کرنے کو یوم ولادت فخر عالم میں تشابہ یہود کا بھی کوئی کھدیوے تو بجا ہے باقی رہا سرور ولادت سو وہ ہر دم لازم ایمان ہے اگر اس کا اظہار بطور مشروع کسی وقت ہو اس کو کوئی منع نہیں کرتا ہاں بدعت کی طرح بلاریب ممنوع ہے پس مؤلف کے سب قیاس برہم ہو گئے محض دعویٰ بمعنر باقی ہے اور بس

مجلس نکاح و صوم یوم عاشورا از نظیر و مثل مجلس مولد مروج نہیں ہو سکتے جیسا کہ مؤلف سمجھا ہے امام مالک کا عند الحدیث تعطر و تبخر و تادب اہل بدعت کو مفید نہیں

قولہ اب دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہیں الخ **اقول** خلاصہ تقریر یہ ہے کہ امام مالکؒ درس حدیث غسل و تطییب کے ساتھ کرتے تھے امام مالکؒ کا حال شرح تحفہ وغیرہ میں منقول ہے۔ روی عن مالک انہ کان اذا اراد ان یحدث توضأ و جلس علی صدر فراشہ و تمکن فی جلوسہ بوقار و ھیبۃ ثم حدث وروی انہ کان یغتسل و یتبخر و یتطیب انتھی ایس طہارت نظافت و تعطر جو یہاں منقول ہے سب از کار قرآن و نوافل و حدیث میں باتفاق مندوب

یعنی احمد بن حنبلؒ کے استاد یحییٰ بن سعید منارۂ مسجد سے پشت لگا کر بیان کرنا شروع کرتے تھے اور بڑے بڑے عالم مجتہد محدث علیؒ ابن مدینی ابن ثمادؒ
اور امام احمدؒ وغیرہ کھڑے رہتے تھے اور تحقیق کرتے حدیثیں اور کوئی ان کی ہیئت اور جلال سے نہ بیٹھ سکتا تھا یہ حال قاوی بر ہنہ میں موجود
ہے ان محدثوں اور مجتہدوں کے فعل سے ثابت ہو گیا اگر کوئی شخص ذکر رسول کھڑا ہو کر کرے صحیح ہے اور حضرت حسانؓ منبر پر کھڑے ہو کر فخر بیان
کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بس اب باقی رہ گیا کھانا یا شیرینی دینا اس کا حال یہ ہے کہ جس وقت ابو سعید مظفر کے وقت میں محفل ہوئی
اور اس میں کھانا نہایت پر تکلف شاہانہ عام لوگوں کو کھلایا گیا اس وقت اگرچہ کوئی مجتہد مطلق یعنی مجتہد فی الشرع موجود نہ تھا مگر مجتہدوں کے
چند طبقے ہیں ان میں سے ایک مجتہدین فی المسائل ہوتے ہیں کہ قوت نظریہ ان کی قوی ہوتی ہے اور اپنے امام کی اصل پر نظر کر کے مسائل غیر منصوص
میں بنظر اجتہادی حکم دیتے ہیں اس قسم کے مجتہد موجود تھے تو تاریخ سے ثابت ہے کہ اس وقت جمیع علماء نے سوائے شیخ تاج الدین کے محفل مولد
شریف کی مع اطعام طعام و تعیین یوم میلاد وغیرہ جائز رکھا پس ان خصوصیات کی اسناد بھی مجتہدین تک پہنچ گئی اور مولوی اسماعیل صاحبؒ

ہے اور نصوص سے ثابت ہے نہ معلوم کہ مؤلف کو باوجود نص کے فعل مالک کی کیا ضرورت ہوئی مگر ظاہر ہے کہ جہل ہے اسی واسطے اتنا تکلف
کرنا پڑا سوا اول تو چوکی مبنر کا حوالہ غلط ہے شاید یہی وجہ اس فعل کے نقل کی ہوئی ہو کہ یہاں تصرف کم ظاہر ہووے گا نصوص تو خوب منصوص ہیں
اس کے تصرف کو ہر ایک معلوم کر لیویگا پس حجت منبر کی اس سے درست نہیں مگر مؤلف کیوں تکلف کرتا ہے اس کا تو کسی نے انکار نہیں کیا مدب تعطر کا
خود نص سے ثابت ہے مالک کے فعل سے کبھی ثابت ہو اس کا وجوب ہو جاتا بدعت ہو دوسرے یہ کہ مؤلف قرآن اور درود سب کچھ پڑھتا ہے کسی
کو تعطر و تبخر نہیں ہوتا خاص اسی ذکر میں مندوب پر عمل ایسا کہ ہرگز ترک نہ ہو جو کوئی بوئے تو لڑنے کو تیار اور امام مالکؒ کا فعل لکھنے کو موجود یہ تخصیص
کی وجہ کیا ہے یہ وجہ لکھنی تھی تا بدعت کے طعن سے نجات ملتی اب تو مؤلف وہی تیلی کا بیل ہو رہا ہے پھر پھرا یا اسی مرکز پر آ رہا ہے بھلا صاحب
ندب منبر کا بھی اور تطیب کا بھی ثابت ہوا مگر اس تخصیص اور تاکید کی وجہ کیا ہے جو مانعین کا اعتراض رفع ہووے واہ رے جولانی اور علم تحدیث
حدیث میں چوکی پر یا مکان مرتفع پر بیٹھنا کہیں سنت نہیں ہاں وعظ میں یا جہاں مجمع عام میں کوئی امر سنانا ہو آواز پہنچانے کو یا اور غرض صحیح
کے واسطے مندوب ہے مگر نہ کوئی تخصیص کی وجہ نہ تاکد کی دلیل اس سے نکلی اور نفس مدب مفید مؤلف کو نہیں اور درود سلام کا بھی یہی حال ہے کھڑے
بیٹھے جس طرح چاہو پڑھو مگر خصوصیت قیام کے وقت ذکر ولادت کی پوچھی جاتی ہے کوئی مؤلف کو کہے بندۂ خدا تعالیٰ کہیں تو سمجھ درود کو قیام کس نے
منع کیا ہے بالخصوص ذکر ولادت پر قیام کرنے کو پوچھتے ہیں سمجھ کر جواب دے الحاصل کلام خصوصیات میں تھی اور یہاں ذکر قیود مباحہ کی ضم کے مؤکد
میں مگر مؤلف کچھ سے کچھ لکھ رہا ہے جو اس درست نہیں علیٰ ہذا حسانؓ کا منبر پر چڑھ کر مفاخرت ہ منافحت ہ کفار کے واسطے اور اعلان کیواسطے
تھا غرض صحیح میں قیام و قعود سب درست ہے مگر مؤلف کو کیا نفع ہے مطلب سے کچھ خبر اور غرض نہیں تطویل بے سود کرتا ہے، کلام خصوصیت میں
اور تاکد مباح میں ہے نہ کہ ان امور کی اباحت میں سو وہ کچھ بھی مؤلف نے ثابت نہ کیا ہمہ شب رواں صبح آنجا کہ ہست

قولہ اب باقی رہ گیا کھانا الخ **اقول** کھانے شیرینی کی بحث تو چند دفعہ ہو چکی کہ اصل اس کی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج   *بحث طعام محفل مولد*
سے کراہت و بدعت پیدا ہوئی ہے کلام اصل میں نہیں بلکہ اس تاکید میں ہے اور ملک مظفر کے وقت کی ایجاد میں تو بحث ہی ہو رہی ہے اور
پھر مؤلف اس کو ہی دلیل بنا رہا ہے یہ مردود نہ معلوم کہاں سے سیکھا ہے اور بہت طویل کلام اس میں پہلے لکھے گئے اور علامہ فاکہانی کی تحقیق اور
اس کا حق ہونا بظاہر معلوم ہو چکا اور تاویل فعل علماء کے بھی مذکور ہوئے اور مع ہذا مولود مؤلف کا جائز نہ ہونا بھی ذکر ہو لیا مؤلف کی تکرار اور

ہ عطر لگانا ہ لوبان اور اگر بتی سلگانا ہ شامل کرنا ہ تحرکرنا ہ غصہ و غضب ہ تمام رات چلے صبح کر دیں کہ وہیں رہے ہ لفظ کو معنی غیر ظاہر پر محمول کر

Marfat.com

نے مجتہد مطلق اور مجتہد فی الشرع کی قید تو لگائی نہیں کیوں کہ ان کی غرض یہ ہو کہ کوئی فعل ایسا نہ ہو کہ عوام یا علماء کم مایہ اس کو پسند کرلیں بلکہ وہ ایسے
مجتہد ہوں کہ ان کو قوت نظریہ لائق اصل و نظر پہچاننے کی ہووے اور مولوی اسماعیلؒ صاحب نے تذکیر الاخوان کے باب تقلید میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ
اکثر عالم دیندار متقی اس مسئلہ کو قبول کرلیں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے انتہیٰ دیکھئے یہاں اجتہاد کی قید نہ دارد ہے اب ہم کہتے ہیں کہ اس محفل کو اکثر علماء دیندار متقیوں
نے معتبر رکھا ہے استحباب کا فتویٰ دیا ہے اور ابو سعید مظفر کے عہد میں وہ علماء بڑے عالی درجہ صحیح النظر جامع فروع و اصول تھے یہاں تک کہ بعض ان
میں سے اپنے اوپر تقلید ائمہ کی واجب نہ جانتے تھے خود قوت اخذ مسائل کی اپنی عقل میں سمجھتے تھے علاوہ بریں امام شافعیؒ کے قاعدہ میں تحقق
مع جمیع خصوصیات و تعینات مروجہ اہل اسلام داخل ہو وہ قاعدہ یہ ہو کہ امام شافعیؒ سے بیہقی نے یہ روایت کیا ہے کہ نئی بات اگر ایسی ایجاد ہو کہ
قرآن اور حدیث اور اجماع کے حکموں کو نہ منافی ہو اور نہ رد کرتی ہو وہ بدعت حسنہ اور محمود ہے اس کو برا نہ کہنا چاہیئے محفل میلاد اس مجتہد کے قول میں
داخل ہو گئی کیوں کہ کسی حکم قرآن و حدیث و اجماع کو رد نہیں کرتی اور اگر رد کرتی ہے تو بیان کرو من ادعیٰ فعلیہ البیان الحاصل ہر نہج سے اس کی اسناد
مجتہدین تک پہنچتی ہے خواہ تصریحاً خواہ استنباطاً پس یہ محفل سنت میں داخل ہو اور بدعت نہیں موافق قاعدہ مقررہ مولوی اسماعیل صاحبؒ کے
سوال تم ساکنان ہندوستان حنفی المذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ سے کیوں استدلال کرتے ہو؟ جواب۔ جو مسئلہ ہمارے امام سے تصریحاً بیان نہ ہو
اور دیگر اماموں نے اس کو تصریح کیا ہو اور وہ ہمارے قواعد کے خلاف نہ ہو پس تسلیم کیا جاتا ہو وہ ہمارے مذہب حنفی میں اس کی نظیر بنا ظر کتب فقہ کو ملجا و مگی بالفعل
ایک مثال لکھتا ہوں درمختار میں ہو دما نقیبل الخبز فجوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ یعنی کہا صاحب درمختار نے کہ روٹی کو چومنا یعنی بوسہ
دینا جائز رکھا ہے شافعیوں نے کہ یہ بدعت مباح یا مستحب ہے یہ مذہب شافعیوں کا لکھ کر صاحب درمختار جو مذہب کا حنفی ہو لکھتا ہے کہ قواعد نالا تا باہ
یعنی ہم حنفیوں کے قاعدے کچھ اس کی مخالفت نہیں رکھتے، پس ثابت ہوا کہ غیر اماموں کے مذہب میں جو بات ایسی ہو کہ ہمارے مذہب میں اس کا
ذکر نہ ہو اور ہمارے مخالف نہ ہو اس کا لے لینا درست ہے چنانچہ تقسیم بدعت حسنہ اور سیہ کی ہمارے کتب فقہ شامی وغیرہ میں برابر مثل مذہب
امام شافعی کے مندرج ہے اور اسی طرح قرارۃ حدیث میں لوبان وغیرہ سلگانا خوشبو لگانا، اونچی جگہ پر بیٹھنا باقتدار امام مالکؒ کتب حنفیہ میں

اعادہ نے ہم کو بھی اس تقریر مہمل میں ڈالا غرض یہ نہ حجت[1] فی الدین ہے اور نہ مؤلف کا کچھ فائدہ اس کرنے سے یہ لاحاصل اور عبث کلام ہے
پہلے سب کچھ لکھا گیا ہے حاجت اعادہ کی نہیں اور یہ تقریر محض لغو ہے جو مؤلف کا غذ سیاہ کرتا ہے امام شافعیؒ صاحب کے قول کے معنیٰ بیان
ہو چکے ہیں مؤلف کمال دلاوری سے یہ کہتا ہے من ادعیٰ فعلیہ البیان اس علم و فہم پر یہ کلمہ اول رسالہ سے یہاں تک قلعی کھلتی چلی آرہی ہے مگر ابھی
مؤلف کے دماغ کا کیڑا نہیں گرا اب یہ براہین قاطعہ سب دود دعاوی کی ناک کے بل نکالے دیتی ہے اور مدعی کا بیان ملاحظہ ہوا جاتا ہے۔ ذرا
حواس و دماغ کا متنقیہ کر رکھو الحاصل اس ہیئت مروجہ مولد کا ناجائز ہونا ثابت ہو لیا اور مؤلف ہاتھ پاؤں مار کر پھر پھرا کر قیود کے اثبات میں سوائے
اس کے کوئی حجت نہیں رکھتا کہ بہت علماء نے اس کو کیا ہے اور جائز رکھا ہے مگر یہ بھی اس کے مولد کو نافع نہیں اگر عقل ہو تو سمجھے اب اس
کے بعد مؤلف نے جو سوال جواب بے محل بے سود لکھا ہے نہ اس کا کچھ محل تھا نہ یہ کسی کی مخالف بھی اپنا علم جتلانا تھا سو اس سے بھی کم مناسبت
ہونا مؤلف کا فہم علم سے معلوم ہو گیا

قولہ لمعہ رابعہ الخ **اقول** خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ ایسا التزام کرنا اور تعیین تاریخ کرنا	تعیین وقت میلاد میں مؤلف کا استدلال آیت ربنا انزل علینا

[1] دین کے معاملہ میں حجت سے دعوئی کی جمع

Marfat.com

موجود ہے لمعہ رالعہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ محفل کبھی کبھی کر لی جائز بھی ہو تو خیر لیکن یہ بات کہ خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ
میں کرنا اس کا اور وہ بھی ہر سال التزاماً کریں اس کی تو کوئی دلیل نہیں جواب دلیل اس کی یہ ہے کہ شرع شریف میں یہ مضمون پایا گیا ہے کہ جس
کسی نعمتِ عظمیٰ کا ظہور ہو اُس کو عید کریں ہر سال اسی روز خوشی کیا کریں، قرآن شریف میں اس تعین یوم کی مثال یہ ہے کہ جب حواریوں نے
عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آسمان سے ہمارے لئے خوان کھانے کا اترے تب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اللھم ربنا انزل علینا
مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا واخرنا کہا امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں کہ اس کے یہ معنی ہیں یا اللہ اتار ایک خوان کھانے کا آسمان
سے کہ ہو جاوے وہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید یعنی جسدن وہ مائدہ اترے اس کو ہم عید بنالیں اور ہمارے بعد جو پیدا ہوویں وہ بھی
اس کو عید بناویں اسدن کی تعظیم جاری رہے پس اترا مائدہ اتوار یعنی یکشنبہ کو پس بنالیا نصاریٰ نے اس کو خوشی کا دن کہ اس میں خوشی کرتے
ہیں انتہیٰ یعنی وہ لوگ اپنی عبادت گاہ میں جمع ہوتے ہیں یکشنبہ کو مثل جمعہ اہلِ اسلام کے اور اس روز اپنے محکموں میں تعطیل کرتے ہیں،
استراحت پاتے ہیں دیکھئے قرآن شریف سے اصل ثابت ہوئی کہ روز حصول نعمت کو ابتداً عید بنالیا جاوے اور حدیث سے یہ سند ہے
کہ ابن حجر محدثؒ نے مسلم اور بخاری کی حدیث نکالی ہے یعنی جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے یہود کو دیکھا
کہ عاشورا محرم کو روزہ رکھتے ہیں آپؐ نے پوچھا کیوں رکھتے ہو بولے یہ وہ دن ہے کہ اس میں ڈبو دیا اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بچالیا موسیٰ
علیہ السلام کو پس روزہ رکھا موسیٰؑ نے شکراً فنحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ یعنی ہم اس دن کو روزہ واسطے شکر گذاری اللہ تعالیٰ کے رکھتے ہیں

موجب تاکد کا ہو جاوے درست نہیں مؤلف جواب دیتا ہے کہ شرع میں روزِ ظہور نعمتِ[1] عظمیٰ کو عید بنانا درست ہے، کیوں کہ اس کی اصل
پائی گئی ہے اور دلیل اس کی آیۃ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء الایۃ لکھتا ہے پس سنو کہ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں ایک یہ بھی ہے جو
مؤلف نے لکھا مگر دوسرا اقوال چونکہ مفید مدعی نہ تھے ترک کردیئے اس کو موافق مطلب کے دیکھکر نقل کردیا ہے مگر اس سے بھی مؤلف کو
مساس نہیں کیوں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ یوم یکشنبہ کو نزول مائدہ تھا اس دن کو بحکم خدا تعالیٰ عید بنایا ہے تو اول تو یہ دیکھو کہ یہ عید کا قرار دینا بدعا ر
عیسیٰ علیہ السلام کے ہوا اور بحکم حق تعالیٰ اس کا اقرار و اجرا ہوا ہے تو اس تعین میں تو کلام ہی نہیں کہ شارع کی طرف سے فرض ہو جاوے
تم پر جمعہ فرض ہوا ان پر یوم احد فرض ہوا فغد الیھود وبعد غدٍ للنصاریٰ الحدیث کلام اس میں ہے کہ اپنی رائے سے کوئی عید مقرر
نہیں کر سکتا اگر مؤلف کا یہی اجتہاد ہے تو پھر نصاریٰ کے شرع میں کیوں گیا جمعہ اور پنجگانہ اوقات سے ہی دلیل لاتی تھی اس میں بھی نعماء
خفیہ بندوں پر مبذول ہیں دوسرے یہ کہ یہ شرع عیسیٰ علیہ السلام کی ہے اب وہ احکام منسوخ ہو گئے اس پر قیاس درست نہیں اس لئے کہ
جب خود منسوخ پر عمل جائز نہیں اس پر قیاس بطریق اولیٰ ناجائز ہووے گا شریعت آدم میں بہن سے نکاح درست تھا تو اس پر قیاس
کر کے کسی محرم سے نکاح کرنا شاید مؤلف جائز کہدیوے اگر کہے کہ نکاح محرم تو ہمارے شرع میں حرام ہے تو تقیید بالرائے بھی ہمارے
شرع میں ناجائز ہے تیسرا یہ کہ شکر وجود فخرِ عالمؐ کا ہم پر فرض موقت بوقت نہیں بلکہ دائمی ہے پس غیر موقت مطلق کو کسی
قیاس سے موقت کرنا باطل ہے اول تو محل نص میں قیاس ہی لغو ہے پھر وہ قیاس کہ مطلق کو مقید کرے اور شریعت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام کو شرع سابق منسوخ نہیں کر سکتی بلکہ وہ خود منسوخ ہے چہ جائیکہ اس پر قیاس کر کے نسخ کریں اور تقیید بھی نسخ ہی ہوتا ہے علماً ہو
یا عملاً یہی وجہ ہے تقیید آیۃ مطلق کی بخبر واحد منع ہے پس مطلق شکر کو موقت بتاریخ ورود نعمت کرنا بالکل ممنوع ہو گیا چوتھے یہ کہ خود معلوم

[1] بڑی نعمت کے ظاہر ہونے کا دن [2] تعلق [3] پوشیدہ نعمتیں [4] ختم [5] رائے سے مقید کرنا [6] علم کے اعتبار سے ہو یا عمل کے اعتبار سے

حضرتؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا تمہاری بہ نسبت ہم کو زیادہ مناسبت ہے موسیٰؑ سے تب آپؐ نے روزۂ عاشورار رکھا اور صحابہؓ کو بھی حکم دیا یہ حدیث صحیح ہے مسلم اور بخاریؒ میں موجود ہے اب دیکھیے کہ کب فرعون ڈوبا اور کب موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی اور جب سے اب تک وہ شکریہ اس نعمت کا جاری ہے کہ جب وہ روز عاشورار محرم کا آتا ہے ہر سال اہل اسلام اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا تو ایسی بڑی نعمت ہے کہ نزولِ مائدہ عیسیٰؑ اور نجات موسیٰ علیہ السلام سے کہیں فائق اور افضل اور اکمل ہے پس یہ دن ہر سال آوے کیوں کہ اس میں فرحت و سرور ظاہر نہ کیا جاوے اور شکر الٰہی کیوں نہ ادا کیا جاوے جب روز معین کا ہر سال ؟ موجب اعادہ سرور ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا تو روز میلاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو نہایت درجہ کو قابل اس کے ہے کہ اس کو یوم سرور کیا جاوے علاوہ ان دلائل کے اور بھی حدیث صحیح درباب تعین و قرار یابی یوم سرور بباعث ظہور نعمت علماء محققین نے مثل مفتی سعد اللہ وغیرہ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بات تو اس قسم کی ہے کہ ابو عبد اللہ بن الحاج جن کو یہ صاحب فہرست مانعین میں لکھتے ہیں اور اپنا طرف دار شمار کرتے ہیں یعنی ان کو مانع عمل مولد شریف جانتے ہیں انہوں نے اس تخصیص افضلیت ماہ ربیع الاول کو مسلم رکھا ہے عبارت ان کی مدخل میں یہ ہے هذا الشهر العظيم الذى فضل الله تعالىٰ وفضلنا فيه بهذا النبي الكريم الذى من الله تعالىٰ علينا فيه بسيد الاولين والاخرين كان يجب ان يزاد فيه من العبادة والخير شكرا للمولىٰ على ما اولى نابه من هذه النعم العظيمة وقد اشار عليه الصلوٰة والسلام الى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله عليه السلام للسائل الذى سأله عن صوم يوم الاثنين فقال له عليه السلام ذلك يوم ولدت فيه فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر

ہو گیا، باقرار مؤلف کہ یوم نزول[1] مائدہ کو نصرانیوں نے عید بنایا اب یوم ولادت کو عید بنانے میں تشابہ نصاریٰ سے ہونے کی یہ دوسری وجہ پیدا ہوئی ہے اور ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں کہ یوم ورود نعمت کو عید بنایا کریں چنانچہ بالا بیان اس کا ہو لیا پس یہ قول و دعویٰ مؤلف کا بالکل باطل ہے ہرگز ہمارے شرع میں کوئی اصل اس کی نہیں لہٰذا یہ تعید[2] درست نہیں سو قرآن سے تو استدلال لانا مؤلف کا باطل ہوا اب صوم عاشورار کی دلیل کو دیکھو کہ پہلے اس کی خوب تحقیق ہو چکی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے یہ روزہ عادۃً اور بافتراض[3] اللہ تعالیٰ رکھا ہے نہ شکراً للنجاۃ موسیٰؑ پس یہ استدلال مؤلف کا بھی باطل لاشے ہے اور ایک تصرف مؤلف نے اس حدیث میں کیا ہے فنحن نصومہ[4] شکراً للہ تعالیٰ یہ کسی حدیث میں نہیں یہ مؤلف نے زیادہ کی ہے حدیث فنحن نصومہ ہے فقط پس زیادہ لفظ شکراً کی افترا علی الحدیث ہے مگر پھر بھی کام نہیں چلے گا جیسا پہلے مذکور ہو لیا پس عید ٹھہرانا یوم سرور کو سنت ہوئی یہود کی اور سنت ہوئی نصاریٰ کی اور متروک ہے یہ اس شریعت میں پس تعید یوم ولادت میں اپنی رائے سے تشبہ یہود و نصاریٰ کا ہوتا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ نفرت کہ عاشورار کی عید میں فرمایا خالفوا اليهود وصوموا انتم وعن ام سلمة قالت كان رسول الله صلے الله عليه وسلم يصوم يوم السبت ويوم الاحد اكثر ما يصوم من الايام ويقول انهما يوم عيد المشركين فانا احب ان اخالفهم کہ مخالفت عید نصاریٰ اور یہود کے واسطے ان دونوں یوم کا روزہ رکھتے تھے اور مؤلف صاحب اس فعل یہود و نصاریٰ کی حجت لا کر مقیس علیہ بناتے ہیں سو یہ عین مخالفت امر شارع کی ہے یا نہیں ذرا مؤلف آنکھ کھولے ہوشیار ہووے پس ایسی ہی غلط اقاویل اور خلاف شرع توجیہات سے اپنے ابتدا کو رواج دیتا ہے اور نہیں سمجھتا اور دیگر احادیث جواز تعید کی مؤلف نے نقل نہ کی ورنہ اس کا بھی حال اس کو معلوم ہو جاتا پھر اس ثبوت پر مؤلف بے خبر کیسا خوش ہوتا ہے ماشاء اللہ

صوم یوم عاشورار کا نقش بر آب ہونا | عبارت مدخل مفید تعین و سنت میلاد نہیں

قولہ ابو عبد اللہ ابن الحاج الخ اقول مؤلف کو نقلِ عبارت

---

[1] دسترخوان کے نازل ہونے کا دن [2] عید منانا [3] فرض قرار دینا [4] پس ہم روزہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے [5] جس پر قیاس کیا جائے۔

Marfat.com

یعنی یہ مہینہ ربیع الاول کا بزرگ ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ ایسا سید الاولین والآخرین اسمیں پیدا کیا جب یہ مہینہ آیا کرے ہم کو چاہیئے کہ بہت زیادہ اس میں نیکیاں کیا کریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بزرگی کی طرف اشارہ کر دیا کیوں کہ آپ روزہ پیر کا رکھا کرتے تھے جب کسی نے پوچھا کیوں رکھتے ہو آپ نے فرمایا اس روز پیدا ہوا ہوں پس اسی سے ثابت ہو گیا جب پیر کا دن بباعث پیدا ہونے آپ کے مشرف اور مکرم ہو گیا کل دونوں کی نسبت پس لابد وہ مہینہ بھی مکرم اور معظم بطرز کل مہینوں نہیں یہ معنیٰ ہیں کلام ابن حاج کے اور ایک اعتراض دوسرا جو وارد ہوتا تھا کہ یہ مہینہ اگر افضل تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیوں اس میں اظہار شکریہ وغیرہ نہ کیا اس بات کا جواب بھی ان میں حضرت ابن حاج نے مدخل میں دے دیا والحاصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزد فیہ علیٰ غیرہ من الشھور شیئاً من العبادات وما ذلک الا رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم بامتہ ورفقا بہم لانہ علیہ السلام کان یترک العمل خشیۃ ان یفرض علیٰ امتہ یہ عبارت پہلی عبارت سے ملی ہوئی ہے یعنی ہم کو واجب ہے ربیع الاول میں زیادہ کرنا نیک کاموں کا اگرچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کوئی بات زیادہ اس مہینہ میں نہیں فرمائی یہ اسواسطے تھے کہ آپ بعض کام چھوڑ دیا کرتے تھے کہ میرے سبب سے امت پر یہ کام فرض نہ ہو جاوے کیا تماشا ہو کہ ایسے محقق مثبت دلائل جواز مولد شریف کو یہ لوگ منکر مولد شریف قرار دیتے ہیں حالاں کہ ان کے کلام میں خود خاص کرنا ربیع الاول کا ساتھ مزید خیرات و حسنات کے پایا جاتا ہے بباعث ولادت شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے اور محفل مولد شریف میں کچھ نہیں سوائے خیرات و حسنات کے معجزات کا پڑھنا اطعام طعام یا تقسیم حلویات و ثمر وغیرہ اور کثرت درود و سلام و تعظیم و مدح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پس اُن کے اس محقق مسلم الثبوت کا کلام اعتراض تخصیص ربیع الاول کی دفع میں کافی و وافی ہے الحمد للہ علیٰ ذلک **دوسری دلیل**

مدخل سے کچھ نفع نہیں کیوں کہ اس کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکر وسرور وجود فخر عالم علیہ السلام کا دائماً مسلمان کو لازم ہے اور اس ماہ میں زیادہ چاہیئے بسبب برکت اس ماہ کے اور اس کا انکار کسی کو نہیں یہ تو تعین نہ ہوا بلکہ دوام ہوا اور اس ماہ میں زیادہ ہوئی اس کو تعین نہیں کہتے جیسا ہر ماہ میں عبادت افضل ہے اور رمضان میں بہت افضل تو اس کو تعین نہیں کہتے کیوں کہ اس میں کوئی زمانہ خاص اس فعل کے واسطے نہیں کیا اور نہ کسی وضع کی قید سے بلکہ مطلق ہے جیسا تھا اور نہ کوئی ہیئت ہے تشبہ کی پھر مؤلف کو اس سے کیا نفع ملا اور اس عبارت منقولہ مؤلف سے پہلے صاحب مدخل یہ لکھ چکا ہے ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع مع اعتقادھم ان ذلک من اکبر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ من المولد وقد احتوی ذلک علیٰ بدع ومحرمات جملۃ الخ اس عبارت میں صاف معلوم ہوا کہ مولود بسبب اختلاط بدعت کے بدعت ہو جاتا ہے مؤلف کہتا تھا کہ سنت بسبب لحوق امور زائد سے بدعت نہیں ہوتی سنت ہی رہتی ہے پھر اس کے بعد پڑھ کر یہ بدعت منقولہ مؤلف کی مدخل میں ہے کان یجب ان یزاد فیہ من العبادات والخیر شکراً للہ تعالیٰ پس اس میں تخصیص اس ماہ کی نہیں بلکہ زیادہ ہے تامل در کار ہے اور مطلق خیرات مبرات کو کہتا ہے نہ کسی ہیئت خاصہ کو نہ کسی بدعت مروجہ پھر ربیع الاول کی شرافت لکھتا ہے آپ کی ولادت کے سبب اور تعین کا کچھ حکم نہیں پس یہاں تک کوئی امر خلاف رائے مانعین کے نہیں ہوا اور نہ مطلب مؤلف کا کچھ اس سے حاصل ہوا نہ معلوم کیوں اس سے استدلال ہے پھر آگے بڑھ کر وہ لکھتا ہے فان خلی منہ وعمل طعاماً فقط ونوی المولد ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذلک زیادۃ فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولیٰ الخ پس مؤلف نے اس عبارت کو شاید ملاحظہ نہیں کیا یا حذف کر دیا محض مطلب جان کر الحاصل صاحب مدخل تو مطلق خیرات و مبرات کو اور زیادۃ کو اس ماہ مبارک میں لکھتا ہے اس کا نام تخصیص مؤلف کی اصطلاح کم فہمی کی ہے اور مؤلف کہتا ہے کہ محفل مولود میں کچھ نہیں سوائے خیرات مبرات کے سو اس کا دعویٰ کذب پہلے محقق ہو چکا ہے اعادہ کی

[1] مشابہت سے [2] مشتمل ہونا [3] لاحق ہونا [4] نیکیاں [5] دہرانا،

Marfat.com

اس عمل کے التزام اور علی الدوام یعنی ہر سال کرنے کی یہ ہے کہ حدیث صحیح میں آگیا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل یعنی اللہ کو بہت پیارا وہ عمل ہے جو سدا کو ہووے اگرچہ تھوڑا ہووے، پس جو شخص سال بھر میں ایک دو مرتبہ محفل کرے گا تو ظاہر ہے کہ تین سو ساٹھ دن میں ایک دن یا دو دن اس عمل پاک کے حصہ میں آئے پس یہ قلیل ہے جب قلیل ہوا تو اب اس کو دائمی بھی نہ کرے تو کیا اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوگا، بنا برعلیہ طالب حسنات کو لازم ہے کہ یہ عمل ہر سال کیا کرے تیسری دلیل اس کے التزام کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حدید میں ارشاد فرمایا ہے ورهبانیة ابتدعوها ما کتبناها علیهم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوها حق رعایتها یہ آیت جس طرح بدعت حسنہ کے جواز کی دلیل ہے اسی طرح اس پر بھی دلیل ہے کہ اگر کوئی نیک کام اپنی طرف سے ایجاد کرے تو اس کا نباہ اور حق ادا کرنا بھی ضرور ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اپنی نفس کشی کے واسطے اپنی طرف سے یہ ایجاد کیا کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں اکیلے جا بیٹھتے موٹے کپڑے پہنتے نکاح نہ کرتے لیکن انجام کار پوری حق گذاری ادا نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ انہوں نے یہ بدعتیں ہماری رضامندی کے لئے ایجاد کیں اور ہم نے حکم نہیں دیا تھا ان کا پھر ان کو نہ نباہا جس طرح چاہیے نباہنا، دیکھئے اس میں یہ دلیل پیدا ہوئی کہ بعضی بدعتیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے

حاجت نہیں، غرض دلیل اول مؤلف کی کس خوبی کی بھری ہے سبحان اللہ اور اس پر آپ شکر کرتے ہیں فقط **قولہ** دوسری دلیل اس عمل کی الخ **اقول** پہلے محقق ہوچکا کہ دوام جائز اور واجب ہے اور التزام و اصرار اور وہ دوام کہ عوام کو مضر ہے بدعت ہے اور دوام اس عمل مولد کا موجب فساد[1] عقیدہ عوام کا ہے اور پھر جو عمل موافق سنت کے ہو اس کا دوام احب الی اللہ تعالیٰ ہے نہ عمل بدعت کا کہ اس کا ایک دفعہ بھی کرنا ابغض الی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے سو یہ مؤلف کی محض کم فہمی ہے اور غرض حدیث کی تو یہ ہے کہ ادوام احب الی اللہ تعالیٰ ہے اگرچہ قلیل ہو یعنی اگر اکثر ہو گا تو بطریق اولیٰ احب ہوگا مؤلف کہتا ہے کہ یہ قلیل ہے اگر دائم بھی نہ کرے تو احب[2] کیوں کر ہو گا اس کو مفہوم میں فساد ظاہر ہے مگر ہم کو غرض ایسی تقریر سے نہیں بہرحال اس دلیل کو مؤلف کے دعوی سے کوئی مناسبت نہیں

قولہ تیسری دلیل الخ **اقول** سابق معلوم ہوچکا کہ بدعت حسنہ سنت ہی ہوتی ہے اور اس کو بدعت ظہور و شیوع کہا جاتا ہے، پس اس میں اور سنت میں حدًا اور وصفًا	آیت ورهبانیة ابتدعوها الخ و تداعی اہتمام تراویح سے جواز التزام محفل مولود نہیں مستخرج ہوتا

اور حکمًا کوئی فرق نہیں اور سب مفسرین متفق ہیں کہ نصاریٰ پر عتاب بوجہ ترک ... واجب کے تھا نہ بوجہ ترک مستحب کے کسی نے اس ابتداع کو نذر کہا جس کا نکث[3] حرام ہے کسی نے عدم رعایت کو کفر سے تعبیر کیا کسی نے بلا ابتداع کے فرض ہو جانا قبول کیا بہرحال عدم رعایت کو ترک واجب پر حمل کیا ہے اتفاقًا، مگر مؤلف مجتہد خاص پیدا ہوا ہے اس نے ترک بدعت حسنہ پر جو سنت ہے عتاب کا استخراج[4] کیا ہے حالاں کہ حدیث اور تمام امت کا اجماع، اور قیاس سب متفق ہیں اس بات پر کہ ترک مستحب پر ہرگز عتاب نہیں خواہ وہ سنت صریحہ سے ثابت ہو خواہ دلالت سے جس کو بدعت حسنہ اصطلاح بعض میں بولتے ہیں اب بولو کہ یہ اجماع قطعی کے خلاف حکم مجتہد العصر جاہل کا کہ مستحب بدعت حسنہ کے ترک احیانًا میں یا دوام ترک میں عتاب کا اندیشہ ہے کس حکم کے لائق اور مستوجب ہے اس سے درگذر کر کے دیکھو کہ معترض تو خود یہ کہتا ہے کہ ایسا دوام مستحب کا جو عوام کو ضرر عقیدہ دیوے جیسے شرح منیہ سے لکھا گیا مکروہ ہوتا ہے بحکم شرع علی ہذا تعین تو اس کا جواب یہ دینا کہ فلاں دلیل سے اس کا دوام مکروہ نہیں نہ یہ کہ ترک کرنا عدم رعایت ہے اس میں اندیشہ عتاب ہے پس یہ کیس اعتراض کا جواب مؤلف نے دیا ہے اعتراض میں کراہت کو شرع سے ثابت کیا تھا مؤلف عدم رعایت کے معنی ترک احیانًا بنا کر تفسیر بالرائے سے جواب دیتا ہے اس عقل کو خیال کر دکیوں کہ معترض تو شرع

[1] عقیدہ عوام کے فساد کا سبب [2] پسندیدہ [3] ایجاد کہ توڑنا [4] ثابت

نے بھی ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ اگر ایسی بدعت نکالے تو اس کا پوری طرح نباہ کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس بات پر ملامت نہ فرمائی کیونکہ انہوں نے یہ بدعتیں ایجاد کیں بلکہ اس بات پر ملامت فرمائی کہ انہوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا جب یہ مضمون قرآن سے ثابت ہو گیا تو معلوم کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح تین رات پڑھ کر چھوڑ دی تھی نہ اس میں یہ بیان ہوا تھا کہ اول شب میں ان کو پڑھنا چاہیئے یا آخر شب میں اور تمام رمضان کی راتوں میں پڑھنا چاہیئے یا کسی رات میں پڑھ لینا کافی ہے نہ کوئی مقدارِ قراءت کا بیان ہوا تھا کہ ختم قرآن ہو یا نہ ہو اور نہ یہ بیان کہ اپنے گھر میں پڑھیں یا مسجد میں اور نہ کچھ اس کے لئے تمام اہتمام .... وانتظام جماعت کا ارشاد ہوا تھا اور اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے دورہ میں بھی رہا پھر حضرت عمرؓ نے اس میں اہتمام زیادہ کیا اور حکم دیا تمیم داری کو کہ عورتوں کو تراویح پڑھا دیں اور ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ مردوں کو نماز تراویح پڑھا دیں اور مردوں کو مسجد میں جماعتِ تراویح کا حکم دیا اور پہلے صحابہؓ اپنے اپنے گھر میں بلا جماعت پڑھتے تھے اور حضرت عمرؓ نے مسجد میں قندیل روشن کئے اور حجۃ البالغہ میں ہے کہ یہ بھی حکم دیا کہ بعد عشاء کے شروع رات میں پڑھا کریں یعنی بطور تہجد پچھلی رات کو مت پڑھو غرضیکہ جب حضرت نے کچھ پڑھ کر چھوڑ دی تھی اس نماز کو کہ حضرت عمرؓ نے جاری فرمائی اور بعض خصوصیات وتعینیات اس میں زائد فرمائیں تب بباعث عارض ہونے ہیئت کذائی جدیدہ کے آپ نے بزبان خود اس کو بدعت فرمایا لیکن تعریف کے ساتھ یعنی یہ فرمایا نعمت البدعت یعنی یہ اچھی بدعت ہے اس وقت صحابہؓ میں یہ ٹھہرا کہ دیکھو اس نماز کو تم نے اہتمام اور جماعت اور قیود کے ساتھ خود ایجاد کیا ہے اب اس کو ترک مت کیجو اور خوب مداومت کے ساتھ پڑھوا ایسا مت کیجو جیسا بنی اسرائیل نے کچھ باتیں ایجاد کر کے پھر اس پر پورے عامل نہ ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ما رعوھا حق رعایتھا کہ انہوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا یہ قصہ کشف الغمہ میں اور تفسیر روح البیان کے سورۂ حدید میں مذکور ہے وکان ابو امامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول احدثتم قیام رمضان ولم یکتب علیکم فدوموا علی ما فعلتم ولا تترکوہ فان اللہ عاتب بنی اسرائیل فی قولہ رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا انتہیٰ جب معنی آیت کریمہ کے استدلال صحابہؓ اس آیت سے درباب جواز احداث بدعت حسنہ اور تاکید مداومت اس کی سن چکے تو اب مسئلہ میلاد شریف کا حال سنو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا ابن حاجؒ نے اس کا عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض ہو جاوے لیکن اشارہ اس کی فضیلت کا کر دیا کہ میں پیر کے دن اس لئے روزہ رکھتا ہوں کہ اس میں میں پیدا ہوا ہوں یعنی اس میں امت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا باعث

سے خود ترک احیاناً کہ بھی حق رعایت ثابت کر رہا ہے اس واسطے کہ جو دوام موجب معصیت ہو وہ خود ممنوع ہے سو وہاں ترک کرنا احیاناً واجب ہو گا، اور یہی حق رعایت بحکم شرع ہو گا علیٰ ہذا اصرار کرنے میں تغیر حد اللہ[1] ہو کر معصیت ہووے گی پس ترک معصیت بھی حق رعایت بحکم شرع ہوئی تو اس سفسطہ کے جواب کو غور کرنا لازم ہے اور جو مراد مؤلف کی ترک مستحب احیاناً سے کمی ثواب ہے تو پھر یہ وہی دوسری دلیل ہوئی تیسری کس طرح ہو جاوے گی اور وہ فرق دوام واصرار کا یہاں بھی یاد کرنا ضرور ہے الحاصل مؤلف صاحب عقل وفہم کے دشمن ہیں اور تراویح کی تحقیق سنو کہ فخر عالم خود فرما چکے ہیں کہ سنت لکم قیامہ الحدیث من قام ایماناً واحتساباً غفر لہ الحدیث اور اس کا فعل تداعی کر دکھایا، ثواب فعل اور مطلق قول سے جس قدر امور صلوٰۃ تراویح کے ہیں سب ثابت ہو گئے[2] المطلق یجری علی اطلاقہ تو مؤلف کے وجوہ نعمت البدعت کے اگرچہ کسی اتباع سے لکھے سب لغو ہو گئے[3] کیوں کہ یہ سب امور بصریح النص ثابت ہیں مقیدات مطلق کے سب ظاہر کہلاتے ہیں بلکہ بدعت ہونے کی

[1] حد الٰہی کا بدلنا [2] مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے [3] بار بار

Marfat.com

وقوع ولادت کے پس برس دن کے بارہ مہینوں میں ایک وہ مہینہ بھی بلاشک محلِ عبادت شکریہ ہوگا جس میں میلاد شریف ہوا اس بنا پر اور اصل پر اہل اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہو ایجاد کی اور اکابر علماء محدثین اور فقہاء جن کا نام ہم خاتمہ میں شمار کریں گے اس کے بانی اور مجوز اور ثنا خواں ہوئے اور اولیاء اللہ جو اہل کشف تھے انہوں نے مکاشفات اور منامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے راضی پایا غرضکہ علمائے طریقت اور شریعت کے اتفاق سے یہ عمل مستحسن ٹھیرا پس صادق آیا اس پر وہی مضمون آیۂ کریمہ ابتدعوہا ما کتبنٰہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللّٰہ اور مطابق ہوا اس پر قصہ صحابہؓ کا درباب تراویح پس اگر ہم اس عملِ پاک پر مداومت نہ کریں اور ہر سال بطور لزوم اور اوقات معینہ کے التزام نہ کریں تو ہم کو اندیشہ ہوگا مبادا ہم پر جناب باری کا وہ عتابؔ جو بنی اسرائیل پر ہوا تھا اور جس عتابؔ سے صحابہؓ ترک تعینات تراویح میں ڈرتے تھے کہ ما رعوہا حق رعایتہا **لمعہ خامس** اعتراض کرتے ہیں کہ قیام بدعت سیئہ اور ضلالت بلکہ شرک ہے بچند دلائل ایک یہ کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا محفل میں شرک ہے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور خاص صورت نماز کی ہے اور کرنا عبادت کا غیر اللہ کے واسطے شرک فی العبادت ہے دوسری قباحت یہ کہ لکھا نجم الدین قنوجی نے کہ قیام کرنے والے یوں سمجھتے ہیں گویا اسی وقت پیغمبر خدا صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شکمِ مادر سے تشریف باہر لاتے ہیں اور یہاں حاضر ہیں یہ کفر اور شرک ہے تیسری قباحت یہ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے یہ اعتقاد شرک ہے **جواب** ان امور کا یہ ہے کہ ذکر اللہ اور ذکر رسولؐ اگر کوئی کرے کا تین حالت سے خالی نہیں یا کھڑا ہو کر کرے گا یا بیٹھ کر یا لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تینوں حالتوں کی بہ نسبت یہ ارشاد ہوا ہے فاذکروا اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم، ولیکن لیٹ کر تو وہ اذکار ہیں جو خاص وقت سونے کے احادیث میں وارد ہوئی ہیں، یا کوئی تھکا ہوا سستی سے پڑا ہوا ہو یا مریض ہو اس لئے کہ جب آدمی تندرست اور چاق ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذکر الرسول لیٹ کر کرنا ادب نہیں سمجھتا، چنانچہ نماز میں بھی قیام وقعود تو تجویز ہوا لیٹنا نہ ہوا مگر واسطے مریض کے، پس عبادت کے لئے حالت ادب دو مقرر ہوئیں قیام اور قعود اب اس کی تین شکلیں ہیں یا کل ذکر قیام میں کرے یا کل قعود میں یا کچھ قیام میں کرے اور کچھ قعود میں تینوں شکلیں

وجہ بمعنی لغوی وہ ہی ظہور و شیوع اور ماخذ دوام مثل سنن مؤکدات کے ہے اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو باتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے اور قاعدہ شرع سے محقق ہو گیا کہ ترک سنت مؤکدہ میں عتابؔ ہوتا ہے پس معنیٰ قول ابو امامہ کے یہ تھے کہ تم نے اس سنت مؤکدہ کو اختیار کیا ہے تو حدوث سے حدوث اختیار فعل ہو نہ حدوث ایجاد جیسا مؤلف سمجھا کیوں کہ ایجاد تو صراحتہً اس کا فخر عالم کر چکے تھے اور یہ امر سنت مؤکدہ ہو اس کو دائم رکھنا ورنہ خدشہ عتاب ہے پس اب دیکھو کہ مؤلف کو نہ سلیقہ فہم قرآن کا اور نہ اقوال سلف کا خواہمخواہ خلاف قواعد شرعیہ سلف کے اقوال کو بے معنی بناتا ہے اور ضلوا و اضلوا کا مصداق ہوتا ہے، پس اس سے بھی بدعت حسنہ مستحبہ کا التزام و دوام نہ نکلا البتہ سنت مؤکدہ کا نکلا اب دلیل تیسری مؤلف کی ایک لغو کلام بلکہ کچھ اور ہوگئی، پس تطبیق مولود مروجہ کی اس کے ساتھ خود بے معنی بن گئی اگرچہ اس میں بھی چند امر جہل مؤلف کے ظاہر اور خطائیں باہر ہیں مگر تطویل بے سود ہے کیا حاصل ہو حوصلہ علم مؤلف کا واضح ہو گیا اور دعوی تجرد ہمہ دانی کا لائح ہو لیا **قولہ** لمعہ خامسہ اعتراض کرتے ہیں الخ **اقول** معترض نہ ذکر اللہ سے بحث کرتا ہے نہ مطلق قیام سے کہ مطلق اس کے نزدیک مندوب ہے بلکہ ایک فردِ خاص قیام کی تعظیم غیر اللہ میں کہ جس میں شرک و بدعت لازم آجاوے اس کو منع کرتا ہے علیٰ ہٰذا ذکر فخر عالم پر بحث اور نہ اس کے قیام وقعود سے استفسار مگر ایک فردِ خاص میں کلام ہے، پس یہ سب تقریر مؤلف کی فضول ہے جواب سے کسی کو تعلق نہیں لہٰذا اس کو ترک کرتا ہوں مگر مطلق میں کسی فرد کو خاص کرنا بدعت ہے خواہ ذکر اللہ تعالیٰ میں واقع ہو خواہ ذکر رسولؐ

لہ رواج ۲ ثابت ۳ سزا ۴ پیدا ہونا ۵ اندیشہ ۶ گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا ۷ سب کچھ جاننا ۸ مٹ جانا۔

Marfat.com

مضمون کلام اللہ میں داخل ہیں ان میں ایک شکل بالکل منطبق ہے حلیہ مولد شریف پر کیوں کہ اس میں کچھ روایات و معجزات بیٹھ کر پڑھے جاتے ہیں اور کچھ درود و سلام یا مدح کھڑے ہو کر یہ ایک مضمون ہوا منجملہ تین مضامین مندرجہ آیت کریمہ کے اور ایک فرد ہوا افراد ثلثہ ثابتہ بالکتاب سے پس لفظ بدعت کا اطلاق اس پر درست نہیں بدعت وہ ہے جس کی کچھ سند نہ ہو نہ کتاب سے نہ سنت سے نہ لفظاً نہ اشارۃً جیسا کہ مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں لکھا ہے ہاں ایک وجہ خاص کے سبب کہ وہ قیام اسی وقت کیا جاتا ہے کہ جب میلاد شریف کا ذکر آتا ہے نہ قبل اس کے اور نہ بعد اور نیز بباعث مداومت کے کہ دائمی قیام کیا جاتا ہے اس موقع میں اگر لفظ بدعت کا اطلاق اس پر کریں صحیح ہے لیکن بدعت موافق مذہب صحیح مفتی بہ جمہورِ اسلام کی دو طرح ہے سیئہ اور حسنہ سیئہ وہ جو مخالف قرآن یا حدیث یا اجماع کے ہو سو یہ بات تو اس قیام میں نہیں اسلئے کہ اگر کوئی آیت قرآن کی یا کوئی حدیث اس بات میں آئی ہوتی کہ ایسے موقع میں کھڑا ہو کر مدح اور سلام پڑھنا منع ہے یا اس بات پر علماء امت کا اجماع ہو گیا ہوتا، تب تو اس کے مخالف یہ حکم استحباب قیام کا بدعت سیئہ ہوتا اور نہی تو ہرگز وارد نہیں اور اس موقع خاص کی نہی تو کیا علی العموم قیام تعظیم کے لئے شرع میں نہی وارد نہیں ہوئی سوائے قیام مروجہ عجمیوں کے چنانچہ

صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اگر اپنے اطلاق پر ہے تو جائز بس خاص ذکر ولادت پر ہی قیام کرنا لزوماً[1] اور مجلس مولود میں خصوصاً معترض تو اس کو کہتا ہے اور پہلے ثابت ہو چکا اور مؤلف بھی مقر[2] ہے کہ کسی فرد مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہے، اب مؤلف کے قول کو دیکھو کہ کہتا ہے ایک شکل اس قیام کی مولد پر منطبق ہے یہ کلام کس قدر بے معنی ہے کیوں کہ کلام خصوصیت معلومہ میں ہے کہ افراد مطلق کے علی الاطلاق سب افراد جائز، مگر لزوماً ایک فرد کو ایک حالت اور ایک وضع میں اختیار کرنے کا اعتراض ہے اور اس کا جواب درکار ہے مگر فہم خداداد مؤلف میں نہیں کہ سمجھ کر کچھ جواب دیوے اور آخر کلام میں خود فردِ خاص کی مداومت[3] کو قبول بھی کرتا ہے کہ بدعت ہے، مگر سیئہ[4] ہونا نہیں مانتا **قولہ** لیکن بدعت موافق مذہب صحیح الخ **اقول** یہ اول جہل مؤلف کا ہے کہ اس تقسیم کو مذہب مفتی بہ صحیح کہتا ہے تو تقابل اس کا غیر صحیح ہوا اور معلوم ہو چکا کہ فقط فرق لفظی و اصطلاحی ہے معنی میں کوئی فرق نہیں، پس یہ کسقدر کم فہمی ہے دوسرے کہتا ہے کہ تخصیص دائمی قیام کی میں ممانعت اور کہ اس نوع سے نہیں اور یہ محض غلط ہے کیوں کہ اطلاق کا مقید کرنا کسی فرد میں جب عموماً منع ثابت ہو گیا، تو جملہ افراد و کلیات میں یہ حکم ظاہر ہو گیا، مثلاً جب یہ حکم ہوا کہ قیام ذکر خیر الخلائق میں مندوب ہے تو ہر ہر فرد میں ندب قیام کا ثابت ہو گیا اب اگر کوئی احمق پوچھے کہ یہ کس نص میں آیا ہے کہ وقت ولادت کے قیام مندوب ہے تو محض جہالت ہووے گی، علیٰ ہذا جب یہ حکم ہوا کہ کسی ہمارے حکم مطلق کو مقید مت کرو تو یہ بھی حکم ہو گیا کہ حکم ندب[5] قیام کو مقید مت کرو تو یہ ثابت ہو گیا کہ ندب قیام مقید بذکر ولادت مت کرو، پس ایسے موقع پر مؤلف کا مطالبہ نص کا کرنا سب اہلِ علم جان لیویں کہ علم ہے یا جہل فرد فرد کے حکم کی نص صریح آج تک کسی جاہل نے بھی کہی ہو گی اور تماشا یہ ہے تخصیص فرد کو بدعت خود بھی کہتا ہے اور تعدی حد اللہ ٹھیراتا ہو اور پھر با ایں عذر کہ اس فردِ خاص کی نہی بتعیین مؤلف کو نظر نہیں آئی تو ممنوع نہ ہوا کیا عجب تقریر ہے کہ مضحکہ صبیان سے بھی اعلیٰ ہے پھر کہتا ہے کہ نہی تو ہرگز وارد نہیں سبحان اللہ جب تقید کی نہی بزعم مؤلف اس میں وارد ہو چکی تو ہر ہر فرد کو نہی کہیں بلفظ خصوصاً ہوتی ہے معاذ اللہ سو یہ ایک قاعدہ جس مرکب کا تمام احکام کلیہ کے ہدم اور دفع کو کافی ہے تامل درکار ہے اور پھر قول مؤلف کا اور اس موقع خاص کی نہی تو کیا علی العموم قیام تعظیم کی نہیں کیا کلام خبط ہے کیونکہ

---

[1] لازمی طور پر [2] اقرار کرنے والا [3] ہمیشگی [4] برا [5] چاروں دلائل [6] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [7] قیام کا استحباب [8] بچوں [9] عام طور پر،

Marfat.com

شاہ ولی اللہ نے حجۃ البالغہ میں لکھا ہے پس جب کہ نہی ثابت نہ ہوئی تو موافق اصول قواعد مقررہ مسلمہ علماء فقہ کے جن کو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ قیام مباح امر ٹھیرا اور جب کہ اس مباح امر میں نیت کی گئی تعظیم شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بباعث قرین ہونے اس نیت حسنہ کے یہ قیام مستحسن اور مستحب ہو گیا چنانچہ مولد کبیر ابن حجر اور سیرت حلبی اور تفسیر روح البیان وعقد الجواہر وغیرہ میں اس کے استحسان پر تصریح ہے اور عمل ہے اسی پر حرمین شریفین اور جمیع بلاد اسلامیہ میں جن ملکوں کا ذکر اس رسالہ میں ملا علی قاری وغیرہ کے کلام سے نقل کیا گیا ہے بھلا جو عمل باتفاق سواد اعظم مستحب اور مستحسن ہوا اس کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت کہنا کسقدر آئین انصاف وتدین کے خلاف ہے اور شرک اور کفر کہنا اس کا تو محض جنون اور مالیخولیا ہے اس لئے کہ شرح عقائد نسفی میں معنی شرک کے یہ لکھے ہیں کہ شرک اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو خدائی میں شریک کریں یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ایسا ہی کسی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود سمجھے یا جس طرح خدا کو مستحق عبادت جانتے ہیں دوسرے کو مستحق عبادت جانے انتہیٰ اور وقت ذکر ولادت شریف کھڑا ہو کر مدح وسلام پڑھنے میں یہ دونوں باتیں نہیں پھر شرک کیسا؟ اور اگر متقدمین یعنی عقائد نسفی کا کلام نہیں سنتے اپنے متاخرین ہی کا کلام

قیام تعظیمی کی مذہب کو تو عموماً معترض تسلیم کرتا ہے خصوص کو بھی بوجہ تخصیص بدعت کہتا ہے مگر مؤلف ہنوز فہم مطلب سے عاری ہے اس کی زیادہ شرح بسط فضول معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام مجنونانہ کا حال اہل علم پر روشن ہی ہو چکا ہے کہ معترض کچھ کہتا ہے اور مؤلف اور ہی کچھ بک رہا ہے استغفر اللہ استغفر اللہ پس اب تفریع مؤلف کی کہ جب کہ نہی ثابت نہ ہوئی الخ بے ہودہ کلام ہو گئی کیوں کہ نہی تو کلیہ میں ثابت ہو چکی اور ہم مطلع کر چکے اباحت اصلیہ اس میں ہرگز مفید نہ موجود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ایسا کلام خبط بھی کسی نے نہ دیکھا ہو گا **قولہ** اور جب کہ اس امر مباح میں الخ **اقول** قیام مباح تو تھا مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلاء کی تقیید وتخصیص اور عوام کی سنت و وجوب سے بدعت ومکروہ ہوا تھا ارے مؤلف کہیں تو سمجھ کیا تجھ پر ہی بلادت ختم ہو گئی پس اصل اباحت و ندب معارض اس بدعت عارضیہ کی نہیں اور مولد کبیر وغیرہ میں جو مستحسن کہا ہے تو اصل مطلق کی فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب وہاں عروض اس قیود تاکد کا نہ ہوا تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ جہلاء کا حال مشاہد ہے پس اب ہرگز وہ امر مندوب نہیں بلکہ اب مکروہ و بدعت ہے اور تقیید و تاکد کو یہ علمائے مذکورہ بدعت نہیں کہتے تو ہرگز ان کا قول معتبر نہیں بلکہ مقابلہ نصوص کے مردود ہو گا پہلے اس کا ذکر ہو چکا مگر مؤلف کا فہم غلط ہے علی قاری کا قول شرح حدیث ابن مسعودؓ میں صاف دلالت کرتا ہے کہ ان کی مراد وہی ہے جو بندۂ عاجز لکھ رہا ہے اور سواد اعظم کی بحث بھی ہو چکی اب کہاں مؤلف بدفہم کے واسطے بار بار لکھا جاوے گا مالیخولیا کا علاج نہیں **قولہ** اور شرک اور کفر کہنا الخ **اقول** کوئی صفت خاصہ حق تعالیٰ کی کسی میں ثابت کرنا بھی شرک ہے اور کوئی کام عبادت غیر اللہ کے ساتھ کرنا بھی شرک ہوتا ہے اور شرک دون شرک بھی محقق ہے قال فی المسامرۃ الالوھیۃ الاتصاف بالصفات التی لاجلھا استحق ان یکون معبودا ای صفاتہ التی توحد بھا سبحانہ لا شریک لہ فی شیئ منھا انتہی شرح مقاصد میں ہے والتوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوھیۃ وخواصھا انتہی وفی الحدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک الحدیث الریاء شرک الحدیث پس قیام دست بستہ بخشوع چوں کہ ایک رکن نماز ہے کہ حق تعالیٰ کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو اگر اسی طرح فخر عالم کو حاضر بعلم استقلالی محفل مولد میں جان کر دست بستہ کھڑا ہو گا جیسا جہلا کا عقیدہ ہے تو لاریب مشرک ہووے گا پس معترض کا یہ کلام جہلاء کے عقیدہ پر ہے اگرچہ فہمیدہ کی نسبت شرک حقیقی نہیں مگر بدعت سے خالی

١؎ عام طور پر ٢؎ جس کا مطلب واضح نہ ہو سکے ٣؎ دنونی کند ذہنی کے ٤؎ یقیناً ٥؎ عقلمند کے ساتھ،

Marfat.com

سنو مولوی اسماعیل صاحب تقویۃ الایمان کی فصل شرک فی العبادت میں کہتے ہیں اللہ کی سی تعظیم کسی اور کی نہ کی چاہیئے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں اوروں کے واسطے نہ کیجئے انتہی کلامہ اب قیام کو دیکھنا چاہیئے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے یا اور کسی کے واسطے بھی ہے اور قیام دست بستہ عبادت بھی ہے یا نہیں مولوی اسماعیل صاحبؒ کے دادا پیر شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی پارہ الٓمٓ میں لکھتے ہیں۔۔ درحقیقت چیزیکہ نماز از غیر نماز تمیز پیدا کند ہمیں دو فعل اند رکوع و سجود و قیام اختصاص بہ نماز بلکہ بعبادت ہم ندارد انتہی اور علامہ حلبی نے لکھا ہے شرح کبیر منیہ ۔ والقیام لم یشرع عبادۃ وحدہ وذلک لان السجود غایۃ الخضوع حتی لو سجد لغیر اللہ یکفر بخلاف القیام۔۔ شاہ صاحب اور حلبی کی عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ قیام خود فی نفسہ عبادت نہیں اور نہ کچھ نماز اور عبادت کے ساتھ اس کو خصوصیت پس اللہ کی خاص تعظیموں میں قیام کو شمار کرنا خود اپنے بزرگوں کے کلام کو رد کرنا ہے، خلاصہ یہ کہ نماز میں جو قیام عبادت گنا جاتا ہے وہ بباعث اشتمال چند قیود کے عبادت گنا گیا ہے طہارت کاملہ اور استقبال قبلہ کا شرط ہونا اور قرارت کا واقع ہونا اور وسیلہ تکرار الرکوع والسجود ہونا اگر نماز میں ان باتوں کا خیال نہ ہوتا تو نماز میں قیام مشروع نہ

بھی نہیں کیوں کہ بدون اس عقیدہ کے بھی تخصیص مطلق تو حاصل ہی ہے پس وقت ذکر ولادت کے قیام دست بستہ بدیں[1] عقیدہ شرک ہوا کہ صفت علم خاصہ حق تعالیٰ کی فخر عالم میں ثابت کی اور استحقاق[2] عبادت کا بسبب حصول صفت خاصہ کے ہی ہوتا ہے پس مؤلف نے شرح عقائد تو پڑھی مگر سمجھا نہیں اگر سمجھ لیتا تو ایسے کلام نہ کرتا بہرحال قیام اس عقیدہ کی وجہ سے شرک ہوا ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت سے یہ امر خود واضح ہی ہے

مطلق قیام تعظیمی بدعت نہیں بلکہ اس مطلق کی تقیید ممنوع ہے ! قیام مولد کی بعض افراد شرک ہیں اور گناہ کبیرہ سے تو کسی حال خالی نہیں

قولہ اب قیام کو دیکھنا چاہیئے الخ اقول قیام بھی صلوٰۃ کا رکن فرض ہو اور طاعت و عبادت ہے بقولہ تعالیٰ وقوموا للہ قانتین. پس نفس قیام اگرچہ عام ہو عبادت و غیر عبادت سے مگر قیام دست بستہ بخشوع و قنوت عبادت ہو اور تفسیر عزیزی میں یہ فرماتے ہیں کہ قیام اختصاص بعبادت نہیں رکھتا یعنی قیام بغیر عبادت کے بھی ہوتا ہو مگر قیام دست بستہ بخشوع نہیں فرماتے کیوں کہ وہ عبادت ہے کہ تذلل[3] پر دلال ہے اور اعلیٰ تذلل عبادت ہوتی ہے پس قیام عام ہے اور قیام دست بستہ بخشوع مؤلف آنکھ نہیں کھولتا کہ معترض مطلقاً قیام کو نہیں لکھتا بلکہ قیام دست بستہ بخشوع کو کہ عقیدہ حضور بعلم مستقل ہوا اور شرح منیہ میں قیام کو عبادت مقصودہ سے نکالا ہے بقولہ لم یشرع عبادت وحدہ نہ عبادت ہونے سے اسی واسطے نفس قیام غیر کے واسطے جائز ہے خلاف قیام موصوف کے پس قیام موصوف کی عبادت غیر مقصودہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ غیر کے واسطے جائز ہو پس قیام موصوف غیر کے واسطے اگرچہ شرک حقیقی نہ ہو، مگر تشابہ تو ہے بقولہ علیہ السلام ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم قعود فلا تفعلوا انتہی قال النووی فیہ النہی عن قیام الغلمان والاتباع علی راس متبوعہم الجالس بغیر حاجۃ انتہی علی قاری شرح عین العلم میں لکھتے ہیں فکما لا یجوز ان یسجد احد لاحد لا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ہیئت الوقوف فی الصلوٰۃ لحدیث من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ فی النار انتہی پس جب عبد بالنار اس میں ہے تو کبیرہ ہونے سے تو کسی حال خالی نہیں ہو سکتا بہرحال شرک دون شرک سے خالی کسی طرح نہ ہوا الحاصل قرآن سے قیام قنوت کا عبادت ہونا محقق ہو گیا اور حلبی نے عبادت مقصود ہونے کا انکار کیا نہ عبادت ہونے کا اور تفسیر عزیزیہ سے نفس قیام کا مختص بعبادت نہ ہونا دریافت ہوا نہ قیام مخصوص کا تو اب مؤلف ذرا فکر کرے کہ حلبی اور عزیزی خلاف قرآن شریف کے نہیں کہتے مؤلف خود نہیں سمجھا بدون سوچنے استدلال لا کر شرک کو ایمان بتاتا ہو اور قرآن کو معاذ اللہ رد کرتا ہے الحاصل قیام دست

[1] اس عقیدہ [2] ثابت ہونا [3] فرمانبرداری عاجزی [4] انکساری [5] تنہا کوئی عبادت مشروع نہیں

Marfat.com

ہوتا بخلاف سجدہ ورکوع کے کہ یہ خود عبادت اصل مقصود ہے اور خاص خدا تعالیٰ کا حق ہے اس لئے قرآن و حدیث ناطق ہیں اس پر کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں اب اس سجدہ کا حال کتب معتبرہ سے سنیئے مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل کے مسئلہ سی و ہشتم میں لکھتے ہیں ،، سجدہ کردن غیر خدارا قبر باشد یا غیر قبر حرام وکبیرہ است واگر بجہت عبادت غیر خدارا سجدہ کند موجب کفر وشرک است انتہیٰ، اور یہی مضمون تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے اب دیکھیئے ان کے بزرگوار تو عین سجدہ میں بھی تفریق کرتے ہیں کہ عبادت کے لئے دوسرے کو سجدہ کرنا شرک ہے اور اگر نیت عبادت کی نہیں تو حرام ہے شرک نہیں حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوبات کے مکتوب نود دوم ۹۲ میں لکھتے ہیں ،، بعض از فقہا رہر چند سجدہ تحیت بسلاطین تجویز نمودہ اند امالائق حال سلاطین عظام آنست کہ دریں امر بحضرت حق سبحانہ تعالیٰ تواضع نمایند انتہیٰ ،، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے لئے بھی بعض فقہار نے سجدہ کرنا جائز لکھا ہے ، لیکن حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ بادشاہوں

بستہ بخشوع غیر کے واسطے شرک ہوا اگرچہ وہ شرک غیر حقیقی ہی ہے عند البعض[1] اور عوام کے حق میں کہ عقیدہ علم مستقل کا رکھتے ہیں شرک حقیقی ہوا سو معترض اس کو ہی شرک کہتا ہے اس سے نفس قیام کا شرک ہونا لازم نہیں آتا اگر مؤلف کچھ تامل کرے تو ظاہر ہے وہاں زیارت فخر عالم علیہ السلام نے علی قاری نے دست بستہ سلام عرض کرنے کو جائز لکھا ہے سو وہاں استقبال قبلہ جو نہیں بلکہ استدبار ہے اس واسطے جائز لکھا ہے اور پھر وہ بھی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے غیر کے واسطے درست نہیں اور یہ خلافی مسئلہ ہے در مضیہ میں لکھا ہے هل یضع یمینہ علی شمالہ ام لا فقیہ خلاف انتہیٰ قال الکرمانی یضع وقال غیر الاولی الارسال لئلا یشتبہ بالمصلی انتہیٰ کذا فی نسیم الریاض شرح شفاء سو جب یہ خلافی مسئلہ ہوا اور جن کے نزدیک جائز ہے وہ خصوصیت پر حمل کرتے ہیں تو غیر زیارت میں اگر حضور موصوف یعنی حضور بعلم مستقل کا عقیدہ ہو تو شرک ہوا اور غیر اس عقیدہ کے مشابہ بشرک ہوتا ہے اور معلوم ہو لیا کہ حکم شرک کا معترض نے علم غیب کے ساتھ جہلا پر ہی کیا ہے پس معترض پر مؤلف کا کوئی نقض نہیں اب مؤلف سجدہ کی بحث میں شروع ہوتا ہے اپنی غرض فاسد کے اثبات کی غرض سے سجدہ تحیہ غیر اللہ کو حرام ہے **قولہ** سجدہ کا حال الخ **اقول** سجدہ اگرچہ تحیت کا ہو حرام ہے اور مشابہت بشرک ہے اس کو بھی شرک کہنا درست ہے جیسا حلف بغیر اللہ کو شرک حدیث میں فرمایا پس ایسا ہی قیام بخشوع میں ہو تو کیا بعید ہے اور تفریق سجدۂ عبادت و تحیت میں بسبب شرک حقیقی کے کرتے ہیں ورنہ حرمت اور اطلاق شرک میں دونوں برابر ہیں شرح فقہ اکبر میں علی لکھتے ہیں وفی المحیط اذا قال اهل الحرب لمسلم اسجد للملك والا قتلناك فالافضل ان لا یسجد لان هذا کفر صورۃ والافضل ان لا یاتی بما هو کفر صورۃ وان کان فی حالۃ الاکراہ پس اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی صورت بھی سخت بد ہے کہ قتل ہونے پر صورت کفر کو ترجیح دے کر اولیٰ ترک لکھا پس دست بستہ بخشوع کھڑا ہونا بھی مشابہ ہے خصوصاً علم حضور میں کہ وہ خود شرک ہے پس مؤلف کی ایسی روایات کا نقل کرنا سوائے اضلال خلق[3] کے اور کیا کہا جاوے، جن فقہار نے سجدہ سلاطین کو جائز لکھا وہ قول ان کا مردود ہے قرآن و حدیث کے اطلاقات سے . پس ایسے اقوال ہائے ساقطہ سے حجت لانا اہل علم کا کام نہیں پس افسوس مؤلف کی زبان درازی اور کوتاہی فی الدین پر کہ کس طرح قرآن کے رد کرنے پر اور حدیث کی مخالفت پر اور تمام عالم کی معاندت پر ایسی چربوز مردود روایات سے کمر باندھے بیٹھا ہے کہ خلق کو ورطۂ[4] استحلال[5] حرام میں ڈالتا ہے **قولہ** واضح ہو الخ **اقول** اول تو سجدہ ملائکہ اور اخوۃ یوسف میں خلاف ہے ، بعض انحناء لکھتے ہیں اور بعض وضع الجبہۃ ثانیاً جو کچھ ہے وہ سب اس امت میں حرام ہو گیا خواہ کسی نیت سے ہو[2] اطلاق شرک کا اس پر ہووے گا پس جو ایسی روایات سے استخفاف

---

[1] بعضوں کے نزدیک [2] ہاتھ باندھ کر انکساری کے ساتھ [3] مخلوق کو گمراہ کرنا [4] بھنور [5] حلال کو حرام بتانا

Marfat.com

کو تواضع اور عاجزی چاہیئے لوگوں سے سجدہ نہ کرواویں جب عبادت مخصوصہ جو خاص خدا کا حق تھا یعنی سجدہ بغیر نیت عبادت کے شرک نہ ہوا بلکہ بعض فقہاء نے جائز بھی رکھا افسوس ان زبان درازوں کی تعدی اور عدم مبالات پر کہ فقط قیام جو ہرگز اصل عبادت نہیں شرک اور کفر کس طرح ہو سکتا ہو واضح ہو کہ پہلی امت میں سجدہ بھی دوسروں کو واسطے تعظیم کے جائز تھا یوسف علیہ السلام کے پاس جب ان کے باپ یعقوب علیہ السلام اور ان کی خالہ اور سب بھائی ملک مصر میں آئے جب ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی تو اس وقت کا حال قرآن شریف میں ہے خروا لہٗ سجدا یعنی حضرت یوسف ؑ کے والد اور خالہ اور بھائی یہ سب حضرات یوسف ؑ کے آگے سجدہ میں گر پڑے تعظیماً اور اسی طرح جب آدم ؑ کے لئے فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کا قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم اس وقت سب فرشتوں نے سجدہ آدم ؑ کو سوائے شیطان ملعون کے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فسجدوا الا ابلیس یہ ذات شریف اس وقت غرور میں رہے سجدہ نہ کیا جہنمی بن گئے لعنت کا طوق گلے میں پڑا امام فخر الدین رازی نے پارہ تلک الرسل میں لکھا ہے ان الملٰئکۃ امروا بالسجود لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبھۃ آدم اور شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے کہ فرشتوں نے جو سجدہ کیا آدم علیہ السلام کو اور اخوان یوسف ؑ نے یوسف علیہ السلام کو وہ عبادت کے لئے نہ تھا ایسا سجدہ کبھی جائز نہیں ہوا کیوں کہ یہ محرمات عقلیہ سے ہے اور محرمات عقلیہ کبھی نہیں بدلتے، بلکہ وہ سجدہ تعظیمی تھا اب اس امت میں وہ بھی حرام ہے صحیح یہی ہے، اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آیا یعنی منکرین اپنے رسائل میں بابیان محفل میلاد شریف کے مذہب کو لکھتے ہیں،، ایں مذہب قابل ہمین است کہ سندش تا ابولہب رسانیدہ شود بلکہ تا ابلیس لعین انتہٰی کلامہ،، اب ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے تو جس طرح کوئی سفینہ بےعقل بڑھانکتا اور بے اصل باتیں کہتا چلا جاتا ہے منہ اٹھا کر ابلیس تک ہمارے مذہب کو پہنچا دیا اور کوئی کامل ثبوت نہ دے سکے لیکن ہم لاریب ان منکرین کا سلسلہ بخوبی شیطان ملعون تک پہنچا کر آنکھوں کے سامنے دکھادیں گے یعنی موافق قول امام رازی کے آدم کے لئے جو حکم سجود ہوا تھا اس میں تعظیم بھی نور محمدی ؐ کی جو ان کی پیشانی میں تھا سو جمیع ملائکہ مقربین نے سجدہ ادا کیا تعظیم نبی ؐ بحکم الٰہی بجالائے پس ہم لوگ تو ملائکہ کے حال میں ہم رنگ ہیں کہ انہوں نے تعظیم رسول ؐ ادا کی ہم بھی کرتے ہیں فرق اتنا ہے کہ اس وقت سجدہ جائز تھا انہوں نے سجدہ کیا ہمارے عہد میں سجدہ ممنوع ہے ہم باآداب و تعظیم کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں، نفس تعظیم میں ہم اور ملائکہ مشترک رہے اور جو لوگ قیام تعظیمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تغلیظاً و تشدداً ورکلام لایعنی پیش کرتے ہیں اور نہیں کرتے قیام تعظیمی وہ ابلیس کے ہم مذہب ہیں، علت مشترکہ بے تعظیم کے دونوں منکر لیکن چونکہ وہ متقدم ہے اور یہ لوگ متاخر بنا ؑ علیہ مقدم تو امام ٹھیرا اور تابعین متاخر اس کے مقلد بس خوب پہنچ گیا سلسلہ اس مذہب خبیث کا ابلیس لعین تک اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ابلیس مغرور نے یہ سمجھا کہ اس قدر ملائکہ مقربین کے بڑے بندے ہوئے سجدہ میں گرے ہیں میں ایک حقیر ناچیز کیا ہوں جو سجدہ نہ کروں شدت غرور شقاوت سے تابع جمہور نہ ہوا سجدۂ تعظیمی نہ کیا صاحب تعظیم کی شان میں تو فرق نہ آیا مگر یہی کم بخت خوار و ذلیل ہو گیا اسی طرح یہ چند منکرین قیام جو اپنے خیالات فاسدہ میں مغرور ہیں جمہور اہل اسلام کو نہیں خیال میں لاتے یہ نہیں سمجھتے کہ حرمین الشریفین و بیت المقدس روم و شام کے تمام علمائے قدسی نفوس قیام کرتے ہیں استحباب کا فتوی دیتے ہیں ہم ان کے آگے کیا چیز ہیں، غرض کہ تمام عالم قیام تعظیمی کرے یہ جرگہ مخصوصہ کبھی نہ کریں گے اس تکبر اور تفرد میں بھی ان صاحبوں کو شرکت اس لعین کے ساتھ ہے اور ہم کو اتباع جمہور میں ملائکہ

معصیت میں عوام کو مطلع کرتا ہے البتہ نیابت شیطان کی اس کو مسلم ہے کیوں کہ الاستخفاف بالمعصیۃ کفر قاعدہ اصول کلام کا ہے

ے یعنی ہلکا سمجھنا گناہ کو کفر ہے ۱۲-

ملا علی کے ساتھ اتفاق ہے تیسرے یہ بات کہ تفسیر ابن مخلد میں تصریح کی ہے کہ جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے شیطان رونے چینکنے لگا اور حلبی میں ہے کہ اس روز سروش غیبی بشارت دیتے پھرتے تھے کہ ولد المصطفےٰ المختار یعنی پیدا ہوئے مصطفےٰ پسند کئے ہوئے اور چنے ہوئے اللہ کے انتہٰی پس ہم لوگ جو خوش ہو کر تذکرہ ولادت شریف کا کرتے ہیں سروش غیبی کے ساتھ ہیں اور جو اس تذکرہ اور محفل کرنے سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوتے ہیں وہ اس شیطان کی ملت پر ہیں اس طرح بھی ان منکرین کا سلسلہ ابلیس سے ملگیا ہر چند کہ اس عاجز کی طرز و انداز سے یہ گفتگو نہایت بعید ہے لیکن چوں کہ ابتدا ادھر سے ہے اس لئے یہ چند کلمات لکھے گئے اور وہ بھی اس جرارت پر کہ جو کچھ ان کلمات کی شامت ہے وہ سب اسی ابتدا کرنے والے کی گردن پر ہے میں بری الذمہ ہوں ہمارے مخبر صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں جس کو مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ المستبان ما قالا فعلی البادی قصہ دراز ہوا تقریر مسلسل کہیں سے کہیں پہونچی مقصد اصلی پر آ دیں سجدہ تعظیمی اس امت میں حرام تو ہے لیکن شرک اور کفر نہیں جب عبادت خاصہ مخصوصہ باری تعالیٰ کا یہ حال ہو پھر قیام کس طرح شرک ہو سکتا ہے اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہوتا کبھی علمائے دین واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نہ رکھتے قبر شریف کی زیارت میں صاحب جذب القلوب لکھتے ہیں در وقت وسلام آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم وقوف دراں جناب باعظمت دست راست را بر دست چپ نہند چنانچہ درحالت نماز کرمانی کہ از علمائے حنفیہ است تصریح باین معنی کردہ انتہی، اور ملا علی قاری نے بھی کرمانی سے یہ ہاتھ باندھنا مثل نماز کے نقل کیا کتاب در المصنیہ میں اور جانیو الے خوب جانتے ہیں کہ یہاں اسی پر عمل ہے اور اس کے خلاف پر کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو منع کریں ہرگز عمل نہیں اور علامہ محمد بن سلیمان مکی شافعیؒ نے کتاب حاشیہ مناسک خطیب شربینی میں لکھا ہے فلا اولی لہ وضع یمینہ علی یسارہ کما الصلوٰۃ کما اقتصر علیہ فی الحاشیۃ واقرہ ابن علان واٰخر کلامہ فی الجوھر یشیر الی المیل الیہ انتہی اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے در باب زیارت قبر شریف ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ اب دیکھیے سب علماء شافعی و حنفی نماز کے ساتھ تشبیہ دیکر کہتے ہیں کہ جس طرح نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اسیطرح حضرت کے روضہ مبارک کے

اب لطیفہ کثافت طبع مولف کا جواب قلم انداز کرکے آگے چلتا ہوں،

زیارت روضہ مطہرہ کے وقت قیام دست بستہ پر قیام مولد قیاس کرنا فاسد ہے

قولہ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہوتا الخ **اقول** پہلے قول میں تصریح ہوئی کہ یہ مسئلہ زیارت کا مختلف ہے اور دونوں روایات نقل ہوئیں اور کرمانی مجیز اس کا ہے شیخ عبدالحق بھی اس سے نقل کرتے ہیں اور علی قاری نے بھی یہاں اس کو اختیار کیا ہے معہذا علی قاری شرح عین العلم میں اس کو حرام لکھتے ہیں اب فرق مجوزین کے نزدیک یہاں یہ ہے کہ اس جگہ استقبال قبلہ نہیں وہ قبلہ کہ معین اور مشخص ہو رہا ہے پشت کے پیچھے ہو جاتا ہے تو قطعًا مخالفت ہیئت صلوٰۃ کی ہو گئی اور مظان شرک بھی نہیں کہ حیوۃ النبی موجود ہیں اور یہاں مولود میں کوئی جہت مشخص نہیں دوسرے مظان شرک ہے کہ عوام کا عقیدہ حاضر ہونے کا ہے پس اس میں اور اس میں فرق ہو گیا معہذا اگر شرک نہیں تو مشابہ شرک کے اور عوام کے عقیدہ کی خرابی کا باعث ہے لہذا ناجائز ہوا اور اطلاق شرک اس پر مجاز ہو گا اور معترض کا شرک کہنا اوپر معلوم ہو چکا کہ جہلاء کی نسبت ہے اگر نیت فاسد نہ ہو تو شرک نہ ہو گا، پس تعالٰی حرمین زیارت میں حسب روایات اجازت کی اگر ہے تو فارق موجود ہے اور پھر خلاف قیاس ہے دیکھو کہ صلوٰۃ جنازہ مشابہ بشرک ہے مگر اجازت ہو گئی تو اب امام صاحب غائبانہ صلوٰۃ جنازہ کو جائز نہیں کہتے اور تکرار کو منع کرتے ہیں پس زیارت پر قیاس کرکے اس قیام کی اجازت نہیں نکل سکتی قولہ اب اس میں دو احتمال ہیں الخ **اقول** دونوں احتمال

لہ جائز قرار دینے والا لہ عل سے وجہ فرق

Marfat.com

سامنے باادب کھڑا ہو اب اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ علماء سمجھے ہیں کہ باادب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ کچھ عبادت نہیں اور نہ مخصوص خدا کے ساتھ جیسا کہ کلام شاہ عبدالعزیز وغیرہم سے ہم نقل کر چکے ہیں پس جب کہ مخصوص خدا کے ساتھ نہیں تو کیا مضائقہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اسطرح کھڑے ہوں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خاص ہو اللہ تعالی کے ساتھ تو شاید یہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ کی تعظیم میں کھڑا ہونا غیر اللہ کی تعظیم نہیں بلکہ یہ گویا خود اللہ کی تعظیم ہے چنانچہ بعض آیات سے یہ مضمون مفہوم ہوتا ہو قرآن شریف میں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی، تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہو جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے انتہی اور تفسیر روح البیان میں ہو کان المقصود بالمبایعۃ منہ علیہ السلام المبایعۃ مع اللہ لانہ علیہ السلام انما ہو سفیر ومعبر عنہ تعالی وبھذا الاعتبار صاروا کانھم یبایعون اللہ وبالفارسیۃ. آنانکہ بیعت می کنند بالتو جزیں نیست کہ بیعت می کنند با خدا چہ مقصود بیعت اوست وبرائے طلب رضائے اوست انتہی کلام، روح البیان اور وقت بیعت جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ پر تھا اس کو قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے ید اللہ فوق ایدیہم شاہ عبدالقادر نے معنے اس کے لکھے کہ اللہ تعالی کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے اور تفسیر مدارک میں ہے یرید ان ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی تعلو ایدی المبایعین ھی ید اللہ تعالی واللہ منزہ عن الجوارح وعن صفات الاجسام وانما المعنی تقریر ان عقد المیثاق مع الرسول کعقدہ مع اللہ من غیر تفاوت بینہما یعنی رسول کی بیعت گویا اللہ کی بیعت ہے کچھ فرق نہیں خلاصہ کلام یہ کہ اگر یہ قیام دست بستہ عبادت نہیں چنانچہ مذہب علماء و قول فقہا یہی ہے تو محفل مولد شریف میں کھڑا ہونا شرک اور کفر ہرگز نہ ہوا اور اگر اس کی زبان درازی سے خواہ مخواہ خلاف علماء دین کے عبادت قرار دیتے ہو تو یہی ہم جواب دیں گے کہ اگر یہ عبادت ہے تو بھی اللہ ہی کے واسطے ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے لئے بڑی نعمت ہو اور اللہ تعالی کی رحمت ہے جس وقت

نہیں مؤلف کی خطاء فہم کا یقین ہے یہ امر خلاف قیاس ہو کہ روضۂ مطہرہ پر سلام عرض کرنے میں منقول ہوا ہو وہ علی قاری کہ یہاں جائز کہتے ہیں وہی اس کو اور مواقع میں حرام لکھتے ہیں صلوۃ جنازہ میں مردہ کو آگے رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے حالاں کہ دوسری جگہ درست نہیں نور الانوار میں کہتا ہے ولکن ذلک صلوۃ الجنازۃ فی نفسہا بدعۃ متشابہۃ بعبادۃ الاصنام اور شرح منیہ اور تفسیر عزیزی کے کلام سے کچھ ثابت نہیں پہلے گذر چکا اور تعظیم فخر عالم کے واسطے قیام درست تھا مگر یہاں مولود میں مظان[1] شرک ہو لہذا نا جائز ہے گو جہلاء کے حق میں خود شرک ہے اور دوسرا احتمال مؤلف کا محض سفسطہ[2] اور اثر قلبی مؤلف کا ہو کیوں کہ اطاعت سفیر کی عین اطاعت امیر مرسل[3] کی ہوتی ہو اور اس کی اہانت امیر کی اہانت کیوں کہ سفیر مبلغ ہوتا ہو اس کا قول قبول کرنا عین اطاعت و قبول قول مرسل کا ہو علی ہذا بیعت اصل سے ہوتی ہے اور وکیل سفیر محض واسطہ ہوتا ہے پس یہی معنی روح البیان وغیرہ کے ہیں مع ہذا تعظیم سفیر و امیر میں فرق ہے کہ تعظیم امیر کی سفیر سے زائد ہوتی ہے اور خواص تعظیم امیر کی سفیر کے ساتھ درست نہیں ہوتی اس کو ہر اہل دنا اہل جانتا ہو پس اطاعت و بیعت کو مقیس علیہ بنا کر تعظیم حق تعالی کی فخر عالم کے ساتھ کرنا اور اس کا درست جاننا عین شرک ہے سجدہ کرنا آپ کو حرام ہے اتفاقاً مگر یہ قاعدہ مؤلف کا چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ بھی درست ہو جیسا مؤلف قیام میں کہہ رہا ہے اور یہ قول باطل و شرک ہے حدیث میں ہو کہ ایک شخص نے کہا ماشاء اللہ وشئت تو آپ نے فرمایا جعلتنی للہ ندا بل ماشاء اللہ وحدہ ایک حدیث میں ہو لا تقولوا ماشاء اللہ وشئت

[1] شرک کے گمان کا موقع [2] حماقت [3] بھیجنے والا

Marfat.com

اس ظہور نعمت کا بیان ہوتا ہے ہم تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں بدیں معنی کہ اے اللہ تعالیٰ ہم نے تیری اس نعمت بھیجی ہوئی کو عظیم جانا اوسمیں دو باتیں حاصل ہوئیں ایک یہ کہ تعظیم نکلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کیوں کہ آپ کی تشریف آوری عالم دنیا کا ذکر سن کر بہیئت تعظیم کھڑے ہو گئے دوسرے یہ کہ یہی تعظیم رسول اللہ علیہ وسلم بعینہ تعظیم ہوگئی اللہ تعالیٰ کی کیوں کہ نعمت کی تعریف خود منعم کی تعریف ہو اور نعمت کی تعظیم سراسر منعم کی تعظیم ہے پس یہ دست بستہ کھڑا ہونا در حقیقت منعم حقیقی کے سامنے ہے شکریہ عطائے نعمت ہیں اب خیال فرمایئے کہ اس معنی کو شرک اور کفر سے کیا علاقہ فماذا بعد الحق الا الضلال ایک قباحت کا جواب ہو چکا اب دوسری قباحت کا جواب سنیئے کہ تمام مولد شریف پڑھنے والے اپنی زبان سے خوب تصریح و توضیح سے تعین یوم ولادت کی شرح کرتے ہیں شاہ سلامت اللہ صاحب کے مولد شریف میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن حضرتؐ پیدا ہوئے اور مولد شریف غلام امام شہید میں ہر بارہویں تاریخ ربیع الاول دوشنبہ کے دن وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس برس کے زمانہ آدم سے اس قسم کی عبارتیں راحۃ القلوب وغیرہ رسائل میلادیہ اردو زبان میں ہیں اور عربی مولد برزنجی میں ہو دلما تم من حملہ التسعۃ اشہر قمریۃ ولد فیہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلاء الاسناہ اور علامہ عرب مدنی کے مولد میں ہے ؎ بثان عشر من ربیع الاول فی یوم الاثنین المفخم ذی الجد. بس مکتوب ہونا ان رسائل میں روز و شہر و سال ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپؐ اس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ یہ کہ اب محفل میں پیدا ہوئے نعوذ باللہ منہا منکروں کے بہتان اور افترار کا جواب سوا اس کے کہ خدا قیامت میں جھوٹوں کا منہ کالا کرے اور کچھ نہیں ایک آیت کلام مجید اور فرقان حمید کی اس مقام میں بس کرتی ہو انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون اب تیسری قباحت جو یہ لوگ قیام میں پیدا کرتے ہیں کہ روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ لوگ حاضر ناظر جانتے ہیں یہ شرک ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ روح انبیاءؑ کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث

ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمد . اس سے شرک دون شرک بھی ثابت ہوا اور مشابہ بشرک کی ممانعت بھی نکلی اور مماثلت تعظیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کی تعظیم کیساتھ بھی رد ہو گئی اور مؤلف کا احتمال شرکیہ بھی باطل ہو گیا اور زا عدؐ مؤلف کا بھی مردود ہو گیا بہر حال عبادۃ اللہ کا رسول اللہ کو کرنا ہر حال شرک ہوا اور اطاعت اور بیعت کو اس سے کچھ مناسبت نہیں مؤلف کی بے فہمی محض ہو اب مؤلف کی جرارت بیانی اور بے باکی سب ناظرین ملاحظہ کر کے لاحول پڑھیں اور اس کی چربوز تقریر دیکھیں **قولہ** اب دوسری قباحت الخ **اقول** معترض کے کلام مؤلف نہیں سمجھا وہ صراحۃً کہتا ہے کہ گویا اب پیدا ہوئے یعنی جو عین پیدائش کا معاملہ قیام تعظیم کا تھا وہ اب کرتے ہیں اور دوسرا امر علم حضور مجلس اوس میں ہوتا ہے تو شرک امر ثانی کی وجہ سے کہتا ہو اور پہلے امر کو مشابہ نقل ہنود کے فرضی امر کرنے میں ہی کہتا ہے معترض یہ نہیں کہتا کہ اس وقت پیدا ہونا عقیدہ رکھتے ہیں کیوں کہ وہ لفظ گویا لکھ رہا ہے پس یہ مؤلف کا جواب اس کے اعتراض کا جواب نہیں **قولہ** کیوں کہ نہ ہم صراحۃً نام تاریخ اور سن کا لیتے ہیں ہمارا یہ عقیدہ نہیں **الخ اقول** سو یہ اعتراض سے کیا مناسبت رکھتا ہے وہ اعتراض یہ کرتا ہے کہ فرضی امر کو اصلی جیسا بنا کر اصلی کا معاملہ کرتے ہیں مؤلف کچھ اور ہی جواب دے رہا ہے پس ناظرین اس فہم مؤلف پر تحسین کہیں اور انصاف کریں کہ مفتری[2] کون ہے **قولہ** تیسری قباحت الخ **اقول** اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں

[1] بے کار [2] تہمت لگانے والا ،

Marfat.com

سے ثابت ہو معراج کی حدیثوں میں وارد ہے کہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تئیں انبیاءؑ کی جماعت میں دیکھا یہ موسیٰؑ نماز پڑھتے ہیں، یہ عیسیٰؑ پڑھتے ہیں یہ ابراہیمؑ پڑھتے ہیں فحانت الصلوٰۃ فاممتہم یعنی اتنے میں نماز کا وقت آگیا میں ان کا امام ہوا روایت کیا اس کو مسلم نے اور قرطبی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لے کر کل انبیاء کو جمع کر دیا سات جماعتیں حضرتؐ کے پیچھے تھیں اور فتاوی سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ میں ہے امامتہ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج لارواح الانبیاء علیہم السلام کانت فی النافلہ ان روایات فقہ و حدیث سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبروں کی روحیں اپنے اپنے مقامات سے سمٹ کر بیت المقدس میں حاضر ہو گئیں اور نماز یہاں آکر پڑھی اور مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیساتھ چلے جاتے تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں جب ایک جنگل میں گذرے پوچھا حضرتؐ نے یہ کونسا جنگل ہے صحابہؓ نے کہا یہ وادی الارزق ہے فرمایا حضرتؐ نے گویا میں دیکھتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کو پھر حضرتؐ نے ان کا رنگ اور بالوں کا حال بیان فرمایا اور فرمایا موسیٰؑ رکھے ہوئے ہیں دونوں کانوں میں انگلیاں یعنی جس طرح اذان میں اور آواز بلند ہے ان کی ساتھ لبیک کے گذرے چلے جاتے ہیں اسی جنگل سے کہا ابن عباسؓ نے کہ ہم آگے چلے تو ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے، پوچھا حضرتؐ نے یہ کونسی گھاٹی کون سا پہاڑ ہے صحابہؓ نے کہا یہ پہاڑ تو ہرشا ہے یا لفت ہے آپؐ نے فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر سوار پشینہ کا جبہ پہنے ہوئے اس کی اونٹنی کی مہار پوست خرما کی ہے اسی جنگل میں چلا جاتا ہے حج کے لئے لبیک کہتا ہوا روایت کی یہ حدیث مسلم نے کہا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے کہ چوں اتفاق است برحیات انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی و دنیاوی لیکن محجوب انداز نظر عوام پس بحقیقت نمود ایشاں را حبیب خود صلے اللہ علیہ وسلم بے منام و بے مثال و بے اشتباہ و بے اشکال الخ

اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمالِ امت آپؐ پر پیش ہوتے ہیں اور جب وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف[1] ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صوت وندا[2] اور عرض[3] حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام[4] حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر علم دیا جاتا ہے اس قدر کو جانتے ہیں اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب انتہی پس معترض کی تیسری قباحت یہ ہے کہ یہ سمجھے ہیں کہ روح آپؐ کی یہاں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے تو معترض دوام تشریف آوری کہتا ہے یعنی فعلیت کا دوام نہ امکان و وقوع احیانا[5] پس مؤلف اگر اس امر کو ثابت کر دیوے کہ آیا کرتے ہیں دائما تو اس کا جواب ہووے گا ورنہ امکان حضور سے کچھ فائدہ مؤلف کو نہ ہووے گا اور سب نقول اس کی فضول ہوویں گی قولہ ارواح انبیاءؑ کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے الخ **اقول** ان روایات معراج سے ارواح کا بیت المقدس میں جمع ہونا اور آسمانوں پر جانا باذنہ[6] تعالیٰ ثابت ہے مگر مولود کی مجلس میں آنا مبحوث[7] ہے نفس حرکت و تقلب[8] یہ خاص تشریف آوری ثابت نہیں ہو سکتی اور قیاس کا محل نہیں باب عقائد قیاس سے خارج ہے حدیث مسلم مگر استدلال مؤلف کا اس سے باطل ہوا اور مشکوٰۃ کی حدیث سفر حج کی کہ وادی ارزق میں دیکھنا حضرت موسیٰؑ کا اور ہرشا پر حضرت یونسؑ کا سو یہ تو ظاہر ہے کہ آپؐ تو اس وقت نہیں

[1] ظاہر [2] خبردار کرنا [3] کبھی کبھی [4] اللہ تعالیٰ کی اجازت سے [5] موضوع بحث [6] پھرنا

Marfat.com

قسطلانی نے بھی مواہب میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے وقیل ھو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ھذہ الحالۃ کما فی صحیح مسلم عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب الیھم العبادۃ فھم یتعبدون وبما یجدونہ ان احادیث اور عبارات محدثین سے معلوم ہوا کہ ارواح انبیاء حج اور نماز وغیرہ عبادتیں کرتی پھرتی ہیں جوان کے دل میں آوے اور مشکوٰۃ کی باب المعراج میں بخاری اور مسلم کی حدیث سب کو یاد ہوگی کہ اس میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدم ملے دوسرے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ تیسرے میں حضرت یوسف چوتھے میں حضرت ادریس پانچویں میں حضرت ہارون چھٹے میں حضرت موسیٰ ساتویں میں حضرت ابراہیم اب دیکھیے آسمان پر جانے سے پہلے حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام ارواح کل انبیاء کی بیت المقدس میں ملی تھیں اور نماز حضرت کے پیچھے پڑھی تھی اب یہ ارواح انبیاء علیہم السلام آسمانوں پر ملیں یہ کسقدر حرکت ہوئی ہر آسمان اسقدر موٹا ہے جسقدر پانسو برس کا رستہ ہووے اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کا رستہ ہے پس اس تحقیق کے موافق ایک ذرا عرصہ میں آدم علیہ السلام کی روح ایک ہزار برس کا رستہ اور عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی روحیں دو ہزار برس کا رستہ علیٰ ہذا القیاس ابراہیم کی روح سات ہزار برس کا رستہ طے کر گئے اس سرعت سیر کو یاد رکھو عنقریب ہم کچھ فائدہ اس پر مرتب کریں گے اور لکھا شرح مواہب لدنیہ میں خاتمۃ المحدثین علامہ زرقانی نے لا یمنع رویتہ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ وبروحہ وذلک لانہ وسائر الانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی نقل کی یہ کلام زرقانی نے تنویر الحوالک تصنیف جلال الدین سیوطی سے کہ وہ شاہ ولی اللہ کے سلسلہ اساتذہ و مشائخ میں ہیں اور خود شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں ورایتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور یبدی الی صورتہ الکریمۃ التی کان علیہا مرۃ بعد مرۃ فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ السلام وانہ الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لا یموتون وانھم یصلون فی قبورھم ویحجون وانھم احیاء اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوب ۲۸۲ کے مکتوب دو صد و ہشتاد و دوم میں لکھتے ہیں، امروز در حلقہ بامداد

دیکھا تھا بلکہ آپ حکایت کرنے تھے دیکھنے ماضی کی کیوں کہ فرماتے ہیں،، کانی انظر، گویا دیکھ رہا ہوں اور نہ فرمایا،، فانی انظر پس غالب اور راجح اس میں یہ ہے کہ معاملہ رؤیا کا ہے اور اگر یقظہ کا ہے تاہم حرج نہیں معترض تقلب ارواح کو باذن اللہ قبول کرتا ہے کلام یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ہر مجلس میں آیا کرتے ہیں اور نصوص سے جو چلنا پھرنا محقق ہوگا اس میں کچھ عذر نہیں یہاں قیاس کا باب مسدود ہے پس اس کے کچھ ثبوت مدعا نہیں ہوتا علیٰ ہذا شیخ عبد الحق کا قول اور مواہب کا حج کرنے کو جانا اور معراج کی شب میں آسمانوں پر جانا مؤلف کو مفید نہیں اور باب نزاع پر کچھ دلالت اس کو نہیں اور زرقانی کی عبارت جو تنویر الحوالک سیوطی سے نقل کی اس میں بھی صریح ہے کہ خروج عن القبور باذن اللہ تعالیٰ ہے بقولہ واذن لھم لہ مگر تنویر الحوالک کی عبارت میں ایک قلیل تصرف مؤلف کا ہوا ہے اس کی عبارت یوں ہے واذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت الخ واؤ عاطف ہے نہ لام جارہ اور تصرف کے معنی بھی چلنا پھرنا ہے فی القاموس صرفہ تصریفا فتصرف قلبہ فتقلب واصطرف تصرف فی طلب الکسب انتہیٰ مؤلف نے لام جارہ لکھا اور تصرف کے معنی عربی اردو کے بنائے ہیں مگر تاہم اس کے مدعا کو مفید نہیں چلنے پھرنے سے عالم علوی سفلی میں تشریف آوری مجلس مولود کی لازم نہیں آتی خصوصاً یہ مجالس بدع و مکروہات اور پھر یہاں ظہور معنوی حدیث سے کام چلے گا نہ ایسے قوال سے اور عبارت فیوض الحرمین میں سے کبھی وہی مضمون نکلا جو حدیث مسلم میں تھا حج اور حج کرنا اور اپنے سامنے شکل مبارک کا دیکھنا کہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک پر حاضری کا قصہ ہی جو دہلی کا ہونا جب بھی کوئی مطلب مؤلف کا نہیں نکلتا جیسا آگے آتا ہے حضرت مجدد کی دونوں عبارتوں میں تعلق روحانی ہے اس میں انتقال کی ضرورت نہیں اور متجدد ہونا اور انتقال کرنا بھی ہو تو بھی غرض مؤلف کی اس سے حاصل نہیں ہوتی اور پھر ان مکاشفات کو قبول کرنا احکام شرعیہ میں ہے نہیں ان سے حکم ثابت ہو مؤلف کا ایسے موقع استدلال میں

لہ خواب سکہ بیداری سکہ ارواح کا پھرنا سکہ بند

Marfat.com

می بینم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام بصورت روحانیان حاضر شدند و بہ تلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ ما از عالم ارواحیم حضرت
سبحانہ تعالیٰ ارواح ما را قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائے کہ از اجسام بوقوع می آید از ارواح ما صدور می یابد،، اور اسی جلد
اول مکتوب دو صد و بستم میں ہے،، دریں اثنا عنایت خداوندی در رسید و حقیقت معاملہ کما ینبغی وانمود و حانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
والسلام کہ رحمت عالمیانست دریں وقت حضور ارزانی فرمود و تسلی خاطر حزیں نمودہ اور سیوطیؒ انتباہ الاذکیا میں احادیث و آثار صحابہؓ سے لکھتے ہیں، کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اطراف و زمین میں آمد و رفت برکت کے ساتھ فرماتے ہیں اور انبیاءؑ کا مر جانا یہی ہے کہ وہ ہماری نظر سے چھپ گئے، مثل فرشتوں کے
نظر نہیں آتے مگر جس ولی اللہ کو دکھائے انتہی، وامام غزالی گفتہ کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در یقظہ ملائکہ و ارواح انبیاء کذا فی اشعۃ اللمعات فی
کتاب الرویا اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ عبد الحق نے از شیخ ابو المسعود کہ مصافحہ میکرد آں حضرت را بعد از ہر نماز، اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ نے قصہ غوث پاک کا
کہ روزے غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود و عظ می فرمود قریب بدہ ہزار کس پایۂ وعظ در حاضر بود و شیخ علی ابن ہیتی
در زیر پائے کرسی شیخ نشست ناگاہ شیخ علی ہیتی را خواب برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تا آں کہ جز انفاس ایشاں
شنیدہ نمی شد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد با دب پیش علی مذکور و می نگریست در وے پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبد القادر با وے
کہ دیدی تو آں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم را گفت نعم فرمود ازیں جہت ادب ورزیدم با تو و ایستادم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آں
حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گفت بملازمت من مجلس تو پس شیخ علی گفت انچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند
کہ ہفت کس از مرداں راہ دراں روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین،، اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو روح پاک مصطفویؐ کا مجلس
خیر میں آنا دوسرے تعظیم روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت غوث اعظم سے پیر دستگیر کا کھڑا ہو جانا یہ سند ہوئی استحباب قیام کے واسطے تشریف
آوری ارباب فضل و اکرام کے تیسرے حضرت غوث پاکؒ کی علو شان اور قوت ادراک دوسرے آدمی خواب میں دیکھیں آپ بیداری میں دیکھا قصہ مختصر یہ

نقل کرنا ان حکایات و مکاشفات کا خالی نا واقفیت قواعد دین سے نہیں چنانچہ یہ مصرح ہے کہ الہام و کشف اولیاء کا مفید حکم اور حجت علی الغیر
نہیں ہوتا امام غزالی مشاہدہ کو فرماتے ہیں دو مشاہد[2] کے واسطے ارواح کا مشاہد کے گھر میں آنا ضرور نہیں قلب منور بعید سے دیکھتا ہے مثل قریب کے باذن
اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے حق تعالیٰ علیٰ ہٰذا مصافحہ کرنا علیٰ ہٰذا قصہ شیخ عبد القادر گیلانی کا کشف روحی اور رویا روحی ہے اس میں تنزل
کی کچھ حاجت نہیں اور وقت انکشاف کے جب حضور ہو گیا تو ادب ضرور ہی ہو گا پس مؤلف کا یہ کہنا کہ روح مصطفویؐ کا مجلس میں آنا نکلا محض
ناواقفیت معاملہ کشفی سے ہے اگر کوئی خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو مؤلف حکم کرے گا کہ آپ اس کے گھر تشریف لائے اب عقل مؤلف
کو دیکھنا چاہیے کہ اور استحباب قیام آنے والے کے واسطے ثابت ہے معترض نے کب انکار کیا ہے مؤلف کی عقل پر غشاوہ[3] ہے اب شہود کے وقت مثل حیوٰۃ
کے معاملہ ہونا چاہیے کلام اس میں نہیں مؤلف کو اصل مطلب فہمی سے کام ہی نہیں اگر اہل محفل میلاد کو زیارت فخر عالم کی ہو وے تو قیام کو کون منع کرتا ہے
اور معترض لفظ آیا کرتی ہے پر شبہ کرتا ہے غرض اعتراض کچھ اور دلائل مؤلف کے کچھ اور عجب قصہ ہے قولہ اور اگر کوئی یہ سمجھے الخ اقول مؤلف نے آپ ہی
اعتراض بنایا کہ آپ مستغرق مشاہدہ میں ہیں توجہ الی الدنیا کیوں کر ہو سکتی ہے اور آپ ہی جواب دیا کہ آپ کی وسعت علم کو یہ مانع نہیں اور تفسیر
عزیزی و زرقانی سے حجت لایا مگر عجیب ہے کہ اس کا نہ معترض مانع ہوا اور نہ مؤلف کو کچھ فائدہ عبث اوراق سیاہ کرتا ہے معترض دوام تشریف آوری
روح پاک کا اور مجالس میں انکار کرتا ہے مؤلف امکان علم و حضور ثابت کر رہا ہے نہ گھر کی خبر نہ اپنے ہوش اور حضرت عزرائیل کی مثال پر پھولا

[1] غیر کے مقابلہ میں دلیل [2] مشاہدہ کرنے والا [3] پردہ،

Marfat.com

کہ روح نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر آمد و رفت فرماتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حضوری میں مستغرق ان کو دنیا کی طرف کب توجہ
ہوتی ہوگی جواب اس کا یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ فرماتے ہیں والقمر اذا تسق کی تفسیر میں ،، و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وار
شاد بنی نوع خود گردانیدہ دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد ،، جب
اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال تو بدرجہا اس سے فائق ہوگا چنانچہ خاتمۃ المحدثین زرقانی صفحہ ۳۲۶ مقصد عاشر
میں لکھتے ہیں ولا ریب ان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل واکمل من حال الملائکۃ هذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض الف مائۃ
روح او ازید فی وقت واحد ولا یشغلہ قبض عن قبض وهو مع ذلك مشغول بعبادۃ اللہ تعالیٰ مقبل علی التسبیح والتقدیس فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم
حی فی قبرہ یصلی ویعبد ربہ ویشاهدہ ولا یزال فی حضرۃ اقترابہ متلذذ اباسماع خطابہ ولکن اکان شانہ وعادتہ فی الدنیا یفیض علی امتہ من
تجلی الوحی الالهی مما افاضہ اللہ ولا یشغلہ هذا الشان وهو شانہ افاضۃ الانوار القدسیۃ علی امتہ عن شغلہ بالحضرۃ الالهیۃ یعنی آپ کا قبر میں یہی حال
ہے اور دنیا میں بھی یہی تھا کہ امت پر فیضان جاری رہتا تھا اور خدا سے ملے رہتے تھے ادہر کی مشغولیت سے اُدہر کی مشغولی میں فرق نہ آتا تھا سے ادہر اللہ
سے وصل ادہر مخلوق میں شامل :: خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا ،، پس ادہر توسع ادراک علم و قوت استعداد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر
اُدہر روح انبیاء کی سرعتِ سیر معلوم کہ حضرت ابراہیمؑ معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات بیت المقدس سے ساتویں آسمان پر سات ہزار برس کا رستہ
طے کرکے ادنیٰ فرصت میں پہنچ گئے چنانچہ ہم روایت اس کی بیان کرچکے پھر کیا اشکال و بال جان ہو رہا ہے منکرین کو کہ صرف چند محافل میلاد بہ جو چند شہر
متعددہ میں منعقد ہو رہی ہیں ان میں بسرعت سیر حاضر ہو جانے کی قدرت روح پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں مانتے وہ پیغمبر سید المرسلین جو ابراہیم
خلیل اللہ سے بھی افضل بالاتفاق ہیں مفضول تو سات ہزار برس کی راہ طے کرے ایک دم میں اور فاضل افضل چند مقامات کی سیر نہ کر سکے کمال کم فہمی کی
بات ہے اور اس پر طرہ یہ کہ جو ایسا اعتقاد کرے ان کو مشرک قرار دیں سبحان اللہ شرک کے معنی ابھی یہ حضرات خوب سمجھے واضح ہو کہ بہت مقامات
میں حاضر ہو جانا ایک زمانہ میں روح مبارک کا جس کو یہ لوگ شرک کہتے ہیں اس کی تشریح اس رسالہ میں گذر چکی جہاں چاند سورج اور ملک الموت
کی تمثیل ہے اور کتاب دافع الاوہام میں کلام محققین مستندین سے ثابت کیا گیا کہ روح کاملین کی آن واحد میں مقامات متعددہ میں جا سکتی ہے جس
کو دیکھنا ہو اس میں دیکھے اب ہم تماشے کی بات سناتے ہیں ہٹ دھرمی اسی کا نام ہے مولوی اسماعیل صاحب اپنے پیر کیواسطے کتاب صراط مستقیم میں
روح خواجہ عالیشان اور روح غوث پاک کو بغداد و بخارا سے مہینہ بھر تک آنا بیان فرماویں وہ تو آمنا اور صدقنا اور دوسروں کے واسطے فتاوی

پہلے جواب اس کا ہو چکا کہ حق تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو ایسی قوت وعلم دیا ہے اور ان کے متعلق یہ خدمت کی ہے کہ اگر فخر عالم کو اس سے صدہا گونہ
زائد ہو تو کیا عجب ہے مگر کلام فعلیت میں ہے کہ یہ ہوتا ہے یا نہیں اب خلاصہ و نتیجہ دلائل وجواب مؤلف کا دیکھو قولہ پس ادہر توسع ادراک وعلم الخ اقول
سبحان اللہ فہم مؤلف پر عجب ہے نہ توسع ادراک کا ذکر نہ سرعت سیر کا انکار کلام فعلیت حضور میں اور تشریف آوری دائمی میں ہے اور قیاس عقلی
مؤلف کا امکان میں حالاں کہ عقائد کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے چند اقوال وہ بھی خارج مبحث ذکر کرکے آنکھ بند کرکے ایک ڈھکوسلا لکھ
دیا کچھ تو شرم کرنی تھی کہ عقائد کا مسئلہ اور اعتراض کے خلاف کیا اثبات کرتا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں اور کیا واجب تھا اب باقی
کلام لایعنی کا جواب صرف نہیں چاند سورج ملک الموت کا جواب سب مذکور ہو چکا اور سید صاحب کے قصہ کے عدم فہمی کی بھی اطلاع ہو چکی
ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ،،

Marfat.com

بنا زیہ کھولا جاتا ہے کہ من قال ان الارواح المشائخ حاضرۃ نعلم یکفر اس جلسہ اری اور جمیت پر کمال افسوس سوال حاضر ہو جانا روح کا ممکن الوقوع تو ہے لیکن امکان وقوع کو وقوع ضرور نہیں ہے یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ان محفلوں میں آجاتی ہے جواب ارواح کا آنا کوئی امر حسی آنکھوں سے دیکھنے کا نہیں کہ ہر کوئی دیکھکر بتا سکے بلکہ امر باطنی قسم عالم امر سے ہے اس کا ثبوت ارباب مکاشفہ سے ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کا قلب صاف اور نفس ان کا کدورتوں سے پاک اور نظر باطنی ان کی عمیق پس اس قسم کے آدمیوں کے منامات میں بھی بشارت ہوئی کہ حضورؐ کا گذر مولد شریف میں ہوتا ہے اور بعض صلحا مجلس میلاد میں مشرف بزیارت بھی ہوئے محمد بن یحییٰ جو مکہ معظمہ میں مذہب حنبلیؒ کے مفتی تھے علماء اعلام و مقتدایان دین اسلام سے نقل کرتے ہیں کہ عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحضر روحانیۃ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح علامہ زین العابدین برزنجی جن کا مولد شریف منظوم دیار عرب کی محافل میں پڑھا جاتا ہے وہ مقام قیام میں لکھتے ہیں ست لقد سن اہل العلم والفضل والتقی: قیاما علی الاقدام مع حسن امعان: بتشخیص ذات المصطفیٰ وھو حاضر: بای مقام فیہ یذکر بل دان ۔۔ اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں تین مقام پر ایک جگہ موقع سلام میں دوسری جگہ خصائص میں تیسری جگہ تعلیم آداب تصور جمال ذی مبارک میں تصریح کی ہے ساتھ حاضر ہونے روحانیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بھی یہ ذکر فرمایا ہے جس کے دیدہ بینا ہوں ڈھونڈ کر نکال لے یہ دونوں کتابیں کثرت سے موجود ہیں اور اس مسئلہ

اگرچہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں مگر ہر وقت یہ بات ضروری نہیں کشف کی حقیقت اور یہ کہ کشف سے احکام ثابت نہیں ہوتے

قولہ سوال حاضر ہو جانا روح کا ممکن الوقوع الخ **اقول** مؤلف نے یہ عبارات نقل کیں اور فی الحقیقت اصل مدعا کو اس سے کچھ مساس نہ تھا یہ بھی ایک فریب دہی تھی کہ عوام تو جان جاتے ہیں کہ بہت سی روایات سے یہ مدعا ثابت کیا ہے مگر اہل علم سمجھ جاویں گے کہ یہ محض تطویل بے سود ہے لہذا بندہ نے ہر عبارت پر اشارہ کر دیا ہے کہ اس کو مدعا سے علاقہ نہیں آخر مؤلف کو خود ہوش آگئی تو سوال جواب کر کے اس کو رفع کرنا چاہتا ہے خلاصہ سوال تو ظاہر ہے کہ سب روایات سے تقلب ارواح[1] کا معلوم ہوتا ہے پھر مجلس مولود میں آنا کس طرح معلوم ہو کیوں کہ معلوم ہونے کے طریق معتبر دین میں تین ہیں یا حواس سو وہ تو یہاں نہیں دوسری عقل سو ظاہر ہے وہ یہاں مفقود ہے کیوں کہ یہ امر عقل سے ثابت نہیں ہو سکتا، تیسری خبر رسول سو وہ بھی اس باب میں غیر موجود پس مدعا پر دلیل کس طرح ہو سکتی ہے اب مؤلف کا جواب قابل سننے کے ہے کہ کہتا ہے کہ یہاں آنکھوں سے علم ہو سکتا ہی نہیں یعنی حواس کا کام نہیں کہ اُس کو دریافت کرے اور اخبار متواترہ[2] خبر رسول کی جو قطعی ہوں وہ بھی مفقود مگر ارباب مکاشفہ سے ثبوت ہو سکتا ہے الغرض مؤلف نے اقرار کیا کہ ہر سہ امر طریق علم کے جو معتبر شرع میں ہیں یہاں نہیں پائے جاتے اب باب مکاشفہ کی خبر معاملہ سے اور رویا[3] سے ثابت ہوتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ مؤلف نے اس قدر تطویل بے سود کر کے کہا تو یہ کہا کہ خواب میں اور مکاشفہ میں لوگوں کو معلوم ہوا ہے اور خود محقق ہے کہ دین میں علی الخصوص اعتقاد میں رویا اور کشف کا اعتبار نہیں اور اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا خصوصاً مسئلہ عقائد تو اب سب ارباب عقل غور کریں کہ فقط مدار عقیدہ مؤلف کا خوابوں اور مکاشفات پر ہے پھر اس قدر روایات بے سود نقل کرنا اگر فریب دہی نہیں تھا تو کیا تھا اول ہی لکھدینا تھا کہ خواب سے یہ معلوم ہوتا ہے جو آخر کہا اول سے کہتا پس اب ہم کو جواب میں یہ کافی تھا کہ یہی کہدیتے کہ شرعاً یہ سب غیر معتبر ہیں خدا تعالیٰ مؤلف کو ہدایت کرے کہ گوشت ماخورد و حلق خود بدرید، اور مآل کار اس ہی اپنی اصل پر آگیا انتار ونا ردیا اور دعویٰ کو دلیل سے مناسبت نہیں اور جواب کو اعتراض سے علاقہ نہیں توبہ توبہ اور شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں بعض حکایات اولیاءؒ کی نقل کر کے یہ آخر میں لکھدیا ہے کہ ،، بالجملہ دیدن آنحضرت بصورت مثال است چنانچہ در نوم مرئی شود در یقظہ نیز می نماید داں شخص شریف

---

[1] ارواح کا پھرنا [2] وہ احادیث جن کی سند حد تواتر کو پہونچی ہو [3] خواب ۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ومدحہ۔

کی زیارت بزعم خود کلام شاہ ولی اللہ صاحب میں جو موجود ہے فیوض الحرمین میں اپنے مشاہدہ کے بیان میں جو مدینہ طیبہ میں جا کر حاصل ہوئے فرماتے ہیں ورأیتہ مستقرا
علی التواجہ متوجہا الی الخلق لا یسأ یاس عظوت فاذا توجہ الیہ الانسان یحصل الا ارید الانسان الوالی الھمۃ فقط بل کل من کبد یشتاق الی شیٔ
ویتوجہ الیہ بقصدہ وشوقہ فانہ یبتدی الیہ ورأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عبارت میں صاف بیان ہے کہ حضرت کا خوب دل کھلتا ہے خوشی سے اس کے طرف
جو درود پڑھے حضرت کی اور درود وسلام بھیجے اور جب کوئی مشتاق عشق دل سے ہمت لگاتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے حضرت کی طرف تو آپ اترآتے ہیں اس کے پاس
یہ خلاصہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا بعینہ ان کے الفاظ میں ہے اور جو کوئی زیادہ تحقیق چاہے تو اصل کتاب فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرے پاوے گا اس میں
زیادہ تر تشریح اور توضیح اس مطلب کی سوال، روح مبارک کا حاضر ہو جانا تو خیال بعید نہیں لیکن حاضر جب ہو سکتی ہے کہ یہ خبر ہو کہ کہاں
کہاں مجلس ہے اور غیب کی خبر کسی کو نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نمل میں قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور نیز حکم
کیا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ اعراف میں کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے کہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وما مسنی السوء اگر جانتا میں علم غیب کو بہت حاصل کرتا میں منفعت اور نہ پہنچتا مجکو نقصان جواب اس کا یہ ہے کہ اگر آپ صاحبوں کو ان آیتوں پر
ایمان ہو تو بہت اچھی بات ہے لیکن آدمی کل قرآن پر ایمان لانے سے مسلمان ہوتا ہے ایسا تو نہ چاہیے کہ کسی آیت پر ایمان ہو اور کسی سے انکار ہو جیسا فرمایا
اللہ تعالیٰ نے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض پس تم کو چاہیے کہ دوسری آیتوں کو بھی جانو سورہ آل عمران میں ہے وما کان اللہ لیطلعکم علی
الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی اللہ یوں نہیں کرتا کہ تم کو خبر دیدے غیب کی لیکن اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے
اور سورہ جن میں ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنی غیب کی بات کسی کو نہیں کھولتا
مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول ان چاروں آیتوں کے ملانے سے اہل سنت والجماعت کا جو مسئلہ اعتقادی ہے وہ کھلجاتا ہے یعنی اصل عالم الغیب اور علام
الغیوب اللہ تعالیٰ ہے زمین وآسمان میں کوئی ایسا نہیں جو یقینی طور پر کسی بات کو بلا تعلیم والہام حق جان لے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے برگزیدہ
رسول کو جس کو چاہے خبریں غیب کی بتا دیتا ہے پس جو شخص یوں کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بھی غیب کی بات نہیں جانتے وہ منکر ہوا

کہ در مدینہ آسودہ وی است ہماں متمثل می گردد در یک آں خواص را در یقظہ عوام را در منام انتہی۔ پس دیکھو حقیقت انکشاف کی یہ ہے کہ ارباب قلوب
صافی کے مخیلہ میں تمثیل ہوتا ہے اور خود آپ بجائے خود ہیں اور تشریف آوری اور حضور کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ان وقائع سے مؤلف تشریف
آوری ثابت کرتا ہے اور ناواقفیت حقیقت کشف کی ہے خود شیخ اس کے معتمد نے مؤلف کے سب دلائل رد کر دیئے مؤلف محض خواب وخیال پر ہی
عقائد اپنے اور خلق کے برباد کر رہا ہے۔ افسوس، علیٰ ہذا شاہ ولی اللہ صاحب جو شخص قبر مبارک پر متوجہ ہوتا ہے اس کا حال فرماتے ہیں اور اگر دور سے سلام
ہو تو پھر وہی تمثل ہے اور پھر یہ قصہ کشف والہام کا ہے جو شرع کی دلیل نہیں اور مدح وصلوٰۃ وسلام میں خود وارد ہے فان صلوٰتکم معروضۃ علی
الحدیث الاحادیث میں تبلیغ ملائکہ کی موجود ہے پس مؤلف نے بغیر حقیقت کشف اور منام کے مطلع ہوکے بے فہم ناتمام سے تراش لیا کہ خود روح
مبارک ہی صاحب کشف کے گھر آجاتی ہے اور حجت بنا کر لکھدی کچھ غیرت نہ کی معاذ اللہ۔ وائے در دین نبی رخنہ گری پیدا شد، اور کشف الغطا
میں لکھا ہے کہ یہ سب منام ویقظہ دیکھنا مشاہدہ تمثال ہے نہ عین حقیقت آپ کی پس سب لغوہ مؤلف کی ہدم ہو کر باطل ہوگئی **قولہ** سوال روح مبارک
کا حاضر الخ **اقول** یہ سب جواب محض تطویل اور کم فہمی ہے یہ کوئی نہیں کہتا اور اس اطلاع سے جو مؤلف نے لکھی حضور روح مبارک کا ہرگز
ثابت نہیں ہوتا ایک لغو تقریر ہے بذریعہ ملائکہ کے درود وسلام کا پہنچنا اور کشف واطلاع باذنہ تعالیٰ سب کچھ درست مگر اصل مدعی کا حال

لہ اس لئے تمہاری نماز میرے سامنے پیش کی گئی ۔ لہ معاذ اللہ نبی کے دین میں اس طرح رخنہ ڈالتے ہیں لہ ڈھنگ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے کلام کا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے چھانٹ لیتا ہے واسطے اخبار غیبی کے جس کو چاہے اور نیز منکر ہوا وہ حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ مشکوٰۃ کے باب المعجزات میں روایت ہے عمرو بن اخطب انصاریؓ سے کہ نماز جماعت پڑھائی ہم کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی اور منبر پر چڑھے ہم کو نصیحت فرمائی یہاںتک کہ ظہر کا وقت آگیا تب اترے منبر سے اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر پر فرماتے رہے نصیحت پھر عصر کا وقت آگیا پھر اترے اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر پر یہاںتک کہ چھپ گیا سورج اسدن بتا دیا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہونے والا قیامت تک اب ہم میں زیادہ عالم وہ ہے جس کو اس دن کی زیادہ باتیں یاد ہیں روایت کی یہ حدیث مسلم نے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بہت خبریں غیب کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہیں علاوہ اس کے بہت حدیثیں اس باب میں وارد ہیں بباعث طول کے اعراض کر کے شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کے کلام پر اعتماد کرتا ہوں شروع سیعزل میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ حضرتؐ نے خبر دی ہیں حاضر غائب کی سب پر اعتقاد واجب ہے اور یہ بھی لکھا ہے اسی جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر امتی کو جانتے ہیں کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے فرشتے حضرتؐ کو خبر پہنچاتے رہتے ہیں اور نور نبوت سے حضرت پہنچاتے ہیں سب امتیوں کو یہ عبارت ہم نقل کر چکے ہیں نور اول کی لمعۂ ثانیہ میں اور نقل کر چکے اسی مضمون کی روایتیں براز و زرقانی و قسطلانی وغیرہ سے اُسی مقام میں جب یہ باتیں ثابت ہو چکیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو جانا محافل میلاد کا کون بڑی بات ہے علاوہ اس کے محفل میلاد شریف میں مدح اور کثرت سے درود و سلام پڑھا جاتا ہے جب یہ کثرت سے جلسہ کا درود و سلام فرشتے حضرت کو پہنچاتے ہوں گے جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے پھر کیوں نہیں خبر ہوتی ہوگی اس جلسہ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور شاہ ولی اللہ کا کلام فیوض الحرمین میں سے ہم نقل کر چکے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہیں خلق کی طرف اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص کو توجہ ہوتی ہے وہ ادنیٰ چیز پہنچنے میں جھک جاتا ہے اس کی طرف اور یہ بھی انہوں نے لکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے ہیں اس سے جو ان پر درود و سلام اور مدح اور نعت پڑھتے ہیں پس خبر پالینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسطرح بخوبی ہو سکتا ہے نہ اہل سنت والجماعت پر یہ دھبہ لگتا ہے کہ یہ لوگ رسول مقبولؐ کو عالم الغیب جانتے ہیں اور نہ یہ کہ ہر جگہ ان کو حاضر و ناظر جانتے ہیں اب فکر کرنا چاہیئے ان حدیثوں میں جن کو علامہ زرقانی اور اسماعیل آفندی وغیرہما علماء حدیث و تفسیر نقل کرتے ہیں اس طرح کہ سب پیغمبروں کو ان کی امت کے اعمال پر اور والدین کو ان کی اولاد کے اعمال پر ہر جمعہ میں مطلع کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دو بار اطلاع کرتے ہیں ایک روز جمعہ اجمالاً جس طرح اور سب پیغمبروں کو امتوں کے حالات پر مطلع کرتے ہیں اور دوسرا ہر روزہ صبح و شام بطور تفصیل دوبار آپؐ کے آگے اعمال امت پیش کرتے ہیں گویا یہ درجہ حضرت کا دوسرے پیغمبروں پر زائد ہوا کہ آپؐ کو بروز جمعہ اجمالاً مطلع کیا اور نیز دوبار تفصیلاً ہر روز بس جو کوئی محفل کرتا ہے اکثر تو یہ ہے کہ ایک دو دن پہلے سے اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کے سامان شروع ہوتے ہیں ورنہ یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اگر شام کو محفل ہو تو صبح سے کچھ انتظام شیرینی یا کھانے وغیرہ کا ہونے لگتا ہے اور اگر صبح کو محفل ہے تو شام سے شروع ہو جاتا ہے اور اطلاع آدمیوں کو شروع ہو جاتی ہے تو سمجھنا چاہیئے جب کہ ہر روز دو مرتبہ صبح و شام حضرت کو خبر اعمال امت کی پہنچائی جاتی ہے جس کے گھر میں شام کو محفل ہوگی جو کچھ اُس نے صبح کو سامان کیا ہوگا یا کسی کو خبر

اوپر کے قول سے معلوم ہو چکا کہ محض بنا رمنام و کشف پر ہے اور پھر وہ بھی محض قیاس عقل کا تمام مؤلف کا اور یہ حجت شرعیہ نہیں کتب عقائد میں مذکور ہے اور یہ امر مشہور ہے مخفی نہیں گو مؤلف کو علم نہیں سو اس کی فضول طویل کلام خود لغو ہو گئی مطلب سے کچھ علاقہ اس کا نہیں ظن و تخمین کا عقیدہ مؤلف کا ہے آپ ہی ایک دفعہ کہتا ہے بقولہ حضور بھی احسان و نوازش فرماتے ہوں گے اور پھر آپ ہی کہتا ہے بقولہ جلوہ فرما ہوتے

Marfat.com

ہو گی وعلی صبح کو حضرت کے پاس فرشتوں نے اسیوقت پہنچا دیا ہوگا بس حضرت کو پہلے ہی خبر پہنچ گئی کہ شام کو محفل ہمارے فلاں امتی کے گھر ہوگی اور اگر اس کے گھر صبح کو محفل ہونے والی ہے اور شام کو اس شخص نے اسباب فراہم کیا ہوگا یا کسی کے سامنے منت نکالا ہوگا کہ میں صبح محفل کرونگا اس کی بھی خبر اس قدر قبل انعقاد حضرت کو فرشتوں نے پہنچا دی ہوگی پس حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جان گئے کہ علی الصبح محفل ہوگی علاوہ اس کے تیسرا طریق اور چوتھا طریق حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبردار ہونے کا اور بھی ہے لیکن وہ دونوں دقیق ہیں عام فہم نہیں ہیں اس لئے ان سے سکوت کر کے ان ہی دو طریق پر اکتفا کیا۔ اب جاننا چاہیئے جب کہ خبر ہو گئی اُن وسائط سے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضرت خود متوجہ امت کی طرف ہیں موافق قول شاہ ولی اللہ صاحب کے اور نیز آپ کی تعریف قرآن مجید میں ہے بالمومنین رؤف الرحیم تو ہرگز حضور صلہ رحمی سے محروم نہ رکھیں گے اور احادیث میں آیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کیا تھے یہ قرآن آپ کا اخلاق تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں یہ لفظ موجود ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان تو یہ لابد اس آیت کی تعمیل بھی آپ کے اخلاق میں ہوگی اس مدح خوانی اور درود و سلام وتعظیم وآداب کے مقابل میں حضور بھی احسان ونوازش فرماتے ہوں گے چنانچہ ارباب مکاشفہ نے ان خیرات وبرکات کی خبر دی ہے الحاصل آیات واحادیث واقوال علماء سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ انعقاد محافل میلاد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر بعض واسطوں سے پہنچ جاتی ہے اور نیز روح مبارک ارباب محفل پر براہ عنایت وکرم جلوہ فرما ہو جاتے ہیں اب دیکھیئے اس بیان کو حقیقت کفر وشرک سے شمہ بھی لگاؤ نہیں ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ بانیان محفل میلاد علی العموم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ روح مبارک ہر جگہ موجود ہو جاتی ہے خواہ اس محفل میں قاری مولد کوئی مرد دین دار محب رسول ہو یا کیسا ہی آدمی ہو سامعین مہذب باداب ظاہر وباطن ہوں یا نہ ہوں روایات اس میں صحیح طور پر بیان کیجاتی ہوں یا موضوع جھوٹی باتیں شاعرونکی گھڑی ہوئی پڑھتے ہوں کھانے اور شیرینی اور عطر میں مال زید اور محنت کا کمایا ہوا ہو، یا رشوت اور سود اور غصب کا مارا ہوا ہو، دلوں کو اچھی طرح اشتیاق کے ساتھ حضور کے تصور میں لگا رکھا ہو یا نہیں حاضرین جلسہ خوش اعتقاد ہوں یا نہیں ہم نے بہتیری مجالس میں دیکھا ہو کہ کسی کسی وجہ سے بعض منکرین بدطینت وبداعتقاد بھی آجاتے ہیں حالاں کہ ایسے شخصوں کا حاضر ہونا ایک

ہی سوا ایسے تردد کا عقیدہ مؤلف کو مبارک ہو۔

تشریف آوری روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں مؤلف کی غلطیاں

قولہ طرفہ تر یہ کہ بانیان الخ **اقول** کیا طرفہ تماشا ہے کہ معترض تو خود یہ کہتا تھا کہ اہل مولود کا یہ اعتقاد ہے کہ روح مبارک محفل میں آیا کرتی ہے اور حاضر ہے اس پر مؤلف بہت گرما گرمی وزور شور سے دلایل پیش کر کے سر ہوئے اور ناچار ہو کر منامات[1] مکاشفات پر تنزل[2] کیا جب اس کو بھی کام چلتا نہ دیکھا تو اور کچھ غیب شب مارکے ظن وتخمین پر آیا اور کہا کہ آیۃ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان لابد کے اخلاق میں ہوگی معاذ اللہ مؤلف کو کچھ تردد بھی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام اس آیت پر عامل ہیں یا نہیں کہ بلفظ ہوگی بیان کرتا ہے استغفر اللہ پھر قطعی حکم لگایا کہ جلوہ فرمائی ہے بس یک دفعہ پلٹی کھائی تو کیا کہتا ہے کہ جس کا خلاصہ ہے کہ اس زمانہ کی مجالس میں ہرگز نہیں تشریف لاتے، سبحان کسقدر تعجب انگیز اور حیرت خیز تقریر ہے کہ جس کے مسلسل ہونے کا مؤلف بھی دم بھرتا ہے اور ناظرین کو تو طرب ہوتا ہی ہے، گہی بر بر طارم اعلیٰ نشینم :: گہے بر پشت پائے خود نہ بینم :: ایک ثبوت ایک مسئلہ اس قدر اقوال متحو لیس سو کہ مؤلف دعویٰ کرتا ہے کہ قاری اگر دین دار محب ہوگا تو روح پاک آوے گی اور سامعین مہذب باداب ظاہر وباطن نہ ہوں گے تو بھی نہ آوے گی یا موضوع معاینت۔ یا شاعری کا مضمون ہو یا شب کے مال کی شیرینی وغیرہ ہو یا حضور علیہ السلام کے تصور میں دل نہ

[1] خواب [2] اترانا۔

Marfat.com

قسم کی کدورت محفل پاک میں پیدا کرتا ہے نماز استسقاء میں جو طلب رحمت الٰہی کے واسطے ہوتی ہے فقہاء شرط کرتے ہیں کہ عین نماز میں جب اہل اسلام ایک خستہ اور شکستہ حال کے ساتھ روتی ہوئی اور عجز و نیاز کرتی ہوئے نکلیں کوئی کافر اہل کتاب وغیرہ اپنے ساتھ نہ لیویں کیوں کہ وہ لوگ مستحق غضب الٰہی ہیں ان کو نزول رحمت کی موقع میں ساتھ لینا اپنا نقصان کرنا ہے چنانچہ یہ مضمون ہدایہ کی عبارت سے صاف واضح ہے ولا یحضر اھل الذمۃ الاستسقاء لانہ لاستنزال الرحمۃ وانما تنزل علیہم اللعنۃ بھلا جب محفل میں آداب ضروریہ جن کا ہم ذکر کر چکے مدنظر نہ ہونگے اور ہر قسم کے آدمی منکر و غیر منکر داخل ہوں گے یہ شکلیں روح مبارک حضرت رحمۃ اللعالمین کی تشریف آوری کی نہیں علاوہ بریں تقویٰ اور اخلاص پر بھی مدار ہے زمانہ سلف میں جو محفلیں ہوتی تھیں ان میں لکھا ہے یحضر فیہ اعیان العلماء ومشایخ الطریقۃ ویکون فیہ اجتماع الصالحین اور اس زمانہ میں آدمیوں کی صلاحیت اور عشق الٰہی اور تقویٰ اور اجتناب مناہی کا حال معلوم اور عمل کا ثواب باعتبار درجات قوت تقویٰ کے مختلف ہوتا ہے قاضی ثناء اللہ صاحب آخر کتاب مالابد میں لکھتے ہیں، ''چوں قلب اخلاص بہم رساند دو رکعت او بہتر از ایک رکعت دیگراں باشد ہم چنیں صوم وصدقہ او رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اگر شما مثل کوہ احد زر در راہ خدا خرج کنید برابر یک سیر یا نیم سیر جو نباشد کہ صحابہ در راہ خدا دادہ اند ایں از جہت قوت ایمان واخلاص نشان است انتہیٰ کلامہ اور اسی طرح نماز کے باب میں وارد ہوا ہے حدیث شریف میں ان العبد اذا قام الی الصلوٰۃ رفع اللہ تعالیٰ الحجاب بینہ وبینہ واجہہ بوجہہ الکریم یعنی جب بندہ نماز پر کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اٹھا دیتا ہے حجاب اپنے اور اس کے بیچ میں سے اور سامنے اس کے کر دیتا ہے اپنا وجہ کریم اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے زمین کے کناروں تک بھاگ جاتا ہے اس ڈر سے کہ یہ بندہ اپنے بادشاہ کے پاس جانے کا ارادہ کرتا ہے جب وہ وضو کر کے کہتا ہے اللہ اکبر چھپ جاتا ہے ابلیس، اور اللہ جل شانہٗ اس بندہ کے سامنے ہو جاتا ہے اور ایک اور احادیث میں آیا ہے اپنے اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے خلاصہ کہ یہی نماز ہم غافل لوگ پڑھتے ہیں ہم کو نماز میں کچھ بھی نظر نہیں آتا اور ایک اولیاء اللہ کی نماز ہے کہ ان کو نماز میں مشاہدہ ربانی حاصل ہوتا ہے اور مقامات عطا ہوتے ہیں اسی طرح مقبولیت محافل میلاد کے درجات ہیں ۔ دانہ بخیر شد نام ہر میوہ ۔ نہ عمل نبیدہ ست ہر بیوہ. روح مبارک کا تشریف لانا اعلیٰ درجہ کی بات ہے پس ہر محفل میں کہ خواہ وہ کیسی ہی وضع سے مرتب ہو تشریف آوری کا دعویٰ کون کرتا ہے اگر مرد خوش اعتقاد و سامان پاکیزہ اور مال اپنے زور بازو کا کمایا ہوا صرف کرے اور روایات صحیحہ اور اشعار جائزہ بالحان خوش و نیت نیک اعتقاد درست وبہیبت ادب وتعظیم شوق و ذوق کیساتھ پڑھے اور سامعین مشتاق قلب خاص سے متوجہ ہوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مدنظر ہو دل کو اسی طرف لگا دیں تو کیا مضائقہ ہے کہ جس طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے فانہ ینذل الیہ کا مضمون یعنی ع من آیم بجان گر تو آئی بہ تن

نہ لگا ہو یا حاضرین خوش عقیدہ نہ ہوں تو بھی مورد روح مبارک کا نہیں ہوگا، پس ایسی محفل ہندوستان میں تو شاید کہیں ہو کہ ان سب امور سے خالی ہو خود مؤلف صدر الصلحا[1] کی محفل میں بھی فساق ومبتدع[2] ہر روز ہوتے ہیں عرب کی اور شام ومصر وغیرہ کی بھی محافل میں قطعاً یہ بات نہیں. تو اب کہو کہ مؤلف نے قطعاً انکار حضور روح پاک کا کر دیا اور ان محافل کو محل نزول ہونے سے بھی خارج بنا دیا تو اب یہ عقیدہ بیان کرنا اور بعقیدہ حضور دست بستہ[3] ہونا شرک ہوا یا نہ ہوا مؤلف کے منہ میں جلیبی دینی چاہیئے، کہ بڑی محنت وجانکاہی کر کے اور تمام عالم کا دور اور تلاش کر کے مدعیٰ ثابت کر کے تھک کر پڑے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ بریں عقل ودانش بباید گریست وہ کونسی محفل ہو کہ آداب ظاہری وباطنی سے مملو اور سب حاضرین ایسے ہوں ہاں اولیاء واقطاب[4] اس دور کے جمع ہو کر کریں تو ممکن ہے پس جب نہیں تو حسب زعم مؤلف کے

[1] نیک بختوں [2] اہل بدعت [3] ہاتھ باندھ لینا [4] قطب کی جمع

Marfat.com

ظہور فرمائے، سابقًا جو بعض اولیاء کو منامات اور واقعات میں حال تشریف آوری روح مبارک کا ظاہر ہونا اور عبارت محمد بن یحییٰ اور زین العابدین کا ذکر ہم کر چکے ہیں وہ محمول اسی طرح کی محافل مقدسہ مہذبہ کے لئے ہے اور اگر یہ باتیں حاصل نہیں تو یہ دعویٰ روح مبارک کے آنے کا ہر محفل کے لئے نہیں لیکن یہ بات کل کیواسطے کہی جاوے گی جو کوئی یہ محفل کرے گا بلاؤں سے نجات اور حصول مرادات کا ثمرہ پاوے گا اپنے اخلاص کے موافق یعنی عامی عام طور پر اور خواص خاص طور پر نفع اٹھائیں گے اور یہ خوب سمجھنا چاہیئے کہ قیام کرنا وقت ذکر ولادت موقوف روح کے تشریف لانے پر نہیں، عالم الامۃ مقتدا الائمہ امام تقی الدین سبکیؒ اور ان کی مجلس میں اکابر علماء تھے ایک شعر مدح کا سن کر کھڑے ہو گئے چنانچہ سیرت حلبی میں مذکور ہے اس میں روح کا آنا کچھ بھی مذکور نہیں بلکہ یہ ہے قام الامام السبکی رحمۃ اللہ وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر اور اسی طرح نقل کیا اسماعیل آفندی نے تفسیر روح البیان میں اور سیرت شامی میں ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ یعنی کہ محبین رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے ہیں ذکر ولادت شریف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یہ نہیں لکھا کہ روح مبارک کو دیکھکر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رسالہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر میں امام برزنجی نے لکھا ہے قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ ذوو روایۃ ودرایۃ اور یہ نہیں فرمایا استحسن القیام عند رویۃ روحہا وعند قدوم روحہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلاصہ یہ کہ یہ قیام مختص واسطے قدوم روح مبارک کے نہیں اگر یہ ہوتا تو جس کو روح مبارک نظر آتی وہ کھڑا ہوتا جس کو نظر نہ آتی نہ کھڑا ہوتا حالانکہ عمل جمیع بلاد اسلامیہ کا عرب وعجم مشرق ومغرب میں اسی بات پر ہے کہ بلا روح پر فتوح بمجرد سماع ذکر ولادت شریف جمیع اہل محافل کھڑے ہو جاتے ہیں اگر کوئی یہ کہے اگر روح مبارک تشریف نہیں لاتی پھر تعظیم کس بات کی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ قیام فقط تعظیم تشریف آوری کے لئے نہیں بلکہ شرع شریف میں چند مقامات پر قیام پایا گیا ہے ایک آنے والے کی تعظیم میں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وقت تشریف لانے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام فرمایا کرتی تھیں کذا فی المشکوٰۃ دوسرا وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر چکے بچا ہوا پانی پیا کھڑے ہو کر اور یہ کہا مجھکو پسند آیا کہ دکھاؤں تم کو کس طرح وضو کرتے تھے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی، اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہو کر پیتے ہوں گے

بھی ان امور سے کوئی محفل خالی نہیں ورنہ مانعین تو حسب روایت شارح منیہ اس کو کراہت وبدعت سے خالی جانتے ہی نہیں لہٰذا معترض کا اعتراض مقبول ومسلم مؤلف کے نزدیک ہوا قصہ طے ہوا اب مؤلف کی کج فہمی کا کیا بیان کروں اور اس کے ذیل کی روایات استفسار اور اخلاص کا ہم کو کیا تعاقب کرنا ہے کہ وہ ان روایات سے اپنا ہی گھر ہدم کرتا ہے

جواز قیام مولود میں مؤلف کے قیاسات کا رد | **قولہ** لیکن یہ بات کل کے واسطے الخ **اقول** یہ کلام محض لغو غلط ہے جب وہ محل نزول روح مبارک کا نہیں تو بالضرور ملوث بمعاصی ہے وہاں حصول ثمرات کہاں وہ تو موجب سیئات ہے وہاں جانا شریک ہونا ناجائز ہے بقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین چنانچہ سابقًا ذکر ہو چکا تو یہ فقرہ مؤلف کا بالکل مخالف نص قطعی کے ہے سوائے عدم رضا حق تعالیٰ کے ایسی مجالس کا ثمرہ ہرگز کچھ نہیں اور مجمع مولود کے معاصی ومنکرات کا مشاہدہ سب کو حاصل ہے پس معصیت ومنکر کے درخت کو عصیان کا ثمر لگے گا جبر الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے مدعا مانعین کا مؤلف کے منہ سے ثابت کرا دیا وکفی اللہ المؤمنین القتال **قولہ** اور یہ خوب سمجھنا چاہیئے الخ **اقول** مؤلف نے ناچار قول معترض کا قبول کیا اب پھر رلا ملا کر اثبات قیام کا کرنا ملمع بیانی سے چاہتا ہے مگر سخت سطحی ہے اور فہم سے بیگانہ جس جس موقع پر قیام مستحسن ہے کوئی بھی اس کو منع اور انکار نہیں کرتا اور یہاں جو منع ہے تو اول تعین وتقید مطلق کی وجہ سے مکروہ کہا تھا پھر

سلہ میچا کرنا ۲ے گناہوں سے آلودہ ،

Marfat.com

تیسرے، زم زم کا پانی کھڑا ہو کر پینا بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں پلایا میں نے رسول صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو پانی زمزم کا پس پیا آپ نے کھڑے ہو کر الحاصل فقہا رحمہم اللہ ان دونوں پانیوں کو قبلہ رو کھڑا ہو کر پینا مستحب اور مندوب لکھتے ہیں اس لفظ سے صاف تعظیم معلوم ہوتی ہے اور بعضوں نے یہ مسئلہ ان الفاظ سے لکھا ہے پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ نہیں اس سے بھی قیام تعظیمی ثابت ہو گیا یعنی کھڑے ہو کر پینے کی جو کراہت شرع میں تھی وہ بباعث عظمت ان دونوں پانیوں کے ساقط ہو گئی اس لئے کہ زم زم کا پانی حصول شفا کا سبب ہے اور اسی طرح وضو کا پانی بچا ہوا موجب شفا ہے شامی نے لکھا ہے کہ میرے بزرگ عبد الغنی نابلسی جب مریض ہوتے تھے وضو کا باقی پانی بارادہ حصول شفا پیتے تھے موافق فرمان سچے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پس آرام ہو جاتا تھا ان کو انتہیٰ کلامہ الشامی، یہاں ایک بات اور بھی حاصل ہوئی یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے شرع میں لیکن جب آب زم زم اور آب بقیہ وضو کی عظمت پر خیال کر کے کھڑا ہو کر پیئے تو قصد تعظیم کے سبب کراہت جاتی رہتی ہے پس بفرض محال اگر قیام تعظیمی مکروہ بھی ہوتا تب بھی جو لوگ بارادۂ تعظیم شانِ مصطفائی کھڑے ہوتے ہیں چاہیئے ان کے لئے درست ہو جاوے مکروہ یا شرک یا حرام ہونے کے کیا معنیٰ ؟ چوتھا کھڑا ہونا جس وقت عمامہ باندھے بعض فقہا اس کو مستحسن کہتے ہیں پانچویں کھڑا ہونا وقت سماع اذان کے درمختار میں ہے ویندب القیام عند سماع الاذان، و در فتاویٰ برہنہ آوردہ چوں آواز اذان برآید کہ باید کہ ماشی بایستد و نشستہ زانو زند ہرچہ بتعظیم نزدیک تر کند چھٹا کھڑا ہونا واسطے تعظیم مطلق ذکر کے تفسیر میں ابن عمر اور عروہ بن زبیر اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ وہ سب نکلے اور گئے عیدگاہ میں پھر وہ ذکر اللہ کرنے لگے ان میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ کیا فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً تب وہ سب کھڑے ہو گئے اور ذکر اللہ کرنے لگے کھڑے ہو کے ساتواں کھڑا ہو کر مدح اور مفاخر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پڑھنی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسانؓ منبر پر کھڑے ہو کر اشعار فخریہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھتے تھے آٹھواں کھڑا ہونا دست بستہ وقت زیارت رسول مقبول صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے روضۂ مطہرہ کے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے نواں جب کوئی اپنا پیشوا مجلس سے اٹھے اس کی معیت میں تعظیماً کھڑے ہو جانا چنانچہ مشکوٰۃ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد میں ہم کو حدیث سناتے تھے جب آپؐ اٹھتے ہم بھی سب کھڑے ہو جاتے تھے اور جس وقت تک آپ گھر میں داخل نہ ہو جاتے ہم کھڑے رہتے تھے علاوہ ان آٹھ مقامات کے اور بھی مواضع میں قیام آیا ہے جس کی نظر فتاویٰ اور احادیث پر ہو گی وہ دیکھ لے گا الحاصل ان تمثیلات سے یہ ثابت ہو گیا کہ قیام مخصوص فقط تعظیم آنیوالے کے لئے نہیں بلکہ اور بھی مقامات میں قیام پایا گیا ہے اور قدر مشترک سب میں یہ مضمون ہے کہ قیام جس امر میں کیا جاتا ہے اس امر کی تعظیم کا فائدہ دیتا

بسبب فساد عقیدہ عوام کے شرک تک کی نوبت پہنچی سو علامہ سبکی کا شوق میں کھڑا ہو جانا محل انکار نہیں اور اس خصوصیت مجوزہ قیام پر کچھ اس سے ثبوت و استدلال نہیں اگرچہ یہ قیام مولود بوجہ تشریف آوری روح مبارک کے نہ ہو تو خصوصیت کی کراہت تو موجود ہے مگر مؤلف کی کوتاہ فہمی غضب ہے اب حضوری کو پلہ باندھ لیا اور سب امور سے اعراض اور نسیان[۱] ہو گیا اور استحسان قیام میں خصوصیت ہے تو دراصل منکر ہوئی ہے مگر مؤلف سے کسی اعتراض اور کسی مسئلہ کا جواب اولّہ[۲] اربعہ سے نہیں دیا جاتا وہی ایک داب ہے کہ علما نے یوں کہا ہے یوں کیا ہے سو اس کا جواب بھی چند دفعہ ہو لیا کہ دلیل شرعی کے مقابلہ میں کسی کا قول لائق التفات کے نہیں اگرچہ صد ہزار ہوں معہٰذا حسن ظن سے ہم ان کے فعل کو محل[۳] حسن پر حمل کرتے ہیں جیسا مذکور ہو چکا کیا بار بار تکرار کیا جاوے مؤلف کا تو یہی تمسک[۴] ظاہر ہر جگہ

[۱] فراموشی [۲] چاروں دلائل [۳] عمدہ معنیٰ [۴] دلیل

Marfat.com

اسی واسطے بزرگانِ دین طرح طرح کے مواقع تعظیم میں پایا گیا از انجملہ احمد ابن حنبلؒ و علی بن مدینی وغیرہ جلسہ تعظیم حدیث میں کھڑے رہتے تھے چنانچہ ہم یہ روایت سابقًا لکھ چکے از انجملہ بہاء الدین ملک طاہر کا وزیر قصیدۂ بردہ کو برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑا ہو کر سنا کرتا تھا اور اس کے گھر میں بہت خیر و برکت دین و دنیا کی اس سے حاصل ہوئی، کشف الظنون میں درباب قصیدہ بردہ لکھا ہے ولما بلغت الصاحب بہاء الدین وزیر الملک الطاہر استنسخہا ونذر ان لا یسمعہا الا حافیًا واقفًا مکشوف الراس وکان یتبرک بہا ہو واہل بیتہ وراوا من برکاتہا امورًا عظیمۃ فی دینہم ودنیاہم از انجملہ کھڑا ہونا ہمارے شیخ الطریقت امام الشریعت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے تعظیم روضۂ مرشد کے شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے پیر قطب صاحب کے ملفوظات مسموعہ مسمّٰی بہ فوائد السالکین میں لکھتے ہیں کہ ایکبار خواجہ معین الدین قدس سرہ درباب سلوک وعظ فرما رہے تھے جب داہنی طرف نظر پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے تھے ایک سو بار کھڑے ہوئے لوگ حیرت میں تھے بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے یہ عرض کی کہ آپ کیوں بار بار کھڑے ہوتے تھے فرمایا جب میری نظر میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے روضہ پر پڑتی تھی میں کھڑا ہو جاتا تھا اس لئے کہ پیر کی تعظیم حالت حیات و ممات میں برابر واجب ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ انتہی کلامہ از انجملہ جس وقت کسی صاحب معرفت کو عشق الٰہی میں وجد صادق ظاہر ہو تو جمیع حاضرین کو کھڑا ہو جانا چاہیئے، ذکر کیا یہ مسئلہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں مرد منصف حق مطلب کو مجموع ان احادیث و آثار صحابہؓ اور فعل مشائخ طریقت و مشائخ حدیث سے جو کچھ ہم نے یہاں تک لکھا خوب واضح ہو جاوے گا کہ بیشک قیام تعظیمی مخصوص کسی کی آنے کے ساتھ نہیں بلکہ اور امور کی تعظیم میں بھی قیام پایا گیا ہے پھر کیا ضرور ہے کہ قیام مروجہ محفل میلاد شریف کو تعظیم قدوم روح فیض لزوم کی وجہ سے کیا جاوے بلکہ اس میں محض تعظیم شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر رکھی جاوے اور بیان اس کا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج میں ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب یعنی جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں اللہ تعالیٰ کی یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے، جو مولوی اسماعیل صاحب نے اولیاء اللہ کی محبت کو تعمیل اس آیت اور تعظیم شعائر اللہ میں شامل کیا ہے عبارت ان کی صراطِ مستقیم مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۴۲ میں یہ ہے "اگر نیک تامل کنی دریابی کہ محبت امثال ایں کرام خود شعار ایمان محب و علامت تقویٰ اوست وذلک من تعظیم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب انتہی کلامہ جب اولیاء اللہ شعائر اللہ ہوئے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معظم شعائر اللہ ہوئے چنانچہ حجۃ اللہ میں شاہ ولی اللہ نے بھی صفحہ ۱۷ مطبوعہ بریلی میں آپ کو معظم شعائر اللہ میں شمار کیا ہے، جب آپ معظم شعائر اللہ ہوئے تو پیدا ہونا آپ کا گویا ظہور ہے اعظم شعائر اللہ کا اور ہم کو

ہر جگہ وہی مستنزاد[1] پڑھتا ہے بس کسی نے نہیں کہا کہ رویت مقدم روح پر قیام منحصر ہے، محض مؤلف کی سوء فہمی ہی نہیں ہر ہر قسم قیام میں کسی فرد کی تخصیص دائمی پر کراہت و بدعت کا دعویٰ اور اثبات ہے مگر مؤلف کم فہم کے فہم کی کوتاہی ہے بعد اس کے مؤلف نے مواقع قیام شمار کئے ہیں ہم کو ان کے رد و قدح کی ضرورت نہیں کیوں کہ یا ان مواقع میں نص ہے یا ادب استحسان مشائخ کا کہ مستنبط نص سے ہے اور وہ مواقع مندوب اس محل سے مناسبت نہیں رکھتے کلام تخصیص میں ہے اگر کسی فرد قیام کی قیام منصوص و مندوب میں بھی تخصیص ہووے مثلاً کسی فرد و صور میں خصوصًا تو وہ بھی مکروہ ہو دے گا، جیسا تخصیص سورۃ کی صلوٰۃ میں بحث ہو چکی پس یہ کلام محض لغو ہے اور مسلم ہے کہ قیام حضور و قدوم میں حصر نہیں مگر تخصیص فرد کی تو سب انواع قیام

[1] استخاد کی ایک قسم سے مستخرج

Marfat.com

چاہیئے کہ اعظم شعائراللہ کی عظمت دل میں پیدا کریں اور اس نعمت عظمیٰ کو بہت عظیم سمجھیں جن کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین اور احسان رکھا اللہ تعالیٰ نے ہماری گردنوں پر ان کے وجود باجود کا حیث قال تبارک وتعالیٰ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولًا الاٰیۃ پس جس وقت تذکرہ آپؐ کا بآداب وتعظیم اور ظہور جاہ وجلال جو وقت ولادت باسعادت آفاق عالم میں وہ انوار وآثار جلوہ گر تھے بیان ہوتا ہے دل کے رگ وریشہ میں اس وقت کا جلوہ سما جاتا ہے اور آنکھوں کے آگے نقشہ حضور ملائکہ وحور عین کا جو وقت میلاد شریف کا سماں بندھ جاتا ہے لابد دل بھر جاتا ہے عظمت شان حضور سے اور پیدا ہوتی ہو دل میں تعظیم عظیم اس وقت کھڑے ہو جاتے ہیں سب بآداب وتعظیم اور بدلتے ہیں ہیئت جلوس کو قیام سے چنانچہ شرع شریف میں ظاہر کو عنوان باطن قرار دیا ہے اگر قلب میں توحید اور رسالت کی تصدیق ہے تو اقرار باللسان اس کی تطبیق ہے اسی طرح اگر دل میں اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی خواہش اور حاجت ہو تو دعا میں دونوں ہاتھ بھیک مانگنے والوں کی طرح پھیلا دینا سنت ہو تاکہ نقشہ ظاہر وباطن کا ایک ہو جائے اسی طرح جو پائے غوامض کو بہت مثالیں شرع شریف سے مل جاویں گی از انجملہ چند مثالیں دافع الاوہام میں درباب زینت محفل مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اس وقت اظہار عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جو کہ دل میں بھری ہوئی ہو قیام کیا جاتا ہو تاکہ ظاہر وباطن دونوں ایک ہو جاویں جس طرح دل کے اندر حضورؐ کی عظمت ہے اور اسی طرح قیام بآداب وتعظیم اس عظمت کا نقشہ اور صورت ہو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مجلس میں حاضر نہ ہوں لیکن آپ کا ذکر ظہور تو موجود اور ظاہر ہو ذکر ظہور کی تعظیم بعینہ آپؐ کی تعظیم ہو اور آپ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہو جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے صفحہ ۷ حجۃ اللہ میں لکھا ہے حتیٰ صار تعظیمھا عندھم تعظیمًا للہ یعنی ان شعائر کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے ان کے نزدیک اور موافق اس مضمون کے ہم آیتیں بھی لکھ چکے ہیں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ، ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ **سوال** جب قیام واسطے تعظیم ذکر کے ہوا تو ذکر اول سے آخر تک آپ ہی کا ہو یہ شروع میں یا تمامی یا کسی وقت میں قیام ہو جایا کرے خصوصیت وقت ذکر ولادت شریف کی کیا ہے؟ **جواب** جس سبب سے اس محفل کا نام محفل مولد شریف ہوا ہے وہ یہی ذکر ولادت باسعادت ہو کیوں کہ مولد میں معنی اولادت کے موجود ہیں یہ ذکر نہ ہو اور تمام جہاد اور بہادری اور معراج وغیرہ کا حال پڑھ دیا کریں اس کو عرف

میں بدعت ومکروہ ہے نہ معلوم کہ اس بحث سے کیا فائدہ اور کیا حاصل ہوا سوائے تطویل کے حاصل ہو پس یہی جواب سب کا ہو کہ جس قدر انواع مؤلف نے شمار کی ہر ایک نوع میں گو تخصیص کسی فرد کی ہو ویگی مکروہ ہوگا اور قیام ذکر ولادت کا اگرچہ بلا عقیدہ حضورؐ کے شرک نہیں مگر تعین کی بدعت سے بھی خالی نہیں ہو سکتا پس ساری طویل تقریر مؤلف کی محض تکرار بے سود ہے اور اس قیام تعظیم کا جس کو وہ ثابت کرتا ہو کوئی منکر نہیں **قولہ سوال** جب قیام واسطے الخ **اقول** مؤلف نے اپنے فہم رسا کے دھندے میں بہت کچھ سر مارا مگر کراہت تخصیص رفع نہ ہوئی سو یہ سوالات ثلثہ لکھ کر اس کو رلانا ملانا چاہتا ہو مگر سوائے حرمان[۱] کے اور ظہور خوبیٔ فہم عالی کے کوئی ثمرہ[۲] نہیں، مؤلف جواب اول تعین کا یہ دیتا ہے کہ یہ مجلس اس کے نام سے مسمی ہوئی اور ذکر ولادت کے واسطے ہی منعقد ہوئی تو غرض موضوع لہ مجلس کا ذکر ولادت ہے اور وجہ تسمیہ بھی یہی ہے اس واسطے مقصود اصلی پر قیام کی تخصیص ہوتی ہے تو اب کوئی مؤلف کے منہ میں شکر ڈالے کہ موضوع لہ اور مسمی ہونے سے خصوصیت کا ہونا بھی تو وہی تخصیص مطلق کی ہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہو موضوع لہ ووجہ تسمیہ محفل کا ہونا تو دلیل شرعی نہیں پس یہ تو عین[۳] تقیید نص با لرائے واصطلاح ٹھہری اور یہ خود حرام ہے اور جو اس پر کوئی حجت ہے تو بیش کرے سبحان اللہ کیا عجب عذر ہے اس کو بھی کہتے ہیں کہ عذر[۴] گناہ بدتر از گناہ کہ تعظیم مطلق ذکر کے واسطے قیام مندوب تھا مگر موضوع لہ محفل کا ولادت کا ذکر ہونا مخصص ہو گیا اور جس سے بھاگتا تھا وہی طوق

[۱] محرومی [۲] نتیجہ [۳] دلیل قطعی کی رائے سے مقید کرنا [۴] گناہ کا عذر گناہ سے بدتر ہے

Marfat.com

میں محفل مولد شریف کوئی نہیں کہے گا اور جو کوئی کہے گا تو اسم مطابق مسمیٰ کے نہ ہوگا اور دوسری وجہ یہ کہ ایجاد اس محفل کا بھی اسی بنا پر ہے کہ
ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے پیدا کر دیا ہمارے لئے ایسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ علامہ ابو شامہ استاد نودی نے فرمایا ان
دو وجہ کے سبب جو موقع اسی ذکر خاص یعنی ولادت کا ہوتا ہے اسی وقت اظہار سرور فرحت اور تعمیل آداب عظمت زیادہ زیبا تی ہے کیونکہ
اصل منشا محفل کا یہی ذکر خاص ہے باقی اور فضائل کا بیان اول و آخر تبعاً ہوتا ہے **سوال** نام حضرت کا اذان وغیرہ بہت موقع میں آتا
ہے وہاں نہیں کھڑے ہوتے **جواب الزامی** یہ ہے کہ ایسے معترضوں کو یہ کہا جاوے کہ اچھا اگر ہم ہر بار جب ذکر حضرت کا آوے اور کہیں آوے
کھڑے ہونے لگیں تم قائل ہو جاؤ گے اور ہمارے ساتھ ہر دفعہ تم بھی کھڑے ہوا کرو گے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ ہم تو جب بھی نہیں کھڑے ہوں گے
تو جواب ان کو دیا جاوے کہ تم پھر کبھی محبت کیوں کرتے ہو تم تو ایمان لانے والے ہی نہیں پھر خواہی نخواہی معترز نی اور سمع خراشی سے کیا حاصل
اور اگر وہ کہیں کہ ہاں اگر تم ہر بار کھڑے ہوا کرو گے تو ہم بھی کھڑے ہوا کریں گے تو جواب دیا جاوے کہ جس دلیل سے تم ہر بار کھڑا ہونا جائز سمجھو گے
وہی اس محفل کے قیام میں بھی دلیل جاری کرو اور **جواب تحقیقی** وہ ہے جو اوپر گذرا اور بالتفصیل جواب دافع الاوہام میں ہے **سوال** اگر یہ
قیام واسطے ذکر ولادت شریف کے خاص ہوا کہ اس میں معنیٰ قدوم کے ہیں تو بہت وقتوں میں ذکر مقدم شریف احادیث وغیرہ میں ہوتا ہے مثلاً
قرآن شریف میں ہے لقد جاءکم رسول اور حدیث ہے ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختوناً اس وقت کیوں نہیں کھڑے ہوتے علاوہ بریں
بہت مشتہر آپ کی ولادت شریف کا مضمون کسی شعر میں یا فقرہ سطر میں چلتے پھرتے زبان پر آجاتا ہے وہاں بھی کوئی نہیں کھڑا ہوتا؟ **جواب**
بنی آدم پر غفلت طاری ہے اللہ تعالیٰ کے نام کسی خاص موقع میں جب دل راغب الی اللہ ہوتا ہے وہاں تو شوق ذوق سے کہتے ہیں جل جلالہ
جل شانہ وعم نوالہ باقی اکثر اوقات میں دل اس کے جلال سے بے خبر ہوتا ہے سیکڑوں باتوں میں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے جل جلالہ وغیرہ

تعین مطلق کا گلے میں پڑ گیا گویا جواب اعتراض کا خود اعتراض ہی کو بناتا ہے اس فہم کو غور کرنا لازم ہے دوسرا سوال بھی بعینہٖ پہلا ہی سوال ہے وہاں
سارے ذکر فخر عالم میں سے ایک ذکر ولادت کی تخصیص تھی یہاں مطلق ذکر نام فخر عالم میں سے ذکر ولادت کی تخصیص ہے مطلب وہ ہی تخصیص فرد کی
ہے مگر مؤلف عوام کے نزدیک اور اپنے زعم میں اپنا وسعت ذہن و علم جتلاتا ہے اور علماء کو ہنساتا ہے اور اظہار اپنی کم مائگی اور جہل کا کر کے
تماشا دکھاتا ہے[1] تو اب اس جواب کو غور کرنا کہ اگر مانعین ہر دفعہ کے قیام کو قبول کریں تو دلیل جواز قیام مخصوص کی ہو جاوے گی دیکھو
اس کم فہمی کو کہ مانعین ہر دفعہ کے قیام کو مندوب کہتے ہیں اور تخصیص کو مکروہ تو ہر دفعہ کا قیام دلیل تخصیص کی کس طرح ہو سکتی ہے وہ تو
دلیل کراہت تخصیص کی ہے مطلق قیام علی الذکر تو ذکر ولادۃ کے قیام کی دلیل بے شک ہے کیوں کہ مطلق کا جواز دلیل ہر ہر فرد مقید کے
جواز کی ہوتا ہے مگر جواز مطلق کا تو تخصیص فرد کی کراہت کی دلیل ہے نہ دلیل جواز کی سو مؤلف کی کج فہمی و عدم علمیت کی حجت کس قدر ہویدا[1]
عالم ہے پھر اس پر دعویٰ افراخ[2] علمی کا ، دوسری شق کہ اگر تم ہر دفعہ نہیں اٹھتے تو کیوں معترز نی کرتے ہو یہ بھی نادانی مؤلف کی ہے کیوں کہ مانعین
اگر مندوب پر دوا[3]ماً عمل نہ کریں تو بدعت تخصیص کو منع بھی نہ کریں یہ کون سا قاعدہ دین کا ہے کہ یا تو تم اس مندوب پر التزام کرو ورنہ ہم
کو بدعت تخصیص پرست زجر[4] کرو ، سبحان اللہ کیا مؤلف کا علم ہے مندوب تو مندوب ہی ہے واجب نہیں پس مؤلف کے نزدیک
تارک مندوب اگر نہی[5] عن المنکر کرے تو بیجا کرتا ہے اور عاصی کو یہ جواب پہنچتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ مؤلف کا فہم خبط ہو گیا ہے

[1] ظاہر [2] وسعت [3] ہمیشہ [4] ڈانٹ ڈپٹ [5] ممنوع سے روک

Marfat.com

الفاظ تعظیم کچھ بھی زبان پر نہیں لاتے بس اسی طرح حال قیام ہے کہ بعض حالات میں نام رسول آتا ہے دل کو ذہول اور غفلت ہوتی ہے
برخلاف مجلس کے کہ یہاں تو ہر قسم کے سامان آداب و تعظیم موجود ہیں خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھیں کھلجاتی ہیں تعظیم بجالاتے ہیں
دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم قیام کو فرض یا واجب کہتے تب یہ اعتراض پڑتا کہ کسی موقع میں بھی ترک جائز جب فرض نہیں بلکہ مستحب اور

تیسرا سوال بھی وہی سوالِ اول ہے کہ ذکر ولادت سے کیوں محفل کو مطلق ذکر ولادت سے کیوں مخصص بقیام کیا اور وہ بھی تخصیص مطلق کی یہاں بھی ہے تو اس کا جواب مؤلف نے نہایت عجب علم و فہم کے ساتھ دیا کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم سے تو گاہ ذہول دائما ہوتا ہے مجلس میں یاد آجاتا ہے پس اول تو وجہ تخصیص قیام کی ذکر فخر عالم میں .. کیا ہے ذکر اللہ تعالیٰ احق تھا پھر ذکر فخر عالم میں ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے کوئی کسی طرح کا ذکر ہو اس میں قیام ہووے پھر ولادت میں بھی مجلس ہی کی کیا وجہ تقید ہے کسی وقت ہو اور پھر مجلس میں بھی خاص اسی وقت میں کہ ذکر کیفیت ولادت کا آوے ان سب خصوصیات کو حذف اور پس پشت ڈال کر ایک خصوصیت کا ذکر کرتا ہے اور یہ غفلت تمام عالم خاص و عام پر ایسی کہ کبھی ہرگز آنکھ نہیں کھلتی کیسا ہی آپ کے نام و احوال مذکور ہوں سوائے وقت مخصوص کے ہوش نہیں آتی اور ذکر حالات میں بھی جو ذکر ولادت ہو جاوے جب بھی خبر نہ ہو خاص کیفیت مخصوصہ کے وقت غفلت رفع ہو یہ کسقدر کذب محض ہے اور معہذا شان فخر عالم سے کسقدر اظہار اپنی غفلت کا ہے اور اس معصیت کے بیان میں کیسی جرارت ہے اور پھر دعویٰ اتباع اور محبت کا معاذ اللہ اور حق تعالیٰ کے نام پاک پر تو کبھی رات دن میں ایک آدھ دفعہ جل شانہ یا کوئی کلمہ نکل بھی جاتا ہوگا، مگر فخر عالم کے نام یا ذکر حالات ولادت پر تو قیام کبھی یاد آتا ہی نہیں اور قیام حق تعالیٰ کے نام پر تو گویا مشروع رہا ہی نہیں خاص فخر عالم کی ولادت اور ولادت بھی خاص ایک وقت و کیفیت سے ہوگیا ہے کیسا کذب محض اور جرارت ہے گویا تمام دنیا میں غفلت کا ابر چھا گیا معاذ اللہ نہیں بلکہ یہ سب معاصی اور آفات اپنے اوپر لینا اور تمام دنیا کو غافل بنانا محض اپنی بدعت عذر کذب کے واسطے ہے اور بس مؤلف کو شرم نہیں آتی کیسے عجیب کلام گستاخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسے لوازم تعظیم دیکھ کر خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھیں کھلجاتی ہیں سوا اول تو خواہی نہ خواہی اسی وقت آنکھ کھلتی اس شوخ چشمی کو دیکھو دوسری کی علم تو کیا مؤلف اور جملہ خواص کی بھی خواہی نخواہی اسی وقت آنکھ کھلتی ہے اور باقی تمام عمر غافل تعظیم سے رہتے ہیں اور جو یہ کہے کہ اور تعظیم درود و سلام کی کرتے ہیں قیام کی نسبت یہ ہے تو اگر قیام تعظیم ضروری ہے تو پھر وہی تخصیص کا اعتراض رہا اور جو بدون اس کے تعظیم ہو سکتی ہے تو بھی اس کی یہاں خصوصیت مناقشہ طلب رہی جواب ہی کیا خاص مؤلف نے اپنے منہ میں بھرا ایسا شوخ کلام بھی کیا شان فخر عالم سے اپنی غفلت و بے پروائی بھی بیان کی اور پھر کچھ بھی نہ ہوا اور کیسی غفلت کہ کوئی مذکر ہی اس کا نہیں سوائے سامان عشرت اور اختلاط بدعت کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ لہذا اس خواہی نخواہی قیام تعظیم کو بدعت ضلالہ مانعین کہتے ہیں جس کے بیان تخصیص میں مؤلف چکر کھا رہا ہے اور اپنے دین و دنیا کو خراب کر رہا ہے اور ان پر بلا وجہ نقص گستاخی کا کرتا ہے اور اپنی شوخی و گستاخی کو خیال بھی نہیں کرتا جو حق و واقعی ہے استغفر اللہ اور دوسرا جواب کہ قیام فرض نہیں کہ ہر دفعہ کرنا ضرور ہو جہاں سب اسباب تعظیم ہیں اسے بھی کرتے ہیں تکمیل کے واسطے ورنہ جہاں کوئی نہ ہو تو یہ بھی نہ ہو تو کیا حرج ہے استغفر اللہ استغفر اللہ یہ جواب کس قدر مانع اور بے ادب ہے کیوں کہ مانعین کب فرض کہتے تھے وہ سب جگہ اس کو مندوب ہی کہتے ہیں کہ سب جگہ تو ایسا مندوب کہ بالکل متروک ہی ہے اور یہاں یہ مندوب ہے ۵ مجلس میں تکمیل آداب کے واسطے کرتے

---

۱ غفلت ۲ نظرانداز ۳ گناہ ۴ اعتراض ۵ ایسا مفروض کہ مذہب کا درجہ ہی اسکو نہ رہا

Marfat.com

مستحسن کہتے ہیں تو موقع محفل میں کہ وہاں جمیع امور استحسان و آداب موجود و مہیا ہیں قیام بھی کرتے ہیں تاکہ لوازم اکرام بتمامہ مکمل ہو جاویں اور جہاں جمیع لوازم آداب منتفی ہیں وہاں یہ بھی نہ ہوا تو کیا حرج ہے خالی قیام کیا پکار کرے گا باقی رہی یہ بات کہ تلاوت قرآن شریف و قرأت حدیث میں جو یہ ذکر آوے وہاں کیوں نہیں کھڑے ہوتے جواب اس کا یہ ہے کہ ہر عمل کی ایک خصائص ہوتی ہے کہ وہ سب جگہ نہیں کئے جاتے اس وقت ایک مثال کہی جاتی ہے اور مثالیں اس کی بہت ہیں شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل میں لکھتے ہیں، جب کوئی کسی زبردست سے ڈرتا ہو جس وقت اس کے سامنے جاوے پڑھے کہیعص کیفیت اور ہر حرف پر ایک انگلی داہنے ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر پڑھے حمعسق حمیت اور ہر حرف حرف پر ایک انگلی بائیں ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر اس حاکم کے سامنے دونوں مٹھی کو کھول دے انتہی اب سمجھنا چاہیئے کہ یہ مٹھی کا بند کرنا اور

ہیں اور جگہ نہ ہوا تو کیا حرج ہے وہی اعتراض کو تسلیم کر لیا تو گویا کہا کہ ہاں بدعت ہے تو کرتے ہیں کیوں کہ یہاں تکمیل کے واسطے ہر روز ابدًا ہوتا ہی تو مثل واجب کے ہوا اور جب کہ نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں تو کبھی ہوتا ہی نہیں یہی تو بدعت تھا یہی تو معترض کہتا تھا اس کو ہی مؤلف تسلیم کر رہا ہے بھلا اس عقل کو دیکھنا چاہیئے اس سے بڑھ کر یہ کہتا ہے کہ جہاں سب اسبابِ تعظیم مرتفع ہوں تو یہ بھی نہ ہو تو حرج نہیں یہ کیسی سخت گستاخی ہے کیوں کہ تعظیم آپ کی ہر دفعہ واجب ہے گو ایک مجلس میں تداخل کا مذہب ہے مگر ہر جلسہ میں ایک دفعہ آپ کے نام و ذکر پر تعظیم ضروری ہے جب سب اسبابِ تعظیم مرتفع ہوں تو قیام ہی کرنا چاہیئے تاکہ عظمت سے خالی نہ رہے یہ کہتا ہے کہ کوئی امر تعظیم ہو تو قیام بھی نہ ہو تو حرج نہیں تو تمام اوقات میں سوائے وقتِ خاص کے تعظیم کی اگر کوئی فرد بھی نہ ہو تو مؤلف کم عقل کے نزدیک حرج نہیں الٰہی توبہ الٰہی توبہ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا اور پھر کہتا ہے کہ خالی قیام کیا پکارے گا تو معلوم ہوا کہ قیام تعظیم کی فرد کچھ معتد بہ نہیں لغو ہے کہ تنہا کچھ پکار نہیں کرتی ایں گل دیگر شگفت، اگر مؤلف کے نزدیک یہ قیام کچھ تعظیم کی پکار نہیں کرتا تھا تو کیوں اس قدر اوراق اپنے سیاہ کئے اور ایسی حرکت لغو کے اثبات میں وقت ضائع کیا افسوس انہماک بدعت نے مؤلف کو ایسا خوار کیا کہ شان فخر عالم ﷺ میں بھی گستاخ کلامی کرائی اور فہم کلام غیر سے تو عاری تھا ہی اپنے بھی کلام کا حاصل و مآل نہیں سمجھتا اگرچہ یہ کہے کہ قیام تکمیل تعظیم ہے خود امر تعظیم نہیں تو قطع نظر اس قول کے غلط فاحش ہونے کے پھر وہی نقض ہوگا کہ تکمیلِ تعظیم سوائے ذکر ولادت کے کیوں نہیں ہوتی یہاں کیوں مثل واجب ٹھہری اور دوسری جگہ کیوں مثلِ مکروہات کے متروک بنی غرض یہ کیسی واہی بے معنیٰ اور گستاخ کلام ہے کہ العظمة للہ تعالیٰ اب زیادہ کیا لکھوں مگر تعجب ہے کہ اول اولیاء و علماء پر زبان درازی کی تھی اب رفتہ رفتہ فخر عالم ﷺ کی شان میں بھی زبان چل گئی گو قصد گستاخی نہ ہو مگر زبان جس امر کی معتاد ہوتی ہے اور جو کچھ قلب میں بھرا ہوتا ہے وہی نکلتا ہے الاناء یترشح بما فیه، وہ زعم علم کا اور کبر خود پسندی کا اپنا ظہور سب جگہ کرتا ہے لاحول ولا قوة الا باللہ **قولہ** باقی رہی یہ بات کہ تلاوت الخ **اقول** خصوصیۃ اعمال اخروی و عبادت کی شارع کے ارشاد سے معلوم ہوتی ہے عقل کو دخل نہیں ثواب و عقاب اور حدود و تعظیم اور محال توقیر کمًا و کیفًا سب خلاف قیاس ہیں شارع کے امر بغیر معلوم ہرگز نہیں ہو سکتے اگرچہ صحابی ہی ہو عقل سے نہیں کہہ سکتے پس یہ خصوصیت قیام خاص میں کس نص سے معلوم ہوئی مؤلف بتا دے تمام نصوص تو اس تخصیص کو بدعت بتلاتے ہیں، مگر ہاں مؤلف نے عمل آخرت کو بھی دنیا جیسا ہی جانا ہے کہ مثال عمل قول جمیل کی دیتا ہے یہ قول جمیل کا عمل امور دنیا کا ہے اس میں کوئی ثواب عقاب کی بات نہیں عقل سے یہ امور نکالے ہیں دنیاوی امور ہیں امور آخرت تو ایسے نہیں ہوتے ذرا ہوش کرے مولود تو مؤلف کے نزدیک نجاتِ آخرت کے واسطے تمام اعمال سے بڑھا ہوا ہے کیا اب اس تقریر

[1] ختم [2] دوسرا گل کھلا [3] ذلیل،

Marfat.com

کھولنا خاصہ اس عمل کا ہو تو اب اگر کوئی اس کو کہنے لگے کہ یہ تو قرآن شریف کے حروف ہیں جب کوئی قرآن میں کہٰیٰعص، حٰمعسق پڑھا کرے وہاں بھی انگلیاں بند کیا کرے اور کھولا کرے سب عاقل کہیں گے کہ لے بھائی وہ تو خاصہ اُس عمل کا ہے اسی عمل کے ساتھ مخصوص رکھنا چاہیے جب قرآن پڑھیں تب قرآن کے آداب ملحوظ رکھنا چاہئیں پس اسی طرح مولد شریف ایک عمل ہے واسطے حصول خیر و برکت وغیرہ کے چنانچہ ابوسعید بورانی و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصولِ منافعِ دینی و دنیوی کے لئے اس عمل کو بہت اہلِ اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کسی سے مخفی نہیں کہ مشایخ عظام اور علماء کرام نے اس عمل میں خاصۃً نزدیک ذکر ولادت کے قیام کیا ہے پس خاصہ ٹھہر گیا یہ قیام اس عمل کا اس موقع میں بنا برٔ علیہ جاری نہ کیا جاوے گا یہ قیام جمیع مواقع خارجی میں مثل تلاوت قرآن اور حادیث کے پس قرآن شریف پڑھتے ہیں جو کچھ وعظ یا تلاوت قرآن کے آدابِ معینہ ہیں وہ بجالاویں گے اور اس عمل میں خصائص اس عمل کے اور جواب اس اعتراض کا دافع الاوہام میں دوسری تقریر سے مذکور ہے طالبِ حق کو چاہیے اس کو بھی دیکھ لے واضح ہو کہ پیش کیا تھا اس عاجز پر ایک عالم منطقی نے یہ اعتراض جس وقت پایا مجھ سے یہ جواب ساکت ہوا اور باقی اعتراضات متفرقہ درباب قیام و مجلس میلاد لمعہ سابعہ میں آویں گے **لمعہ سادسہ** یہ اعتراض کہ محفل مولد شریف میں اشعار مخاطب حاضر کے پڑھتے ہیں بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاں کہ آپ غائب ہیں نظر سے یہ شرع میں جائز نہیں بلکہ کفر ہے **جواب** اس کا یہ ہے کہ یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ عالم الغیب بالذات وہی ایک ہے جل جلالہ آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو بغیر اللہ کے الہام و کشف کر دینے کے خود بخود یقینی طور پر امور غیبیہ کو جان لے اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثریٰ

بدعت کے چکر میں آکر بھول گیا یہ عمل تو ابولہب کافر نجس کو بھی تخفیف[1] دینے والا ہے پس اس کی خصوصیات رائے سے کس طرح ثابت ہو دیں گی بالآخر جب کچھ کام نہ چلا تو مؤلف پابہ بندی تجویز اس قیام میں کہتا ہے کہ یہ عمل ہے خیر و برکت کا پس اگر محض دنیا کی زیادۃ کا عمل ہو تو قصہ طے ہوا اور جو مرکب ہے تو پھر بوجہ آخرت کے عمل ہونے کے خصوصیت کے واسطے نص واجب ہو الحاصل خبط کلامی مؤلف پر تمام ہوئی اور سوءِ فہم کا اس پر خاتمہ ہے ایک گھر بناتا ہے دس گھر گراتا ہے آگے پیچھے کی کچھ تمیز نہیں اور نہ فہم سے کچھ تعلق محض الفاظ کی تطویل[2] مدنظر ہے اور پھر آخر میں مؤلف نے علماء کرام کو اپنی کم فہمی کا شریک بنایا اور وہی فعل علماء کی حجت لایا کہ بدون اس کے کوئی چارہ و مفر اس کو نہیں ملتا اور نہ کوئی اس کے پاس دلیل سوائے اس کے ہے اور اس کا حال بھی لکھا گیا کہ ان علماء کے فعل کو بھی مؤلف نہیں سمجھتا پس اب طالبین حق کا تو دل مؤلف کی اس ہی تقریر سے سیر ہو گیا اور سب حب فخر عالم کی اور اتباع اور دیانت اور علم و فہم اس کا واشگاف[3] ہو گیا اب دافع الاوہام بھی مؤلف صاحب ہی تالیف و نتیجۂ افکار والا ہے اس کو دیکھ کر سن کر کیوں کان کے کیڑے جھاڑیں گے اور کسی طفلِ جاہل کو شاید آپ نے یہ جواب دیا ہوگا ورنہ عالم تو اس تقریر سے کیا ساکت ہوتا ہاں اگر مؤلف کو لا یعقل جان کر ساکت ہو گیا ہو تو کیا عجب ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ

ندا و خطاب غائب کی کون سی قسم ناجائز ہے اور اس کے جواز میں مؤلف کے دلائل بے اصل ہیں

قولہ لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ محفل مولود میں الخ **اقول** چونکہ مؤلف کی عادت ہے کہ سائل کے سوال کو ناتمام سمجھ کر نقل کرتا ہے لہٰذا اصل تقریر کرتا ہوں کہ ناظرین اس کو خیال رکھیں یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ ندا و خطاب اگر فخر عالم کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک ہے خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شے کو چاہے آپ پر

[1] سہولت [2] طوالت [3] ظاہر کھلے ہوئے وقوف.

ہر مکان ہر زبان ہر آن میں اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر وناظر ہو لیکن یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر کون سی کتاب نازل ہوئی ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ غائب کی بہ نسبت الفاظ حاضر بولنے کفر ہیں ہم اس بات میں جزئی خاص پیش کرتے ہیں قسطلانی وزرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں ومنہا ان المصلی یخاطبہ بقولہ السلام علیک ایہا النبی والصلوٰۃ صحیحۃ ولا یخاطب غیرہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نمازی عین نماز میں خطاب کرتا ہے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حاضر کا لفظ بولتا ہے کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی التحیات میں کہتا ہے سلام ہو تم پر اے نبی اور اس خطاب کرنے میں نماز صحیح ہے اور دوسرے کو نماز میں خطاب نہیں کرسکتا یعنی اگر کرے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے انتہیٰ اور بعضے آدمی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقل نکالتے ہیں قصہ معراج کی اس میں خطاب حضرت کا مراد نہیں سو رد ہوگیا اس کا قول اس عبارت سے جو ہم نے نقل کی کہ اس میں صریح لفظ یخاطبہ موجود ہے علاوہ ازیں شامی نے بھی رد کیا ہے کہ لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج اور درمختار میں بھی رد کیا ہے ویقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ تسلیم علی نبیہ اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے السلام علیک ایہا النبی کی اس طرح شرح کی ہے کتاب تنبیہ میں یعنی یا محمد علیک السلام غرضکہ جمیع معتبرین فقہاء و محدثین اس قول کو رد کرتے ہیں اور تحقیق یہی ہے کہ اس میں ارادہ کرے خطاب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سلام ہو آپ پر یا نبی اللہ اور اگر حکایت قصہ معراج کا ارادہ کرے گا تو کم نصیب محروم رہے گا تعمیل امر الٰہی سے جو لفظ سلموا قرآن میں وارد ہے اس لئے کہ قرآن میں سلام اس شخص سے خود مطلوب تھا اس نے اپنی طرف سے سلام نہ کیا بلکہ نقل حکایت کا ارادہ کیا الحاصل یہ دیکھئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے غائب ہیں پھر بھی آپ کو خطاب حاضر ہو رہا ہے نماز میں بعض کہتے ہیں یہ امر تعبدی ہے منقول اسی طرح ہوا ہے جواب یہ کہ امر تعبدی

منکشف کردیا اور ملائکہ درود اور سلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے اور جو محض شوق میں یہ کلمات بدون اس عقیدہ سابق وثانی کے وہ بھی جائز اور یہی مؤلف بھی کہتا ہے اس عقیدہ میں مؤلف خلاف مانعین کے نہیں پس سنو معترض کہتا ہے اگر بعلم استقلال مخبر عالم کے ندا و خطاب ہے تو شرک ہے اور جو بدون اس عقیدہ کے ہے تو عوام کے فساد عقیدہ کی تائید ہے کہ عوام کا یہی عقیدہ علم مستقل کا ہے اور اس مجمع میں ہر قسم کا مبتدع و فساق موجود ہوتے ہیں لہذا اگر عقیدہ قاری کا درست ہو مگر عوام کی وجہ سے مکروہ ناجائز ہے اور بوجہ فساد عوام کے شرح منیہ سے نقل ہوچکا کہ صلوٰۃ رغائب برائے مکروہ ہوئی ہے درمختار میں ہے وکرہ بحق رسلک اس کی شرح میں توجیہات جواز کی لکھ کر لکھا ہے ومجرد ایہام اللفظ ما لا یجوز کاف فی المنع کما قدمناہ انتہیٰ اور درمختار نے تحقیق لفظ معقد العز من عرشک میں لکھا ہے ان مجرد ایہام اللفظ المعنی المحال کاف فی المنع من التلفظ بہذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا ولذا علی المشائخ بقولہم لانہ یوہم ونظیرہ ما قال فی انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ فانہم کرہوا ذلک وان قصد التبرک دون التعلیق لما فیہ من الایہام کما قررہ التفتازانی وابن الہمام انتہیٰ اب دیکھو کہ ایسا لفظ موہم معنی ناجائز کا بولنا مکروہ ہوا پس خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ عوام کا عقیدہ شرک کا ہے ایسے مجمع میں خواص کو صالح عقیدہ سے بھی بولنا ایسے کلمہ کا ناجائز ہے پس اب مؤلف کے جواب کو ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اس اعتراض کا جواب ندارد ہے بلکہ اعتراف عقیدہ معترض کا ہے مگر خواہ مخواہ ایک جزو لکھ ڈالا کہ جس کو اعتراض کے جواب سے کوئی مناسبت نہیں **قولہ** لیکن یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر الخ **اقول** مانعین پر کتاب اللہ نازل ہوئی ہے کہ جس میں علم غیب مطلق خاصہ حق تعالیٰ کا لکھا ہے اور مؤلف بھی مقر ہے پس اس عقیدہ کا خطاب شرک ہے باعتراف مؤلف اور معترض بھی اس کو ہی شرک کہتا ہے اور بدون اس عقیدہ کے بسبب ایہام شرک کے مکروہ کہتا ہے چنانچہ ردمختار سے نقل ہوا اور جو کچھ مؤلف

Marfat.com

ہونے سے کام تمہارا نہیں چلتا اس لئے کہ خطاب جائز رکھنے کی روایت تو موجود ہے اب یہ بتاؤ کہ غائب کو خطاب کا لفظ بولنے کی حرمت اور کراہت پر کونسی آیت یا حدیث سے پیش کرو. عقلی گھڑی ہوئی باتوں کو الگ کرو اور یہ سمجھو کہ جب عبادت میں شریک کرنے کا حکم تمہیں درخاص اسی نماز میں خطاب آپؐ کا شریک کیا گیا تو باہر منع ہونے کی کیا دلیل اب ہم سے جواز کی روایت سنو شاہ ولی اللہ صاحب واسطے پڑھنے اوراد فتحیہ کے انتباہ میں لکھتے ہیں" فریضہ نماز بامداد گذارد وچوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل شدہ است الخ حالانکہ اس اوراد فتحیہ میں جس کا دل چاہے شمار کرے ستره بار ندائے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الفاظ سے ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ الیٰ آخرہ علاوہ اس کے خود مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں" اگر کسی یا رسول اللہ بگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہیٰ، یہ دیکھئے علماء باہر نماز کے بھی خطاب کرنا رسول اللہ کا جائز لکھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب تو خود امر کرتے ہیں لیکن ابھی تک مانعین کو گنجائش ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطاب تو درود وسلام کے ساتھ ہے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اس لئے ہم ایسی نظیر پیش کرتے ہیں جسمیں درود وسلام کے پہنچنے کی نیت سے خطاب نہیں بلکہ وسیلہ پکڑتا ہے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشف حاجت میں ابن ماجہ قزوینی باب صلوٰۃ الحاجت میں روایت کرتے ہیں عثمان بن حنیف انصاری صحابیؓ سے کہ ایک اندھا آدمی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا کہ میری آنکھوں کے لئے دعا کیجئے آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے اسی طرح رہنے دے یہ تجھ کو اچھا ہے اور اگر چاہے دعا کرانا تو دعا کروں اس نے کہا دعا فرمایئے آپؐ نے حکم دیا اچھی طرح وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا پڑھو اللّٰھم انی اسئالک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللّٰھم فشفعہ. یعنی یا اللہ میں اپنی حاجت مانگتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف وسیلہ پکڑ کے حضرت محمدؐ کا جو نبی رحمت ہیں یا محمد میں متوجہ ہوتا ہوں اپنے پروردگار کی طرف آپؐ کا وسیلہ پکڑ کے اپنی اس حاجت میں تاکہ روا کی جاوے حاجت یا اللہ حضرتؐ کی شفاعت

نے زرقانی سے نقل کیا ہے نہ اس میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ بسبب واجب ہونے تشہد کے ایہام[1] کی کراہت ہو سکتی ہے کیونکہ فرائض و واجبات میں ایسے امور کا لحاظ درست نہیں کہ واجب من اللہ تعالیٰ ہو چکا ہے مگر مدح خوانی مجمع جہلا و عوام میں کونسی حدیث سے ایسے خطابات واجب ہیں مؤلف اس کو بتا دے تاکہ یہ بھی درست ہو جاوے اور منع ایہام کا رفع ہووے اور پھر تشہد احتفا سے بھی ہے خلاف اشعار مدح کے ہاں اگر تشہد میں بھی کسی کا عقیدہ علم غیب کا بالاستقلال ہووے گا وہ بھی شرک ہو جاوے گا اس میں کیا کلام ہے اطلاقات نصوص[2] قطعیہ اس کی شاہد ہیں پس ناظرین دیکھیں کہ مؤلف کا جواب کس اعتراض کا جواب ہے خواہ مخواہ روایت نقل کر دی ہے بس حکایت کی تقریر کی ضرورت نہ امر تعبدی[3] کہنے کی حاجت خواہ مخواہ ایک طویل کلام کرتا ہے معترض کا مطلب آیہ قرآن شریف سے ہے اور روایت فقہ سے ثابت ہو لیا کوئی عقلی بات نہیں کہی البتہ مولف کی عادت ہے کہ عقل ناتمام کے تکے گھڑا کرتا ہے جیسا جہلم وغیرہ میں اور مولود میں لکھتا ہے **قولہ** اب ہم سے جواز کی روایت الخ **اقول** اوراد فتحیہ میں سب جگہ صلوٰۃ سلام میں خطاب ہے جیسا تشہد میں تھا علیٰ ہذا مولوی محمد اسحاق صاحب کے کلام میں درود وسلام میں فتویٰ جواز ندار وخطاب کا ہے اور یہ بوجہ ایصال ملائکہ کے ہے چنانچہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں مصرح ہے اگر اس میں بھی عقیدہ شرکیہ ہو دیگا حرام ہو جاوے گا بلا خلاف پس جواب معترض کا اس سے بھی حاصل نہیں ہوا **قولہ** ابن ماجہ قزوینی الخ **اقول** اس قصہ میں تو خود فخر عالم زندہ اس عالم میں تھے اور آپکے

[1] وہم میں ڈالنا [2] دلائل کا مطلق -- ہونا [3] وہ امر جو من جانب اللہ بندے پر عائد ہو اور اس میں عقل کا کچھ دخل نہ ہو کے تصریح شدہ

شفاعت قبول کیجئے میرے حق میں انتہی۔ اب دیکھئے یہ نماز حلِ مشکلات کے لئے حضرت نے تعلیم فرمائی اور اس میں اپنا خطاب یعنی یا محمد کہنا تعلیم فرمایا ہے اس مقام میں ایک تماشا ہوا ہے یعنی ایک بڑے عالم مشہور و معروف نے اس حدیث میں اعتراض کیا اور لکھدیا کہ اس کی اسناد میں ایک راوی عثمان بن خالد بن عمر آیا ہے اور تقریب میں اس کو متروک الحدیث لکھا ہے اس عاجز نے ابن ماجہ اور ترمذی میں یہ حدیث نکال کر اس کی اسناد نکالی تو ان دونوں محدثوں کی اسناد میں عثمان بن عمر نکلا اس کو تقریب میں متروک الحدیث نہیں کہا اور عثمان بن خالد بن عمر کو بیشک متروک الحدیث لکھا لیکن وہ اور آدمی ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک اور یہ حدیث تو محدثوں کی پڑتالی ہوئی ہے یہ کس طرح ضعیف اور غیر معتبر ہوسکتی ہے لکھا ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح اور نیز صحیح کہا اس کو بیہقی نے کذا فی شرح المواہب اور نیز لکھا ابن ماجہ نے قال ابو اسحٰق ہٰذا حدیث صحیح اور روایت کیا اس حدیث کو آٹھ ائمہ حدیث نے، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، حاکم، بیہقی، طبرانی۔ ابو نعیم نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں بھلا ایسی حدیث میں زبان درازی کرکے اگر کوئی مغالطہ دینے لگے تو کب ہو سکتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اس اندھے نے نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی تو بخاری اور بیہقی کی روایت میں ہے فقام وقد ابصر یعنی وہ اندھا اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی روشن ہوگئی اور روایت کی طبرانی نے کان لم یکن بہ ضر یعنی ایسی روشن ہوگئی گویا اس میں کچھ خلل ہی نہیں ہوا تھا واضح ہو کہ یہ دعا اور نماز اور خطاب یعنی یا محمدؐ کہنا آپؐ کے زمانہ مبارک میں خاص آپؐ کی تعلیم سے ہوا اور شرح ابن ماجہ میں اور نیز جذب القلوب میں ہے کہ یہ عمل عہد صحابہؓ میں بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی کیا گیا ہے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان بن عفانؓ سے ایک حاجت تھی بار بار جاتا حضرت عثمانؓ اس کی طرف التفات نہ فرماتے اس آدمی نے عثمان بن حنیف انصاری صحابیؓ سے شکایت کی عثمانؓ بن حنیف نے کہا وضو کرکے مسجد میں آ دو رکعتیں پڑھ پھر دعا پڑھ اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فتقضٰی حاجتی اور یہ دعا پڑھ کے تو اپنی حاجت کو عرض کیجیو۔ غرضکہ وہ آدمی موافق تعلیم عثمان ابن حنیف کے گیا اور وضو نماز دعا جس طرح اس نے بتائی تھی پڑھی، بعدازاں حضرت عثمان ابن عفانؓ کے در دولت پر حاضر ہوا اس وقت دربان نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اندر لے گیا حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنی مسند خاص پر پاس بٹھلایا اور پوچھا کیا حاجت ہے اس نے بیان کی آپ نے پوری کردی اور یہ فرمادیا آپ نے جو کچھ مشکل یا حاجت پیش آیا کرے مجھ سے آکر بیان کیا کر وہ آدمی بہت خوشحال حضرت عثمانؓ کے پاس سے نکلا اور عثمانؓ ابن حنیف کے پاس شکریہ ادا کرنے کو گیا اور کہا جزاک اللہ خیرا میری طرف عثمانؓ نظر بھی نہیں فرماتے تھے اب شاید تم نے ان سے کچھ میری سفارش کی ہے عثمان ابن حنیف صحابیؓ نے جواب دیا قسم اللہ تعالیٰ کی میں نے حضرت عثمانؓ سے کچھ نہیں کہا لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں ایکبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا ایک اندھا آیا اس نے فریاد کی یا رسول اللہ میری آنکھ جاتی رہی آپ نے فرمایا صبر کر وہ بولا کوئی میرا ہاتھ لاٹھی پکڑ کر لیجانے والا نہیں مجھ پر بڑی مصیبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اس کو اور یہ دعا تعلیم کی تھی وہی قصہ جو ترمذی ابن ماجہ والا جو ہم اوپر بیان کر چکے عثمانؓ بن حنیف نے بیان کیا الحاصل بعد وفات صلی اللہ وسلم کے عہد صحابہؓ میں بھی اس خطاب یعنی یا محمدؐ کہنے پر عمل ہوا اس وقت سے اب تک یہ نماز تعلیم ہوتی چلی آتی ہے ابن

کے ہی حکم سے یہ عمل ہوا تھا آپ کی خدمت میں ہی حاضر تھے تو اس وقت میں تو کوئی ضرورت جواب و توجیہ کی نہیں اور بعد آپؐ کی جو معمول ہے تو اسی طرح سمجھ کرے کہ آپؐ کی خدمت میں تبلیغ ہوتی ہے ملائکہ پہنچاتے ہیں علم استقلالی نہ اس میں ہے اور نہ اس عقیدہ سے پڑھتا سکا

Marfat.com

جزری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں من کانت لہ ضرورۃ الی آخرہ یعنی جس کسی کو ضرورت اور حاجت مشکل آپڑے پڑھے نماز حاجت اور یہ دعا پڑھے اور کتب فقہ حنفیہ میں بھی اس کی تعلیم ہے ابراہیم حلبیؒ نے شرح کبیر منیہ میں جو نوافل تعلیم کئے ہیں ان میں صلوٰۃ الحاجت دو لکھی ہیں ایک کو بیان کیا اور لکھا کہ یہ ضعیف ہے اور دوسری یہ نماز لکھی جو عثمان بن حنیف کی روایت سے ہم ذکر کر چکے ہیں حلبی نے اس کو لکھ کر اس کی قوت بیان کی کہ قال الترمذی حسن صحیح الحاصل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور صحابہؓ کی تلقین اور محدثین کی تعمیل اور فقہاء کی افتا اور تصحیح سے اب تک یہ خطاب یا محمدؐ ہی جاری ہے علاوہ بریں اور بھی خطاب کے صیغے ہم نقل کرتے ہیں اشعار وغیرہ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پھوپھی صفیہؓ نے بعد وفات آپؐ کے بہت اشعار غم میں پڑھے ان میں سے یہ ہیں ؎ الا یا رسول اللہ کنت رجائنا ؛ وکنت بنا برًا ولم تک جافیا ؛ فلو ان رب الناس ابقی محمدًا ؛ سررنا ولکن امرہ کان ماضیا اور حضرت حسان صحابیؓ نے آپؐ کی وفات کی غم میں یہ پڑھا ؎ کنت السواد لناظری ؛ فعمی علیک الناظر ؛ من شاء بعدک فلیمت ؛ فعلیک کنت احاذر اسی طرح اور بھی صحابہؓ کے اشعار پائے گئے ہیں جس میں خطاب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور قاضی عیاض نے کتاب شفا کے باب لزوم محبت میں روایت کی ہے کہ ایکبار پاؤں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سو گیا یعنی سنسنانے لگا اور بے حس و حرکت ہو گیا کسی نے کہا ایسے آدمی کو یاد کرو جو تم کو بہت پیارا ہو تب وہ چلا کر پکار اٹھے یا محمدؐ اسی وقت ان کا پاؤں درست ہو گیا اور قوت آگئی انتہیٰ یہ عبداللہ ابن عمر کیسی جلیل القدر صحابی اتباع سنت ہیں نہایت عالی دیکھیے حالت غیبوبت میں رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بلفظ حاضر یا محمداہ خطاب کرتے ہیں اور فتوح الشام میں صـ۲۹۰ میں ہے جب کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو بارادہ حلب روانہ کیا ایک ہزار سوار دیکر اور کعب بن ضمرہ کی لڑائی یوقنا سے پڑی اس کی پانچ ہزار سپاہ تھی اور یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ یوقنا کی اور دوسری طرف سے مسلمانوں پر آ پڑی غرضکہ دس ہزار کا مقابلہ ٹھہر گیا اس وقت مسلمان جانبازیاں کر رہے تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت بے آرام اور بے چین گرد آواز دیتے تھے اور پکارتے تھے یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے تھے یا معاشر المسلمین اثبتوا انما ھی ساعۃ وانتم الاعلون یہ ایک نظیر ہے خطاب کی حالت غیبت میں اور یہ کعبؓ بن ضمرہ بھی صحابہ میں ہیں رسول صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ ہو کر بھی انہوں نے جہاد کئے تھے غرضکہ صحابہؓ کے وقت سے یہ خطاب اور ندا رسول اللہ باوجود غیبت کے جاری رہی علامہ شرف الدین بوصیریؒ متوفی سنہ ۶۹۴ھ جو مقبولین روزگار سے تھے ان کا قصیدۂ بردہ اوراد مشائخ میں داخل نہایت مقبول بابرکت ہے اور بہاء الدین وزیر کا حال ہم نقل کر چکے کہ وہ کمال تعظیم سے برہنہ سر برہنہ کھڑا ہو کر اس قصیدۂ مقبولہ کو سنا کرتا تھا اور حلبی اور ... فی اور قسطلانی سب صاحب بردہ کے مدح ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس قصیدہ کو پڑھا اور اسناد حاصل کی رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں واما قصیدۃ البردۃ فاخبرنا بھا ابو طاھر عن شیخ احمد النخلی عن محمد بن العلاء البابلی الیٰ ان قال عن ناظمہا شرف الدین محمد بن سعید بن حماد البوصیری رحمۃ اللہ علیہ انتہیٰ الحاصل اس مقبول قصیدہ میں خطاب حاضر ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جا بجا ہے ازاں جملہ دو مقام میں تو خاص ندا بطور فریاد اور داد خواہی کے موجود ہے ؎ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ؛ سواک عند حلول الحادث العمم ؛ رسول صلی اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ندا کرتے ہیں کہ اے بزرگ ترین خلائق کوئی سوا نہیں جس کی پناہ

درست نوالیسی ماننے میں یہ بھی شرک ہو جاوے گا ورنہ اس میں کچھ عوام کا خدشہ کیوں کہ جیخ کر اس کو پڑھتے ہی نہیں پس اعتراض بحال خود اور صلوٰۃ مولفہ کو غیر مفید ہے علیٰ ہذا اشعار حضرت صفیہؓ کے اور حسانؓ کے اور دیگر صحابہؓ کے اور معاملہ پاؤں سونے کا ابن عمرؓ کا اور قصہ فتوح الشام کا اور دیگر تمام قصص اور

Marfat.com

پکڑوں سو آپ کے وقت اترنے بلائے عام دوسرا شعر یہ ہے ؎ ولن یضیق رسول اللہ جاہک بی ؛ اذا الکریم تحلی باسم منتقم اس میں رسول اللہ منادی اور ندا محذوف بقاعدۂ عربیت یعنی کچھ کم نہ ہوگی شان آپکی یا رسول اللہ ہماری شفاعت کرنے سے جس وقت اللہ تعالیٰ ظہور فرماویگا صفت انتقام سے انتہیٰ اور اسی معنی کے قریب شیخ شرف الدین مصلح المعروف بسعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ جو واصلین طریقت اور کاملین شریعت سے تھے حضرت خضر سے ملاقات کی ساتوں ولایت پھرے بارہا پیادہ حج کیا یہ عالم فاضل ولی کامل خطاب حاضر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں شعر لکھتے ہیں ؎ چو کم گرد دائے صدر فرخندہ پے ؛ ز قدر رفعت بدرگاہ حے ؛ کہ باشند مشتے گدایان خیل ؛ بمہمان دار السلامت طفیل ؛ چہ وصفت کند سعدی ناتمام ؛ علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام ۔ اور نیز مولانا احمد تھانیسری کہ امیر تیمور کے عہد میں بڑے فاضل کامل مشہور تھے صاحب ہدایہ کے نبیرہ شیخ الاسلام سے جب ایک موقع میں انکی گفتگو ہوئی امیر تیمور نے جو دیکھا کہ شیخ الاسلام کو دبایا اس کی عظمت کیلئے یہ کہا کہ یہ نبیرہ ہیں صاحب ہدایہ کے مولانا نہ ڈرے اور یہ کہا کہ ان کے دادانے ہدایہ میں چند محل پر خطا کھائی اگر انھوں نے اسوقت ایک خطا کھائی کیا ڈر ہے، غرضکہ یہ بڑے عالم فاضل اور عارف کامل تھے قلعۂ کالپی میں انکا مزار ہے، بہت لوگ زیارت کو آتے ہیں انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک قصید لکھا ہے اسمیں سے دو تین شعر لکھتا ہوں ؎ یا حیٰوتی ویا روحی ویا جسدی ؛ ویا فؤادی ویا ظہری ویا عضدی ؛ مالی الیک تقطع البید من قبل ؛ ولیس لی باصطبار عنک من مدد ؛ دیکھئے اس میں بھی ہندوستان سے خطاب حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے اور نیز مولانا نظامی متوفی ۵۹۲ھ علم معقول و منقول میں فاضل کامل تارک الدنیا عارف صاحب دل سلاطین روزگاران سے برکت چاہتے وہ کسی کے در پر نہ جاتے غرضکہ یہ جامع شریعت و طریقت بھی اشعار میں خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کرتے ہیں ؎ من از کمترین امتان خاک تو ؛ بدیں لاغری صید فتراک تو ؛ نظامی کہ در گنجہ شد پائے بند ؛ مباد از سلام تو تنہا نژند ؛ گنجہ شہر ہے ایران میں، وہاں سے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے اور مولانا عبدالرحمن ابن احمد جامی متوفی ۸۹۸ھ جنکا فضل وکمال کسی سے مخفی نہیں شرح ملا اور شرح فصوص الحکم اور شرح نقایہ و شرح لمعات وغیرہ کتب مصنفہ ان کی مشہور ہیں اپنے اشعار میں حضرت کو خطاب حاضر کرتے ہیں ؎ زمہجوری برآمد جان عالم ؛ ترحم یا نبی اللہ ترحم ؛ نہ آخر رحمۃ للعالمینی ؛ زمحروماں چرا غافل نشینی ؛ ملک خراسان میں ایک ولایت جام ہے جو وطن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبت میں وہاں سے ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ مثل اہل کشف کے روئے مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت مناجات کے ان کے سامنے تھا اس لیے کہ یہ شعر بھی انکا انہیں اشعار کے ساتھ ہے ؎ شب اندوہ ما را روز گرداں ؛ ز رویت، روز ما فیروز گرداں ؛ تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے ؛ کنی بر حال لب خشکاں نگاہے ؛ از انجملہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی صوفی صافی مشرب، محدث فقیہ حنفی مشرب جس کی ایک سو بیس کتابیں فارسی اور عربی میں تصنیف ہیں، تاریخ ولادت انکی شیخ اولیا ۹۵۸ اور تاریخ وفات فخر العالم ہے اپنے قصیدہ میں جو کہ اخبار الاخیار کے آخر میں مطبوع ہے لکھتے ہیں ؎ بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما ؛ بلطف خود سر و ساماں جمع بے سر و پا کن ؛ محب آل و صحب تو ام کار من حیراں ؛ بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن ؛ اور حضرت شاہ ابو المعالی صاحب فرماتے ہیں ؎ گر نبودے یا رسول اللہ ذات پاک تو ؛ ہیچ پیغمبر نبردے دولت پیغمبری ؛ اب اس دورۂ آخری میں بھی جو علماء و صلحاء اہل سنت والجماعت ہیں وہ خطاب حاضر یا رسول اللہ کہنا

خطابات قصیدہ بردہ کے اور سعدی کے اور مولانا احمد تھانیسری کے اور مولانا نظامی اور مولانا جامی اور شیخ عبدالحق دہلوی اور شاہ ابو المعالی کے ہیں کہ سب میں ندائے شوقیہ ہے، عقیدۂ حضور کسی کا نہیں پس مؤلف کے ان نقول سے نہ معلوم کونسا فائدہ اس کا ہے اور معترض کا اعتراض کس طرح

Marfat.com

جائز رکھتے ہیں چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب مصنف تحذیر الناس اور مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی مدرس دیوبند وغیرہم چند علماء کے پیر مرشد ہیں اپنی کتاب ضیاء القلوب مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ ۹۴ میں واسطے حصول زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھتے ہیں، بدیں عبارت کہ بعد نماز عشاء با طہارت کامل وجامہ نو و استعمال خوشبو باادب تمام روئے بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم شود و دل از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت صلعم بلباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی نور تصور کند والصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ راست والصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ چپ والصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ در دل خود ضرب کند الی آخرہ، اور نیز انہی حاجی صاحب سلمہ اللہ نے ایک قصیدہ اردو زبان میں لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ :: مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ، اس قصیدہ کے چند اشعار لمعہ خامسہ نور دوم میں ہم نقل کر چکے ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اشعار بھی وہاں نقل کئے گئے ہیں جس میں یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ خطاب موجود ہیں **توجیہات جواز خطاب یا رسول** واضح ہو کہ بعض محبین درجۂ عشق کو پہنچے ہوئے ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے حضرت ابو الحسن شاذلی وغیرہ کہ ان سے ایک دم مشاہدۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فوت نہ ہوتا تھا، ایسے آدمی اگر خطاب کریں تو ان کے نزدیک تو وہ خود حاضر ناظر ہیں حاضر کے معنی موجود اور ناظر کے معنی دیکھنے والا جب موجود ہوئے تو دیکھنے والے بھی ہوئے ایسے شخصوں کے حق میں تو خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ محل کلام ہی نہیں باقی رہے دوسری طرح کے آدمی کہ ان کو حضوری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں ان کے حق میں بھی خطاب کرنا درست ہے، قطب ربانی امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن زین ایک مداح رسول تھا اکثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں زیارت کرتا تھا ایک بار اس سے ایک آدمی نے اپنے واسطے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے انکو اپنی مسند پر بٹھلایا اسی دن سے دیکھنا منقطع ہو گیا اس مقام میں خاص عبارت میزان کی یہ ہے، فلم یزل یتطلب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرویۃ حتی قرأ لہ شعراً فتراءی لہ من بعید فقال قطلب رویتی مع جلوسك علی بساط الظلمۃ فلم یبلغنا انہ راہ بعد ذلك حتی مات یعنی پھر ہمیشہ وہ مداح سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکھا دیجئے یہانتک کہ ایک دفعہ شعر پڑھا تب حضرت صلعم دور سے کچھ دکھائی دیے اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کے فرش پر پھر ہم کو خبر نہیں ملی کہ انکو حضرت صلعم پھر نظر آئے یہانتک کہ وہ مر گیا انتہی، اب دیکھیئے کہ محمد بن زین مداح باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نظر سے غائب تھے اور نظر نہیں آتے تھے وہ اس حالت غیبت میں بھی حضرت سے سوال کیا کرتا تھا کہ صورت مبارک دکھا دیجئے انتہی، پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر اور آدمی جنکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھا دو یا رسول اللہ :: مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ، تو صحیح اور جائز ہے اگر نیم ملا خطرۂ ایمان اسکو شرک بتا دے اور یہ کہے کہ تم رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے ہو کہدو کہ اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غیب کی خبر دیدیتا ہے تو انکو خبر ہو جاتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز کا کلام جو انکی تفسیر میں ہے یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے درجے کو پہچانتے ہیں

رفع ہوا علی ہذا نقل شغل ضیاء القلوب جس میں نداء خطاب صیغۂ صلوٰۃ و سلام میں ہے اور قصیدہ کے اشعار شوقیہ میں ہیں بعد اس کے جس قدر منقول یا مؤلف نے چند اوراق لکھے کوئی اصل اعتراض کو نہیں اٹھاتا اعتراض بحال خود ہے اور مؤلف لکھ لکھ کر

Marfat.com

کہ اس کا ایمان کس درجہ پر ہے اور فرشتے سب اُمت کے اعمال حضرت کے پاس پہنچاتے ہیں انتہی کلامہ، حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہرقل بادشاہ روم کو نامہ رقم فرمایا تھا بروایت بخاری اس کے الفاظ یہ ہیں اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم اس میں خطاب حاضر کا ہے بادشاہ روم کو حالانکہ آپ ملک عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا اور وہ اصحاب کشف سے نہ تھا کہ حضرت کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا لیکن چونکہ یہ بات تھی کہ قاصد اس خط کو لیجاکر اس کے ہاتھ میں دیدیگا یہ خط اس کی نظر کے سامنے گذریگا خطاب صحیح ہو جاویگا، اسی طرح ابتک رسم جاری ہے کہ ہم خط میں مکتوب الیہ کو الفاظ خطاب کے لکھدیتے ہیں کہ فلاں چیز بھیجدو اور تاکید جانو فقط اسی اعتماد پر کہ جب قاصد یہ خط انکو دیدیگا تو ہمارا خطاب صحیح لکھنا صحیح ہو جاویگا، جب قاصد انکی چٹھی رسانی کے اعتماد پر یہ خطاب حالت غیبوبت میں جائز ہو ملائکہ جو ہرگز اللہ کا عصیان نہیں کرتے اور جو انکو خدمت سپرد ہوتی ہے ممکن نہیں کہ ان سے تخلف ہو جاوے ان کے اعتماد پر کس طرح خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز نہ ہو جب بواسطۂ ملائکہ ہمارا قول انکو صبح و شام پہنچتا ہے تو وہ مثل حاضر کے ہیں اگرچہ ہماری آنکھوں کے سامنے جمال مبارک نہیں پس خطاب حاضر کرنا جائز ہے اور اگر ضعیف الایمان آدمی اس تقریر پر بھی راضی نہوں تو تیسری توجیہ اور بھی ہے یعنی جس کو کسی کا عشق ہوتا ہے اس کا نقشہ آنکھوں میں پھرا کرتا ہے اُس اعتبار سے بھی حاضر جانکر خطاب کر دیتے ہیں اشعار عرب میں یہ بات کثرت سے ہے از انجملہ دو شعر عبد السلام ابن یوسف کے جذب القلب سے نقل کرتا ہوں ؎ علی ساکنی البطن العقیق سلام ؛؛ وان اسہرونی بالفراق وناموا ؛ حظرتم علی النوم وہو محلل ؛؛ وحللتم التعذیب وہو حرام - اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بی بی زلیخا کا حال جو مولوی جامی صاحب نے لکھا ہے وہ سب کو یاد ہوگا کہ شروع عشق میں جبتک نکاح نہ ہوا تھا کس طرح تصورات میں باتیں کیا کرتی تھی از انجملہ اس مقام کے دو شعر لکھتا ہوں ؎ خیال یار پیش دیدہ بنشاند ؛؛ ہم از دیدہ ہم از لب گوہر افشاند ؛؛ کہ اے پاکیزہ گوہر از چہ کانی ؛؛ کہ از تو دارم ایں گوہر فشانی ؛؛ دلم بردی و نام خود نہ گفتی ؛؛ نشانے از مقام خود نہ گفتی - یہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے غیبوبت میں خطاب کر رہی ہیں نہ یہ شرک ہے نہ کفر پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کے ہیں وہ اسی لئے ہیں چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبۂ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث تصور الذہن کے کرتے ہیں لیکن چونکہ تم لوگوں کو ایسا تصور اور ایسا خیال بندھا ہوا نہیں تمہاری سمجھ میں یہ بھی نہیں آئیگا کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ کلام الٰہی سچا ہے اب ہم چوتھی توجیہ خطاب کی اور بتادیں قرآن شریف میں وارد ہے یاحسرۃ علی العباد یہاں لفظ یا حرف ندا ہے جس سے مخاطب حاضر کو پکارا کرتے ہیں یہ لفظ یا داخل ہوا ہے حسرت پر اور حسرت ایسی چیز بے ادراک و شعور ہے کہ اسکو قیامت تک کبھی خبر نہو گی کہ مجھ کو کوئی پکارتا ہے امام رازی کا کلام اس مقام میں یہ ہے المقصود ان ذلک وقت الحسرۃ فان النداء مجاز والمراد الاخبار غرضکہ سب مفسرین اس مقام میں لکھتے ہیں کہ یہ ندا کلام عرب میں شائع ہے اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ یہ وقت حسرت کا ہے یعنی یہ نہیں کہ حسرت کو پکارتے ہیں اور بلاتے ہیں اس مقام پر ندا مجاز ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ کہیں ندا مجاز ہوتی ہے اور مراد اس سے خبر دینا ہوتی ہے پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ لو کہ جو کوئی کہتا ہے ؎ تمہارے نام پہ قربان یا رسول اللہ ؛؛ فدائے تم پہ میری جان یا رسول اللہ ؛؛ اسکا اصل مطلب یہی ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اسکی جملہ خبریہ ہے گو کہ اُس نے لفظ ندا یہ بولا ہے یہ کیا ضرور

مطمئن ہوا ہے ہمکو لفظ لفظ کا جواب تحریر مناسب ہوئی اور چند خطا جو اس تقریر میں مؤلف نے[1] چونکہ تطویل بے سود ہے اور ہمارے مقصود کے کچھ خلاف نہیں اور مؤلف کا علم سب ظاہر ہو چکا ہے ان چند خطا پر موقوف نہیں اور جو کچھ زبان درازی نسبت مانعین بدعت کے کی ہے اس کا

[1] غیر مفید تفصیل ۱۲

ہے کہ یوں کہو یہ شخص خدا کی طرح حاضر ناظر جانکر پکارتا ہے ہاں البتہ یہ تم خود معنی شرک او کفر کے لوگونکی ذہن میں جماتے ہو یہ کہکر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے کلام صحابہ میں غائب کو خطاب اسقدر موجود ہے روایت ہے کہ حضرت علیؓ جب وقت خلافت حضرت عثمان میں ایک رات مسجد کی طرف آئے دیکھا چراغ مسجد میں کثرت سے روشن ہیں تو حضرت عمرؓ کو دعا دی اس دعا کے الفاظ سیرت حلبی جلد ثانی صفحہ ۳۲۵ میں یہ ہیں نورت مساجدنا نور اللہ تعالیٰ قبرک یا ابن الخطاب یعنی روشن کیا تونے ہماری مسجد کو اللہ روشن کرے تیری قبر کو ای بیٹے خطاب کے، دیکھئے یہاں حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ خطاب فرماتے ہیں بعد وفات عمرؓ اور یہاں حضرت عمر کو پکارکر اپنی طرف متوجہ کرنا یا بلانا جو فائدہ ندا کا ہوتا ہے مقصود نہیں غرض انکی دعا دینی ہے یعنی اللہ روشن کرے عمرؓ کی قبر کو چنانچہ بعض راویوں نے جو روایت بالمعنی کرتے ہیں معنی مقصود کو قالب عامیں ڈھالکر روایت کردیا ہے نور اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا اب ایک مسئلہ فقہ کا بھی لکھتا ہوں درمختار اور قہستانی وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جس وقت اذان میں موذن کہے الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز پڑھنا اچھا ہے سونے سے اسوقت چاہیے سامعین جواب اسکا کس طرح دیں صدقت وبررت یعنی تونے سچ کہا اور بھلا کہا لکھا فقیہ شامی نے کہ یہ جواب بنا حدیث میں آیا ہے واضح ہو کہ یہ جواب دینا کتب فقہ میں ہرگز مقید اس بات کر ساتھ نہیں کہ موذن کے پاس آکر جواب دیں دور سے نہ پڑھیں لیکن اسی واسطے یہ دستور ہے کہ جس وقت صبح صادق کو موذن اذان کہتا ہے اور آدمی اکثر اس وقت اپنی اپنی منازل و مکانات میں ہوتے ہیں نہ انکو موذن وہاں نظر آتا ہے غائب ہے نظر سے اور نہ موذن خود ان کے جواب اور ان کے خطاب کو سن سکتا ہے باینہمہ اس حالت غیبوبت میں جہاں موذن نے کہا الصلوۃ خیر من النوم سب مسلمان آدمی جواب دیتے ہیں صدقت وبررت یعنی تونے سچ کہا اور بھلا کہا یہ غائب کو خطاب حاضر کا ہے تو پس چاہیے ان فقہاء آخر الزماں کے نزدیک سب جواب دینے والے کافر ہوں حالانکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں اگرچہ انہوں نے خطاب کیا لیکن مراد انکی یہ ہے کہ موذن نے سچ بات کہی پس اسی طرح جو شخص کہتا ہے ماسوائے تو یا رسول اللہ ؛؛ از برائے تو یا رسول اللہ ؛؛ اگرچہ خطاب کیا ہے لیکن مراد یہی ہے کہ ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کیواسطے یعنی انکی سبب پیدا کیا ہے اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے کہ یا رسول اللہ اسکی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح ملا اور غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی ادعوا ہے اور ادعو کے معنی ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جسنے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ ہوئے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنی انکو یاد کرتا ہوں انکا نام لیتا ہوں کہو اس میں کیا شرک کیا کفر ہو گیا اللہ پناہ دے کج فہمی معاندین سے الحاصل ہم خطاب کو چند توجیہات سے ثابت کر چکے اور نیز ثبوت کامل دے چکے عہد رسالت سے اسوقت تک آنحضرت کو بالفاظ خطاب بصیغۂ حاضر یاد کرنا نماز میں اور خارج نماز دعا اور غیر دعا میں نظم و نثر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء و صلحا و مقبولین سے اب دیکھنا چاہیے کہ یہ سب مقبولین باوجود حالت غیبوبت کے خطاب کرنیوالے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ معاذ اللہ منکرین کے نزدیک کافر ہیں یا خود وہی کافر ہیں جو انکو کافر قرار دیں ہمارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من دعاء رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ متفق علیہ یعنی صحیح مسلم اور بخاری میں ہے جو شخص کسی کو کافر یا دشمن کہیگا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ کفر اور لعنت اسی کہنے والے پر الٹ آتی ہے انتہی اب چاہیے کہ مانعین اپنے ایمان کی خیر منادیں ایسا نہ ہو پرائی بدشگونی میں اپنی ناک کٹے **لمعۂ سابعہ** اعتراضات متفرقہ کہتے ہیں کہ جب مولد شریف پڑھتے ہیں منبر یا چوکی پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور قرآن شریف ہمیشہ نیچے بیٹھے پڑھتی

بھی جواب لکھنا ضروری نہیں لہذا ختم کرتا ہوں ناظرین کو حال سخن فہمی مولف کا معلوم ہو لیا اور سلیقۂ جواب نویسی روشن ہو گیا مولف اپنے منہ میاں مٹھو ہیں اور اسکا شرح سوال میں بھی اسکی بحث گذر چکی ہے | منبر کے بارے میں مانعین کے اعتراض کا سمجھنا | **قولہ لمعہ سابعہ** اعتراضات متفرقہ کہتے ہیں جب مولد شریف پڑھتے ہیں الخ

اقول چوکی منبر فی اصلہ غرض صحیح کیواسطے جائز ہے معترض یہ کہتا ہے کہ یہ مجلس مولود میں اگرچہ قلیل آدمی ہوں کہ حاجت بلند مکان پر ہونے قاری مولود کی نہو جب

Marfat.com

کتاب مولد شریف کا درجہ قرآن سے بھی زیادہ کر دیا جواب تحقیقی اس کا یہ ہے کہ درجہ قرآن نہایت عظیم ہے قرآن کو ہاتھ لگانا بے وضو جائز نہیں اور کتاب مولد شریف کو اگر کوئی بغیر وضو ہاتھ میں لیلے تو اس کو گنہگار نہیں کہا جاویگا یہ دلیل صریح ہے کہ ہم کلام اللہ کو بڑا سمجھتے ہیں اور منبر چوکی پر بیٹھ کر پڑھنا ایک سبب سے ہے تا کہ قاری مولد سب اہل مجمع کو نظر آوے اور سب اسکو نظر آویں اور اوپر بیٹھنے سے آواز اپنی حالت پر بلندی سے ہر طرف پہنچتی ہے نیچے بیٹھنے سے آواز کسی قدر دب جاتی ہے اور تلاوت قرآن میں یہ باتیں مقصود نہیں ہاں اگر کوئی موقع ایسا ہو کہ قرآن اعلان سے لوگوں کو سنایا جاوے تب اس کیلئے بھی منبر مناسب ہوگا اور جواب الزامی یہ ہے کہ اعتراض مجلس وعظ پر کیوں نہیں جاری کرتے ہیں مولوی عبدالرب صاحب وغیرہ کے وعظ میں جا کر دیکھو کہ ان کے وعظ میں قرآن شریف کی آیتیں کس قدر پڑھی گئیں اور قصے حکایتیں کس قدر اور طعن مقابلین پر کس قدر اور پھبتی اور ضلع بازی کس قدر اور شعر کس قدر پھر ان صاحبوں کا حال یہ ہے کہ اس قسم کا وعظ تو سب سے اوپر بلند جگہ پر بیٹھ کر کہتے ہیں اور خالص قرآن شریف کو نیچے پڑھتے ہیں جو جواب اس کا ہے وہی ہمارا

اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں نہ فرش بچھا دیں نہ خوشبو لگا دیں نہ کچھ سامان کریں مولد شریف میں کیا کیا سامان کیا جاتا ہے

جواب عیدین کی نماز کیلئے جو فرض نہیں ہے نہانا کپڑے عمدہ بدلنا خوشبو لگانا طرح طرح کے تکلفات ہوتے ہیں پانچوں وقت کی نماز جو فرض قطعی ہے اس کیلئے کچھ بھی نہیں سوائے وضو اور استنجا کے وجہ اسکی یہی ہے کہ دہ برس دن میں دوبار یہ ایک ایک دن میں پانچ بار عید

بھی اہتمام سے چوکی منبر کی تدبیر ہوتی ہے اور اسی واسطے مثل لوازم ضروریہ مجلس کے ہو گیا ہے اور اگر قرآن کسی حافظ قاری سے سنیں تو باوجود کثرت کے بھی اسکا انتظام نہیں ہوتا جیسا اور انتظام کا حال ہے کہ اس مجلس کیواسطے سب طرح کا اہتمام لباس فرش تعطر سب کچھ قصداً ضروری ہوتا ہے خلاف قرآن کے پس بوجہ سے معترض کہتا ہے کہ بوجہ اس اہتمام کے مجلس میں اور عدم اہتمام کے قرآن میں ایہام تفضل مولود کا قرآن پر ہوتا ہے بلکہ عوام کا اعتقاد ہی یہ ہو گیا ہے اور یہ مکروہ اور بدعت ہے پس مؤلف کا جواب دیکھو کیا خوب کہتا ہے کہ آواز پہنچانے کے واسطے اور دیکھنے دکھانے کیواسطے اوپر بیٹھتے ہیں سبحان اللہ معترض تو تصریح کرتا ہے کہ اگر ایسی حالت ہو کہ بدون چوکی کے بھی آواز پہنچے اور ترائی متحقق ہو جب بھی اہتمام اس کا ضروری ہوتا ہے اور دوسرے عوام کا ضروری جاننا اور ایسے اہتمامات سے مولود کا افضل قرآن سے اعتقاد کرنا موجود ہے مگر مؤلف کچھ نہیں سمجھتا اور کہدیا کہ رفع صوت اور ترائی کیواسطے ہے اور کراہت التزام و فساد عقیدہ عوام کا نہ جواب فہم اور خود جو سمجھے اس کے بھی آئین غائین محض اعتراض کا اقرار اور مس بلا وضو کرنے سے اپنا عقیدہ انضلیت قرآن کا لکھدیا حالانکہ معترض اس معاملہ کی وجہ سے اعتراض کرتا ہی نہیں دیکھو کہ جواب کو سوال سے کچھ بھی علاقہ نہیں عجب جواب ہے سو یہ تو تحقیقی جواب تھا ماشاء اللہ الزامی تو کیا کہنا اگر وعظ میں ایسا ہی حال ہو جاوے تو معترض اس کو کب جائز کہتا ہے اس کے نزدیک یہ وعظ موصوف اور ایسی حالت کی چوکی منبر بھی مکروہ اور بدعت ہے یہ الزام جب ہو کہ معترض اس کی تصویب کرتا ہو

قولہ اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں نہ فرش الخ **اقول** تقریر سوال تو پہلے اعتراض میں ہو چکی کہ غرض سائل کی وجہ اہتمام سے ایہام تفضیل بلکہ خود تفضیل عوام کے نزدیک مولود کی قرآن پر ہے مگر مؤلف کا جواب عجب قابل غور کے ہے سو کہ عیدین میں بحکم شارع علیہ السلام کے احسن لباس اور غسل اور تطییب وغیرہ بوجہ عید السلام ہونے کے مستحب ہے، کہ یہ لوازم سرور سے ہے اور طبع بھی ایسی حالت میں مائل حسن لباس و ہیئت کے ہوتی ہے اور صلوٰۃ خمسہ میں عید نہیں لہذا وہاں حکم استحباب

(حاشیہ: خوشبو وغیرہ سامان مولد پر مانعین کا اعتراض)

---

۱ عطر و خوشبو ۲ آواز کی بلندی ۳ درست قرار دینا ۴ عمدہ لباس ۵ خوشی کے لوازم

Marfat.com

کی طرح سے سامان کرنے میں حرج ہو اور حرج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اٹھا دیا ما جعل اللہ فی دینکم من حرج پس یہی سمجھ لو
قرآن شریف کا پڑھنا روزمرہ ہو مولد شریف ایک آدمی برس دن میں ایک دو بار یعنی کبھی کبھی کرتا ہے اور جو بات کبھی کبھی کرنے میں ہو سکا
کرتی ہے وہ روزمرہ میں نہیں ہو سکتی **اعتراض** حضرت کا نام سن کے کھڑے ہو جاویں اور اللہ تعالیٰ کے نام پر کھڑے نہیں ہوتے
حضرت کو اللہ تعالیٰ سے بھی فوقیت دیدی **جواب** یہ کمال کم سمجھی ہو اول تو یہ کہ حضرت کے نام پر ہر جگہ تو کھڑے نہیں ہوتے محض وقت
ذکر ولادت شریف کے کھڑے ہوتے ہیں اس میں مناسب یہ ہے کہ ولادت کے معنی یہ ہیں کہ آپ عالم بطون سے عالم ظہور میں آئے
اور آنیوالے کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا مستحب ہے پس چونکہ حضرت کی شان عظیم ہے تو کچھ بادشاہ یا امیر کی عین قدوم میں تعظیم دیجاتی ہو وہ آپکے ذکر
قدوم وجودی میں دیجاتی ہو اور خدا تعالیٰ کی نسبت تو ایسے قدوم کا ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ اسکی شان مقدس یہ ہے کہ لم یلد ولم یولد پھر قیام

احسن لباس کا نہ ہو ایس دونوں میں فرق ظاہر ہے اور یہ امر کہ عیدین بعد سال کے ہیں اور صلوات پانچ بار اس میں حرج ہے یہ بھی درست ہے
مگر قرآن اور مولود دونوں کی ایک حال میں ہے بایں وجہ کہ ذکر میں نظافت[۱] و تطییب مستحب ہے اور جملہ صلوات اور اذکار اس میں مشترک ہیں اور
لباس حسن نہ مولود میں مستحب ماموُ اور نہ قرآن وغیرہ میں اور جو ہے تو سب جگہ برابر پس مثل عید کے مولود میں سامان ہو اور قرآن اور صلوات و
اذکار میں نہ ہو **عیدین کے احکام پر مولود کو قیاس نہیں کر سکتے** یہ وجہ اعتراض کی تھی نہ تو مولود میں عید ہے اور نہ خصوصاً حکم شارع کا ہے پس وجہ
تخصیص کی مکروہ ہوئی اور یہی وجہ عوام کے فساد عقیدہ[۲] کی ہو گئی اور یہ فرق مؤلف کا کہ مولود سال میں ایک دو دفعہ ہوتا ہو اول تو قرآن کا مجمع بھی کبھی سال
میں ہی ہوتا ہے نہ ہر روز جس کی وجہ سے عوام کو شبہ ہو اور معترض کی غرض ایسے مجمع کی قرآن کی ہی ہے دوسرے یہ کہ اگر ایک شخص سال میں دو بار مولود
کراتا ہو تو مجموع جماعت مولودیوں کی تو دو دفعہ اگر کریں تو ہر روز ہی ہو جاتا ہے آج کسی کے کل کسی کے علی ہذا سال کے سال ہر روز ہوتا رہتا ہو پس
اس مجمع کیواسطے تو ہر روز بھی لباس وہیئت میں حرج نہ ہو اور قرآن کے واسطے سال بھر میں ایکبار بھی حرج ہو غرض یہ عذر محض غلط ہے اور
بہر حال تطہر تطیب[۳] سب جگہ برابر اور قرآن میں احق ہی سو اس میں نہ ہو اور مولود میں لازم ہو گیا اور مجمع کا قرآن تو گاہ گاہ اور مولود مجموعہ ناس کا اکثر
پھر قرآن میں نہ ہو اور مولود میں ہو یہ اعتراض تھا مؤلف نے ایک سفسطہ جواب دیا کہ عیدین اور صلوٰۃ خمسہ[۴] پر قیاس کیا حالانکہ وہاں فارق موجود
ہے بخلاف یہاں کے پس اس علم وفہم کو دیکھنا چاہیئے اور جو علت جمع کی قائم کی ہے وہ بھی بیجا اور دھوکا ہی کیونکہ مولود ایک شخص کا مراد لیا اور قرآن ہر روز
پڑھنا ٹھہرا لیا حالانکہ معترض کی مراد مجموعہ ناس کی مجالس مولود کی ہو کہ ہر روز دوسرے روز واقع ہوتی رہتی ہے اور مجمع کا قرآن جو کبھی ہو جاتا ہو
پس غور کرنا چاہیئے کہ کیسا عجب جواب مؤلف دیتا ہے الغرض ان توجیہات[۵] رکیکہ[۶] نے یہانتک نوبت پہنچائی کہ عموماً عوام کے قلب
میں قرآن شریف کی عظمت نہ رہی اور مولود کو قرآن اور صلوات سے بھی افضل جان گئے اور کیا قصور عوام کا ہے جب علماء کے مولوی ایسا
اہتمام کریں کہ جو کچھ مولود کے واسطے ہر روز سہل ہو قرآن شریف اور صلوٰۃ کے واسطے برس دن میں بھی آسان نہ ہو اسی واسطے شارع
نے سب کچھ انتظام فرمائے تھے ان کے نام کے مولویوں نے اس کو توڑا اور مشاقہ امر شارع کی اور خلق کو خوار کیا

ترک قیام کے دلائل پر مؤلف کی زبان درازی قولہ اعتراض حضرت کا نام سنکر کھڑے ہو جاویں الخ اقول معترض مخالفت[۷] کہتا ہو کہ قیام تعظیم ذکر اللہ میں بھی مستحب ہے، جیسا ذکر فخر عالم
میں پس خصوصاً ذکر ولادت فخر عالم میں تو کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی تعظیم اور ذکر اللہ کی احق ہے یہاں قیام کبھی نہ ہو اور ذکر ولادت فخر عالم
دائماً ہو ہمیں ترجیح ہے تعظیم فخر عالم کو حق تعالیٰ کی تعظیم پر اسکا جواب مؤلف نے دیا مگر کمال علم وفہم ظاہر کیا اول کہتا ہے کہ ذکر فخر عالم

---

[۱] پاکی [۲] خوشبو لگانا [۳] پنج وقتہ نمازیں [۴] کسی لفظ معنی ظاہری کے علاوہ کسی معنی پر محمول کرنا [۵] کمزور ۱۲

Marfat.com

مع الفارق کا اعتراض کیسی نادانی ہے اور خداوند کریم کی شان ہمارے سب کے نزدیک رسول اللہ سے بڑی ہو وہ خود ہمارے افعال سے دیکھ لو کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہر روز نماز فرض واجب نوافل میں ساٹھ ستر سے زیادہ سجدے کرتے ہیں یہ کیسی بڑی تعظیم ہوئی کہ ماتھا زمین پر رگڑتے ہیں ہر روز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے صرف اس قدر کہ ذکر ولادت شریف پر تعظیماً نظرہ التعظیم کھڑے ہو جاتے ہیں اب خیال کرو کہ تعظیم رسول خدا کی زیادہ کہاں ہوئی اعتراض مطبع ہاشمی میں جو چند تحفے سانفت مولود شریف کی چوبیس صفحہ پر چھپے ہیں اسکے صفحہ ۱۳ میں ایک عالم نے تحریر فرمایا ہے یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز کون کی ولادت مکرر ہوتی ہے الی ان قال اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں

میں ہر جگہ تو ہم کھڑے نہیں ہوتے فقط ذکر ولادت پر کھڑے ہوتے ہیں پس اس قول مؤلف کو دیکھو کہ یہ تخصیص تو خود بدعت ہے اور یہ اعتراض تخصیص کا بھی یہاں ہے اس واسطے کہ مؤلف استحباب قیام کو مطلق ذکر اللہ میں قبول کر چکا ہے اور مناقب مفاخر فخر عالم میں بھی ذکر کر چکا ہے پھر منشا اعتراض تو یہی ہے کہ تخصیص بعض ذکر کی کیوں اپنی رائے سے کی گئی چنانچہ چند دفعہ لکھا گیا پس تعظیم اللہ میں قیام کا ایسا ترک کہ کہیں بھی اور کبھی نہ کیا جاوے اور ولادت میں خاصۃً التزام کر گا ہے ترک نہ ہو اور بقول مؤلف تکمیل تعظیم کے واسطے ضروری ہو اور حق تعالیٰ کی تکمیل تعظیم کی حاجت نہ ہو یہ تقصیر شان تعظیم حق تعالیٰ کی ظاہر ہے بہر حال اس تخصیص سے اور اس تاکید سے یہ قیام بدعت ضلالہ ہو گیا چنانچہ نظائر[1] تقید مطلق کی پہلے چند بار لکھی گئیں تو یہ نقرہ جواب مؤلف کا کس قدر بے معنی ہوا اور خلاف عقل و شرع کے ٹھہرا گویا اعتراض کو ہی جواب میں ذکر کر آیا پھر مؤلف وجہ تخصیص کی لکھتا ہے کہ مناسبت یہ ہے کہ اس میں معنی قدوم کے ہیں پس اس مناسبت کو دیکھو کہ کیسی چرپوز[2] بیانی ہے اول تو ولادت قدوم نہیں بلکہ بمعنی قدوم ہے پس اصل قدوم کے ذکر میں تو قیام ہرگز کبھی نہیں ہوا حالانکہ تعظیم قدوم میں قیام کو خود مستحب لکھتا ہے اور جو اس کے معنی میں ہے اس کے ذکر میں ایسا التزام قیام کا ہوا کہ مثل واجب کے ہو گیا دوسرے یہ کہ تعظیم قیام کی قدوم محکی[3] کیواسطے ہوتی ہے اور حکایت کو حکم محکی کا کہیں شرع میں نہیں دیا گیا یہ قاعدہ شرع میں جدید مؤلف نے خلاف امر شارع کے وضع کیا ہے اور وہی تعین مطلق اور تعدی[4] حکم اللہ پھر بھی رہی اور جو حکایت کو ذکر محکی کا کہتا ہے تو ذکر ذکر سب یکساں ہیں سب میں استحباب قیام کا ہے اور ذکر اللہ احق ہے وہی ترجیح[5] اور تخصیص پھر لازم آئی پھر مؤلف کہتا ہے کہ حق تعالیٰ قدوم وجودی سے پاک لم یلد و لم یولد ہے سو وہاں یہ تعظیم کیونکر ہو سکے پس اس نقرہ کو مؤلف کے دیکھو کہ تعظیم قیام کو حصر کرتا ہے ولادت کے قدوم میں تو گویا جو ولادت کر وجود میں آئے اس وقت اس کے واسطے تو قیام ہو یا اس کی حکایت میں ہو ورنہ نہیں اول تو یہ خود اپنی تحریر کے خلاف کہتا ہے کہ مطلق ذکر اللہ اور ذکر فخر عالم میں تعظیم قیام مستحب لکھ آیا ہے دوسرے پھر وہی تعین بالرائے اور تقید مطلق ہوئی اور زیادت تعظیم فخر عالم کی حق تعالیٰ پر لازم آئی کیونکہ یہ فرد تعظیم فخر عالم میں تو ایک ذکر خاص پر پائی جاتی ہے لزوماً اور حق تعالیٰ کے واسطے کہیں بھی کبھی نہیں ہوتی وہی محذور پھر لازم آیا اور پھر اپنی تعظیم کو جتلاتا ہے کہ ہم حق تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں فخر عالم کو نہیں کرتے سو یہ بھی کم فہمی ہے معترض کب کہتا ہے کہ فخر عالم کو من کل الوجوہ اعلیٰ حق تعالیٰ سے بنا دیا ہے وہ تو اس تعظیم کی وجہ سے کہہ رہا ہے کہ اس تعظیم خاص میں فوقیت دینے ایں غرض مؤلف صاحب کے فہم کے قربان ان کے اتباع کے کوئی بھی بات سیدھی نہیں بولتے اصل اعتراض کا جواب کچھ نہیں اس کا اعتراف

[1] نظیر کی جمع معنی مثال ۱۲ [2] کمزور غلط [3] جس کی حکایت بیان کیجائے ۱۲ [4] حکم الٰہی سے تجاوز کرنا ۱۲ [5] راجح قرار دینا ۱۲ [6] نہ جتنا ہر جتا گیا ۱۲

Marfat.com

حرام ہے لہذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا ہذا کلامہ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں الحمد للہ آپ کی زبان سے اتنا تو نکلا کہ قیام کرنا وقت ذکر ولادت شریفہ کے ہونا چاہیئے خیر اس قدر آپ کا تسلیم کرلینا بھی بس ہے ؏ عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است، بعد اس کے یہ فرمانا آپ کا کہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے نعوذ باللہ منہا یہ بڑی بیباکی ہے اور اس کے بعد جو خرافات فرضی اور کنھیا کا سانگ وغیرہ الفاظ لکھے ہیں وہ تو نہایت درجہ کی بے ادبی اور گستاخی ہے یہ خیال نہ کیا کہ کیس عالیجناب کا ذکر ہے آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہوشیار ہو کر الفاظ سوچ کر منہ سے نکالے ؏ ہشدار کہ رہ بر دم تیغ است قدم را۔

اور دوسرا اعتراض ذمہ پر رکھ لیا اور پہلے لکھے کا خیال نہیں اور اس کے مخالف قاعدہ گھڑ لیا سبحان اللہ

جواز قیام کی کوئی وجہ مولود میں نہیں پائی جاتی **قولہ** اعتراض مطبع ہاشمی میں الخ **اقول** اس فتوی کی نقل اول نورچیدام میں کی گئی ہے سائل نے اس قیام مخصوص کو پوچھا تھا مجیب نے اس کے جواب میں سب شقوق قیام کو لکھ کر ایک ایک شق کا حکم شرعی لکھدیا مگر یہ کہ مطلق ذکر فخر عالم میں قیام مندوب ہے بلا قید و تخصیص یہ نہیں لکھا کہ سوال سائل میں استفسار[1] نہ تھا پس اس ایک شق کا یہ جواب لکھا ہے کہ اگر قدوم[2] روح مبارک کی وجہ سے یہ قیام ہے کہ وہ ظہور بمعنی قدوم کے ہے اور قدوم پر تعظیم مندوب ہے تو یہاں اس وقت قدوم نہیں بلکہ ذکر قدوم معنوی کا ہے کیونکہ ولادت مکرر نہیں ہوتی ایک دفعہ ہو چکی اور اب اگر ذہن میں ولادت فرض کرکے قیام کرتے ہیں تو اسکی کوئی نظیر شرع میں نہیں کہ فرضی امر کیساتھ معاملہ اصلی شے کا کیا جاوے تو مؤلف کہتا ہے کہ **قولہ** میں اس کے جواب میں کہتا ہوں الخ **اقول** مؤلف کو فہم مطالب تو یوں[3] بعید ہی ہے کہتا ہے کہ الحمد للہ آپکے منہ سے یہ بات نکلی یہ فقرہ مؤلف کا محض نادانی ہے کیونکہ اسوقت لائق تھا کہ اول یہ ثابت کردیتا کہ قیام تعظیم قادم کو مجیب منع کرتے ہیں اور ہرگاہ کہ یہ امر ثابت نہیں تو پھر یہ کلمہ تعجب کا خود مؤلف کے فہم متعجب کا ثمرہ ہے مؤلف مقرر ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا بوجہ قید کے ہوتا ہے پس یہ قول مجیب کا الی اصل قیام وقت ذکر ولادت کے الخ خود دلالت کرتا ہے کہ یہ قیام مخصوص بوجہ خصوصیت کے مورد تقسیم احکام کا ہے قیام مطلق اس سے خارج ہے پس اپنے مسلم قاعدہ کے خلاف کہنا کس قدر تعجب اور دیانت سے دور ہے معہذا صریح اس فتوی میں مذکور ہے کہ یہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوٰۃ کے واسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث ہے الخ مگر مؤلف کے چشم حق بین کہاں ہے کہ دیکھے پس ہرگاہ کہ مجیب کا یہ مذہب ہے کہ جس مقام میں قیام تعظیم شرعاً ثابت ہے وہاں مندوب ہے اور جہاں کوئی وجہ منع کی ہے ممنوع اور قادم کیواسطے بشرط عدم مانع کے اور ذکر اللہ تعالیٰ اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے مندوب مگر تخصیص مطلق کی بدون نص کے بدعت ہے تو پھر گنجائش اعتراض کی مؤلف کو کہاں ہے بلکہ یہ محض عناد[4] ہے **قولہ** بعد اس کے یہ فرمانا آپ کا الخ **اقول** مؤلف کو فہم مطلب سے تو کہیں کام نہیں ہوتا بے سوچے جو چاہا کہدیا نہ شرم نہ اندیشہ آخرت بھلا مؤلف جو ایسا سر پھلا کر تعجب کرتا ہے اور گستاخی کا بہتان لگاتا ہے وہ کونسی گستاخی ہے مجیب نے یہ کہا کہ یہ قیام مخصوص اگر بوجہ تشریف آوری روح پاک عالم غیب سے عالم شہادت میں ہے تو یہ قیام وقت ولادت شریفہ کے ہوتا اب جو اہل بدعت کرتے ہیں تو کیا اس وقت ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ فقرہ استفہام انکاری کا ہے کہ ولادت مکرر نہیں ہیں کون سی گستاخی ہے یہ امر صحیح اور درست ہے پھر مجیب نے کہا پس یہ ہر روز اعادہ ولادت الخ یعنی ہرگاہ کہ تعظیم تو ولادت کی ہے اور ولادت یہاں کہیں موجود نہیں تو اہل بدعت گستاخ اعادہ ولادت فرضاً کرتے ہیں یہ معنی کہ معدوم ماضی کو موجود فرض کرلیا اور فرضی موجود کو حقیقی تصور کرلیا جیسا ہنود کرتے ہیں پس ایسا کام کرنا سخت گستاخی اور زبون[6] حرکت ہے معاذ اللہ تو شان فخر عالم میں کس نے گستاخی کی مجیب نے ہرگز نہیں کی وہ اس فرضی ولادت کو گستاخی کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں تو گستاخی کرنیوالے

[1] دریافت [2] تشریف آوری [3] اختلاف [4] آبیز الا [5] سرکشی [6] بری ۱۲

لیکن خیر جب آپ زبان پر لائے تو جواب اسکا دینا ضرور ہوا ا ے حضرت جس چیز کا ذکر آدمی بیدار دلی سے کرتا ہے اسکا تصور بالضرور ہوتا ہے اسوقت دو نظیریں لکھتا ہوں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو قبل احرام باندھنے کے خوشبو لگائی تھی جب حضرت عائشہ نے بعد مدت اس حال کو ایک موقع میں روایت کیا تو فرماتی ہیں کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا میں دیکھ رہی ہوں چمک خوشبو کی سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے کانی انظر الی بریق ساقیہ یعنی گویا میں دیکھ رہا ہوں چمک پنڈلیوں نورانی کی یہ حدیث جامع ترمذی کی باب الاذان میں ہے ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جنکو محبت ہوتی ہے انکو وقت ذکر محبوب کے وہی شان جمال محبوب پیش نظر ہوتی ہے پس قول آپکا کہ اب کونسی ہر روز ولادت

مولودی ہیں نہ مجیب اور جو اس ذکر پر قیام کو تشبیہ دینا گستاخی ہے بزعم مؤلف کے تو بھی بیجا ہے کیونکہ اس وجہ مخصوصہ پر تو قیام مشابہ فعل ہنود کے ہی ہے کہ وقت ولادت کنھیا کے ہنود بھی ولادت فرضی کر کے ایسی تعظیم کرتے ہیں گویا اب پیدا ہوا ہے سو یہ قیام خود ممنوع ہے تو اس فعل منع کو تشبیہ دینا کس طرح گستاخی ہوئی مؤلف کو فہم نہیں معذور ہے **قولہ** تو جواب اس کا دینا ضرور ہوا الخ **اقول** مؤلف نے دو روایتیں نقل کیں دونوں میں تصور حلیہ فخر عالم کا ہے اور کانی کا لفظ مذکور ہے پس مؤلف ہوش کر کے سن لے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی جب کسی گذشتہ امر کو ہدایت کرتا ہے تو وہ محکی[1] ذہن میں پیش نظر ذہن کے ہو جاتا ہے تو صحابہ جب حالات فخر عالم کے بیان کرتے تھے تو وہ محکی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا خواہ اور کوئی قصہ ہوتا اور اس کی یاد پر سرور یا رقت[2] یا کوئی حال مناسب آتا تھا اور یہ اب بھی سب انسان میں بدیہی ہے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے پس یہ امر تو دونوں روایت سے معلوم اور مسلم ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ معاملہ خود محکی کا ہوا ہو یہ ان دونوں روایتوں سے ہرگز کچھ ثابت نہیں ہوتا اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو مؤلف اور اسکے معتقد[3] آیاں نشان دیویں کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانے کے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسی نے وقت اس ذکر کے قیام کیا ہو یا مصافحہ کیا ہو یا سلام علیک یا کچھ اور معاملہ محکی کا ذکر و حکایت سے کہیں ہوا ہو پس ان دونوں روایت میں فقط یہ مذکور ہونا کہ گویا میری نظر میں ہے مؤلف کے مدعیٰ کو کیا مفید ہوا اثبات تو اس بات کا کہ حکایت سے معاملہ محکی کا ہو مؤلف پر واجب ہے اور مجیب نے یہ انکار نہیں کیا کہ وقت حکایت کے محکی ذہن حاکی میں نہیں آتا تا کہ مؤلف ان دونوں روایت سے اسکا اثبات کرے بلکہ اس تصور کے ساتھ معاملہ تعظیم محکی کا نہیں ہوتا یہ لکھتے ہیں سو یہ ان دونوں روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہوا ذرا مؤلف ہوش کرے دو روایت مؤلف نے اپنی عادت کے موافق دعوی کا دہی کو نقل کر کے اپنی عقل کے تیر چلانے لگا کہ بے شک محبوب کی شان پیش نظر ہوتی ہے مگر اس شان پیش نظر کے ساتھ شرع سے یہ ثابت کرنا واجب ہے کہ محبوب کا سا معاملہ اُسکے ساتھ شرع میں ثابت ہو یا عقل میں درست ہو اگر عاشق فریفتہ اور مجنون ہو جاوے وہ قاعدہ شرع و عقل سے خارج ہے اسکا ذکر ہی نہیں پس مؤلف کا قول کہ اگر ولادت مکرر نہیں ذکر ولادت تو مکرر ہے کس قدر بے معنی و لغو ہے کیونکہ ذکر ولادت کے مکرر ہونے سے قیام کا ثبوت کس طرح ہو جاویگا نہ مؤلف کی دو نظیر سے ثابت نہ کسی حدیث سے نہ عقل کا تقاضا کہ حکایت کو قائم مقام محکی کا کر کے محکی کا معاملہ کرے اس ہی حماقت نے راہ بت پرستاں کا مارا ہے اور صورت حاصلہ[4] فی الذہن علم کو کہتے ہیں علم شیٔ کا خود شیٔ معلوم ہو کر معظم و مکرم خارجی اعضاء سے مثل معلوم خارجی کے ہونے لگے[5] یہ درجہ تو مشرکوں سے بھی بڑھ گیا انہوں نے تو خارج میں ایک تصویر قائم مقام بھی کر دی تھی یہاں وہ بھی نہیں معاذ اللہ عن ہذا الفہم الردی الحاصل

[1] معنوع حکایت [2] خوف ونرمی کی حالت [3] جن کی پیروی کیجائے [4] وہ صورت جو ذہن میں حاصل ہو [5] اس خراب عقل و سمجھ سے خدا کی پناہ ۱۲

Marfat.com

ہوتی ہے اے حضرت اگر ولادت مکرر نہیں ہوتی ذکر ولادت باسعادت تو مکرر ہوتا ہے اور اس وقت جو ظہور انوار و برکات و عجائب حالات ہوا تھا وہ تو مکرر مذکور ہوتا ہے اور وہ نقشہ جاہ و جلال اور حسن و جمال کا تو ہر بار گفتگوئے تازہ سے دل میں تازہ ہوتا ہے اور آپ فرما چکے کہ قیام کرنا وقت وقوع ولادت کے ہونا چاہیئے تو جب تذکرہ کرنیسے پھر وہی تعظیم محبان رسول کے قلب میں طاری و ساری ہوگئی اور قیام کر دیا فرمائیے کون سی دلیل شرعی اس کے منع پر قائم ہے اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا کہ اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اسکے ساتھ کیا جاوے، اے حضرت ذکر ولادت شریف تو کوئی امر فرضی نہیں یہ تذکرہ تو امر حسی موجود فی الخارج ہے زبانوں پر اس کے الفاظ جاری کانوں میں اسکی صورت طاری دلوں میں اس کا ذوق ساری پس اسوقت میں اگر اصل حقیقت کی طرح تعظیم دی جاوے اس کی نظیر یہ تو انشاء اللہ تعالیٰ شرع شریف میں مل جاویں گی از انجملہ صوم عاشوراہی کہاں

ذکر مبارک آپکا لاریب موجب کمال سرور مومن کا ہے مگر اس ذکر کے وقت صورت حاصلہ فی الذہن سے معاملہ خود ذات مبارک معلوم کا ہونے لگے یہ ہرگز جائز نہیں ہاں کوئی عشق و وجد[1] میں کھڑا ہو جاوے یا لوٹ جاوے یا بے اختیاری میں کچھ کرے وہ اس بحث سے خارج ہے جیسا علامہ شبلی کا قصہ ہے اور کچھ امر ولادت پر ہی منحصر نہیں سب آپکے حالات میں ہی ہم نے اہل وجد میں اسکو ملاحظہ کیا ہے اب مؤلف ذرا غور کرے کہ ان دو حدیث سے اور دلیل عقلی سے مدعا اسکا ہرگز نہیں نکلتا اس قیام کا ثبوت شرع سے کہیں نہیں ہو یگا اگر ساری عمر سر ماریگا اسکا جواب کوئی نہیں ہو گا کہ صورت حاصلہ ذہن کے ساتھ معاملہ معلوم خارجی کا ہووے ہوش کرے اور اس قیام کی کراہت پر دلیل شرعی تو خود بار ہا دی گئی مگر مؤلف کے ذہن پر غشاوہ[2] ہے تعیین مطلق خود دلیل کراہت کی ہے اور تشابہ کفار دلیل کراہت کی ہے اور خلاف سلف کے ہونا دلیل کراہت کی ہے اور کیا چاہتا ہے **قولہ** اور یہ جو آپنے فرمایا کہ امر فرضی الخ **اقول** لاحول ولا قوۃ الا باللہ مؤلف کس قدر کند ذہن آدمی ہے ہرگز نہیں سمجھتا ارے مرد آدمی ولادت خارجی واقعی تو محکی[3] ہے اور ولادت کا تصور جو وقت ذکر ولادت کے ہو وہ اسکی صورت ذہنی اور حکایت ذہنی ہے اور جو تذکرہ لسانی ہے وہ حکایت زبانی ہے پس ولادت حقیقی تو وہ ہے جو گذر چکی اور ولادت فرضیہ یہ ہے کہ اسوقت اسکی صورت ذہن میں لیکر یا حکایت زبانی کو قائم مقام اصلی کے کرتے ہیں اور اس تصور یا الفاظ کی حکایت کو ولادت فرض کرتے ہیں کہ گویا یہ ہی ہے پھر اس کے ساتھ تعظیم عین ولادت جیسی کرتے ہیں محکی کو فرضی نہیں کہا اور نہ حکایت کو فرضی کہا بلکہ حکایت کو فرضی کہا ہے بایں معنی کہ مثل محکی کے حکایت کو بناویں اور حکایت کو محکی فرض کریں اور معاملہ اصل کا اُسکے ساتھ کریں ولادت اور ذکر ولادت میں فرق بدیہی کہ مضاف اور مضاف الیہ دو ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتا پس ذکر ولادت خود ولادت نہیں لہذا مضاف الیہ کا معاملہ مضاف کے ساتھ شرع سے ثابت نہیں اور یہ بھی سفسطہ[4] ہے کہ مضاف کو بمقام مضاف الیہ کے رکھکر معاملہ مضاف الیہ کا کریں ہنود کو یہی دھوکا ہوا ہے کہ ذکر ولادت کو عین ولادت جانکر معاملہ ولادت کا کرنے لگے یہ امر بدیہی ہے اگر عقل ہو تو مؤلف تمام مضاف و مضاف الیہ کو اور حکایت و محکی کو ذہن میں لیکر عقل کو کام فرماوے اور سمجھے اور علاج و صوم عاشورا و تعزیہ شیخ سے حکایت کے ساتھ محکی عنہ کا سا معاملہ کرنا ثابت نہیں **قولہ** از انجملہ یوم عاشورا ہے الخ **اقول** پہلے خوب تحقیق ہو چکا کہ فخر عالم علیہ السلام نے صوم عاشورا بافتراض حق تعالیٰ اور حسب عادت قدیمہ کے رکھا تھا اور ہرگز باتباع یہود کے یا بوجہ شکر نجات حضرت موسیٰؑ کے نہیں رکھا اس تحقیق کا اعادہ نہیں کیا جاتا وہاں دیکھ لیویں ابن حجر نے اس صوم کو اعادہ سرور کی اصل ٹھہرایا تھا کہ جیسا شکر نجات بتجدد[5] امثال ہر سال عود کرتا ہے شکر ولادت بھی ہر سال اس تاریخ میں عود[6] کرے تو اس کی

[1] حال وسرور کی کیفیت [2] پردہ [3] موضوع حکایت [4] حماقت [5] مثالوں کی تبدیلی کے ساتھ [6] واپس آئے ۱۲

Marfat.com

فرعون کا ڈوبنا اور موسیٰ علیہ السلام کا نجات پانا اور انکے شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام کا روزہ رکھنا اور کہاں یہ ہمارا زمانہ کہ اب تک وہ روزہ چلا جاتا ہے حالانکہ حقیقت وقوع واقعہ غرق فرعون ونجات موسیٰ تو اسی دور میں ہوئی تھی اب وہ اصل حقیقت موجود نہیں پس جبکہ آپ قائل ہوئے کہ وقوع ولادت میں قیام ہونا چاہیئے تو اگرچہ وہ حقیقت اب موجود نہیں لیکن ہمیشہ تعظیم کا جاری رہنا بعد انقضائے اصل واقعہ کے نظیر صوم عاشورا سے ثابت ہوگیا اور دوسری نظیر ایک اور بھی ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو مدینہ میں بخار کی بیماری تھی مشرکوں نے کہا کہ ان لوگوں کو مدینہ کے بخار نے سست زار ونزار کردیا ان سے طواف بھی نہ ہوسکے گا یہ کہا اور مقام حجر کی طرف کو مشرک لوگ ان کا تماشہ

مناسبت اسمیں ہے مگر فی الواقع یہ دونوں مغائر ہیں چنانچہ سب تحقیق ہوچکی مگر بہرحال مناسبت ظاہر میں تھی گو واقع میں فرق ہے لیکن مؤلف نے یہ غضب کردیئے کہ بالکل کوئی مناسبت ہی نہیں رکھی اور پھر اصل بنا دیا یہ محض خیال فاسد ہی ہے اس واسطے کہ وہاں اعادہ سرور ولادت کا مثل یوم ولادت میں تھا جیسا سرور عاشورا مثل یوم نجات میں ہے غرض ہر دو یوم تو مناسب ہیں اور یہاں تو محض مؤلف کا امر فرضی ہی ہے اور فرضی امر ٹھہرا کر جسکا کہیں خارج میں وجود نہیں معاملہ اسکا کرتا ہے اور مجیب نے اس کو ہی رد کیا ہے کہ جسوقت چاہے ذہن میں تصور ولادت کا کرلیا اور زبان سے حکایت اس ولادت کی کردی اور اس تصور ذہنی یا الفاظ حکایت کی تعظیم مثل عین ولادت کے کرنے لگے تو یہاں مؤلف کو واجب تھا کہ اپنے مدعا کے اثبات میں ایسی نظیر دیتا کہ زبان سے حکایت کرکے اس حکایت کے ساتھ تعظیم محکی[1] کی ہو یا ذہن میں تصور جما کر اس صورت ذہنیہ کی تعظیم قیام خارجی سے کیجاوے تاکہ مدعیٰ اسکا ثابت ہوتا ورنہ اس نظیر سے اسکو کیا نفع ہے اب نہ معلوم کہ مؤلف کے نزدیک ولادت حقیقیہ ماضیہ کے قائم مقام فقط تصور ذہنی ہے یا حکایت لفظ لسانی[2] ہے یا دونوں ہیں جسکے واسطے قیام تعظیم ہوتا ہے بہرحال اس فرضی تصور یا حکایت واقعہ کی تعظیم جو فرضاً محکی ہوا ہے اس نظیر صوم عاشورا سے کچھ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یوم عاشورا تجدد[3] امثال ہر سال عود کرتا ہے گو غرق فرعون ونجات بنی اسرائیل عود نہ کریں سو تعظیم یہود اس یوم کی کرتے تھے اور عید مناتے تھے نہ یہ کہ تصور غرق ونجات کا کرکے عید کرتے ہوں یا ذکر غرق ونجات کا پڑھ کر عید مناتے ہوں بخلاف مؤلف کے کہ وہ محض تصور اور الفاظ حکایت وذکر کو مقام عین ولادت کی کرتا ہے اور تعظیم اسکی مثل تعظیم عین ولادت کے ہوتی ہے دیکھو کہ فعل یہود میں اور فعل مؤلف میں زمین آسمان کا فرق ہے یہود کے فعل کو تو کچھ مناسبت بھی ہے کہ زمانہ زمانہ مماثل[4] ہے مگر مؤلف کے فعل میں کچھ بھی مناسبت نہیں محض مغایرت[5] ہے اور ہنود جیسا فرضی معاملہ ہے اور خیال پرستی کا قصہ ہے معاذ اللہ کیا سوء فہم ہے کہ بیدل سوچے سمجھے جو چاہے لکھدیوے اور شرم نہ کرے شکر نجات حضرت موسیٰؑ کا دائمی تھا اور مثل یوم واقعہ کو شکر کیواسطے مقرر کردیا عید منانا تھا ایسا ہی شکر ولادت فخر عالم علیہ السلام کا دائمی ہے اور اسکے یوم ولادت کو ٹھہرا دینا عید منانا ہے اس مناسبت سے ابن حجر نے یوم عاشورا کو نظیر سرور یوم ولادت لکھی تھی گو اصل میں یہ اصل بنانا بے اصل تھا کیونکہ صوم فخر عالمؐ اسوجہ سے ہرگز نہیں تھا اور سرور وتعید کو آپ نے رد ہی کردیا تھا لیکن صورت غرق فرعون ونجات موسیٰؑ کو ذہن میں ٹھیرا کر یا ذکر غرق ونجات کا کرکے اور اصل واقعہ کے قائم مقام فرض کرکے تو عید نہیں بنایا تھا جیسا کہ مؤلف بیاد حکایت واقعہ ولادت کے کھڑا ہونا لکھتا ہے یہ تو نہ ابن حجر کو سوجھی تھی نہ یہود نے یہ فرضی کام کیا تھا مؤلف نے ذرا شرما کر اپنی اصل بے اصل کو خیال کرے کہ شرع محمدی میں تصور ولادت وحکایت ولادت کو مقام عین ولادت کے قائم فرض کرکے خیال ولفظ پرستی کرتا ہے حالانکہ شرع میں یہ محض بے اصل امر ہے اور توبہ کرے **قولہ** اور دوسری نظیر الخ **اقول** رمل میں قوت دکھانا کفار کو تھا مگر دوسری علت کا ہونا کہاں سے محقق ہوا کہ سوائے اس کے کوئی علت نہیں تھی ایک شئی کی کئی کئی علل بھی ہوتی ہیں پس بعد فتح مکہ کے اگرچہ یہ علت مرتفع[6] ہوئی مگر دیگر علل[7] کا رفع ہونا کیونکر

۱ موضوع حکایت ۲ زبانی ۳ شانو کی تبدیلی کے ساتھ ۴ مشابہ ۵ مخالفت ۶ ختم ۷ علت کی جمع ۱۲

Marfat.com

دیکھنے لگے تب حضرت نے صحابہؓ کو فرمایا کہ ان مشرکوں کے سامنے طواف کے وقت رمل کرو انہوں نے رمل کیا یعنی جس طرح پہلوان لوگ وقت لڑائی کے کودتے ہوئے اور مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے بہادرانہ چال چلتے ہیں اسی طرح صحابہؓ اُن مشرکوں کے سامنے چلتے تھے اور کفار یوں بول اٹھے یہ تو ہرن کیطرح چوکڑیاں بھرتے ہیں یہ روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں خلاصہ یہ کہ رمل یعنی کود اور اچھل کر مونڈھے ہلا کر چلنا اسوقت تو واسطے دکھانے کفار کے کیا گیا تھا لیکن پھر بعد اس زمانہ کے جو حجۃ الوداع واقع ہوا اُسوقت بھی وہ قوت رفتار رمل کے طور پر وقوع میں آئی حالانکہ اسوقت کوئی مشرک وہاں نہ تھا قطعاً اور قائم رکھا اسوقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رفتار تبختر کو اور پھر قائم رکھا بعد آپکے خلفاء راشدین نے پھر تابعین نے یہانتک کہ ابتک بھی وہی پہلوانوں کی چال کود اچھل کر وقت طواف کیجاتی ہے اب دیکھئے یہ معاملہ حقیقت کا سا بعد منقضی ہو جانے اصل حقیقت کے کیا جاتا ہے الی یومنا ہذا اور جاری رہے گا الی یوم القیامہ حالانکہ اصل علت موجود نہیں یعنی اب حرم شریف میں ایک بھی کافر نہیں جسکو اپنی طاقت اور بہادری اور جوانمردی کی چال دکھلائے چنانچہ صاحب ہدایہ اس معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ثم بقی الحکم بعد زوال السبب فی زمن النبی علیہ السلام وبعدہ اور شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے معلوم شد کہ بعد از زوال علت نیز ایں حکم باقی ست تو حضرت صاحب اصل حقیقت کا سا معاملہ بعد انقضائے حقیقت بھی کرنے کی نظیریں شرع میں موجود ہیں اور جس چیز کی نظیر پائی جاوے وہ موافق قاعدہ مولوی اسماعیل صاحب کے بدعت نہیں حقیقی الحاصل جب آپ قائل ہو چکے کہ اصل حقیقت یعنی وقوع ولادت شریف میں قیام ہونا چاہیے اور ہم کہتے ہیں کہ واقعی آپ اس امر میں حق پر ہیں چنانچہ بعض روایات موالید میں آیا ہے کہ اس وقت ملائکہ اور حوریں کھڑی ہوئی تھیں آدمی کا تو وہاں گذر نہ تھا اور جسکا گذر

معلوم ہوا پس اولاً یہ جزم کہ دوسری علت نہیں تھی صحیح نہیں بلکہ یہاں دوسری علت کا احتمال بلکہ قرینہ وجود اس کا ہے جس کا ذکر آتا ہے نہایت یہ کہ ایک علت کو شارع نے بیان کیا دوسری علت کو مجتہدین کے استنباط پر رکھا جیسا اکثر نصوص میں بیان علت نہیں فرمایا اگر ہم تسلیم کریں کہ دوسری علت نہیں تھی تو حجۃ الوداع میں آپ کا رمل[1] کرنا اور کرانا یہ بھی علت ہے کہ باتباع آپکے فعل کے ہو اور آپنے تقریر فرمائی پس یہ علت نہایت قوی ہے تو نص علتِ رمل کی موجود ہے ہر چند اس میں بھی استخراج علت کا ممکن ہو مگر سلمنا[2] کہ یہ نص خلافِ قیاس کے ہے کہ فقہاء کے فہم میں اسکی علت نہ آئی پس جو نص خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اصل کسی شئی کی نہیں ہوتی اور مقیس[3] علیہ نہیں بنائی جاتی تعدی حکم اس سے ناجائز ہے اور حکم اسکا مقصور بمحل نص ہی رہتا ہے پس اس رمل سے قیاس مؤلف کا محل نزاع میں باطل ہوا اور نظیر اسکی لکھنی لغو[4] ہوئی اب دیکھو علی قاری شرح مناسک میں کیا لکھتے ہیں لایقال الاصل فی الحکم ان یزول بزوال العلۃ فانا نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال المشروعیۃ تذکراً لنعمۃ الامن بعد الخوف یشکر علیہا فہذہ علۃ اخری دائم الحکم تثبیت بعلل متبادلۃ او انتفاع شخص علۃ لا یؤثر فی انتفاء نوع الحکم ولئن سلم فالحکم ہہنا مع عدم العلۃ فہو غیر معقول المعنی الخ انتہی اور قول صاحب ہدایہ کا جو نقل مؤلف نے کیا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ بعد زوال اُس سبب کے جو اس وقت آپ نے اظہار فرمایا تھا نہ مطلق اسباب رمل کی کیونکہ اگر کوئی سبب نہیں تو فعل شارع کا تو خود علت حکم کی موجود ہے کہ اصل علت نص ہی ہوتی ہے مگر مؤلف کس کا فہم لاوے جو سمجھے پھر سنو کہ یہ نظیر بھی محض سفسطہ ہے کیونکہ طواف کی مثل طواف ہے من کل الوجوہ[5] طواف طواف سب ایک ہیں یہاں بھی اعادہ سبب کا موجود ہے کوئی فرضی امر نہیں اعنی یہ نہیں کہ ذکر اظہار قوت کا ہو

[1] سینہ تان کر چلنا [2] ہم نے تسلیم کیا [3] جس پر کسی شے کو قیاس کیا جائے [4] بیہودہ لغو [5] ہر اعتبار سے ۱۲

Marfat.com

تھا وہ حالت قیام میں تھا تو اب بھی جب ذکر آوے تو وہی قیام امت میں جاری رہے تعظیماً تو ہرگز مخالف اصل شرعی کے نہیں ہوسکتا اور تماشہ یہ کہ آپ یعنی حضرت معترض صوفی بھی ہیں اور آپکے یہاں تصور شیخ کا قاعدہ بھی چلا آتا ہے آپکے بزرگوار فرماتے ہیں واذکر الاعظم بطلقلب بالشیخ علی وصف المحبة والتعظیم وملاحظہ صورتہ انتہی اور شاہ ولی اللہ صاحب سالہ انتباہ میں لکھتے ہیں فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علی کتفك الایمن اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خلیفہ محمد عاشق پھلتی جن سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد وفات والد اپنے کے تکمیل سلوک کی ہے اپنی کتاب سبیل الرشاد میں مرشد کا تعلیم کیا ہوا طریقہ لکھتے ہیں اگر وقت دوری شیخ کسے استفاضہ خواہد طریق است آن است کہ فارغ دل وضو ساختہ نماز گذارد وہمانجا نشستہ صورت شخصیکہ ازوے فیض می جوید بجمع ہمت ودفع خطرات ملاحظہ نماید الی آخرہ اور امام ربانی جلد ثانی مکتوب کی مکتوب سی ام میں کثرت تصور شیخ کیلئے لکھتے ہیں این قسم دولت سعادتمنداں را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند ودر جمیع اوقات متوجہ او باشند اور حاجی امداد اللہ صاحب ضیاء القلوب مطبوعہ کے صفحہ میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر در حالت ذکر خطرہ در آید بمشاہدہ جمال مرشد آن خطرہ را دفع سازند وباز بذکر مشغول شود اور مولوی اسحٰق صاحب نے بھی مائۃ مسائل میں اس بات کو رد کر دیا کہ پیر کو عالم الغیب جانے لیکن تصور بطور رابطۂ قلبی کے ذکر کیا اور اسکو منع نہ فرمایا یہ صریح علامت جواز کی ہے عبارت ان کی یہ ہے

اور رمل کیا ہو یا تذکرہ صورت ذہنیہ واقعہ کی کرکے رمل کیا ہو اصل معترض کا اعتراض اور رد کرنا تو فرض شے کا ہے نہ مثل شی پس یہاں اس نظیر میں نہ صورت علمیہ فرضیہ پر عمل ہوا نہ حکایات لفظیہ پر ہوا جیسا ذکر ولادت پر ہوتا ہے اگر مؤلف کو ہوش نہ ہو تو کوئی کیا کرے نہ مؤلف مغز سخن کسی کو سمجھے نہ اپنے جواب کی کیفیت سے مطلع ہو الحاصل دونوں نظیر میں مثل موجود ہے مگر مؤلف کے قیام ولادت میں کوئی مثل ولادت نہیں محض صورت ذہنیہ وحکایت ہے کہ ان دونوں کو یا ایک کو عین ولادت فرض کرکے قیام اسکی تعظیم کا کرتا ہے پس فرق کس قدر ہویدا ہے گر نبیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ، پس ہرگاہ ثمرہ[1] مؤلف کا معلوم ہوچکا تو صاف تحقیق ہوگیا کہ مؤلف خیال پرستی میں ہے اور یہ امر ہرگز نہ شرع میں ثابت اور نہ عقل میں جائز اور نہ ہرگز یہ وجہ قیام کی درست ہے اور نہ ہوسکتی ہے شرعاً فقط **قولہ** اور آپ کے یہاں تصور شیخ الخ **اقول** بدیہی امر ہے کہ اگر کوئی اپنے دوست محبوب کا تصور کریگا تو اس صورت ذہنیہ کے ساتھ حُب لازم ہوگی اور دشمن کے تصور میں بغض لازم ہوویگا اور معظم کے ساتھ تعظیم، اسمیں کسی عاقل کو تامل نہیں پس جب کوئی اپنے شیخ مربّی[2] کا تصور مثلاً کریگا تو بالضرور محبت وعظمت اس صورت ذہنیہ کو لازم ہووے گی طبعاً پھر وہ اس صورت علمیہ کو خواہ مواجہ[3] خیال کرے یا ذہنی یہ حب وتعظیم اسکو لازم مگر یہ تعظیم قلبی تو یہاں مبحوث[4] نہیں کیونکہ حب وتعظیم فخر عالم علیہ السلام کی لازم قلب مومن کو ہے ہر دم وہر لحظہ یہاں کلام افعال تعظیم کی جوارح[5] سے اس صورت کے ساتھ بجالانے میں ہے اور خاص قیام تعظیم اس میں کرنے میں سو یہ کسی اہل طریقہ نے نہیں لکھا اور نہ کسی کا معمول ہے کہ اس صورت کے ساتھ معاملہ متصور کا کرنا چاہیے پس اس رابطہ کی حجت سے اگر مراد مؤلف کی یہ ہے کہ تعظیم تصور کی کرتے ہیں ولادت کی بھی تعظیم لازم آئی تو یہ محض خطاء ہے اس واسطے کہ ابھی بیان ہوا کہ تصور معظم[6] کے ساتھ تعظیم لازم ہوتی ہے سو ولادت کے تصور کے ساتھ بھی تعظیم لازم ہوویگی مگر اس تعظیم قلبی سے تعظیم بجوارح وقیام تو نہیں لازم آتی جسکے اثبات میں مؤلف چیخ رہا ہے ہاں جو منکر حب تعظیم قلبی تصور ولادت کا ہو اس پر یہ حجت ہوویگی سو ایسا کوئی مومن نہیں چنانچہ توجیہہ اسکی بالا ہوئی یہاں تعظیم قیام وجوارح کا انکار ہے سو یہ نہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے ثابت اور نہ صوفیہ کا معمول اور نہ امر معقول محض ایک جہل قواعد شرع سے ہے پس قول جمیل وانتباہ وسبیل الرشاد ومکتوبات

[1] فریب [2] تربیت کرنے والا [3] ظاہر [4] موضوع بحث [5] اعضائے ظاہری [6] جس کی تعظیم کی جائے ۱۲

Marfat.com

واگر تصورِ صورتِ شیخ بطور رابطہ باشد پس معمول بعض مشائخ است خلاصہ یہ کہ جیسے مرید طالب اپنے پیر کے سامنے مؤدب بیٹھتے ہیں اور تعظیم مدنظر رکھتی ہیں اس سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک یہ جب تصورِ شیخ سے مرید کو فلاح وخیر حاصل ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہادی سُبل اور مرشد کامل ہیں انکا تصور غلبۂ محبت کے ساتھ کیونکر نفع نہ دیگا دوسرا فائدہ یہ کہ جب تعظیم مرشد حالت تصور میں بھی ہے تو یہ حقیقت کا ملہ عدم موجودگی حقیقت میں کیا جاتا ہے پس قائم ہوئی معترض پر یہ حجت ہماری از روئے طریقت اور قائم ہوئیں دو حجتیں صوم عاشورا اور رمل کے ساتھ چلنا حالت طواف میں از روئے شریعت اور وہ جو معترض نے شدت غیض قلبی سے اس بات کو محض حماقت اور حرام اور تشبہ کفار اور جنم کنھیا اور سانگ قرار دیا ہے اسکا جواب ہم کچھ نہیں دیتے ہاں یہ دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم جاہلوں کی زبان کو ایسے کلماتِ گندہ اور الفاظِ غلیظ سے آلودہ نہ کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **اعتراض** کہتے ہیں کہ شامی جو مجوزین عمل مولد شریف میں شمار کیا جاتا ہے وہ خود قیام کو بدعت لا اصل لہا لکھتا ہے تو یہ قیام بدعۃ سیئہ ضلالت ہوا اور عبارت اس کی سیرت شامی میں یہ ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لہا **جواب** اسکا یہ ہے کہ اس عبارت سے جو یہ لوگ ضلالت اور سیئہ

وضیاء القلوب مائۃ مسائل سے جو کچھ مؤلف نے نقل کیا ہے محض بے سود و بے محل نقل عبارات ہے۔ دو امر واضح ہوئے ایک یہ کہ جیسا تصورِ شیخ اور جملۂ محبوب میں محبت قلبی لازمی ہے تصور فخر عالم اور آپ کے حالات ... میں بھی وہ حب و تعظیم لازم ہوتی ہے اور جیسا ان محبان کی کے تصور میں قیام وغیرہ امور جوارح کی تعظیم منقول نہیں فخر عالم کے تصور میں بھی نہیں ہونا چاہئے خصوصاً جہاں تشبہ کفر کا لازم آوے جیسا تصور ولادت میں اور کسی کو نہ دیکھا سنا ہوگا کہ حالتِ عشق میں تصور زوجہ کے ساتھ بوس وکنار کرے یا تصور قدم والدین میں قیام مثلاً دوسرا یہ کہ جیسا حب قلبی فخر عالم اور ان کے احوال کے موجب قوت ایمان ہے ایسا ہی امور غیر مشروعہ کو ایسی حالت ذکر و تصور میں بجالانا تشبہ کفار کے ساتھ باعث ہتکِ[1] حرمت آپکا ہے اور موجب نقصان ایمان فاعل پس ہر دو حجت مؤلف کی منقلب اس پر سبب پشیمانی اس کی ہوگئی اور جو کچھ کلمات تشبیہ کے عدم فہم کی وجہ سے اوس نے لکھے اسکا جواب لکھنا ضرور نہیں مگر اول لکھا گیا کہ جب صحابہ نے ایک امر مباح کیواسطے عرض کیا تھا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر فرماویں تو آپ نے یہ تشبیہہ فرمائی تھی اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہۃ کہ یہ کلمہ شرک کا تھا پس مباح کی طلب فعل میں آپنے تشبیہہ کلمہ کفر کی فرمائی اور حدیث ماشاء اللہ وشئت میں ہرگز قائل کی نیت میں شرکت تھا معنی درست تھے مگر بظاہر جو موہم[2] لفظ شرک کو تھا تو آپ نے فرمایا جعلتنی للہ ندا[3] تو یہ ہی معنی تھے کہ مجھ کو تو نے خدا کا شریک بنایا یعنی مشرکین جیسا کلمہ کہا کہ ظاہر میں شرک کی بو دیتا ہے اور حالت قیام کو صلوٰۃ مرض قدیم میں فرمایا ان کدتم انفا لتفعلون فعل فارس والروم اور فارس اور روم کا فعل حرام غیر مرضی ہی تو تھا کہ قیام صلوٰۃ مشروع کو بوجہ مشابہت کے تشبہ حرام قیام سے فرمائی اب مؤلف ہر سہ نظیر میں دیکھ لیوے کہ بوجہ مشابہت کے فخر عالم نے افعال مباح و مشروع کو تشبیہہ شرک حرام ہے دی ایسا ہی یہاں مجیبؔ نے حالت ذکر فخر عالم میں جو مندوب تھا اس فعل قیام کو جو مشابہ ہنود کے تھا تشبیہہ فعل ہنود سے کیا تھا تو کون سی وجہ انسکال کی آگئی خود مؤلف کو تو مسجد کو مندر سے تشبیہہ دینا جائز ہوا اور فخر عالم کا ہتک بقول کہ اگر سب اسباب تعظیم کے نہ ہونے میں قیام کی تعظیم بھی نہ ہو کیا حرج ہے ایسے کلام گستاخ[4] کرنا درست رکھا اور دوسروں پر یہ کہ فہمی کے کلام حق تعالیٰ مؤلف کو ہدایت کرے کہ مومن ہے گو ظلماتِ[5] بدعت میں معمور ہے | مؤلف کا سیرت شامی سے قیام مولد ثابت کرنا بے اصل ہے | **قولہ** اعتراض کہتے ہیں کہ شامی الخ **اقول** جو امر محدث کی قرون ثلثہ میں اصل نہ ہو صراحتہً ودلالتہً وہ بدعت ضلالہ ہے اور بحسب تقسیم بدعۃ کے وہ سیئہ ہی

[1] اعضاء ظاہری [2] تشریف آوری [3] بے عزتی [4] وہم میں مبتلا کرنے والا [5] کیا تم نے مجھے خدا کا شریک قرار دیدیا [6] بدعت کی تاریکی

Marfat.com

ہونا قیام کا نکالتے ہیں کمال بوالعجبی ہے اس لئے کہ بدعت ہونا اسکا تو مسلم کیونکہ رسول وصحابہ کے دورہ میں اسکا رواج نہ تھا لیکن اسوقت رائج نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضلالت ہو تقسیم بدعت طرف حسنہ اور سیئہ کے مجتہدین اور محدثین کے قول سے ثابت ہے چنانچہ نور دوم کے لمعۂ ثانیہ میں ہم نقل کر چکے اور سیرت حلبی میں ہے وقد قال ابن حجر الهیثمی الحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له کذلك ای بدعۃ حسنۃ انتهی اور یہ ابن حجر قائل جواز اس قیام مروجہ کے ہیں چنانچہ ان کے مولد کبیر کی عبارت جواز قیام میں عثمان حسن دمیاطی شافعی نے نقل فرمائی ہے پس جبکہ یہ عمل مولد بہیئت مروجہ مع القیام بدعۃ حسنہ ٹھہرا بالاتفاق اس لئے کہ اشارہ لفظ کذلک کا طرف متفق علی ندبہا کے بھی ہے جس طرح بدعۃ حسنۃ کیطرف ہے کما لا یخفی تو استدلال مانعین اوپر بدعت سیئہ ہونے قیام کے جو سیرت شامی سے کرتے ہیں اس تقریر سے ساقط ہو گئی اور اگر لفظ لا اصل لہا پر مانعین کو کچھ غرہ ہے کہ اس نے لا اصل لہا جو لکھا ہے اس سے سیئہ ہونا ثابت ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات ضروری نہیں جہاں لفظ لا اصل لہا آیا کرے وہاں بدعت سیئہ مکروہہ یا محرمہ مراد ہوا کرے اس بات پر دو عبارتیں دلیل گذرتا ہوں مجمع البحار کے خاتمہ جلد ثالث صفحہ ۵۱۲ مطبوعہ نولکشوری میں ہے کہ صاحب مجمع نے اپنے شیخ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ پھول یا خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنا کیسا ہے تو جواب اسکا یہ لکھا ہے اما الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلك ونحوہ فلا اصل لها ومع ذلك فلا کراهت فی ذلك عندنا الخ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ لا اصل لہا ہونے کو یہ ضروری نہیں کہ وہ ناجائز ہوا کرے اور مولوی محمد اسحق مسائل اربعین کے مسئلہ چہاردہم میں کہ نوشہ کو بطریق سلامی کچھ دینا اور دلہن کو منہ دکھائی میں کچھ دینا کیسا ہے تحریر فرماتے ہیں جواب در شریعت محمدی اصل ایں چیزہا یافتہ نمی شود مگر ظاہر حال ایں چیزہا کہ دادن سلامی و رونمائی ہست مباح باشد الی آخرہ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے بدعت ہونے اور شریعت محمدی میں اصل نہ پائے جانے سے حرمت و کراہت لازم نہیں آتی پس سیرۃ شامی میں بدعۃ لا اصل لہا

کہلاتی ہے چنانچہ اسکی تحقیق گذر چکی پس جب صاحب سیرت شامی نے لا اصل لہا کہا بدعۃ ضلالہ اسکے نزدیک ہو چکی اور بدعت ضلالہ ہونا اسکا اس رسالہ سے بھی محقق ہو لیا اور توجیہات رکیکہ[1] واہیہ مؤلف کا جواب اثبات قیام میں بھی لکھا گیا پس جب احادیث واجماع سے ضلالہ ہونا ثابت ہو گیا اب ابن حجر ہیثمی یا کسی عالم کا قول معتبر نہیں اور خود مجلس مروجہ کا ممنوع ہونا بھی سابقاً محقق ہو لیا اور اقوال پہلے علماء اور اعمال کی توجیہہ بھی کر دی گئی کہ حسن ظن اپنا ان کے ساتھ ہے مگر مؤلف کے نہ ماننے پر تنزل کا جواب دیا جاتا ہے پس حجج مؤلف کی بالکل بے سود لاطائل[2] ہیں بدعت سیئہ ہونا اس کا مقرر ہے **قولہ** اور اگر لفظ لا اصل لہ الخ **اقول** مؤلف کے ہوش وفہم کا قصور ہے ہوش کر کے سنے کہ جہاں بدعت کے ساتھ لا اصل لہ ہوتا ہے وہاں بدعۃ سیئہ مراد ہوتی ہے اور جو بغیر لفظ بدعت کے لا اصل لہ بولتے ہیں تو وہاں دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے پس یہاں سیرۃ شامی میں بدعت لا اصل لہا کہا ہے پس یہ بالضرور سیئہ ہی ہے اور مجمع کی عبارت میں بدعت کا لفظ نہیں فقط لا اصل لہ ہے اور قرینہ مابعد کا موجود ہے کہ اصل سے مراد حدیث واثر صریح ہے نہ مطلق اصل کیونکہ کہتا ہے فلا کراهۃ فی ذلك عندنا فقد قال الهیثمی من ائمتنا الشافعیۃ واما الصلوۃ علی النبی عند التعجب من الشیٔ کما یقول الانسان حینئذٍ سبحان اللہ لا الٰہ الا اللہ ای لا یأتی بالنادر الا اللہ تعالیٰ فلا کراهۃ فیه انتهی پس دیکھو کہ اصل صلوٰۃ کے وقت امر تعجب کے ہیثمی کے قول سے ثابت کرتا ہے تو قیاس اور قول فقیہ تو اصل موجود ہے جس پر قیاس ریحان کو کیا مگر حدیث واثر نہیں پس اصل سے مراد یہاں حدیث واثر ہے نہ یہ کہ کوئی دلیل صراحۃً ودلالۃً بھی نہیں لہذا لفظ لا اصل لہ کہ مطلق قرینہ سے ہو خصوصاً جب بدعت کا بھی ذکر ہو وہاں ضلالۃ ہی مراد ہوتا ہے تو شامیہ میں بدعت سے مراد سیئہ ہی ہے علی ہذا اربعین مسائل میں اصل سے مراد نص صریح ہے اور اصل

[1] گذر ورده [2] غیر مفید ۱۲

Marfat.com

کہنے سے قیام کا ضلالت اور سیئہ ہونا ثابت نہوا اور جبکہ ٹوٹ گئی دلیل مانعین کی تو اب پیش کریں ہم وہ قرائن و دلائل کلام میں شامی کی جو قیام کے بدعت حسنہ ہوئے پر دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس نے یہ لفظ لکھے ہیں جرت عادة کثیر من المحبین اول تو لفظ اجرائے عادت ایک قسم کے مستند ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الاحرام میں لکھا وبذلك جرت العادة الفاشیة وھی من احدی الحجج تو عادت فاشیہ یعنی ظاہرہ اگر عہد صحابہؓ سے ہو تو کمال درجہ کی قوی حجت ہے اور اگر مابعد کی عادت ہے تو بھی ایک طرح کی سند ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن اور مسلمون سے صحابہ مراد رکھنا غیر مسموع ہے اس لئے کہ مخالف ہے در فتاوی اور شرح ہدایہ وغیرہ کے جو بہت اکابر مفتیان دین نے اس روایت کو سند پکڑی ہے استحسان امور مروجہ مابعد پر جنکو علمائے دین نے مستحسن رکھا ہے اور نیز مفتیان دین جابجا الفاظ فتوی میں لکھتے ہیں علیہ العمل وعلیہ المسلمون وبہ جری التعامل وھو المتوارث امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قیام کی تحقیق میں جلد دوم احیاء العلوم میں لکھتے ہیں ولکن اذا لم یثبت فیہ نہی عام فلا نری بہ باساً فی البلاد التی جرت العادة فیہ باکرام الداخل بالقیام دوسرا قرینہ یہ شامی نے عادت لکھی تو کثیر کی عادت لکھی اور گروہ کثیر اہل اسلام کا ایک عمل پر قائم ہو جانا یہ بھی ایک سند ہے شامی شارح درمختار نے لکھا ہے والاعتماد علی ما علیہ الجم الکثیر اور حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم پس عمل سواد اعظم کا ہونا یہ بھی ایک دلیل انجاح کی ہے تیسرا قرینہ

کلی عطار و ہبہ کی نصوص میں موجود ہے" تہادوا تحابوا الحدیث وغیرہ اور یہاں بھی لفظ بدعت کا مذکور نہیں اور عاقل جانتا ہے کہ احسان وصلہ مندوب ہے پس لا اصل لہ کے معنی جو مؤلف سمجھا کس طرح درست ہوتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس جزئیہ خاص میں نص صریح نہیں گو اصل کا وجود ہے پس ہر دو حجت[1] مؤلف کی محض کم فہمی تھی سو رد ہوئی اور شامی کا قول ضلالہ[2] ہونے پر نص[3] رہا قولہ اب پیش کریں ہم قرائن الخ اقول عادت فاشیہ کے یہ معنی ہیں کہ کسی قرن میں اسکا تعامل بلا نکیر ہوا ہو سو قرون ثلثہ میں اگر یہ شیوع[4] ہوا تو دلیل شرعی ہے ورنہ نہیں چنانچہ تحقیق بدعت میں مذکور ہوا اور جو بعد قرون ثلثہ کے شیوع ہو تو شرط اسکی یہ ہے کہ کوئی عالم بھی اسکا خلاف نہ کرے اور کوئی حجت شرعیہ بھی اسکے خلاف نہ ہو پس ایسی عادت فاشیہ[5] کے حجت ہونے کی دلیل عینی نے یہ حدیث ما راٰہ المسلمون حسناً الخ لکھی ہے سو یہ عادت فاشیہ اجماع ہے اور اجماع میں انفراد ایک کا بھی قاطع اجماع کا ہے پس مؤلف کی خوش فہمی قابل تحسین ہے کہ اول تو قیام مروج پر نص سے منع و نہی وارد ہے کہ تعین مطلق نص کا کرنا ہے اور تشبیہ کفار کا حرام ہونا جو پہلے محقق ہو چکا دوسرے ہر زمانہ میں علماء اس مجلس مروجہ اور قیام پر انکار کرتے رہے ہیں پس اس حالت میں عادت فاشیہ کہاں ہے جو مؤلف ناز کر کے ذکر کرتا ہے اور یہ روایت جنایات الاحرام کی ہے پس جرت کے لفظ سے استدلال مؤلف کا باطل ہوا اور شرح حدیث ما راٰہ المسلمون کی پہلے لکھی گئی ہے جس سے یہ سب تقریر مؤلف کی لغو ہے کیونکہ اس حدیث میں ہر ہر قرن کا اجماع مراد ہے بشرطیکہ خلاف نص کے نہ ہو اور کوئی ایک بھی مخالف نہ ہو اور یہی معنی علیہ العمل وعلیہ المسلمون وجری التعامل وھو المتوارث کی ہیں اگر فہم وعلم ہو تو ظاہر ہے اور احیاء العلوم میں خود بعد نفی نہی کے کہتا ہے اور بلاد کا جریان تعارف اعتبار کرتا ہے اس واسطے کہ اصل قیام تو درست ہی ہے شبہ تخصیص کا تعارف بلاد سے رفع کر دیا اگر فہم درکار ہے قولہ دوسرا قرینہ الخ اقول واضح ہو چکا کہ خلاف نص کے کثیر کیا تمام دنیا کا بھی تعارف معتبر نہیں اور سواد[6] اعظم سے مراد اہل سنت ہیں اور جم غفیر کا جب قول معتمد ہوتا ہے کہ فریقین کے پاس کوئی دلیل نہیں محض رائے ہے تو اکثر کا قول معتبر جانتے ہیں اور نص کے ہوتے جو موافق نص کے کہتے اگرچہ دو تین ہی ہوں لاکھوں کے مقابلے میں تو یہ دو جم غفیر اور سواد اعظم ہوگا پہلے بھی اس کو واضح لکھا ہے قولہ تیسرا قرینہ الخ اقول اگرچہ کسی اور

[1] دلیل [2] گمراہی [3] دلیل قطعی [4] رواج [5] عام [6] کثیر جماعت ۱۲

Marfat.com

یہ کہ وہ کثیر جن کا عمل ہے وہ کون ہیں محبین اور یہ بات ظاہر ہے احادیث صحیحہ سے کہ اہل ایمان میں بڑے کامل وہی ہیں جنکو محبت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین پس جبکہ ایمان کامل انہیں کا ہوا جو اہل محبت ہیں اور اہل محبت کا عمل اس قیام پر ہوا تو بڑی نادانی کی بات ہے جو فعل ایسے مومنین کاملین کے گروہ کا ضلالت یا سیئہ قرار دیں چوتھا قرینہ یہ کہ شامی نے وجہ ان کے قیام کی لکھدی کہ کوئی غرض نفسانی یا برائے شیطانی کیلئے قیام نہیں کرتے بلکہ خاص واسطے تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے اور یہ بات سب اہل اسلام جانتے ہونگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شرع میں مطلوب ہے یا نہیں اور یہ کہ بہ نیت ادب کھڑا ہونا مفید تعظیم ہے یا نہیں پھر جبکہ قیام انکا مبنی ہو انعظیم پر تو بالضرور مستحب اور مستحسن ہوگیا، پانچواں قرینہ یہ کہ اگر محدث شامی کو منع کرنا قیام کا منظور ہوتا تو وہ اس قسم کے الفاظ لکھتا جو منکرین قیام نے لکھے ہیں، جیسا جونپوری صاحب فرماتے ہیں مایفعل العوام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشیٔ بل مکروہ اور دوسرے گجراتی صاحب لکھتے ہیں تداخل بعض جہال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لہا اصلا ولا اسما فی کتاب لاسنۃ منہا القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یہ مانعین جنکو اس فعل پر انکار ہے وہ تو قیام کرنیوالوں کو محبین رسول نہیں کہتے بلکہ شدت غیظ وغضب سے انکو عوام اور جہال وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں، الحاصل یہ قرائن خاص ہی ایک فقرہ کے قطع نظر قرائن عبارت ماقبل ومابعد شامی اور قطع نظر انتظام سیاق و سباق اس کی سے دلالت صریح کرتے ہیں کہ مراد محدث شامی کی یہ ہے کہ اصل اس قیام کی فعل صحابہ سے تو نہیں پائی گئی لیکن جماعت

بدعت اور مذموم کو محبین[1] بھی کریں وہ بھی بدعت ہے اور جب شامی نے بدعت لا اصل لہا[2] کہدیا تو کسطرح جائز ہوگیا از فعل محبین کا حجت ٹھہر گیا محبین سے خطا کا کوئی اگر امر سرزد ہوتا ہے پس وہ خطا صواب نہیں بنجاتی صحابہؓ سے لیکر آج تک یہ تعامل ہے، اگر مؤلف کا یہ عقیدہ کہ محب سے خطا بھی بدعت نہیں ہوتی مردود ہے، نصوص قطعیہ سے **قولہ** چوتھا قرینہ الخ **اقول** تعظیم قابل اعتبار کے وہ ہے کہ موافق قاعدہ شرعیہ کے ہو ورنہ مردود ہوگی اگرچہ حب فخر عالم میں کریں اس میں وجہ جواز کی حسب اجازت شرع کے کرنا ہے نہ غرض تعظیم وحب فخر عالم کا ہونا اور غرض نفسانی مرتفع ہونا حضرت معاذ صحابیؓ نے محض حب وتعظیم فخر عالم کی وجہ سے سجدہ آپکو کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے رد کر دیا اور بہت دلائل اس کی احادیث میں موجود ہیں پس یہ قرینہ محض خطا واضلال ہے باقی رہا قولہ کہ یہ بات سب اہل اسلام جانتے ہوں گے الخ تو یہ کلمہ محض محب اندرونی کا ہے کہ تمام عالم کی طرف سے اس علم میں مؤلف کو تردد ہے خود آپ ہی عالم ہے اور آپ ہی محب ہے اور جواب قیام تعظیم کی جواز اور اس قیام کے خاص عدم جواز کا خوب محقق ہوچکا سو یہ قیاس مؤلف کا فاسد ہے کیا حاجت اعادہ[3] جواب کی ہے **قولہ** پانچواں قرینہ الخ **اقول** لفظ بدعۃ لا اصل لہا سے زیادہ بڑھکر کون سا کلمہ ہجو کا ہوگا کہ خود فخر عالم فرماتے ہیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار[4] اور شامی کا تعبیر اہل قیام کو بلفظ محبین یا بوجہ دعوی ان کے ہے یا واقعی یا حسن ظن سے ان کو محب جانتا ہے اور خطار سے مبتلا اس فعل کو سمجھتا ہے سو یہ قرینہ محض سوء فہم ہے **قولہ** الحاصل الخ **اقول** یہ سب قرائن مؤلف کے معلوم ہوا کہ محض جہل تھا اور سوء فہم معنی کا اور بدعۃ لا اصل لہا کے معنی تمام اہل علم و دیانت کے نزدیک بدعت سیئہ کے ہوتی ہیں پس کلام علماء کے سمجھنے کو علم کا مادہ اور نقل کرنے کو دیانت کا ہونا ضرور ہے، جو دونوں سے عاری[5] ہو وہ کیا کسی اہل علم کے کلام کو سمجھے گا اور جو خود خائن ہو وہ کیا کسی اہل دیانت کو متدین پہچانے کا مثل مشہور تصور کرے گا اور مادہ علمی وفہم مؤلف کا اس رسالہ سے جو کچھ ہے واضح ہوچکا اور خیانت مؤلف کی بھی نقل عبارت تذکیر الاخوان میں اور اختصار روایت ردالمحتار میں محقق ہوچکی اور جو کچھ مؤلف بدزبانی

---

[1] پسند کرنیوالے۔ [2] جس کی کوئی اصل نہیں [3] کرار کرنا [4] لوٹانا [5] ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام آگ ہے [6] خالی

کثیر اہل اسلام کی کہ جو محبین ہیں وہ تعظیماً قیام کرتے ہیں پس یہ الفاظ تو فی الحقیقت ترغیب[1] دیتے ہیں اہل ایمان کو کہ جس کے دل میں محبت ہو اور تعظیم رسول مدنظر ہو تو قیام کرے مطلب سمجھنے کیلئے ایک تو مادہ علمی درکار ہے دوسرے ہدایت من عند اللہ کہ قلب مومن میں القا[2] ہوتی ہے جہاں دونوں مفقود ہوں وہاں کیا کیجئے ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور اب دیکھئے اسی عبارت شامی کے لفظ لا اصل کو محدثین بیدار دل کس طرح شرح کرتے ہیں، علامہ نورالدین حلبی نے یہ عبارت شامی کی لکھ کر آگے اس کے لکھا ہے" اے لکن ہی بدعۃ حسنۃ لانہ لیس کل بدعۃ مذمومۃ چنانچہ یہ عبارت سیرۃ حلبی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۳ میں موجود ہے اور علامہ حلبی نے اپنے اصطلاح دیباچہ میں لکھی ہے کہ جس جگہ میں نے سیرت الشمس کی کوئی عبارت لی ہے اس کے شروع میں لفظ اَی لایا ہوں تو سیرت شامی کے لفظ بدعۃ لا اصل لہا کو جو ساتھ بدعت حسنہ کے تفسیر کی ہے اسکو بھی حلبی لفظ اَی سے لایا ہے، کما مر تو معلوم ہو گیا اتفاق ان دونوں محدثوں کا یعنی صاحب سیرۃ الشمس اور صاحب سیرۃ حلبی کا اس تفسیر پر اور بعض رسائل میں اس عاجز نے دیکھا ہے کہ محدث شامی کے خلف الصدق ابو نصر عبدالوہاب نے بھی اپنے باپ کے کلام کو تفسیر ساتھ بدعت حسنہ کے کیا ہے اور ہرگز شک نہیں اس میں کہ عمل امت کا شرقاً وغرباً علی العموم بلاد اہل اسلام میں اس قیام کے استحسان پر ہے اسی واسطے لکھا ہے علامہ شیخ عبداللہ سراج مفتی عرب نے رحمۃ اللہ علیہ اما القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراءۃ المولد الشریف توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام اور شیخ عبدالرحمن سراج مفتی مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً درباب محفل مولد شریف مع القیام تحریر فرماتے ہیں وعلماء العرب المصر والشام والروم الامن لس کلہم رواہ حسناً من زمان السلف الی الاٰن الخ **اعتراض** حضرت کی حالت حیات میں

اور بے لگامی عمدۃ المحدثین خیر المعاصرین مولانا احمد علی سہارنپوری قدس سرہٗ کی شان میں کرتا ہے لاریب اس کا مورد مستوجب وہی ہے اور خود ہی ورطۂ ضلالت[3] وظلمات بدعۃ میں پڑا ہوا سب کو جاہل اور غیر متدین[4] بتاتا ہے چنانچہ یہ رسالہ اس کا شاہد ہے ومن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا **قولہ** علامہ نورالدین حلبی نے یہ الخ **اقول** مؤلف بیدار دل کو ابتک خبر نہیں کہ یہ قول حلبی کا شرح ہے، یار دیکھا اب بیدار مغزی کو کام میں لا کر سنئے کہ سیرت حلبی اپنی عادت کے موافق اَی کا لفظ لایا سیرت شمس کی عبارت نقل کرنے کو اور سیرت شمس لکن کے لفظ سے استدراک کرتا ہے گو یہ بدعت لا اصل لہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے بدعت ہونے کو قبول کیا اور لا اصل لہ پر تعاقب[5] کیا اور دلیل عدم سیئہ کی بیان کر دی، مؤلف سمجھنے کا تو تصدیق نہیں کرتا پس سیرت شمس اور سیرۃ حلبی دونوں اس قیام کو حسنہ کہتے ہیں اور شامی سیئہ کہتا ہے، یہ قول شرح کی مراد سے نہیں کیونکہ لکن کا لفظ شرح کے واسطے نہیں اور اَی حرف تفسیر ہے مگر اصطلاح حلبی میں سیرت شمس کی عبارت کی نقل کا نشان ہے کہ وہ بمنزلۂ تفسیر کے ہے واقع ہو جاتی ہے پس اول جواب تو وہی ہے کہ شامی کا قول منصوص ہے، مخالفت کسی کی اُس کو مُضر نہیں، مخالفت نص کی خود رد کیجاتی ہے مگر تاویل حلبی کی یہ ہے کہ وہ ذکر مطلق کے فرد کی وجہ سے قیام کرتے تھے اور تقیید مطلق کا درجہ اس قیام میں نہیں تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا لہذا جائز جانتے تھے، اب وہ امر نہیں رہا مکروہ ہو گیا اور جواب اس توارث ائمہ کا وعلماء عرب ومصر وغیرہما کا جو عبداللہ سراج اور عبدالرحمن ابن عبداللہ سراج کے فتوے سے نقل کیا ہے چند بار پہلے گذرا، غرض مؤلف کو سوائے حرمان[6] اور کوئی حاصل نہیں **قولہ** اعتراض حضرت کی حالت حیوٰۃ الخ **اقول** مؤلف نے یہ فقرہ فتویٰ مولوی احمد علی صاحب محدث ؒ سے کہ اس میں بطور ترقی کے مذکور تھا جدا کر کے مستقل اعتراض

[1] گمراہی اور تاریکی کا نمود [2] بے دین [3] پیچھا کرنا [4] برا نہ ہونا [5] محرومی ۱۲

Marfat.com

صحابہ واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام نہیں کرتے تھے جیسا کہ ترمذی میں ہے پھر اب قیام کس طرح ہو **جواب** واقعی قیام نہیں
کرتے تھے لیکن اسطرح کا قیام جیسا سلاطین عجم میں تھا کہ جب رعایا اپنے بادشاہ کو آتا دیکھتی اسی وقت سے کھڑی ہو جاتی اور جب تک وہ بیٹھا
رہتا تخت پر اس وقت تک سب اس کے آگے بکمال تواضع کھڑے رہتے، ایسا قیام فی الواقع ممنوع شرعی ہے جبکہ وہ بادشاہ یا امیر حکم کرے اور
پسند کرے اس قیام کو، سو محفل میلاد شریف میں یہ بات تو نہیں کہ اس محفل میں منبر یا چوکی یا تخت پر کوئی بادشاہ بیٹھا ہو اہے اور سب لوگ
اس کے آگے کھڑے ہیں یا یہ کہ بادشاہ حکم کر رہا ہے کہ تم میرے آگے قیام کرو، یہاں تو یہ بات ہے کہ قاری مولد منبر پر کھڑا ہوا درود وسلام واشعار

بنایا ہے یا خیانت ہے یا عدم فہم اصل عبارت یہ ہے وقیام عند ذکر ولادت ثبوت آں بزمانِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین
ائمہ مجتہدین اصلاً نہ شدہ و در زمانِ حیاۃ آں سرور مخلوقات صحابہ برائے آنحضرت قیام نمی کردند بوجہ آنکہ حضرت را خوش نمی آمد بعد وفات
آنحضرت وجود قیام وقت ذکر ولادت در قرون ثلثہ ثابت نیست الخ پس اس عبارت میں یہ مضمون کہ صحابہؓ آپ کے واسطے قیام نہیں کرتے تھے
بطور ترقی کے ہے کہ ذکر ولادت پر قیام کیا ہوتا خود آپؐ کے مقدم پر بھی نہیں ہوتا تھا مؤلف اپنی کارروائی سے یہ سمجھا کہ یہ قیام منع جانتے تھے لاحول
ولاقوۃ الا باللہ وہ قیام کہ بطور عجم کے ہے وہ تو حرام ہی ہو چکا تھا اور یہ قیام منقول از حدیث ترمذی قیام تعظیم کا ہے کہ خود حدیث میں صریح
ہے کہ لم یقوموا اذا رأوہ لما یعلمون من کراھتہ لذلک کیا صحابہؓ ممنوع قیام کو کرتے معاذ اللہ نہیں بلکہ اس قیام تعظیم کو حلال
جانتے تھے اور بسبب خوشی حضرت کے ترک کرتے تھے کیونکہ وہاں ارضاء خاطر محبوب[1] کا منظور ہوتا نہ اپنی ہوائے نفس کا اتباع جیسا
اب اس زمانہ میں ہے الغرض حدیث ترمذی کا ترجمہ مؤلف نے بالکل غلط کیا اب حدیث میں بھی مؤلف اپنے نفس کی رغبت سے تصرف
کرنے لگا اس کی شرح طیبی کرتا ہے قال الطیبی لعل الکراھۃ للمحبۃ والاتحاد الموجب رفع التکلیف والحشمۃ یدل علیہ قولہ لم یکن
شخص احب الیھم من رسول اللہ علیہ السلام انتھی پس دیکھو کہ طیبی نے اس قیام کو تعظیم کا قیام لکھا ہے جو مباح ومندوب ہے اسی واسطے
توجیہ کرتا ہے اور خود حدیث میں دلیل ہے بقولہ لم یکن شخص الخ وبقولہ اذا رأوہ کے لفظ میں مگر مؤلف محض اپنے جہل سے معنی حدیث کو غلط
بناتا ہے اور وہ قائم رہتا تو خود حرام ہو چکا تھا اس کے کف[2] کے واسطے یہ اعتذار[3] عدم قیام کا کیا موقع کلام تھا فہم درکار ہے کیونکہ مقام مدح
صحابہؓ میں یہ ذکر ہے کہ رضا فخر عالم کیواسطے باوجود واجب ہونے کے یہ قیام مستحب بھی نہیں کرتے تھے اگر یہاں وہ قیام حرام ہوتا تو کیا مدح
تھی کہ باوجود واجب ہونے کے بھی حرام کام نہیں کرتے تھے اس کو تو کوئی عاقل بھی نہیں قبول کریگا کیونکہ حرام کام تو ایذا[4] دہی آپؐ کی تھی
اور اسکا ترک خود فرض تھا سو یہ کون عاقل کہہ سکتا ہے مقام مدح میں کہ صحابہؓ ایسے محب[5] تھے کہ رسول اللہؐ کی حرام کئے کام کو نہیں کرتے تھے یہ کیا
مدح ہے، الحاصل یہ قیام تعظیم جائز ہے اور اسکو فخر عالمؐ اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے بوجہ بے تکلفی کے اور جہاں معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہیں تو
کرتے بھی تھے جیسا حضرت فاطمہؓ نے کیا اور خود آپؐ نے ہی کیا اور وہ جو کھڑا رہنا مثل اعاجم[6] کے ہے وہ حرام ہی ہے وہ کسی حال درست
نہیں پس مؤلف ہرگز نہیں سمجھا اور غلط توجیہ حدیث کی کرتا ہے اور پھر وہ ایک اپنے فرضی معنی حدیث کے ٹھیرا کر جواب دیتا ہے کہ محفل میلاد
میں تو قیام حرام نہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ محفل میلاد مؤلف میں وہ قیام ہے کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا پیچھے حادث ہوا مؤلف خود قبول کرتا ہے
اور بدعت حسنہ اسکو کہتا ہے اور یہ قیام محدث بسبب مشابہت ہنود کے اور تعین مطلق کے محظور ہو گیا اس کی تحقیق گوش گذار مؤلف

[1] محبوب کی دلی رضامندی [2] روکنا [3] عذر بیان کرنا [4] تکلیف دینا [5] پسند کرنیوالے [6] عجمی کی جمع

Marfat.com

نعت و مدح پڑھ رہا ہے یہ خود فعل صحابہؓ سے ثابت ہے، صحیح بخاری میں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان کے واسطے منبر رکھتے تھے مسجد میں اور اس پر حسان کھڑے ہو کر فخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کرتے تھے پس محفل میلاد شریف میں بھی قاری مولد منبر پر کھڑا ہو کر فخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہے غرض کہ اس قیام میں اور ترمذی کی روایت کے قیام میں جس کو مانعین سند لاتے ہیں بہت فرق ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہؓ کسی طرح کا قیام نہیں کرتے تھے نہ وقت مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور نہ وقت تشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ بالکل غلط ہے اسکو ہم مسلم نہیں رکھتے حضرت حسان کا قیام وقت بیان فخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بروایت بخاری ابھی بیان ہو چکا اور وقت تشریف آوری صلی اللہ علیہ وسلم کے بی بی فاطمہؓ کھڑی ہوتی تھیں اور نیز کھڑے ہوئے صحابہؓ واسطے آپؐ کے اور نیز کھڑے ہوئے آپؐ واسطے آنے حلیمہ سعدیہؓ کے اور نیز وقت آنے پدر رضاعی اپنے کے یہ سات روایتیں دافع الاوہام میں بتوضیح و حوالہ کتب مذکور ہیں۔

کے پہلے ہو چکی ہے غور کر کے دیکھئے بھلا مولوی صاحب نے کب منع کیا کہ منبر پر کھڑے ہو کر مدح پڑھنی جائز نہیں اگر حاجت منبر کی ہو تو جواز حدیث ترمذی میں کہاں یہ معنی ہیں جو مؤلف نے وضع کئے مقصود شارع علیہ السلام کا حرام کرنا قیام اعاجم[1] کا ہے اور اباحت قیام تعظیم کی مقام بے تکلفی میں اپنے واسطے پسند نہیں کرتے تھے اگرچہ مندوب ہے مؤلف اپنی کج فہمی سے کہیں کہیں جا رہا ہے اب استدلال جواز قیام پر مؤلف کا دیکھو

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہو کر اشعار پڑھنے سے جواز قیام مولود کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا | **قولہ صحیح بخاری میں ہے کان الخ اقول**

استدلال جواز قیام کو دیکھنا لازم ہے اس قصہ میں خود فخر عالمؐ اور جملہ اصحاب قاعد ہوتے تھے اور ایک حسان قائم اشعار پڑھتے تھے اور یہ قیام اور صعود[2] منبر کا اعلاء[3] صوت کے واسطے تھا نہ تعظیم کیواسطے کہ خود فخر عالمؐ زمین پر ہوتے تھے اور حسان منبر پر چڑھتے ہوتے تھے اگر تعظیم کا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کس طرح ہوتے اور حسانؓ منبر پر کیونکر چڑھتے پس یہ قیام نہ تعظیم فخر عالمؐ کا تھا نہ تعظیم مدح فخر عالمؐ کیواسطے تھا اور نہ قدوم فخر عالمؐ کے واسطے تھا غرض جس قدر وجوہ قیام مولود میں ہیں سب کے خلاف تھا کیونکہ اگر تعظیم رسول اللہؐ کو ہوتا تو آپؐ زمین پر بیٹھے تھے حسان منبر پر کس واسطے چڑھتے اور سب صحابہؓ کس واسطے بیٹھے رہتے اور اگر قدوم کا ہوتا تو وہاں قدوم کسی وجہ سے نہیں تھا نہ حقیقی نہ معنوی اور جو تعظیم ذکر و مدح کو ہوتا تو سب صحابہؓ کیوں بیٹھتے، نہیں بلکہ فقط مثل خطیب کے اعلاء صوت کیواسطے تھا پس ایسے قیام سے قیام مولود کا اثبات یا قیام تعظیم کا جواز مؤلف جیسے عاقل ہی کا کام ہے کسی اہل علم سے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، البتہ اگر مولود خواں[4] منبر پر کھڑے ہو کر سارا مولود پڑھے اور تمام سامعین بیٹھے رہیں تو یہ ہیئت اس حدیث سے جائز نکلتی ہے مگر اس قیام کا نہ کسی کو انکار اور نہ یہ قیام قیام مؤلف کو کچھ مفید نہ اس سے خود قیام تعظیم ثابت ہو جسکو مؤلف عقلمند ثابت کرتا ہے مگر فہم کی کوتاہی ہے آسمان ریسمان میں کچھ تمیز نہیں نہایت تعجب ہے اس فہم پر مؤلف علماء کے جواب میں کتاب لکھتا ہے اور تعظیم قادم کو نہ مولوی صاحب نے منع لکھا اور نہ کوئی مانع بدعت منع کرے خود مؤلف اپنی کوتاہ فہمی سے سمجھ گیا پس حضرت فاطمہؓ کا قیام مسلم ہے مگر اس حدیث ترمذی کا اس میں ہرگز معارضہ نہیں کیونکہ یہ امر مباح ہے کسی وقت اہتزاز[5] طبع کے وقت جائز رکھتے تھے اکثر وقت پسند نہیں کرتے تھے نہ بوجہ کراہت شرعی کے بل وجہ کراہت طبعی کے اور یہی شان مباح کی بلکہ مندوب کی ہے الغرض ایجاد اعتراض کا خود مؤلف کے ذہن کی خوبی تھی اور جواب بھی کمال بلاہت[6] مؤلف کی ہے اور کیا کہا جاوے فہم حدیث اور مطابقت

---

[1] عجمی کی جمع [2] چڑھنا [3] آواز کا بلند کرنا [4] مولود پڑھنے والا [5] مخالفت طبعیت کی خوشی [6] بیوقوفی ۱۲

اعتراض بانیانِ محفل میلاد شریف منکرین قیام پر ایسی ملامت کرتے ہیں جیسے تارکِ فرض و واجب پر جواب جو لوگ قیام نہیں کرتے اکثر ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کے عقائد وہابیہ نجدیہ کے طور پر ہیں اور وہ قیام کو کفر و شرک اعتقاد کرتے ہیں پس اس میں ایک تو یہ بات ہوئی کہ اس شخص کے نزدیک فاعلینِ قیام مشرک اور کافر ٹھہرتے ہیں اگر کسی کو اس بات پر غیظ آجاوے ہاتھ یا زبان سے کچھ سرزد ہو تو کچھ بعید نہیں، دوسری یہ بات کہ اس ایک حرکت سے اس کے دوسرے عقائد خبیثہ کا بھی خیال آجاتا ہے، تیسری یہ بات کہ اس فریق کو دیکھتے ہیں کہ یہ سیکڑوں باتیں خوراک پوشاک اور معاملات میں خلاف صحابہ و خلاف قرون ثلثہ کرتے ہیں اور فقط قیام کرنے اور مولد شریف کی محفل میں یہ گفتگو کہ قرون ثلثہ میں نہیں ہوئی کرتے ہیں اور باہم عناد و فساد پیدا کرتے ہیں اس وجہ سے بھی محبین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مفسدوں پر غیظ آجاتا ہے ہاں اگر معلوم ہو جاوے کہ اس شخص کے سب عقائد عمدہ ہیں اور قیام کرنے والوں کو بھی یہ برا نہیں جانتا تو اس شخص کو ہرگز کوئی آدمی زجر و توبیخ نہ کریگا ہاں البتہ یہ تو کہیں گے کہ آداب محفل کا مقتضا یہ تھا کہ سب کے ساتھ آپ بھی قیام کرتے تو بہتر ہوتا چنانچہ امام غزالی نے

سوال جواب کی کبھی کسی نے ایسی نہ دیکھی سُنی ہوگی اور کیوں نہ ہو مؤلف نے جن سے پڑھا ان پر ہی اعتراض اور انکی ہی خدمت میں گستاخی حیا کا نام نہیں پس مشتے نمونہ از خروارے جیسا انوار ساطعہ میں برعکس نام نہند زنگی[1] کا نور ظلمات بعضہا فوق بعض[2] مکنون[3] ہیں ایسا ہی دافع الاوہام مخزن شکوک[4] و اوہام واقع ہوگی پس اس کے مطالعہ کی کس کو ہوس ہے مؤلف ہی کو یہ علم نامبارک مبارک رہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل الخ **اقول** مؤلف نے اصل اعتراض کو تو قبول کیا کہ مولودی منکرِ قیام پر مثل تارک فرض کے ملامت کرتے ہیں اور اس کا یہی نام مندوب کو واجب بنانا ہے جس کو شرع میں تغیر حکم اور بدعت کہتے ہیں پس اعتراض بدعت ہونے قیام کا تو ہو لیا مگر علت ملامت کی بجھ تحقیق کرتا ہے سننا چاہیے کہتا ہے اکثر منکر قیام عقیدہ وہابیہ کا رکھتے ہیں اور قیام کو شرک اور قیام کرنیوالوں کو مشرک جانتے ہیں دوسرے ان کی حرکت سے انکے دیگر عقائد کا خیال آجاتا ہے اس سے طبع بھڑک جاتی ہے، تیسرے یہ کہ وہ بہت امور خلاف صحابہؓ کے کرتے ہیں اور ایک قیام و محفل مولود میں کلام کرتے ہیں یہ تین سبب غیظ کے ہیں پس مؤلف نے ملامت اور سب و شتم کو تو تارک قیام پر مسلّم کیا مگر سبب اس کا یہ تین امر قرار دیا ہے اور غرض مؤلف کی یہ ہے کہ ہم قیام کو واجب جاننے کے سبب ملامت نہیں کرتے قیام مستحب ہی ہے مگر یہ تین امر سبب و باعث ملامت کے ہوتے ہیں پس یہ تقریر مؤلف کی محض کذب ہے اس واسطے کہ اگر یہ امور باعث وحشت[5] و گریباں ہونے کے ہیں تو اہل بدعت سے اور فساق و فجار و ظالموں سے اور رشوت خواروں سے تو جو اہل سنت کو کافر جانتے ہیں اور مخالفت صریح اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں اور خلق اللہ کو سخت اذیت دیتے ہیں ان سے کبھی مؤلف ناراض نہ ہوا بلکہ محبت سے ہر روز اور الفت سے ملتا رہا اور ہم پیالہ و نوالہ کبھی حمیت[6] دین اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ آئی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو فرض عین ہر بشر پر کبھی منہ پر نہ نکلا بلکہ مدح و ثنا کر کر موردِ اذا مدح الفاسق اهتز عرش الرحمن و غضب الرب کا ہوتا رہا اور انکو اذا مشلهم کا مصداق بنتا رہا اگر یہ امر وہی مثل ان معاصی[7] کے ہے تو کیا خصوصیت اسکی کہ بالضرور زیادہ مؤکد ہو سکا عقیدہ ہوگا ورنہیں تو یہ محض کذب ہے ہاں اگر دیگر اہل بدعت کو انکے عقائد شرک تک پہنچے ہر ذہیں اور نسان فجار کو بھی ایسا کرتا تو یہ عذر بیاں بھی معتبر ہوتا ورنہ محض جان چھڑانی اور دفع الوقتی ہے کہ قابل اعتبار کے نہیں فی الحقیقت معاملہ اس مستحب کا مثل واجب کے ہے لہذا منکر اس مستحب کو مثل تارک واجب فرض کی جانتے ہیں اگر مؤلف کو شاید یہ وجہ ہو تو وہ کہ ہم مشرب اسکی کا قطعاً یہی عقیدہ ہو یہی معاملہ ہے اور محض انکار بدیہی کرتا ہے **قولہ** ہاں اگر معلوم ہو جاوے الخ **اقول**

[1] زنگی کا نام اسکی بدصورتی کے برعکس کافور رکھتے ہیں [2] شدید تاریک [3] پوشیدہ [4] شک و شبہات کا خزانہ [5] رسوائی کا سبب [6] مدد [7] معصیت کی جمع گناہ [8] ذلت ناکی

لکھا ہے باب السماع میں کہ یہ بات آداب حقوق صحبت کے خلاف ہے کہ کھڑا ہونے میں موافقت نہ کرے پس اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غصہ آجانا تارک قیام پر اور سبب ہوتا ہے نہ اس سبب سے کہ فاعلین قیام فرض و واجب جانتے ہیں قیام کو یہ تو بالاتفاق فتاوی میں مفتیان دین تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ کھڑا ہونا فرض واجب نہیں بلکہ مستحسن اور تعظیم و ادب کی بات ہے اور غور سے دیکھیے تو بعض اوقات میں یہ تارک قیام نص قرآنی کا مخالف بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم و اذا قیل انشزوا فانشزوا یعنی اے ایمان والو جب تم کو کہا جاوے کہ کھل بیٹھو مجلسوں میں تو کھل بیٹھا کرو اور جب کہا جاوے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اب معلوم کرنا چاہئے کہ جب قاری مولد نے پڑھا ۔ اٹھو ذکر میلاد حضرت ہے اب ؛ یا اس طرح پڑھا چاہئے آداب کرنا قیام ؛ یا یہ کہ اس وقت کھڑے

مؤلف کی بیدار مغزی دیکھنے کے قابل ہے کہ جناب مولوی احمد علی صاحب نے اپنے جواب میں یہ افادہ فرمایا تھا کہ تارک رابد تراز تارک جماعت دانند اس میں مؤلف نے یہ اعتراض نکالا ہے مگر چونکہ مؤلف قیام کے استحباب کا قائل ہوتا ہے گو معاملہ واجبات جیسا کرتا ہے تو سوچا کہ اگر تارک پر ملامت کا اقرار کروں گا تو بات خلاف دعویٰ ہو جائیگی تو تقریر اعتراض میں بجائے تارک کے منکر بنایا اور پھر نفس انکار مستحب کو بھی باعث لوم نہ جانا تو یہ عذرات کذب پیدا کئے تھے جو مذکور ہوئے آخر دروغ گو را حافظہ نباشد اس قول میں اپنی اصل پر آ گیا کہ وہاں جو معلوم ہو جاوے کہ ہمارے عقیدہ کے موافق ہے اور پھر ترک قیام کرے تو توبیخ نہیں کرنے مگر موافقت کی فہمائش اور تعلیم ادب کرتے ہیں پھر جب اس میں بھی اندیشہ نظر آیا تو آیت سے استدلال پیدا کیا کہ جس سے بادی الرائی میں تاکید بلکہ وجوب مفہوم ہو پس یہ تقریر مسلسل قابل تحسین مؤلف کے اور عجب ہے سو پہلے انکی بناوٹ کذب کی تلمیع تو ظاہر ہو چکی کہ کوئی رفض و خروج مثل انکار قیام مولود کے نہیں ہے دوستی و مداہنت کے ساتھ معاملہ ہے مگر تارک قیام کے ساتھ زجر و توبیخ سے پیش آتے ہیں اس کو سنو کہ مسجد میں لوگ نوافل پڑھیں اور ایک آدمی نہ پڑھے تو اس کو موافقت ادائے مستحب پر ادب نہیں سکھاتی تراویح کی ادا میں سب قائم ہوویں ایک شخص قاعداً پڑھے محض کاہلی سے اس کو استحباب کا حکم نہیں ہوتا علیٰ ہذا صدہا امور میں بلکہ مکروہات کے ارتکاب پر بھی حکم موافقت کا بترک مکروہات نہیں ہوتا مگر یہاں یہ حکم کرنا موافقت کا بادائے مستحب اور ترک کرنا مخالفت کا بترک مستحب ایسی ضروری ہے کہ ضرور اس میں ادب کی تلقین ہوتی ہے یہی نفس کی چوری ہے کہ سب مستحبات میں سے اس پر زیادہ اصرار اور درپردہ وجوب کا معاملہ ہوتا ہے مگر مؤلف واشتہ داشتہ کہتا ہے تاکہ کوئی متنبہ اصل مدعا پر نہ ہو جاوے اور امام محمد غزالی کا قول باب سماع کا حجت مل گیا دیوانہ را ہوئے بس ست حالانکہ وہ ایک امر مباح میں موافقت طلب کرتے ہیں اور مؤلف امر مکروہ میں موافقت چاہتا ہے اور فتاوی میں قیام تعظیمی کو جائز لکھا ہے، معترض بھی انکار نہیں کرتا مگر یہ اس وقت جائز ہے کہ کوئی محظور شرعی نہ ہو ورنہ ناجائز ہے مگر بہرحال اس ادب و مستحب ہونے قیام سے مؤلف کو خدشہ ہوا کہ اب عوام بے پروائی کر کے چھوڑ دیویں گے تو انتظام بگڑا اور خواہش نفسانی کے خلاف ہوا تو کہتا ہے **قولہ** اور غور سے دیکھیے الخ **اقول** جب غور سے دیکھا تو مؤلف کی چالاکی معلوم ہوئی کہ صیغہ فانشزوا امر کا صیغہ ہے اور موجب اس کا وجوب ہوتا ہے تو اس آیت سے ایجاب قیام ثابت کرنا مد نظر ہے اور یہ خوب محقق ہو گیا کہ مؤلف کو ہرگز فہم نہیں اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جب تم کو حکم ہو کہ کھڑے ہو جاؤ توسعۃ مکان کے واسطے یا خدمت نمز عالم سے چلے جاؤ یا جہاد و صلوٰۃ کی طرف چلو یا کسی امر ماموری کی طرف تو اجابۃ کیا کرو تو اس میں امر مشترک یہ ہے کہ ماموری کی طرف اٹھا کرو اور

۱ اس مجلس کے چھوڑنے والے تارک جماعت سے بھی بدتر سمجھتے ہیں ۲ سبب ملامت ۳ ڈانٹ ڈپٹ ۴ بظاہر رائے ۵ لیپ پوت ۶ فریب

Marfat.com

ہونے والوں نے اس آدمی کو اشارہ کیا کہ اٹھ کھڑا ہو اور اُس نے نہ یہ کیا کہ کھڑا ہو جاتا نہ یہ کیا کہ اٹھ کے باہر نکل جاتا تو دیکھئے وہ
اس وقت میں مخالف امر خداوندی کا ہو گیا کیونکہ نزول اس آیت کا منشا یہی ہوا تھا کہ لوگوں کو وہ بات تعلیم کیجئے کہ آپس میں محبت پیدا ہو بغض و
عناد وحشت نہ ہو چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اسی آیت مذکورۃ الصدر کے شروع میں لکھا ہے اعلم انہ تعالی لما نہی عباد المؤمنین
عما یکون سببا للتباغض والتنافر امرہم الآن بما یصیر سببا لزیادۃ المحبۃ والمودۃ اب سب ارباب انصاف خیال فرماویں کہ اگر وہ
شخص کھڑا ہو جاتا تو اتحاد و مؤانست باہمی کا سبب ہو جاتا اور کھڑا نہ ہونا بغض اور نفرت کا سبب ہو گیا تو یہ فعل اس کا کس قدر منشاء حکم خداوندی
سے بعید جا پڑا فاعتبروا یا اولی الابصار **اعتراض** قیام کرنے والوں کو اگر اس بات کی تعظیم منظور ہوتی کہ حضرت کے قدوم کی تعظیم کی جاوے تو
فقط وقت ولادت کے کیا خصوصیت تھی چاہیے تھا کہ جب ذکر سنتے کہ فلاں وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں یا مجلس میں تشریف
لائے یا حج یا جہاد کر کے پھر آئے ہر قدوم کا ذکر سن کے کھڑے ہو جایا کرتے **جواب** ان قدومات میں اور قدوم وجودی یعنی ولادت
شریف میں بڑا فرق ہے یہ سب قدوم جزئی ہیں مثلاً گھر سے جب مسجد یا مجلس میں تشریف لائے تو وہ دولت مخصوص اسی جماعت کے واسطے ہوئی دوسرے

اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس الآیۃ سے قیام کا ثابت کرنا غلط ہے ۱۲

جیسا مامور ایسا ہی اس کے واسطے قیام و نشوز فرض کا فرض مندوب کا مندوب پس اگر یہ قیام مؤلف کا مندوب ہی ہوتا اور عروض و عوارض
سے مکروہ نہ ہوتا جب بھی وہی استحباب نکلتا تھا اور مؤلف کی مراد حاصل نہ ہوتی تھی چہ جائیکہ شرع سے اس قیام مخصوص کا بوجہ مخصوص
بدعت ہونا اور کراہت ثابت ہو گیا پھر کس طرح یہ قیام اس آیت میں داخل رہ سکتا ہے اول اس کو مندوب ثابت کرنا تھا بعد اس کے
یہ آیت پڑھنی تھی مگر مؤلف کا فہم معلوم لیکن ہاں یہ معنی ہیں کہ جس وقت یہ امر بدعت کیا جاوے تو تم وہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ کیونکہ
معصیت کے مجمع سے اٹھ کر چلا جانا بھی مامور اس آیت سے ہے اب تفسیر کبیر کی عبارت جو مؤلف سمجھا ہے اسکی حقیقت سننے کے قابل
ہے یہ عبارت اعلم انہ تعالی لما نہی الخ جو مؤلف نقل کرتا ہے کبیر نے پہلے اس آیت سے ربط کیواسطے لکھی ہے کیونکہ پہلے آیت مناجات و سرگوشی کے
احکام میں تھی یہاں سے اس پر حکم شروع ہوا یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا الآیۃ تو یہ کہتا ہے کہ سرگوشی کرنا جو
پہلے مذکور ہوا موجب تھا تباغض بغض کا اس کی نہی فرما کر وہ امر ارشاد کیا کہ جس سے اتحاد ہو وہ یہ کہ ہر ایک دوسرے کے واسطے فسحت کرے
اور شریک خیر و راحت کا ہووے کہ موجب زیادہ حب کا ہے اور نشوز جو یہاں ہے ایک معنی پر توسع مجلس کیواسطے بھی مراد لیا گیا ہے تو وہ موجب حب کا ہر
تو اس کو اس قیام پر حمل کرنا سوء فہم ہے کیونکہ یہ اگر مندوب ہوتا حسب زعم مؤلف کے تو اس میں کسی کی اعانت یا راحت متصور نہیں ہر شخص
اپنے عمل میں مستقل ہے تو اس آیت سے اس کو کیا علاقہ ہے کوئی مجلس وعظ درس میں مربع بیٹھے اور سب دو زانو بیٹھیں تو یہ ترک ادب
موجب کسی کے ملال کا نہیں اور نہ باعث تکلیف کا پس یہ تفسیر محض خیال مؤلف کا ہے کیونکہ اس کے خیال میں وجوب قیام ہی ہے اور البتہ
ترک واجب میں مخالفت ہوتی ہے پس دیکھو کہ مؤلف نے کیسا ناکام کام کیا کہ نہ تفسیر کبیر کی مراد سمجھا اور نہ قرآن کو مفسرین کے موافق تفسیر کیا
اپنی رائے سے تفسیر کی اور پھر بھی مدعا حاصل نہوا فاعتبروا یا اولی الابصار **قولہ** اعتراض، قیام کرنے والوں کو الخ **اقول** خلاصہ جواب مؤلف کا
یہ ہے کہ قدوم ولادت کا تمام عالم کیواسطے ہے اور دیگر قدومات خاص صحابہؓ کے واسطے تھے لہذا اس قدوم ولادت کو دیگر قدومات پر زیادہ
شرف ہے اس واسطے ولادۃ پر رواج قیام کا ہوا اگر یہ جواب نہایت بے معنی ہے اول تو معترض کی غرض یہ ہے کہ آپکے سب قدوم لائق

۱۔ اٹھنا ۲۔ عارض کی جمع ۳۔ گناہ ۴۔ بغض رکھنا ۵۔ کشادگی ۶۔ چار زانو ۱۲

Marfat.com

لوگوں کا اس میں کیا حصہ ہے برخلاف قدوم وجودی کے کہ وہ قدوم کلی ہے یعنی آپ کا عالم وجود میں آنا رحمت ہے تمام عالم پر جو کوئی اس وقت دنیا میں موجود ہے یا نہیں اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہوتا چلا جائیگا اور جو چیز ثریٰ سے عرش تک ہے کل کیلئے آپ کا پیدا ہونا رحمت ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین پس اس قدوم اور قدومات مذکورہ میں بڑا فرق ہے اس لئے قیام کرنا اس اعلیٰ درجہ کے قدوم میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رائج ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی قدوم کا احسان اہل اسلام پر ظاہر فرمایا ہے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً اور مسجد میں

تعظیم کے ہیں شریف و اشرف کا فرق نہیں دیکھو کہ حضرت فاطمہؓ اور بعض صحابہؓ نے ان ہی قدومات[1] پر قیام کیا تھا اور قدوم ولادۃ میں وقوع قیام بظاہر ہوا ہی نہیں پس اگرچہ ولادت اعلیٰ ہی ہو تاہم دیگر قدومات لائق تعظیم کے ہیں اور نص سے قابل تعظیم ہونا انکا معلوم ہوا ہے پس جیسے قدوم ولادت کی تعظیم میں قیام ہے قدومات دیگر میں بھی چاہیئے تو اس کا جواب مؤلف دیتا ہے کہ ولادۃ اعلیٰ ہے پس یہ کس قدر بے موقع جواب ہے کہ سوال کچھ جواب کچھ، معترض کہتا ہے سب قدوم اعلیٰ اور ادنیٰ لائق تعظیم ہیں مؤلف جواب دیتا ہے کہ قدوم ولادت اعلیٰ ہے اب بولو کہ یہ مؤلف کا جواب ہے یا کچھ اور ہے ہاں اگر یہ ثابت کرتا کہ سوائے ولادت کے دیگر قدوم لائق تعظیم قیام کے نہیں تو البتہ جواب تھا گو غلط ہے مگر جواب تھا دوسرے یہ کہ آپ کے ان مقدمات کی مخصوص بصحابہؓ ہونے سے کیا مراد ہے اگر یہ ہے کہ نفع زیارت و صحبت کا اس جماعت کو تھا تو ولادت کے قدوم کی بھی یہ دولت بایں وجہ صحابہؓ ہی کو تھی سو ولادت کی تعمیم کچھ نہ رہی اور اگر نفع بعثۃ کا کہ علم اور دین کی اصلاح ہی مراد ہے تو وہ آج تک چلا جاتا ہے کہ صحابہؓ نے آپ سے حاصل کر کے ہم تک پہنچایا ورنہ کیونکر آتا پس معلوم کہ مؤلف نے کیا مراد رکھا ہے کیونکہ زیارت و صحبت تو ولادت و وجود کے باعث صحابہؓ کو ہی تھی مثل دیگر قدومات کے اور نفع مطلق دارین کا سوائے صحبت کے قیامت تک سب کو ہے سب قدومات کا مثل وجود کے سو ایسی بے معنی توجیہ سے کیا نفع مؤلف کو ہے سوائے ضحکہ[2] ہونے کے تیسرے یہ کہ مؤلف ان قدومات پر قیام تعظیم کو آپ ہی بڑے شد و مد[3] سے ثابت کر کے اس کو مقیس[4] علیہ قیام ذکر ولادت[5] کا بنا چکا ہے اب اسکو ادنیٰ غیر قابل تعظیم ہونا سمجھنے لگا تو گویا فعل صحابہؓ سے جو قیام تعظیم ثابت ہوا وہ چنداں معتبر نہ تھا اس کا ذکر بھی قابل تعظیم قیام کے نہیں ولادت کا ذکر جو مقیس[6] ہے وہ زیادہ قوی اور قابل تعظیم قیام کے ہے اور قدوم شریف میں قیام لائق نہیں قدوم اشرف میں لائق و احق ہے سو یہ بات رائے ناقص مؤلف کی خلاف نص کے ہے سو اسکو نص سے ثابت کرنا واجب ہے ورنہ ہرگز قابل التفات نہیں چوتھے جو کہ کلی جزئی جو مؤلف لکھتا ہے اگر باعتبار نفع عام و خاص کے ہے تو دونوں کا نفع عام معلوم ہو چکا اور جو باعتبار مقصود کے ہے تو اصل مقصود رسالۃ کا یہ ہے قدومات میں جن میں تلقین تعلیم دین کی فرماتے تھے اور وجود شرط و موقوف علیہ[7] رسالت کا ہے اور شرط و موقوف علیہ اصل مقصود نہیں ہوتا مقصود ہی اعلیٰ ہوتا ہے شرط سے پانچویں مؤلف دلیل شرافت ولادت میں جو آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ذکر کرتا ہے اور آیت لقد من اللہ علی المومنین ان دونوں آیت میں مبعوث کرنے اور رسول بنانے کا احسان اور فضیلت ہے یہ دونوں امر منت کے بعد ولادت کے چالیس سال بعد ہوئے فضل ولادۃ میں آیات سے حجت لانا نہایت جہل لغت اور مراد حق تعالیٰ سے ہے اور مقصود رسالت و بعثت ہے وہ ہی ثمرات و نتائج قدومات جزئیہ کے ہیں اور وجود کی شرافت پر اس کی دلیل بواسطہ ہے پس یہ استدلال اور یہ جواب محض بلاہت[8] ہے اور جو موقوف بعثت کا ہونے کی وجہ سے فضیلت ہے تو جو موقوف علیہ اقرب[9] الی المقصود ہوتا ہے وہ اعلیٰ ہوتا ہے تو شرح صدر مثلاً اعلیٰ ولادت سے

ذکر ولادت کی طرح ذکر معراج وغیرہ پر قیام نہ ہونے سے ذکر ولادت پر قیام کا جواز اصل سے

---

[1] تشریف آوری [2] ہنسی [3] زور و شور [4] جس پر قیاس کیا جائے [5] جسکو قیاس کیا جائے [6] مدار [7] زبان کو ماوا [8] بیوقوفی [9] مقصود سے قریب

تشریف لانے کی بابت نہیں فرمایا من اللہ علی المومنین اذا خرج رسولا من بیتہ الی المسجد یا اس لئے کہ نہ تشریف آوری دولت خانہ سے مسجد تک مخصوص انہی چند صاحبوں کے حق میں تھی جو قید احاطہ مسجد میں تھی پس منت اس کی اللہ تعالیٰ کل آدمیوں پر کس طرح ظاہر فرماتا بخلاف پیدائش حضورؐ کے کہ وہ کل کے لئے ہے اس لئے اس کی منت کل پر ظاہر فرمائی اس لئے کل کا دستور ٹھیر گیا کہ جب اس قدوم کلی کا ذکر آتا ہے اسی وقت قیام کرتے ہیں بخلاف اور قدومات کے کہ وہ جزئیہ ہیں **اعتراض** قیام وقت ذکر ولادت نہایت الامر یہ ہے کہ اگر کوئی عرق ریزی کرے تو جواز و اباحت تک نوبت آوے گی مگر مباح کو سنت و واجب جاننے سے پھر بدعت و منکر ہو جاوے گا **جواب** جو شخص کہ از روئے دلیل اس کی اباحت ثابت کرے گا یہ کس طرح عقل میں آوے کہ وہ خود مباح کہکر واجب جاننے لگے یہ تو کوئی ذی شعور مسلم نہ رکھے گا باقی

ہونا چاہیئے اور یہ نکتہ فہمی مؤلف کی کہ حق تعالیٰ نے آیت میں خروج عن البیت کو نہیں فرمایا سبحان اللہ کیا علم ہے یہ نہ سمجھا کہ حق تعالیٰ نے لقد من اللہ علی المومنین اذ خلق بھی تو نہیں فرمایا جس سے ولادت کا فضل نکلتا بعثت تو نبوت کے معنیٰ ہیں نہ ولادت کے پس ان جزئیات کو اس واسطے نہیں فرمایا کہ یہ سب افراد رسالت و بعثت کے ہیں اور آپؐ کا ہر ہر خروج و دخول حرکت و انقلاب سب اثبات شریعت و احکام دین کرنا تھا لہٰذا عام جامع کلمہ فرمایا سبحان اللہ مؤلف دعویٰ قرآن فہمی کا بھی رکھتا ہے با ایں علم و فہم الحاصل سب ذکر فخر عالم میں قیام مندوب تھا مگر مؤلف نے ذکر قدوم میں بوجہ مناسبت حصر کیا تھا اب ولادت میں خاص کر دیا اور سب پہلی تحریرات کو بھول گیا اور اپنے گھر بنائے کو ہدم کر دیا اور یہ کلمہ گستاخ اس کا کہ آپؐ کے گھر سے تشریف لانے اور غزوات سے سالم قدوم مبارک میں اور آپؐ کی تبلیغ وغیرہ میں سوائے صحابہؓ کے کسی کو کیا نفع ہوا ہے جو اس کے مخرانشی کلام سے نکلا صریح بے ادبی ظاہر اور مخالف نص قرآن شریف کی ہے حق تعالیٰ تو اس کلمہ مطلقہ عامہ میں اذ بعث فیھم رسولا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین تمام ذرہ ذرہ آپؐ کے افعال اقوال کو نعمت بتاتا ہے نعمۃ عامۃ الی یوم القیمۃ اور مؤلف سوائے صحابہؓ کو سب کو محروم ٹھیراتا ہے سوائے نفع ولادت کے سب منافع رسالت کے عموم اور ابدیت سے انکار کرتا ہے گو نہیں سمجھتا اور لائق احسان کے نہیں جانتا معاذ اللہ ناظرین اس شوخ کلامی اور کوتاہ فہمی اور ناعاقبت اندیشی کو غور فرما دیں کہ اپنی بدعت تخصیص قیام کے جواز میں کیا کیا تکلیف دور از دین و دانش اختیار کرکے دین کو برباد کرتا ہے بس زیادہ کیا کہوں،

قولہ اعتراض . اگر نہایت عرق ریزی کوئی کرے الخ **اقول** مراد معترض اگر امر مباح یا مستحب کی مداومت موہوم وجوب ہو تو ترک واجب ہے کی یہ ہے کہ قیام مطلقاً ذکر فخر عالمؐ پر مندوب ہے اور تخصیص ذکر ولادت کی بدعت ہے اور اگر کوئی سعی کرکے بالفرض اباحت تخصیص اس قیام کی ثابت کر دیوے تو پھر بھی جب عوام اس کو واجب جاننے لگے تو ان کے حق میں بدعت ہوا اور خواص کو اس کا کرنا مکروہ ہوا کہ موجب افساد عقیدہ عوام کا ہے تو مؤلف کیا خوب سمجھا جواب دیتا ہے کہ اگر کوئی اباحت ثابت کرے گا وہ واجب کس طرح جانے گا سبحان اللہ معترض کب کہتا ہے کہ خود مستدل واجب جانے گا معترض یہ کہتا ہے کہ ہر چند کوئی اس کی اباحت ثابت کرے مگر تاہم جو عوام اس کو اصرار و دوام کے سبب واجب جان رہے ہیں ان کے حق میں بدعت ہی ہووے گا اور مفید جواز کو نہ ہوگا مگر مؤلف عام فہم مطلب سے اوپر کو ہی اڑتے ہیں پس مؤلف کا یہ قول محض بے معنی ہے پس سنو کہ مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے اور جس دوام فعل خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو وہ امر خواص کو اعلان و دوام سے کرنا مکروہ ہوتا ہے کیوں کہ سبب مذموم کا مذموم ہے قال الحلبی

ے سب کو جمع کرنے والا سے ڈھا دینا سے مضمون کلام یہ کہ جبکہ بھیجا گیا ان میں رسول اور نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو مگر سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر ے ہمیشگی

Marfat.com

رہی یہ بات کہ مبادا اور آدمیوں کو واجب ہونے کا دھوکہ لگے سو صورت اس کی یہ ہے کہ یہ معنی تو بدعت کے نہیں کہ کوئی شخص فعل مباح یا
مستحب کرتا ہو اور دوسرا آدمی اس کو اپنے خیال میں واجب سمجھ جائے تو اصل فاعل کے حق میں وہ امر بدعت ہو جاوے ہاں بعض فقہاء کے
کلام سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض مسائل میں ڈرا کرتے تھے کہ ہم کس کس کو کہتے پھریں گے مبادا عوام لوگ اس کو فرض خیال کریں سو
اس مسئلہ خاص میں یہ علت مفقود ہے کیوں کہ علماء عرب کے فتوی چھپ چکے تفسیر روح البیان اور سیرت حلبی چھپ چکی اور علماء فرنگی محل و
علماء کلکتہ والہ آباد و بمبئی وغیرہ بلاد عظیمہ عرب و عجم کے رسالے اور فتاوی چھپ چکے کتنے کتنی صدیاں گذر گئیں یہ اعلان کرتے ہوئے کہ یہ مجلس
پاک اور قیام کرنا مستحسن ہے پس اس قدر اعلان اور اشتہار کرنے کے بعد وہ علت جاتی رہی اور اشتباہ کا محل نہ رہا تو اس قیام کی التزام دائمی
میں جو صورت کراہت عند البعض الفقہاء متصور تھی وہ بھی نہ رہی اور بدعت ضلالت ہونا تو کسی طرح ثبوت ہی نہیں رکھتا اور اعتراض آئندہ میں بھی
اس کا دفعیہ کریں گے **اعتراض** یہ لوگ اگر قیام کو مباح یا مستحسن جانتے ہیں تو واجب کی طرح دائمی بالتزام کیوں کرتے ہیں حالاں کہ امر مستحب اصرار

فی وجہ کراھۃ صلوٰۃ الرغائب ومنھا ان العامۃ یعتقد ونھا سنۃ فیکون فعلھا سببًا لکذبھم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم پس ظاہر ہو گیا کہ فعل خواص
کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے مؤلف اس امر کو بعض علماء کی طرف نسبت کرتا ہے حالاں کہ جملہ امت کا اتفاق اس پر ہے مگر مؤلف
دبا دبا کہتا ہے نہ اصل مراد معترض سے خبردار اور نہ قواعد دین سے واقف نہ فہم سے علاقہ جو چاہا منہ سے نکال دیا اور یہ قول مؤلف کا کہ عام علماء نے
استحباب کو طبع کرا دیا ہے اس وجہ سے علت کراہت رفع ہو گئی یہ قول کسقدر دور از فہم ہے کیوں کہ صلوٰۃ رغائب کی کراہت اور بدعت ہونا
علماء نے تحریر و تقریر سے تمام عالم میں اشتہار کیا مگر تسپر بھی عوام جہلاء نے نہ چھوڑا اور کسی عالم نے نہ کہا کہ اب اشتہار علم سنیت اس کا ہو چکا اب
خواص کو مکروہ نہیں دوسرے یہ کہ جب خواص زبان سے تو کہیں کہ مؤکد نہیں مگر عملدرآمد اس التزام سے کریں کہ ترک اس کا مثل سنت مؤکدہ کے زبوں
جانیں تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہوگا اور تحریر فتاوی اور طبع اس کا عوام کو کیا مفید ہے کہ نہ پڑھ سکیں اور نہ سمجھیں اور نہ ان کو ان امور
کا خیال اور نہ تحقیق کا فکر کہ رسائل خرید کر پڑھیں سو یہ اشتہار طبع کسقدر عذر غیر معقول المعنی ہے، تعیین سورۃ کا مسئلہ دیکھو کہ باوصف
شہرت کے اور تحریر کتب کے اب بھی علماء اس کو مکروہ ہی کہہ رہے ہیں چنانچہ پہلے اس کی تحقیق ہو چکی اور سب دیگر مسائل پس ایسے جرلوز عذرات
سے مؤلف کو شرم نہیں آتی افسوس کہ خلاف کتب دینیہ کے کس طرح اس کا قلم ایسے کلام لایعنی پر چلتا ہے الحاصل ہر روز فقہاء ایسی حالت
میں تحریر اور اشتہار پر قناعت نہیں کرتے بلکہ دوام کو مکروہ ہی کہتے رہے ہیں بلکہ چاہیئے کہ گاہ گاہ ترک بھی کر دیا کرے تاکہ عوام کو یہ خدشہ نہ
ہو مگر مؤلف ہر روز جدید قاعدہ خلاف امت کے شرع میں نکالتا ہے کیوں کہ شرع نے تو اس صورت کو مکروہ ٹھہرایا تھا اس واسطے کہ فعل علماء
خواص کو ہر عام دیکھتا ہے پس اس کے دوام سے خود عوام واجب جان لیویں گے اور تحریر کا یہ حال ہے کہ لاکھوں میں ہزاروں پڑھے ہوئے
ہوتے ہیں اور ہزاروں میں صدہا غافل بے پرواہ اور صدہا میں عدید آدمی فہمیدہ ہوتے ہیں پس تحریر سے نفع نہیں ہوتا مگر مؤلف اس کو اپنی
رائے سے نافع کہہ رہا ہے اور نفع قواعد فقہاء کا وہ سمجھے کہ فہم من اللہ تعالیٰ اس کو عطا ہو ہر عامی کا کام نہیں کہ اپنی رائے سے قواعد فقہاء کو رد
اور اپنی بنائے ناقص سے ایجاد کیا کرے پس یہ قول مؤلف کا بالکل غلط خلاف عقل اور نقل کے ہے کہ اس طبع اور اشتہار سے علت کراہت مرتفع
ہو گئی **قولہ** اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ قیام کو مباح الخ **اقول** اول اس امر کو محفوظ رکھنا ضرور ہے کہ مؤلف کو ہنوز دوام اور اصرار میں
بھی تمیز نہیں سنو کہ دوام مستحب کا شرع میں محمود ہے بشرطیکہ اس کے ادا سے کوئی محظور شرعی لازم نہ آجاوے اور دوام عبارت ہے

[1] جس کے معنی معقول نہ ہوں [2] چند [3] سے تعریف کیا ہوا [4] شرعی رکاوٹ

Marfat.com

کرنے سے مکروہ ہو جاتا ہے **جواب** التزام امور مستحبہ کا مکروہ نہیں ہے علی العموم بلکہ بعض صور خاصہ میں بعض فقہاء تحریر فرماتے ہیں وہ ہمارے
نحوائے کلام سے سمجھ لیجو۔ تحقیق اصل مسئلہ قیام کی یہ ہے کہ ہم اس کو مستحسنات میں سمجھتے ہیں مذہب جمہور یہی ہے اور اسی پر عمل ہے تمام بلاد اسلام
میں اور منکرین میں ایک فرقہ ایسا ہے کہ اس قیام کو حرام کہتے ہیں اور بعضے ان میں کے بدعت مطلقہ اور بعضے ان میں کے بدعت ضلالہ اور
بعضے ان میں کے شرک قرار دیتے ہیں پس اس صورت میں مجوزین قیام بھی اگر ترک کرنے لگیں تو سب کے دلوں میں سما جاوے یہ بات کہ یہ قیام
بلاشک ممنوع ہے کہ انہوں نے بھی ترک کر دیا تو اس صورت میں بدلجاوے گا حکم شرعی اور ثابت کر چکے ہم دلائل شرعیہ سے اس کتاب میں

ہر روز کرنے سے اور اصرار کہتے ہیں کسی امر پر بندھ جانا اور اڑ نا ایسا کہ ترک کرنا اس کا دشوار ہو مثل ترک ضروریات کے پس اصرار مندوب
کا شرع میں مذموم ہے بقولہ علیہ السلام ان اللہ یحب ان یوتی رخصہ کما یحب ان یوتی عزائمہ اور مصر علی المندوب گویا محرم رخصۃ کا ہوتا ہے
اور اس کا ہی نام تعدی حدود اللہ تعالیٰ ہے اور مدیم چونکہ مصر نہیں ترک بھی کر سکتا ہے لہٰذا وہ محرم جانب مقابل کا نہیں۔ پس اصرار مستحب کا
مکروہ ہوا کہ تعدی حدود اللہ کی ہے اور ادامۃ مکروہ نہ ہوئی بشرطیکہ عوام کو مضر نہ ہو اب سنو کہ معترض اصرار قیام کہتا ہے یہ معنی کہ مطلق
قیام جو مستحب تھا اس پر ایک فرد میں ایسا التزام واصرار کہ ترک اس کا مثل واجب ناگوار جانتے ہیں اور یہ تعدی حد اللہ تعالیٰ ہے نہ کرنی
چاہیئے پس پہلے اعتراض میں تو بوجہ خرابی عقیدہ عوام کے اعتراض تھا اور اس میں خود مرتکب کے اصرار کی وجہ سے اعتراض ہے اور دونوں
میں فرق واضح ہے اس کا خیال رہے **قولہ** جواب التزام امور مستحبہ کا مکروہ نہیں الخ **اقول** جب امر مستحب میں التزام واصرار پیدا ہو جاوے گا
وہ مکروہ ہو جاوے گا البتہ دوام محض مکروہ نہیں بشرط عدم مانع مگر چونکہ مؤلف کو دوام واصرار میں تمیز نہیں تو کم فہمی سے خیر العمل ما دیم علیہ
کو پیش نظر کر کے یہ لکھ رہا ہے حالاں کہ اس کو اور اس کو بہت فرق ہے جیسا واضح ہوا پس قول اس کا کہ التزام علی العموم مکروہ نہیں محض غلط ہے
یہ کم فہمی سے سرزد ہوا ہے حالاں کہ روایت مجمع واستنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ اور عبارت طیبی کی
فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال دونوں عام ہیں کیوں کہ ان میں
اصرار ہے اور حدیث میں دوام پس نہ معارضہ نہ مخالفت پس اب قول مؤلف کا کہ اصرار علی العموم مکروہ نہیں غلط ہے اصرار مندوب کا علی العموم
مکروہ ہے جیسا کہ مجمع اور طیبی سے ثابت ہو گیا اور دوام محمود ہے جب تک کہ دوام سے عوام کو مضرت نہ ہوا اور قیام میں مولودیوں کو اصرار ہے
جیسا کہ تحریر مؤلف سے خود معلوم ہوتا ہے **قولہ** ہم اس کو مستحبات میں الخ **اقول** مطلق ذکر اللہ وذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نفس
قیام جائز ہے کوئی اس کا منکر نہیں مگر ہاں جب تخصیص مطلق یا تشبہ یا اصرار عارض ہو جاوے یا عقیدہ حضور روح فخر عالم ؐ کا
بعلم استقلال ہو تو اس وقت اس کو مکروہ و بدعت و شرک کہتے ہیں ورنہ نفس قیام میں خلاف نہیں مؤلف کو تاہ فہمی سے جو
چاہے سمجھ لیوے **قولہ** پس اس صورت میں الخ **اقول** اس کلام سے واضح ہوا کہ مؤلف مصر علی القیام ہے کیوں کہ ترک قیام میں جب
وہ تعدی حد اللہ کا قائل ہے تو ترک قیام حرام ہوا اور قیام واجب ٹھیرا تا کہ تعدی نہ ہو پس اصرار علی القیام لاریب
ثابت ہوا اور مستحب کا واجب ہونا محقق ہو گیا پس اصرار علی المستحب ہی ہوا کیوں کہ قیام درجہ استحباب سے تو نکلا ہی نہیں
اور مستحب کو واجب کرنا بھی پایا گیا فقد کسفیما فرعنہ پس مؤلف نے یہ اقرار حق اپنے اور سب مولودیوں کے اوپر کر لیا
اور قول طیبی کا فقد اصاب منہ الشیطان اور قولہ تعالیٰ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون الآیۃ

Marfat.com

اباحت واستحسان قیام ہیں جبکہ امر مباح ومستحسن کو لوگ شرک اور کفر یا حرام سمجھنے لگیں تو اس سے زیادہ تعدی حدود اللہ میں کیا ہوگی
جس طرح مندوب کو واجب سمجھنے میں تغیر شرع ہے اسی طرح مباح کو حرام اور شرک قرار دینے میں تبدیل احکام اللہ اور تغیر دین ہے بنا بر علیہ
مناسب سمجھا گیا کہ نہ ترک کیا کریں اس قیام کو واسطے اس مصلحت کے ہاں اگر یہ قیام ایسا ہوتا کہ کسی کو اس کے استحباب میں کلام نہ ہوتا تو
اس صورت میں التزام واہتمام اس کا بقول ان بعضے فقہا کے نہ کیا جاتا کیونکہ ایسا امر جو سب کے نزدیک محمود بالاتفاق ہوا اور کوئی اسمیں انکار نہ

باقرار مؤلف ان پر صادق آگیا سبحان اللہ مؤلف کے فہم پر ہزار آفریں اب اس کج فہمی کی حقیقت سنو کہ معترض نے اعتراض بوجہ اصرار علی المستحب کے
کے کیا تھا اس کا جواب مؤلف اپنی کج فہمی سے عوام کے تبدیل عقائد کا دینے لگا غور نہیں کیا کہ اصل منشا اعتراض کا کیا ہے یہ بولا کہ مجوزین کی
ترک میں عوام کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے کہ وہ اس مستحب کو مکروہ وممنوع عقیدہ کرلیویں گے سو دیکھو کہ اصرار مستحب جو اصل اعتراض تھا اس کا کچھ جواب
وانکار نہیں دوسری بات فساد عقیدہ عوام کا اثبات ہونے لگا اور اپنے اوپر اصرار کو اس ضرورت سے قبول کرلیا اور عوام کی حفاظت کے واسطے
آپ عاصی بن گیا دوسری خرابی یہ کہ اس سے پہلے اعتراض کے جواب میں مؤلف نے لکھا ہے کہ فتاوی علماء عرب وعجم بکثرت طبع ہوگئے ہیں
کہ سب کو مستحب ہونا اس قیام کا روشن ہوگیا ہے تو اب التزام قیام میں خدشہ فساد عقیدہ عوام کا نہیں کہ علت کراہت کی رفع ہوگئی
اور اس جواب میں کہتا ہے کہ ان فتاوی کا اثر بالکل بھی دنیا میں نہیں ہوا وہ بالکل لغو ہوگئے ناچار التزام سے استحباب ثابت کرنا پڑا ورنہ
کراہت ہوجاتی کیونکہ اگر فتاوی کثیرہ بزعم مؤلف عوام کو استحباب کا اثبات کردیتے جیسا پہلے کہتا تھا تو اب کسی کے حرام وبدعت کہنے سے
کیوں عوام بہکتے پھر کیا اندیشہ عوام ہوتا وہ تو بے التزام مجوزین سے خراب ہوتے نہ فتوی تحریم مانعین سے بگڑتے پس اس کا وبال کیوں مؤلف کے
ذمہ پڑا کہ اصرار مستحب اور تعدی حد اللہ اپنے سر پر رکھی گئی بزعم مؤلف بہرحال یہ تہافت اقوال غور طلب ہے کہ وہاں تو فتاوی مغنی بزعم مؤلف
کہ دوام فعل سے عوام کو کچھ حرج نہیں تھا اور یہاں غیر کافی ہوگئی شاید ایک ساعت میں پرانی ہوکر قوت زائل ہوگئی اور وہاں باوجود
فتاوی کے التزام کا مؤثر نہ ہونا مصرح تھا اور یہاں بدون التزام کے صورت نجات کی ہی نہیں فتاوی میں اثر ہی نہیں یا جو کچھ اثر ہے
دوام میں ہی ہے مؤلف کو کچھ ہوش نہیں کہ کتاب میں کیا کیا قلم درج کر رہا ہے اپنے جہل مرکب کے نشہ میں سرشار ہے تیسرے یہ کہ مؤلف
مستحب کو واجب جاننا خود داخل تعدی حد اللہ کرتا ہے خواہ عوام کو پیش آوے خواہ خواص کو پس جس تعدی سے عوام کو بچایا ہے وہی تعدی
اپنے اوپر لازم کرتا ہے چنانچہ اس کے کلام سے واضح ہولیا حالانکہ اگر اس قیام کو گاہ گاہ ترک کردیتا تو عوام کا حرام جاننا بھی دفع ہوجاتا
اور خود بھی گناہ تعدی اور اصرار مستحب سے پاک رہتا کیونکہ اگر فعل مجوزین قیام کا عند العوام معتبر ہے تو گاہ گاہ کرنے سے حلت کا ثبوت ہوجاتا اور
جو ان کا فعل لغو ہے تو یہ التزام بھی کچھ نافع نہ ہوگا اور بزعم خود تعدی حد اللہ عبث سر پر لی اور عوام کو فائدہ کچھ نہ ہوا چوتھے یہ کہ اصرار کو تعدی
بہرحال لازم ہے اگرچہ مسئلہ مختلفہ ہوگیا ہو اس واسطے کہ جو فعل ایسا ہو کہ ایک فریق اس کو حلال مستحب اور دوسرا حرام کہے مثلاً زعفران سے
ریش کا خضاب کرنا ابن عمرؓ مستحب کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور ائمہ دیگر حرام تو اب اگر کوئی بتقلید ابن عمرؓ ریش کو خضاب زعفران کا کرے مستحب
جان کر اور اصرار کرے تو بالضرور حسب رائے ابن عمرؓ کے مصر علی مستحب اور متعدی ہوا اور عوام کے افساد عقیدہ کا سامان کیا کہ اپنے مستحب
مزعوم کو عوام پر واجب کرتا ہے پس یہ قاعدہ مؤلف کا کس قدر غلط ہے کہ کوئی معنی اس کے نہیں کہ مستحب مختلف میں اصرار اور تعدی درست ہے
یہ کیسا جہل اور مخالفت شرع کی ہے معہذا طرفہ ہے کہ مؤلف مانعین محفل مولود اور قیام کو اپنے کلام نافرجام میں اقل قلیل بتلاتا

ے جائز ماننے والے کے گنہگار کے بے کار کے مانعین کا حرام قرار دینا ے حد الٰہی سے تجاوز کرنا کے بے پرواہ کردینے والے کے صراحت شدہ ے بیہودہ لغو

Marfat.com

کرتا ہو بلکہ سب اس کو اہتمام سے بجا لاتے ہوں تو اس کی مداومت اور التزام سے البتہ عوام کے دلوں میں شبہ وجوب یا فرضیت کا پڑ سکتا ہے وہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس امر کا کوئی منکر نہیں اور سب بالاتفاق کمال تاکید و اہتمام سے کر رہے ہیں شاید یہ کام فرض واجب ہوگا پس صاحب مجمع البحار کا کلام جس کو بعض فضلاء سند میں لائے ہیں درحقیقت وہ ایسے ہی مندوب اور مستحب بالاتفاق کے حق میں ہے کہ المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ برخلاف اس قیام کے کہ اس میں لوگوں کو کیا کیا گفتگوئیں ہیں، بھلا جس چیز کے جواز و عدم جواز میں مباحثہ ہو رہا ہو اور مجوزین قیام جابجا فتاوی اقرار و استحسان قیام کے باب میں چھاپ چھاپ کر مشتہر کر چکے ہوں کب عقل سلیم باور کرے گی اس بات کو کہ اس کی فرضیت یا وجوب شرعی کا شائبہ کسی دل میں پیدا ہوگا حاشا وکلا **اعتراض** بانیان محفل میلاد نے مطلق کو مقید کر دیا ہے یہ بدعت ہے **جواب** بدعت کی تعریف اگلے علماء فرما چکے مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل میں نقل کر چکے ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں جو علماء بدعت کی تقسیم مانتے ہیں وہ کہتے ہیں

آدمی غیر معتبر غیر معتمد القول کالعدم اور مجوزین کو سواد اعظم جم غفیر معتمد القول لکھ آیا ہے پس ان کی منع کا اور تحریم کا کیا اعتبار رہے اور ان کے منع پر کس سبب سے یہاں التفات ہونے لگا کہ بدون التزام مکروہ کے چارہ ہی نہ ملا اور پھر آخر جواب میں اول کے خلاف وہی لکھ دیا کہ اس اشتہار فتاوی کے بعد فرضیت کا عقیدہ ہو نا کسی کی عقل سلیم باور نہیں کرتی پس بد حواسی مؤلف کی قابل تماشا ہے اور خوبی علم و فہم مؤلف کی کسقدر روشن ہوئی کہ باید و شاید اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مستحب میں اصرار ہو وہ مؤلف کے نزدیک تعدی حداللہ اور حرام ہے اور جس فعل مستحب و التزام سے عوام کو مضرت ہو کہ مستحب کو واجب یا حرام جانیں وہ بھی تعدی ہے اور حرام ہے اور پہلے جواب میں اس کراہت کا بعض علماء کے نزدیک مؤلف مقر تھا اب حرمت کا خود اقرار کر لیا اور اول جواب میں بعض مستحب کے اصرار کو جائز کہتا تھا اور اب اس قاعدہ میں عموماً اصرار مستحب پر حرام ہونے حکم لگا دیا کیونکہ تعدی حداللہ سب میں لازم ہے پس یہ مبلغ علم مؤلف کا ہے اور اس پر دعویٰ فہامۃ العصر ہونے کا ہے سبحان اللہ بہر حال خدا تعالیٰ ناظرین اس لیاقت علمی اور فصاحت بیانی کو غور کریں لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** برخلاف اس قیام کے الخ **اقول** بعد اس تحقیق حقیق کے مؤلف نے کیا عجب نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا میں کسی ذی عقل دادنی عقل والے سے بھی نہیں ہوا ہوگا، سنو مقدمات تو یہ تھے کہ قیام مختلف فیہ ہے اگر مجوزین بھی ترک کرنے لگیں اور التزام نہ کریں تو تعدی حکم اللہ کی عوام کے نزدیک ہو جاوے گی لہذا التزام اس کا ضرور ہے اور یہی قاعدہ مقرر کیا کہ ایسے امر مختلف فیہ میں اصرار مضر نہیں بلکہ ضرور ہے اور خلاصہ یہ نکلا کہ عوام کو بسبب اشتہار فتاوی کے عقیدہ وجوب کا نہیں ہو سکتا اب غور کرنا چاہیئے کہ اعتراض تو اصرار کی کراہت کا تھا اور خلاصہ جواب اور مقدمات وہ تو مؤلف کے دماغ میں خلل ہے یا نہیں اور یہ جواب خاص عطر فکر صائب مؤلف کا ہے کہ جس پر نہایت نازو نخرہ ہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل میلاد نے مطلق الخ **اقول** بدعت کی تعریف میں سب متفق ہیں تفاوت الفاظ کا ہے پہلے تحقیق ہو چکا اور یہ بھی محقق ہو لیا کہ یہ محفل مروج ہر دو تعریف کے موافق بدعت ضلالہ ہے اگرچہ اصل ذکر فخر عالم کا بلا قیود مندوب ہے چونکہ بہت واضح بیان پہلے ہو چکا ہے لہذا اعادہ نہیں کیا جاتا مگر مؤلف کی سوء فہم کو دیکھنا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا اور عکس اس کا کہنا ہے کہ حد بدعت میں داخل نہیں حالاں کہ اس کے بدعت ہونے کے برابر سب قائل ہوتے چلے آئے ہیں اور سب کے نزدیک داخل حد بدعت کی ہے کیونکہ جس نے مطلق شرع کو مقید کیا تو یہ قید خلاف متلقی عن الشارع ہوئی اور احداث مخالف حکم شارع کے

۱؎ غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہونے کے برابر ۲؎ کثیر تعداد ۳؎ حرام قرار دینا ۴؎ یقین ۵؎ حدالٰہی سے تجاوز کرنا

Marfat.com

الیہ عنہ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کو دو قسم کرتے ہیں ایک حسنہ اور ایک سیئہ پس ان کے نزدیک محفل میلاد بدعت حسنہ میں داخل ہے اور مستحب ہے اور جو علماء تقسیم بدعت کے قائل نہیں وہ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علماء کے نزدیک محفل میلاد خود سنت میں داخل ہے کیوں کہ گو یہ محدث ہے لیکن محدث علی خلاف الحق نہیں ہے کہ کوئی حکم قرآن یا حدیث واجماع کا بدلتی اور تغیر دینی ہو پس اصل حال تو یہ ہے کہ محفل میلاد شریف ہر دو طائفہ کے نزدیک مستحسن ہے باقی جو بعض علماء کو انکار واقع ہوا ہے وہ نہیں پہنچے اس رمز دقیق کو الحاصل بدعت کی تعریفیں سلف سے وہ ہیں جو بیان کی گئیں اب تھوڑے دنوں سے یہ لوگ یہ تقریر سیکھے ہیں کہ بدعت وہ ہے جو مطلق کو مقید کر دیں یا مقید کو مطلق کر دیں حالاں کہ اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی حرمت مولد شریف کی ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ محفل مولد شریف میں کسی مطلق کو مقید نہیں کیا، یعنی روایات میلاد و معجزات کا پڑھنا جس طرح ماہ ربیع الاول میں ہوتا ہے دوسرے مہینوں میں بھی پڑھ لیتے ہیں پھر مطلق مقید کہاں ہوا اور جس طرح ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتے ہیں اسی طرح اور بھی چند مقامات میں قیام کرتے ہیں چنانچہ وہ مواقع بیان تحقیق قیام میں کسی قدر لکھے گئے پس قیام بھی مقید ہوا کہ نہ ہو قیام کسی مکان اور کسی زمان اور کسی موقع میں مگر خاص مولد شریف میں اور اسی طرح تقسیم شیرینی یا کھانا کھلانا اور بھی تقریبات دین و دنیا میں ہوتا ہے مثل ختم قرآن تراویح و مجلس بسم اللہ و عقد نکاح وغیرہ اور منبر یا چوکی وعظ میں بھی بچھتی ہے اور فرش کا بچھانا وعظ میں بھی ہوتا ہے اور مجلس نکاح وغیرہ میں اور پڑھنا قصائد و مناقب کا جیسا محفل مولد میں ہوتا ہے بعض غیر مجالس میں بھی ہوتا ہے اور بعض آدمی تنہا بھی شوقیہ پڑھتے ہیں اب بیان فرماویں یہ صاحب کہ مقید کر دیا ہم نے کونسی مطلق شرعیہ کو اس طرح کو نہ جائز سمجھتے ہوں

کے ہوا کہ عہد شارع میں نہ تھا دونوں حد دیکھو اس پر ظاہر صادق ہو رہے ہیں اس کا بھی پہلے بیان ہو لیا ہے پس یہ محفل مروج بسبب قیود کے داخل بدعت میں سب حدود کے موافق ہو گئی بداہۃً اس میں کوئی امر دقیق[1] و خفی نہیں اگرچہ مؤلف کے فہم پر عطار ہے کہ واضح مضامین کو بھی سمجھنے نہیں دیتا اور حالاں کہ خود تقیید مطلق کو قابل زجر و توبیخ کہہ آیا ہے غور طلب ہے کہ مؤلف کہاں ہے

قولہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ محفل مولد الخ **اقول** دعویٰ مؤلف کا سراسر غلط اور کور وجہ مولود کے جواز سے شریعت کا حکم مطلق کو مقید کرنا لازم آتا ہے فہمی ہے اور ہنوز مؤلف معترض کے مطلب کو بھی نہیں سمجھا ساری عمر گذار دی اور کچھ بھی خبر نہیں معترض یہ کہتا ہے کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے اور کسی ہیئت اور قیود سے مقید کرنا اس کا اگرچہ وہ قیود امور مباحہ یا مندوبہ ہی ہوں مکروہ و بدعت ہے پس تقرر تاریخ اور فرش معمول اور شیرینی مروج اور روشنی کثیر اور تداعی[2] و اہتمام وغیرہ اگر سب یا بعض جیسا مروج ہے ذکر مولود کے ساتھ ہو دیں گے تو وہ محفل تو ان قیود کے اطلاق سے نکلکر بدعت ہو جاوے گی اور جو امور غیر مشروعہ محفل میں ہو دیں گے مکروہ بنجاویں گی پس معترض یہ نہیں کہتا کہ زمانہ اور شیرینی وغیرہ کو محفل میں مقید و منحصر[3] کر دیا کہ انکار وجود کہیں نہیں ہا بلکہ یہ کہتا ہے کہ ذکر کو ان قیود کے ساتھ مقید کیا کہ بدون ان قیود کے سب کے یا اکثر کے یہ ذکر ہوتا ہی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ان قیود کا ہونا ضروری ہو گیا ہے پس ذکر ولادت جو مطلق عن القیود تھا مقید بقیود کر دیا یہ ذکر بدون قیود کے ہوتا ہی نہیں گو یا لازم غیر منفک[4] میں اگرچہ قیود دوسری جگہ بھی ہوں تو قیود کو مقید کرنا نہیں کہا مگر مؤلف نہیں سمجھتا اور قیام جو سب ذکر فخر عالم میں مندوب تھا اس کو خاص ذکر ولادت میں حصر و مقید کیا کہ سوائے ذکر ولادت کی محفل مخصوص میں ہوا اور کسی ذکر پر نہیں ہوتا تو مطلق قیام ذکر فخر عالم بھی مقید ہوا مگر مؤلف کا فہم عالی ہے کچھ کا کچھ سمجھتا ہے مؤلف

[1] باریک [2] بلانا [3] منحصر [4] علیحدہ نہ ہونے والا

Marfat.com

ہم اس مطلق کو کسی وقت بلا قید ہاں یہ بات تو ضرور ہے کہ مجلس خیر میں جسقدر حسنات و امور خیر کی کثرت ہو اور جس قدر تعظیم و محبت کا ظہور ہو اسی قدر موجب خیر و برکت ہوگا سو تقیید مطلق اس کا نام نہیں ہے یہ بات ہر مرد سلیم الطبع پسند اور دل سے قبول کرے گا **اعتراض** سلامی جوابی مثل روافض کے معین کرتے ہیں **جواب** یہ بات تو ملک عرب میں بھی رائج ہے کہ جب مولد شریف میں کوئی روایت قاری مولد تمام کرنے کو ہوتا ہے اس وقت حاضرین مجتمع ہو کر درود پڑھتے ہیں اور وہ اکثر شعر ہوتا ہے حالاں کہ اہل الحرمین روافض کے دشمن ہیں ممکن نہیں کہ وہ اعداء دین سے یہ بات اخذ کرتے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب نے یہ بات حضرت سید العرب والعجم کے فعل سے استنباط کی ہے صحیحین میں انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہ مہاجرین و انصار خندق کھودتے اور مٹی نکالتے جاتے تھے اور زبان سے یہ پڑھتے تھے ؎ نحن الذین بایعوا محمدا ÷ علی الجہاد ما بقینا ابدا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں پڑھتے تھے ؎ اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ ÷ فاغفر للانصار والمہاجرۃ ÷ کذا فی المشکوٰۃ فی باب البیان والشعر، پس یہ بات قابل طعن نہیں ہاں اگر قواعد موسیقی کے طور پر تغنی کرنے لگیں تو البتہ علماء دین میں مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقط اپنی آواز کا حسن ظاہر کرنے کو پڑھیں اور اخلاص حضور ہرگز دل میں نہ ہو تو بالاتفاق ممنوع ہوگا جیسے بعض قاری خوش الحان محض نمود کے لئے قرآن مجامع میں پڑھنے لگتے ہیں پس اس نیت سے پڑھنا منع ہے امور خیر میں اخلاص ضروری ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین

اعتراض مولوی محمد ہاشم صاحب میرٹھی فتوی ثانیہ مطبوعہ مطبع ہاشمی کے آخری صفحہ ۲۴ میں اپنی مہر لگا کر رقم فرماتے ہیں لکھا حضرت مجدد الف ثانیؒ کا در باب مولد شریف کے اگر فرضاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم دنیا میں زندہ ہوتے اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں نزدیک فقیر کے

کہتا ہے پس قیام بھی مقید نہ ہوا سبحان اللہ خوب سمجھے۔ علیٰ ہذا طعام و منبر و شیرینی و فرش کو کس قدر الٹا سمجھا گیا ہے پس یہ دعویٰ مؤلف کا محض غلط نکلا کہ ذکر مولود اور قیام مقید نہیں ہوا بلکہ مقید ہونا اس کا بدیہی ہے اور یہ فہم مؤلف کا کہ شیرینی اور فرش وغیرہ کو مقید کرنا ہے محض خطاء فاحش ایسے واضح کلام کے فہم سے عاری لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** اعتراض سلامی الخ **اقول** بحث تشبہ میں ثابت ہو چکا کہ تشبہ[1] ممنوع کے واسطے ضرور نہیں کہ اس قوم سے ہی دیکھ کر اخذ کریں بلکہ عام ہے سو اگر کسی امر کو مسلمان کرتے ہیں بشرطیکہ وہ شعار بھی کفار و فساق کا ہو اور طبعی اور مؤکد شرعی نہ ہو تو بسبب تشبہ[2] حادث کے ممنوع ہو جاتا ہے دست چپ[3] میں خاتم کا پہننا حدیث سے ثابت ہے پھر جب شعار روافض[4] کا ہو گیا تو اب تمام فقہاء مکروہ لکھتے ہیں کیونکہ یہ سنت مؤکدہ نہ تھا ایسا ہی بحق رسلک کا لفظ حدیث سے ثابت اور بسبب شعار حادث معتزلہ کے فقہاء نے منع لکھدیا مؤلف کو کاش خبر ہوتی پس یہ سوال و جواب گو عرب میں ہوا اور قصہ حدیث بھی لیا گیا ہے مگر تاہم اب بسبب تشبہ شعار مجلس روافض کے مکروہ ہو گیا ہے اور فعل فخر عالمؐ اول تو مشابہ روافض کے نہیں تھا کیونکہ اس وقت روافض کہاں تھے دوسرے روافض کی مجلس مرثیہ میں یہ ہوتا ہے مگر قطع نظر اس کے اب جو مجلس مولود میں تشبہ حادث ہو گیا گو یہ کہیں سے لیا ہو ممنوع ہو گیا ہے جیسا مسئلہ تختم[5] اور لفظ بحق کا معلوم ہو لیا **قولہ** اعتراض مولوی محمد ہاشم الخ **اقول** مؤلف کی عادت مستمرہ ہے کہ دوسرے کلام کو ہرگز نہیں سمجھتا اور اپنے نزدیک اس کے کچھ معنی ٹھیرا کر زبان درازی شروع کر دیتا ہے حاصل مطلب مولوی محمد ہاشم کا سوال یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ مجھکو تردد تھا کہ مجلس مروجہ مولود جائز ہے یا نہیں مگر اب ان فتاوی کے مطالعہ سے اور امام ابو الحسنؒ اور حضرت مجددؒ صاحب کی تحریر دیکھنے سے تردد رفع ہو گیا اور نامشروع ہونا معلوم ہو گیا اور پھر اس فتوی کی عبارت تو نقل نہ کی کہ خود موجود تھی مگر ترجمہ امام ابو الحسنؒ اور حضرت مجددؒ کی عبارت کا نقل کیا تو غرض مجیب کی تو اسی قدر تھی

[1] ایسی مشابہت جس سے منع کیا گیا ہو [2] نیا پیدا شدہ تشبہ [3] بایاں ہاتھ [4] شیعہ [5] انگوٹھی پہننے کا مسئلہ۔

Marfat.com

یہ ہے کہ ہرگز اس امر کو جائز نہ فرماتے بلکہ انکار فرماتے انتہیٰ کلامہ المجددؒ ۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں ثابت ہوا کہ یہ مجلسیں ایسی
صورت پر بیشک بدعت ہیں اب مجھ کو کچھ شک و شبہ باقی نہ رہا یہ خلاصہ کلام ہے مولوی محمد ہاشم صاحب کا **جواب** افسوس کرتا ہوں کہ یہ صاحب
نہ سباق و سیاق پر نظر فرما دیں اور نہ شان الفاظ و مرجع ضمائر میں فکر لگا دیں مجدد صاحبؒ اس مقام پر مکتوب ۲۰۲ جلد اول میں فرزندان خواجہ
احرار کا ذکر اور اپنے خواجہ علیہ الرحمۃ کا حال بیان فرماتے ہیں جس کا دل چاہے مکتوب مذکورہ نکال کر دیکھے غرضکہ وہ ان کی نسبت لکھتے ہیں اگر فرضاً
حضرت ایشاں دریں آوان در دنیا زندہ بودند، اب خیال کیجیے کہ کجا ضمیر حضرت ایشاں کی راجع مذکورین بالا کی طرف اور کجا مولوی محمد ہاشم صاحب کا ترجمہ
فرمانا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں زندہ ہوتے بھلا مجدد صاحبؒ حضرت ایشاں سے اگر مراد رسول خدا رکھتے تو ان کو یہ رشد و
ہدایت نہ تھی نعوذ باللہ منہا کہ وہ حضرت کے نام پر صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ، حضرت ایشاں بلا درود لکھنا بھی صریح دلیل ہے

کہ ان بزرگوں کے افادات سے میرا شک رفع ہو گیا اور مولوی احمد علی صاحب کا یہ خلاصہ کلام تھا کہ اصل ذکر درست اور قیود مکروہ
و بدعت تو نفس مولود کی ممانعت نہیں کرتے اور یہی حضرت مجددؒ نے فرمایا بقولہ در نفس قرآن خواندن بصورت حسن و قصائد نعت خواندن
چہ مضائقہ است۔ پس مجیب کو یہ محقق ہو گیا کہ اصل ذکر محمود ہے، مگر ضم قیود سے کراہت و بدعت قدر خطر قیود کے پیدا ہو جاتی ہے اور حضرت
مجددؒ کے نزدیک ایسی صورت میں مذموم ہونا محقق ہے چنانچہ فرماتے ہیں اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد الخ اس سے معلوم ہوا کہ
اس قدر پر کہ اصل ذکر مولود ہے اگر زیادہ ہوا تو مکروہ ہوگا علیٰ لہٰذا قولہ بیقین فقیر آن ست کہ ہرگز تجویز ایں معنی نمی فرمودند، جس سے حضرت مجددؒ
کے نزدیک ان امور زائد کا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور یقین فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں بھی اس کو ہرگز جائز نہ فرماتے پس اس مجموعہ سے
اصل کا جواز اور قیود کا عدم جواز حضرت مجددؒ کے نزدیک محقق ہونا معلوم ہو گیا پس مجیب بتقلید حضرت مجددؒ کے اس کو قبول کرتے ہیں کہ اصل درست
اور قیود ناجائز چنانچہ مجیب خود کہتا ہے کہ یہ مجلس ایسی صورت پر جو تکلفات کیے جاتے ہیں الخ جس سے خوب بدیہی ہے کہ یہ مجلس ہیئت
کذائیہ کو بدعت کہتے ہیں نہ نفس مولود کو مگر مؤلف خوش فہم کہتا ہے **قولہ** افسوس کرتا ہوں الخ **اقول** بیشک سخت افسوس ہے کہ مؤلف
ایسے بدحواس کہ بدیہی امر کو بھی نہ سمجھے اور مطلب اصل سے اعراض اور زوائد امور پر زور شور اور طعن کرنے کو موجود ہو جاوے اچھا صاحب
تسلیم کر لیا کہ مجیب نے مرجع آں حضرت میں غلطی کی مگر مطلب میں تو کوئی خطا نہیں کی اور مقصود تو صاف ہے لیکن مؤلف کس منہ سے
تخطیہ ناجائز کہتا ہے مؤلف تو اصل مطلب کو بھی نہیں سمجھا نہ حضرت مجددؒ کا مطلب پوچھا نہ مولوی احمد علی صاحبؒ کا نہ مجیب کا کیونکہ
مجیب نے تو یہی کہا ہے کہ مجلس مروجہ حضرت مجددؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور اس قدر یقین عدم جواز کا رکھتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ حضرت
ایشاںؒ اگر زندہ ہوتے تو حضرت ایشاںؒ بھی ناجائز ہی فرماتے تو یہ حضرت مجددؒ کے کمال وثوق کی وجہ ہے کہ حضرت ایشاںؒ پر
بھی اس حکم کا یقین رکھتے ہیں تو گویا عدم جواز کی ایسی دلیل واضح[1] ہے کہ حضرت ایشاںؒ اس امر میں ایسا ہی فرماتے بس
مطلب تو خوب روشن ہے گو کسی کو نظر نہ آوے اب رہا کہ حضرت ایشاں کس سے مراد ہے فخر عالم علیہ السلام یا خواجہ احرار
یا خواجہ محمد باقی اس سے کوئی غرض و مقصود متعلق نہیں اور اس پر ایسے زور شور سے بحث محض فضول ہے اچھا حضرت احرارؒ ہی ہی مگر حضرت
مجددؒ کا مکروہ جاننا تو اس مجلس کا ثابت ہو گیا اور یہی مجیب کی غرض تھی اور اگر فخر عالم علیہ السلام مراد ہوں جب بھی تو یہ
قول حضرت مجددؒ کا ہی ہے اور ان کا ہی یقین[2] ہے حدیث تو نہیں ہو جاوے گی اور اس کو کوئی حدیث ہونا نہیں مانتا جیسا اب خواجہ

۱؎ واضح ہے ۲؎ یقین

Marfat.com

کہ اس سے مراد آپ نہیں ہیں اور پھر یہ کونسی دلیل شرعی قطعی ہوگئی کہ وہ فرماتے ہیں یقین فقیر آن ست کہ ہرگز این معنی تجویز نمی فرمودند اسلئے کہ
دوسرا آدمی کہہ سکتا ہے کہ پرائے دل کی کیا خبر ہے کچھ تعجب نہیں کہ وہ جائز فرماتے یہ ہرگز کوئی دلیل یقینی قابل اسناد نہیں ہے اب یہ عاجز
اصل مطلب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب کا بیان کرتا ہے اول تو یہ ہے کہ انہوں نے مولد شریف نام رکھا ہے اشعار پڑھنے کا خواہ
وہ اشعار کسی طرح کے ہوں چنانچہ عبارت خاص ان کی یہ ہے، مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندنست، دیکھئے اول تو

احرار اگر مراد ہیں حسب زعم مؤلف کے تو یہ خواجہ احرار کا قول نہ ہو گیا بلکہ محض قول حضرت مجدد کا اور حکم یقینی ان کا ہی ہے پس مطلب میں کچھ نقصان
نہیں البتہ مؤلف ہی نہیں سمجھا اور اپنے زعم میں اگر کسی کی ذرا لفظی غلطی پر بھی مطلع ہو جاتا ہے تو ذکر ودل میں نہیں سماتا اور گویا مؤلف کا علم و فہم
الفاظ میں ہی حصر ہے اول کتاب سے آخر تک دیکھو کہیں بھی کوئی مطلب نہیں سمجھتا کوئی غلط مضامین ہی موضوع لہ اس کتاب کا ہے اُس پر خود کو
تنبیہ نہیں اور مواخذات لفظیہ سے ہم کو غرض نہیں ورنہ وہ بھی دکھلایا جاتا مگر چونکہ یہ داب اہل علم کا نہیں لہٰذا اس پر التفات ہی نہیں لیکن
مؤلف کو کونسی دلیل محقق سے محقق ہوا کہ جناب فخر عالم یہاں مراد نہیں اول منام میں رضا ر فخر عالم کا دیکھنا مذکور تھا اس کے بعد درمیان
میں خواجہ احرار کا ذکر بطور اعتراض کے کیا اور پھر صاحبزادہ کا حال بیان کرکے فرماتے ہیں کہ خواب کا کچھ اعتبار نہیں اگر حضرت فخر عالم علیہ السلام
زندہ ہوتے تو یقین تھا ہرگز جائز نہ فرماتے اگر یہ تقریر اس کی ہو تو مؤلف بتادے کہ کون حجت مانع اس کی ہے اور کیا دلیل قطعی اس کے خلاف
کی ہے اور یہ دلیل کہ حضرت ایشاں پر درود نہیں لکھا اور اُس کو مؤلف دلیل صریح کہتا ہے تو یہ مؤلف کی کمال کوتاہ فہمی پر دال ہے کیونکہ
اس کتاب میں تلاش کرکے مؤلف دیکھے تو بہت جگہ آپ کے نام پاک پر درود مکتوب نہیں سو یہ کوتاہی کاتب کی ہے نہ حضرت مجدد صاحب
کی مگر مؤلف کی ہر روز یہ عادت رہی کہ کاتب اور اہل مطبع اگرچہ کوئی کیسی ہی غلطی کرے اس کو بری کرکے اصل مصنف تک
پہنچا کرتا ہے پس یہ دلیل کسقدر بے اصل ہے اگر مجیب یا کوئی کہدے کہ کاتب نے صلوٰۃ وسلام نہیں لکھا اصل کتاب میں تھا تو
بس مؤلف کی ترکی تمام ہوئی ہاں مؤلف کے پاس حضرت مجدد کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب ہوگا جو یہ جزم ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ
ایسی چربوز دلیل پر اس قدر زور وشور غرض ایسی ضعیف دلیل پر مؤلف کا ایسا اعتماد اور پھر خواہ نخواہ اعتراض کسقدر عجیب بات ہے
پس مطلب بھی درست ہے اور مرجع کی خطا بھی محقق نہیں مؤلف کا یہ عنید وعضب محض نادانی ہے **قولہ** پھر یہ کونسی دلیل شرعی قطعی الخ اقول
دلیل قطعی تو آیت قرآن شریف کی باوصاف معلومہ اور حدیث متواتر اور اجماع قطعی ہی ہے باقی سب آپ کی کتاب دلائل ظنیہ سے
بھری ہے بلکہ مؤلف تو اپنی وہمیات سے ہی اثبات اپنے مطلب کا کرتا چلا آرہا ہے اور مراد مولوی محمد ہاشم کی تو یہ تھی کہ حضرت مجدد
کے نزدیک یہ محقق ہوا اور ایسا یقینی ہے کہ حضرت ایشاں پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہی فرماتے اور واقع میں احتمال خلاف کا بھی ہے
مگر حضرت مجدد کا یہ یقین تھا تو مجیب نے حضرت مجدد کے حکم کی بنا پر رفع تردد لکھا ہے نہ حضرت ایشاں کے حکم سے ذرا ہوش کرو مطلب سمجھو پس یہ اعتراض مؤلف
کا کہ دوسرا کہہ سکتا ہے کہ دوسرے آدمی کے دل کی کیا خبر ہے الخ کسقدر کم فہمی ہے کیونکہ یہ اعتراض حضرت مجدد پر کرے کہ تم نے کیوں ایسی بات دوسرے شخص
پر کہدی اس میں مولوی محمد ہاشم پر کیا اعتراض ہے وہ تو حضرت مجدد کے علم الیقین سے استدلال لائے ہیں نہ حضرت احرار کے قول سے ذرا ہوش کرو
بہکو مت پس یہ حضرت مجدد کا قول دلالت قطعی کرتا ہے کہ حضرت مجدد کے نزدیک یہ فعل ناجائز تھا اور یہی مراد ہے مگر مؤلف کے فہم میں خلل ہے،
مجدد صاحب کی عبارت سے جواز مولد ثابت نہیں **قولہ** اب یہ عاجز اصل مطلب الخ **اقول** یہ مؤلف کا کمال فہم عالی ہے کہیں بھی دینا

[1] عادت [2] خواب [3] شیخی [4] جن کے بارہ میں یقین نہ ہو محض ظن ہو۔

Marfat.com

ہماری مجلسیں اسی عبارت سے بری ہوگئیں کیوں کہ ہم روایات میلاد و معجزات و خصائص کا بیان کرتے ہیں اور جو اشعار پڑھتے ہیں نعت و حمد کے پڑھتے ہیں اور اشعار غیر سے ہم کو کچھ کام نہیں ثانیاً یہ کہ مجدد صاحبؒ نے اس اشعار غیر نعت سے جو منع کیا ہے وہ اس لئے نہیں کہ اس میں قباحت شرعی ہے بلکہ اپنی طرز کے خلاف سمجھ کر منع فرمایا ہے اس لئے کہ ایسے اشعار پڑھنے سے طرز سماع پیدا ہوتا ہے اور سماع ان کو طریقہ میں درست نہیں چنانچہ اسی مکتوب میں منع کرنے کا سبب بیان فرماتے ہیں "مبالغہ فقیر در منع بواسطہ مخالفت طریقت خود است حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم" اور واضح ہو کہ یہ منع فرمانا مجدد صاحبؒ کا مبنی اس بات پر ہے کہ اُن کے وقت میں کسی نے

میں غزلیات و اشعار کا نام مولود خوانی ہے شرعاً یا لغۃً یا عرفاً ایسی بادہوائی بات تو مؤلف کو ہی نصیب ہے کہ نوشہ و سودا کی غزلیات کو مولود کہا جائے استغفر اللہ خوب مطالب سمجھے، بلکہ مطلب ہے کہ اس مجلس میں ذکر مولود اور قصائد مدح کے ہیں اور اشعار غیر مدح کے بھی طبع ابھارنے کو ہوتے ہیں نہ یہ کہ خالص غزلیات کو مولود خوانی کہتے ہیں حاشا و کلا واؤ بمعنی جمع کے ہیں بمعنی او کے نہیں جیسا مؤلف سمجھا کہ اصل معنی حقیقی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی[1] معنی لینا ہے دوسرے مکتوب کی عبارت جو خود مؤلف نقل کرتا ہے اس زعم مؤلف کو رد کرتی ہے فرماتے ہیں "در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و قصائد منقبت خواندن چہ مضائقہ است الخ" اب دیکھو کہ مولود میں قرآن و قصائد منقبت آپ ہی فرماتے ہیں اور اس کے ہی عدم جواز کا ارشاد ہو اگر کوئی محظور شرعی اس میں مضموم[2] جیسا نغمہ تصفیق[3] و تحریف[4] و تبدیل کلمات و حروف قرآن مثلاً پس دیکھو مؤلف کی غفلت کو کہ خود ہی مولود کے معنی نقل کرتا ہے اور پھر آپ ہی اس کے خلاف کہہ رہا ہے اور اگر ہم مسلم رکھیں کہ اصطلاح حضرت مجددؒ کی میں مطلقاً اشعار خوانی کا نام مولود نہ تھا تو بھی ایک فرد مطلق مولود کی ہے جو کہ حضرت مجددؒ نے فرمائی ہے قرآن و قصائد مدح خواندن پس اگر اس میں بھی محظور شرعی ہو ویگا وہ بھی ممنوع ہوگی بارشاد حضرت مجددؒ کے وہو المراد پس مؤلف کی توجیہہ کسقدر لغو ہوگئی اور مدعا مولوی محمد ہاشم صاحب کا ثابت ہوگیا بہر حال مجالس مروجہ مانا ہرگز اس تقریر حضرت مجددؒ سے خارج نہیں ہو سکتی کیوں کہ ذکر ولادت و اشعار مناقب اس میں بھی ہیں اور محظورات شرعیہ بھی موجود ہیں حضور امارد[5] و فساق مثلاً جیسا پہلے ذکر کیا گیا کچھ خصوصیت تصفیق و تحریف حروف قرآن کی تو نہیں بلکہ سب مناکیر کے ضم سے کراہت حاصل ہو جاتی ہے پس مؤلف کی مجالس حسب ارشاد حضرت مجددؒ کے جملہ بدعت و منکر مگر مؤلف کو ہرگز فہم ہوش نہیں **قولہ** ثانیاً یہ کہ مجدد صاحبؒ نے اول اشعار غیر نعت الخ **اقول** یہ مسلم کہ اشعار غیر نعت کو خلاف طریقہ اپنے کے ہونے کی وجہ سے منع فرمایا مگر اشعار مناقب کا پڑھنا بھی ان کے طریقہ کے خلاف ہے خصوصاً جب اُس میں کوئی محظور ہو تو ہر حال ممنوع ہے پس اس تقریر سے مؤلف کی کوئی غرض صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ کیا ہے اس واسطے کہ اشعار نعت یا غیر نعت کا نام مؤلف نے مولود فرض کیا اور جس مولود میں امر محظور ہوگا وہ ممنوع ہو جائے گا خواہ کوئی مولود ہو بوجہ امر محظور کے محظور ہو جاویگا جیسا کہ خود حضرت مجددؒ کے ہی کلام سے ظاہر ہے اور جس میں کوئی محظور نہ ہوگا دونوں جائز ہونگی مگر خلاف طریقہ حضرت مجددؒ کے ہے کہ اشعار کی نسبت وجدیہ ہوتی ہے اور ان حضرات کی نسبت سکینہ ہے، پس یہ فقرہ اول ہی توجیہہ کی تتمیم[6] ہے جس کو مؤلف ثانی امر ٹھیراتا ہے مگر بہرحال یہی مقصود مولوی محمد ہاشم کا ہے اگرچہ مؤلف خواہ مخواہ تطویل کر رہا ہے **قولہ** اور واضح ہو کہ یہ منع فرمانا الخ **اقول** مؤلف خود مطلق اشعار خوانی کا نام مولود باصطلاح حضرت مجدد ٹھیرا چکا ہے پس اب خود کہتا ہے کہ مولود میں اس وقت کسی نے تالی بجانا اور قواعد موسیقی سے پڑھنا جاری کیا تھا اس کو منع کیا سوا اس کے غیر اشعار نعت کو خلاف طریقہ مجددیہ کے ہونے سے ممنوع[7] کہتا تھا اور ابھی مطلق مولود کو بوجہ محظور شرعی کے منع بتانے لگا

[1] وہ معنی جس کے لئے لفظ وضع نہیں گیا [2] تالی بجانا [3] ردو بدل [4] تعریف و مدح [5] نابالغ لڑکوں اور فاسقوں کی موجودگی [6] تکمیل [7] ممنوع

Marfat.com

تالی بجا بجا کر اور قواعد موسیقی و نغمات کی رعایت سے مولد شریف پڑھا تھا چنانچہ جلد ثالث مکتوبات سے صاف سمجھا جاتا ہے وہی حسام الدین احمد جنکو یہ مکتوب ۲۷۳ جلد اول میں واسطے منع کے لکھا ہے ان ہی حسام الدین احمد کو بار دوہم جلد ثالث میں مکتوب ۷۲ لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے، درباب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حرف و قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت باں بطریق الحان با تصفیق مناسب آں کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر نہجے خوانند کہ تحریفی در کلمات قرآنی واقع نہ شود در قصائد خواندن شرائط مذکورہ مستحق نہ گردد و آں راہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است الی آخرہ۔ اب سب ارباب انصاف خیال فرماویں کہ یہ تحریر مجدد صاحبؒ کی کس درجہ میں ہے جس کو مولوی محمد تاتم صاحب حجت قطعی سمجھ کر مطمئن ہو گئے اب مجھکو کچھ شک باقی نہ رہا ہرگز اس مجلس کا ہونا نہ چاہیئے۔ اے حضرت اگر آپ مجدد صاحب کے کہنے پر چلتے ہیں تو فقط ایک طریقہ والوں کو منع کیجیے، دوسرے لوگوں پر کیوں انکار فرماتے ہو مجدد صاحب کی دلیل تو اس مکتوب میں مبنی اس پر ہے کہ نہ انکار می کنم و نہ این کار می کنم پورا مکتوب پڑھ کر دیکھو اگر لا تقربوا الصلوٰۃ پڑھا ہے تو وانتم سکاریٰ بھی پڑھو والسلام علی من اتبع الھدیٰ اعتراض محفل مولد

تماشا ہے اور یہ جو مراد ہے کہ اشعار غیر نعت کی وہ وجہ تھی اور اشعار نعت کی یہ وجہ ہے تو یہ تفرقہ بھی غلط ہے کیوں کہ مخلوط شرعی ہے تو سب نساء ممنوع ہو جاتے ہیں مگر تاہم خلاصہ مطلب مؤلف کا دیکھو اگرچہ بیان مؤلف کا پریشان و حیران ہے کہ مطلق مولود کی وجہ کراہت کسی مخلوط کا اس میں مخلط ہو جانا ہی یعنی گر اصل ذکر مباح ہو مگر اختلاط امر مخظور سے ممنوع ہو جاتا ہے تو یہ مؤلف نے اس قدر تقریر طویل کر کے حاصل نکالا اور حالانکہ یہی مجیب نے کہا تھا بعینہ چنانچہ ہر ادنی عاقل پر بھی ظاہر ہے اب مؤلف سے کوئی پوچھے کہ اعتراض مجیب کا تو خود قبول کرتا ہے اور اس کی ہی شرح و بسط کرتا ہے تو نے جواب کیا دیا اور کیا رد کیا فقط ایک مرجع حضرت الیشاں کا کہ وہ بھی محتمل المعنی ہے اس میں تشکیک ظاہر کر دی اور بس مگر کیا عجب العجاب ہے کہ مؤلف کو لکھنے ہی کا شوق ہے سمجھنے کا خیال بھی نہیں دعویٰ تو رد تقریر مجیب کا کیا اور دلیل دعوٰی میں خود مجیب کا مطلب ثابت کیا سبحان اللہ کیا فہم عجیب ہے **قولہ** اب سب ارباب انصاف الخ **اقول** اب سب ارباب انصاف خیال فرماویں کہ مجدد صاحبؒ نے تو مطلق مولود کو بوجہ ضم امر غیر مشروع کے ممنوع شرعاً کہا ہے اور اشعار کو مطلقاً اپنے طریقہ کے خلاف کہا ہے اگرچہ شرعاً مباح ہوں اور مؤلف ہرگز نہیں سمجھا اور اپنی کج فہمی سے طعن مجیب پر کیا مگر مجیب کے مقصود کا اعتراف کرتا ہے اور حاصل مؤلف کا کچھ نہیں محض غیظ بے موقع ہے سارے مکتوب کو نہیں دیکھا نہ سمجھا خواہ مخواہ الجھتا ہے حق تعالیٰ اس کو ہدایت فرماوے۔

اعتراض مانعین کے جواب میں مؤلف کی لغزش نمبر۱ **قولہ** اعتراض محفل میلاد میں الخ **اقول** حاصل اعتراض یہ ہے کہ جس مجمع میں مرد و عورت کا امر دجمع ہو وہیں محل اندیشہ فتنہ کا ہے خواہ کہیں ہوں شادی غمی ہو یا وعظ و مولود کیوں کہ ایسا مجمع خلاف شرع کے ہے تو مؤلف جواب دیتا ہے کہ یہ امر مولوی عبدالرب اور مولوی حفیظ اللہ کے وعظ میں بھی ہوتا ہے سبحان اللہ اول تو مولوی عبدالرب و مولوی حفیظ اللہ کا فعل کونسا حجت شرعیہ ہے کہ اس کو دلیل جواز بنانا مؤلف کے نزدیک مقبول ہوا مگر ہاں مؤلف تو ایسی ہی حجج لکھتا رہتا ہے سو یہ خود مردود ہے دوسرے معترض نے یہ کب کہا ہے کہ ایسا مجمع وعظ میں درست ہے بلکہ اگر ایسا مجمع وہاں بھی ہوگا وہ بھی ممنوع ہوگا پھر وعظ و مولود میں فرق بھی ہے مگر ہم کو اس کے بیان سے بحث نہیں اور یہ جو جواب مؤلف نے الزامی دیا ہے تو معترض کب معترض جواز ایسے مجمع وعظ کا مولوی عبدالرب میں ہوا ہے جو اس کو جواب الزامی ایسا چہ توز دیا گیا پھر آخر میں قول مؤلف کا کہ اگر یہی دلیل حرمت کی ہے تو مجالس وعظ کو بھی حرام ٹھیرا دو سخت کم فہمی ہے

لہ اختلاف رکے مل جانا لہ جواب دینے والا لہ تفصیل لہ دلیل لہ دوسرے معنی کا احتمال لہ شبہ لہ حصہ لہ کمزور۔

Marfat.com

مرد وعورت جمع ہوتے ہیں **جواب** مولوی حفیظ اللہ اور عبدالرب وغیرہ کے وعظ میں بھی بہت عورتیں جمع ہوتی ہیں اگر یہی دلیل حرمت کی ہے تو مجالس
وعظ کو بھی حرام ٹھیرا دو **اعتراض** مولود شریف میں روایات موضوعہ بے اصل پڑھتے ہیں **جواب** آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور دایہ
حلیمہؓ کا دودھ پلانا چالیسویں سال نبوت کا ہونا اور معجزات کا واقع ہونا اور آپؐ کا سید المرسلین ہونا یہ سب کچھ مولد شریف میں پڑھا جاتا ہے
یہ سب صحیح ہے اگر شاید فضائل میں کوئی حدیث مطعون فیہ یا موضوع بھی بیان ہو گئی تو انصاف کی بات یہ ہے کہ خاص ان
لوگوں کو منع کرنا چاہیئے کہ ایسی روایت نہ پڑھیں اس میں ہم بھی تمہارے ساتھ ہو جاویں اور یہ بات انصاف سے بہت بعید
ہے کہ اگر کسی ناواقف نے کوئی ایسی روایت پڑھ دی تو اس کو تم ذریعہ اپنے خیال خام کا ٹھیرا کر علی العموم سب محفل میلاد کو حرام
کہنے لگو ہم نے بہت سنا ہے کہ واعظین آج کل کی بہتیری روایتیں موضوع بیان کر جاتے ہیں ان کو تمیز بھی حاصل نہیں تو چاہیے
بعض واعظوں کی جہالت سے علی العموم کل مجالس میلاد حرام ٹھیر جاویں **اعتراض** بعضے امیر لباس ریشمین و زرین خلاف شرع پہنکر محفل

مجالس وعظ فی حد ذاتہ حلال ومشروع ہے، جیسا ذکر مولود مشروع ہے اور جیسا امر محظور[1] کے مختلط ہونے سے وہ مکروہ اور حرام
ہو جاتا ہے۔ یہ مولود بھی ممنوع ہو جاتا ہے یہ فقرہ کسقدر مہمل مؤلف نے لکھا ہے مجالس وعظ کون حرام کہتا ہے مگر خلط ممنوع[2] سے ممنوع ہو جاتا
ہے علی ہذا مولود کا ہے مگر جو اس مؤلف کے بحال صواب نہیں رہے جو کچھ سمجھے **قولہ** اعتراض مولود میں روایات موضوع الخ **اقول** درست ہے
روایت موضوع پڑھنے کا اعتراض اس پر ہی ہے جو ایسی روایت پڑھے اگر مؤلف اس سے بری ہے تو خیر یہ ملامت مؤلف سے رفع ہوگی
مگر دیگر امور غیر مشروعہ جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں وہ تو مؤلف کی مجلس میں موجود ہیں، پس جیسا مؤلف نے اس کے ممنوع ہونے کا اقرار اور
اس سے اپنی برائت[3] کی کیسی عمدہ بات ہو کہ دیگر امور سے بھی ایسا ہی برائت حاصل کرے کہ اعتراض ان کی قبائح کا کر کے تائب ہو جاو . . .
پھر اس کے ذکر میں اہل سنت بھی آیا کریں خیر یہ تو مؤلف کی عادت سے معلوم ہے مگر یہ ثابت ہو گیا کہ مؤلف کے نزدیک بھی جس محفل میں روایات موضوعہ
ہو ویں گی وہ قابل منع کے ہے سو ایسا ہی سب منہی کی وجہ سے ممنوع ہونا اس محفل کا ضروری با قرار مؤلف ہو گیا یہ علت مشترک پس جس محفل میں مدارات
فساق کی اور مداہنت[4] امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ہووےگی وہ بھی ممنوع ٹھیرے گا سو مؤلف کی مجلس ہر روز ایسی ہی ہوتی ہے کیا اس مسئلہ سے
مؤلف واقف میں لہذا اسقدر سے تو توبہ کرے کہ یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ عوام بھی جانتے ہیں اور مؤلف تو بحر العلوم ہے باقی پھر دیکھی جاویگی
الغرض کوئی امر خیر و شر تو مخفی نہیں مگر مؤلف کو بڑا اندیشہ کساد بازاری[5] کا ہے کیا کیجیے کہ اس ضرورت نے محظورات کو عند المؤلف مباح بنا رکھا
ہے پس اتنے امور قیود سے ایک روایت موضوعہ کا بیان مؤلف کے یہاں نہیں تھا اس کا وہی انکار اور ممنوع ہونا بلا تامل اقرار کیا باقی اپنے عیوب
کو کسطرح قبول کرے لیکن فیرت کی بات ہے دیکھو کہ جو حرام اتفاقی ہو اسکے تلبس کا کیا جواب دیا ہے **قولہ** اعتراض امراء لباس ریشمین الخ **اقول** دیکھو کہ یہ لباس باتفاق امت حرام
ہے اور معترض نے یہ کہا ہے کہ ایسے لوگوں کو کیوں بلاتے ہو اور ان سے مودت کا اظہار اور مدارات کرتے ہو اور امر ونہی جو فرض عین ہے کس واسطے ترک کرتے ہو تو چونکہ ان کا ہی
سب حلوہ اور انہی کی رونق و شہرت ہے تو مثل جواب روایات موضوعہ کے یہ نہ لکھدیا کہ یہ امور حرام وغیر مشروع ہیں اور ایسی محفل مولود جس میں مدارات
فساق ومداہنت فی الدین ہو جاوے مکروہ ہے بلکہ توجیہہ جواز کی شروع ہوئی کہ عیدین اور نکاح میں بھی یہ لوگ ہوتے ہیں تو مؤلف کی
یہ مراد ہے کہ جیسا باوجود ان کے عید و نکاح میں جانا درست ہے اس مجمع مولود کو بھی محظور رکھنا چاہیئے اور یہ جواب مؤلف کا
سراسر خلاف حق ہے اور مطلق کج فہمی ہے کیوں کہ معترض کب کہتا ہے کہ نکاح میں یا عیدگاہ میں یہ امر غیر مشروع ہے یا نہیں بلکہ
حالت صلوٰۃ جمعہ میں بھی حرام ہے اور کوئی گر ایسے لباس سے صلوٰۃ جمعہ اور عیدین میں آوے اس کو بھی نہی عن المنکر[6] کرنا فرض ہے اور جو

[1] ممنوع [2] ممنوع کے شامل ہو جانے سے [3] چھٹکارا حاصل کرنا [4] خاطرداری [5] مخالفت [6] بازاری نقصان کے بحث
امر ممنوع سے منع کرنا۔

Marfat.com

مولد شریف میں آتے ہیں اور بعضے داڑھی منڈے بھی آتے ہیں **جواب** یہ لوگ مجالس نکاح وغیرہ میں اور نیز عیدگاہ کی نماز پڑھنے عیدین میں بھی اسی طرز سے بالباس فاخرہ اور ریشہائے محلوقہ جاتے ہیں تو چاہیے کہ ان کے شریک ہوجانے سے مجالس نکاح اور مجامع عیدگاہ وغیرہ میں بھی محرمات شرعیہ ہیں اور دیندار وہاں وہاں نہ جایا کرے **اعتراض** اس محفل میں فروش نفیسہ اور گلدستہ ہائے عجیبہ ہوتے ہیں **جواب** یہ کچھ ضرور بات محفل سے تو نہیں کہ جس کو نہ میسر ہو وہ بھی اس کی بہم رسانی میں جانکاہی کرے ہاں جن آدمیوں کو یہ چیزیں میسر ہیں یا بسہولت دوست آشناؤں سے مستعار لے سکتا ہے تو وہ لوگ بھی ایسے سامان کر لیتے ہیں سو کوئی دلیل شرعی فروش نفیسہ اور گلدستوں کی حرمت یا کراہت پر نہیں قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ کی تشریح تفسیر کبیر اور بیضاوی وغیرہ میں دیکھو **اعتراض** جب کسی کے گھر محفل میلاد شریف وقت شب کے ہوتی ہے اور سامعین قدرت نہ ہو تو ان کو ترک کرنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ فرض اور واجب ہیں اور نکاح میں اگر ایسے امور ہوں تو وہاں شریک ہونا لاریب[1] حرام ہے اگر ان کو منع کریں اور نہ مانیں تو چلا آوے اور ایسوں کو طلب کر کے شریک کرنا حرام ہے بقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایاکل طعامک الا تقی ولا تاکل الا طعام تقی الحدیث اور ایسے مجامع[2] میں ضیافت بھی رد[3] کرنی واجب ہے حالانکہ اجابت اس کی سنت ہے اور دفعیات[4] میں وعید ہے ومن لم یجب فقد عصی اباالقاسم الحدیث، اور وہاں سے لوٹ آنا واجب ہے پہلے تحقیق ہوچکی، پس محفل مولود بھی مندوب ہے اگر ایسوں کو بلا کر شریک کرے گا بلانیوالا گنہگار ہے اور ان کی شرکت کے بعد ان کو منع کرنا واجب ہے اگر مداہنت ہو تو وہاں بیٹھنا حرام ہو اس میں کیا تردد ہے، عجب ہے مؤلف سے کہ کیسا چر بوز[5] جواب دیا ہے شرح منیہ میں جو زیر نظر مؤلف ہے لکھتا ہے وان کان مع الجنازۃ نائحۃ او صائحۃ زجرت ومنعت وان لم تنزجر لایترک اتباع الجنازۃ انتھی، مختار میں ہے ولا یترک اتباعہا لاجلہا لان السنۃ لاتترک بما اقترن بہا من البدع ولا یرد الولیمۃ حیث تترک حضورھا البتۃ فیہا للفارق بانہم لو ترکوا المشی مع الجنازۃ لزم عدم انتظامہا ولا کذلک الولیمۃ انتھی کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے مگر نہی کرنا واجب ہے اگر نہ کرے گا بیشک عاصی ہوگا پس یہ حال جواب عیدین کا ہے اور امر مستحب میں ترک کرنا اس کا ظاہر ہے جیسا ضیافت کا حال پہلے مع روایات کے لکھا گیا مؤلف ہوش کر کے دیکھ لیوے پس یہ جواب خالص غلط ہے اور باطل اور خلاف نصوص اور روایات فقہ کے ہے اگر رسائل اردو مؤلف پڑھ لیتا تب بھی ایسا لغو جواب نہ دیتا **قولہ اعتراض** محفل میں فروش نفیسہ اور گلدستہ الخ **اقول** اس کا جواب پہلے بھی ہوچکا ہے بساط و فروش اگرچہ اباحت کے درجہ میں ہیں اور درست ہیں مگر جب تاکد[6] کی نوبت ہوجائے تو مکروہ ہوجاتی ہیں اور گلدستہ عجیبہ کا حال بھی یہی ہے کہ بتکلف بہم پہنچانا اور ایسے امر مباح کا اہتمام کرنا عوام کے نزدیک موجب تاکد کا ہوجاتا ہے کہ وعظ و دیگر مجامع خیر میں یہ نہیں ہوتا اور اس محفل میں ہر روز ہوتا ہے تو بالضرور اُن کو سنت یا مستحب ہونے کا عقیدہ ہوتا ہے اسی وجہ سے مکروہ ہیں اور یہ سب مولوی احمد علی صاحب مرحوم کے جواب میں مذکور ہے مگر مؤلف نے آنکھ فہم کی بند کر لی اور وجہ کراہت و تقید کی نسیاً[7] منسیا کر کے اصل اباحت کا جواب دیکر یہاں جائز کر رہا ہے مولوی صاحب مرحوم نے بھی تو ان کو مباح ہی کہا ہے مگر قید اس کے تاکد کر کے امور مباحہ کو مکروہ فرماتے ہیں مؤلف اس مطلب کو گویا سمجھا ہی نہیں یہ سمجھنا ہی سب پر خطا رائی ہو لیکن طبعی کا ڈالکر اصل اباحت کو بحث لاتا ہے ورنہ امر بدیہی تھا کچھ خفا نہیں تھا اور کراہت بقید علق کا خود مؤلف کبھی معترف ہے مگر نہ اپنے مجبور ہے **قولہ اعتراض** جب کسی کے گھر میں محفل میلاد وقت شب میں الخ **اقول** بیشک خود مؤلف کے محافل میں جو قصبہ رام پور میں شب کو ہوتے ہیں نماز صبح کی جماعت تو اکثر کی جاتی ہے اور بعض بعض کے

[1] یقیناً [2] مجمع کی جمع [3] قبول نہ کرنا [4] گذرش [5] بار بار کرنا [6] فراموش [7] نہ ہونے کے برابر کر دینا۔

Marfat.com

جوزیادہ رات گئے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو صبح کو شاید اگر کسی کی نماز میں دیر ہوگئی یا سو آدمیوں میں ایک کی نماز قضا ہوگئی تو کمال جہالت سے
اس بات کو دلیل عام مذمت مولد شریف کی ٹھیراتے ہیں حالانکہ اگر یہی دلیل برائی کی ہے تو محفل عقد نکاح کے اہتمام میں اگر آدمیوں کی
نماز پس وپیش ہوجاوے اور اکثر ہوجاتی ہے اور نیز رمضان میں سحری کھانے کو اٹھتے ہیں بعضوں کی نماز صبح قضا ہوجاتی ہے چاہیئے اس
دلیل سے نکاح اور سحری بھی حرام ہوجاوے ہر چند اعتراضات واہیہ ہمارے خیال کرنے کے قابل نہ تھے لیکن چونکہ ہم نے دیکھا کہ بعضے
صاحب علم بھی اپنی زبان، مقالات ردیہ سے آلودہ کرتے ہیں اور بعضے نادان ان کو کمال درجہ کے حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ سمجھتے ہیں
اسلئے یہ چند الفاظ ان کے جواب میں لکھے گئے اور عطر و پان و پھولوں وغیرہ کا ذکر اور زیب و زینت محفل کا بیان اور چوکی یا منبر پر بیٹھکر پڑھنے
کی اسناد یہ سب باتیں رسالہ دافع الاوہام میں ہیں طالب حق اس کی طرف رجوع کرے اب ہم کو زیادہ گنجائش اس رسالہ میں نہیں وقت شروع تحریر
رسالہ ہذا یوں سمجھا گیا تھا کہ شاید دو تین جزو میں مکمل ہوجاوے گی، لاکن کیا کیجئے ہر چند قلم کو روکا گیا پھر بھی اس قدر طویل ہوگیا اور
اطناب کلام اس میں نہ فقط فتویٰ انکاری کے سبب واقع ہوا بلکہ اور بھی چند رسائل منکرین کے مغالطات و شبہات کا رد کرنا مدنظر ہوا جو
شخص اس رسالہ کو اور دافع الاوہام کو خوب جمیع شقوق اور قیود سے بغور ملاحظہ کرکے ذہن میں جماوے گا امید خداوند کریم
سے یہ ہے وہ دھوکا اور مغالطہ نہ کھاوے گا اور منکرین کے رسائل پر عوائل کی تردید ان میں صراحۃً یا اشارۃً پاوے گا بنا بر
علیہ اب ضرور یہ سمجھا گیا کہ عنان سمند خامہ کو بادیہ پیمائی وادی طول تقریر سے جانب اختصار موڑ دیجے اور جو علماء ربانی اور

نماز کبھی قضا ہوجاتی ہے اور جس امر مندوب سے ایسا ہو اس امر مندوب کا کرنا منع ہے بخاری میں ہے وکان یکرہ النوم
قبلہا والحدیث بعدہا عسقلانی اس کی شرح میں کہتا ہے والسمر بعدہا قد یؤدی الی النوم عن الصبح او عن وقتہا المختار
او عن قیام اللیل وکان عمر یضرب الناس علی ذلک ویقول اسمراً اول اللیل ونوماً آخرہ انتہی دیکھو کہ خدشہ فوت وقت مختار
اور تہجد میں حدیث صحیح سے مسامرہ مکروہ ہوئی اور حضرت عمر رض کا مارنا اس پر ثابت ہوا قال فی شرح المنیۃ ومنہا ان فی صلوۃ العشاء
مخالفۃ السنۃ فی تعجیل الفجر انتہی اس کو کہ ترک سنت اسفار سے صلوۃ مکروہ ہوئی تو محفل مولود واجب کے ترک میں تو حرام
ہونا چاہیئے۔ بس اس کو کمال جہالت کہنا مؤلف کا ایک کمال جہل مرکب مؤلف کا ہے کہ حدیث اور قول فقہاء کو اپنی رائے ناقص
سے رد کرتا ہے اور پھر مؤلف نے وہی نظیر نکاح شادی کی لکھی اور بدانست خود نہایت تبحر کو کام فرمایا حالانکہ یہ محض جہل ہے لاریب
اگر اہتمام شادی و نکاح میں نماز با جماعت فوت ہو جاوے تو وہ حرام ہے اور ایسا کام کرنا بھی حرام ہوا اسکو کہاں شرع نے جائز کیا ہے مگر
مؤلف بے خبر ہے علی ہذا اگر سحر کے کھانے کے سبب جماعت فوت ہو تو ایسے شخص کو سحور بھی حرام ہے علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں ثم اعلم انہ
قیل یشترط ایضاً ان یکون الحاج متمکنا من اداء المکتوب علی الوجہ المفروض فی الاوقات قال الکرمانی لانہ لا یلیق بالحکمۃ
ایجاب فرض علی وجہ یفوتہ فرض آخر یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں و یؤید الاول ایضاً ما قال ابن الحاج المالکی لو ضیع صلوۃ
واخرجہا عن وقتہا لاجل فضیلۃ الحج لا یجوز اجماعاً وقد قال علماؤنا فی المکلف اذا علم انہ یفوتہ صلوۃ واحدۃ اذا خرج
الی الحج فقد الحج عنہ انتہی اب مؤلف ذرا آنکھ کھولکر دیکھے کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہوتا ہے چہ جائیکہ سحور مستحب کا کھانا
حلال ہو یا نکاح کے سامان مباح کا کرنا جائز ہو یا مولود مستحب کی شرکت درست ہو چہ جائیکہ مولود بدعت کی پس واضح ہو کہ ایک نماز کی
فوت یا تاخیر کے سبب حرام ہو جاتا ہے اب بھی اگر کسی کی چشم نابینا حق بین نہ ہو تو بس ومن یضلل اللہ فلا ہادی لہ کا مضمون ہے اور

حضرت عمر رض لوگوں کو مارتے تھے برسبب قصہ گوئی کے اور یوں فرماتے تھے کہ کیا شروع رات میں قصہ گوئی میں مشغول ہوتے ہو اور آخر رات میں سوتے رہو گے ۱۲ یعنی جس
کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا ۱۲

عرفار حقانی مجوزین محفل میلاد شریف ہوئے ہیں ان کا ذکر کیجئے لمعہ ثامنہ نام ذکر کیا کیا جاتا ہے ان علمار محدثین وفقہار کا جنہوں نے عمل مولد شریف کو مستحب اور مستحسن فرمایا ہے (۱) شیخ عمر بن محمد الملار الموصلی من الصالحین المشہورین (۲) علامہ ابوالخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے تھے ذکرہ الزرقانی اور جس قدر علمار و صلحار سلطان ابوسعید مظفر کی محفل میں آتے تھے ان کی اسمار نگاری کہاں تک کیجائے جن کو جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے وحضر عندہٗ فیہ العلماء والصلحاء من غیر نکیر منہم فہؤلاء علماء متدینون رضوہ ولم ینکروہ (۳) علامہ ابوالطیب السبتی نزیل قوص من اجلۃ العلماء المالکیۃ ذکرہ الزرقانی (۴) ابومحمد عبدالرحمٰن ابن اسمٰعیل استاد امام نووی معروف بہ ابوشامہ (۵) علامہ ابوالفرج بن جوزی محدث وفقیہ حنبلی (۶) امام علامہ سیف الدین حمیری دمشقی حنفی محدث معروف بابن طغربک (۷) امام القرار والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری (۸) حافظ عماد الدین ابن کثیر (۹) علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکری (۱۰) علامہ ابوالقاسم محمد بن عثمان اللولوی الدمشقی (۱۱) شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی (۱۲) علامہ سلیمان برسوی، امام جامع السلطان کشف الظنون میں لکھا ہے کہ مولد شریف ان کا تالیف کیا ہوا پڑھا جاتا ہے مجالس اور مجامع میلادیہ میں (۱۳) ابن الشیخ

پس اب ہر ناظر بالصاف دیکھے کہ کون جاہل ہے تارک فرض صلوٰۃ کا اور تارک واجب جماعت کا برائے مندوب مولود اور مؤلف مجوز[1] اس معصیت کا یا مفتی نحریر محدث سہارنپوری قدس سرہٗ ہر گاہ کہ فقہار کے نزدیک فوت صلوٰۃ کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط ہو تو سحور[2] کا کھانا اور مولود کی شرکت کس طرح حلال ہووے گی سو یہ مذمت نفس مولود کی نہیں بلکہ ایسی شرکت کی ہے کہ جس کے عوارض کے سبب کراہت شرکت مولود ثابت ہوتی ہے اور باقی جواب عطر دلوبان وغیرہ کا سب کچھ بفضلہٖ تعالیٰ لکھا گیا ہے کہ مؤلف اور اس کے معاونین اگر دین سے ہاتھ دھوکر جواب دیں تو ممکن ہے ورنہ اگر پابند قواعد دینیہ کے رہیں گے تو دلائل واضحہ سے اثبات حق ہو چکا ہے وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ایک قاعدہ کلیہ مفیدہ | قولہ لمعہ ثامنہ نام ذکر کیا جاتا ہے ان علمار الخ اقول پہلے بندہ لکھ چکا ہے کہ مانعین بدعت نفس مولود کو جائز کہتے ہیں اس میں ہرگز ان کو بحث نہیں البتہ قیود زائد کی کراہت اور بدعت ہونے کے قائل اور مثبت ہیں اور یہ بات متفق علیہ تمام امت کی ہے کہ امر مشروع اگرچہ فرض ہو کسی غیر مشروع کے خلط و عروض[3] سے خواہ یہ غیر مشروع اصلی ہو یا عرضی غیر مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے جیسا نماز فرض ارض مغصوبہ[4] میں مکروہ تحریمہ ہے اور تصویر کے سامنے اور آتش کے سامنے نماز مکروہ تحریمہ ہے اگرچہ نماز فرض عمدہ عبادت معروضہ تھی مگر عروض ان امور غیر مشروعہ سے محروم ہو گئی اور پہلے یہ بھی عرض کر چکا ہے کہ قیود محفل مروجہ کی دو قسم کی ہیں بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ حرام ہیں تو ان کی اس محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل محکوم[5] بحرمت و کراہت ہو جاوے گی ہر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہیں گے اور کوئی عذر تاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں جیسا روشنی زائد قدر حاجت کہ نص حرام و اسراف ہے اور لباس زری حائضین کا جو محرم شرعی ہے اور مداہنت فی الدین کہ نص سے حرمت اس کی محقق ہے اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب مگر بسبب عروض تاکد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں ان کو کراہت عارض ہو گئی ہے حسب حکم شرع کے پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اس وقت تک مباح و جائز ہے کہ اپنی حالت اصلیہ پر رہیں اور جس وقت اپنی حالت سے نکلی اور خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت اندازہ باحت و ندب سے بڑھی اس وقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور ان کے ہونے سے محفل مولود عقد اور شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے پس یہ قاعدہ شرعیہ سب اہل ایمان خوب محفوظ رکھیں کہ بہت کارآمد ہے اور یہ احقر بار بار اس کو بھی ظاہر کر چکا

[1] جائز قرار دینے والا [2] سحری کی جمع [3] عارض ہونا [4] غصب کی ہوئی زمین [5] یعنی اس پر حرمت و کراہت کا حکم لگایا جائے گا

Marfat.com

آقا شمس الدین ذکرہ صاحب کشف الظنون (۱۴) المولی حسن البحری (۱۵) الشیخ محمد بن حمزۃ العزی الواعظ (۱۶) الشیخ
شمس الدین احمد بن محمد السیواسی (۱۷) علامہ حافظ ابوالخیر سخاوی (۱۸) سید عفیف الدین الشیرازی (۱۹) ابوبکر الدقلی (۲۰)
برہان محمد ناجی (۲۱) برہان ابوالصفا ان کے مولد شریف کا نام ہے فتح اللہ حسبی وکفی فی مولد المصطفیٰ (۲۲) الشمس الدمیاتی
المعروف بابن السنباطی (۲۳) برہان بن یوسف الفاقوسی ان کا مولد شریف چار سو شعر سے زیادہ ہے (۲۴) حافظ زین الدین
عراقی (۲۵) مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی شیرازی صاحب قاموس ان کے مولد شریف کا نام ہے النفحات العنبریہ
فی مولد خیر البریہ (۲۶) امام محقق ولی الدین ابوزرعۃ العراقی (۲۷) ابوعبداللہ محمد بن النعمان (۲۸) جمال الدین العجمی
الہمدانی (۲۹) یوسف الحجار (۳۰) یوسف بن علی بن رزاق الشامی الاصل المصری المولد (۳۱) ابوبکر الحجار (۳۲) منصور شار
(۳۳) ابوموسیٰ الزرہونی وقیل زرہونی (۳۴) الشیخ عبدالرحمن بن عبدالملک المعروف بالمخلص (۳۵) ناصر الدین المبارک
الشہیر بابن الطباخ (۳۶) امام علامہ ظہیر الدین ابن جعفر حسینی (۳۷) فاضل عبداللہ بن شمس الدین الانصاری (۳۸) الشیخ
الامام صدر الدین موہوب الجزری الشافعی (۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی (۴۰) شیخ جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ تاسعہ (۴۱)
محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی (۴۲) شیخ شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ وشارح صحیح بخاری (۴۳)
نور الدین علی حلبی شافعی مصنف سیرت حلبی (۴۴) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب وغیرہ کتب احادیث
(۴۵) علی بن سلطان محمد ہروی معروف بملا علی قاری انہوں نے اپنے مولد شریف میں ثابت کیا ہے عمل مولد شریف تمام
ملکوں مصر وشام وروم واندلس ومغرب وبلاد ہندوستان ومکہ مدینہ زادہما اللہ شرفاً جمیع بلاد اسلامیہ سے پس درحقیقت
یہ ایک کتاب گویا اقالیم سبعہ کا ثبوت ہے اور لکھا ہے اس میں علی قاری نے کہ اس محفل کی عظمت یہ ہے کہ کوئی مشائخ وعلماء اس سے

کہ مؤلف کے پاس کوئی دلیل ادلہ شرعیہ سے اپنے مقصود پر کہ اثبات جواز قیود وہیئت مروجہ کا ہے نہیں محض قول علماء کا اور تعامل ان کا پیش کر دیتا ہے اگرچہ ابتداء میں کوئی نص لکھتا ہے مگر چونکہ ان کے مدعا پر وہ دلیل نہیں ہو سکتی ناچار مضطر[1] ہو کر وہی تعامل علماء کا پیش کر دیتا ہے وہ نص محض تبرکاً اور دھوکہ دہی عوام کے واسطے ہے ورنہ ہرگز مثبت اس کے مدعی کے نہیں ہوتی چنانچہ ناظرین نے سارے رسالہ کو اس کے ملاحظہ کر لیا ہے پس معلوم ہوا کہ اس کے پاس کوئی دلیل اثبات جواز ہیئت مروجہ کذائیہ میں نہیں سوائے اس فقرہ کے کہ اکابر علماء کرتے رہے ہیں پس اب اس لمعۃ ثامنہ میں وہی اپنے مبلغ علم[2] اور دلیل معتمد وحجت مستند کو لکھتا ہے کہ جس کے سہارے پر یہ کتاب لکھنے کی اس نے ہمت کی تھی تو گویا اس کی ساری عمر کی تحصیل اور تمام ایام کی تحقیق کا یہ ثمرہ و نتیجہ ہے مگر یہ بھی اس کا محض خیال باطل اور سودائے لاحاصل ہے کیونکہ یہ دلیل بھی مثل ادلہ اربعہ کے مؤلف کے مدعی کا اثبات نہیں کرتی اور اس تعامل کو بھی اس کی مراد سے مطابقت وموافقت نہیں،

علماء معتمدین کے مولد کرنے کی کیفیت | چنانچہ یہ احقر پہلے لکھ چکا ہے اب پھر ذرا بسط سے لکھتا ہوں کہ یہ علماء معدودین[3] کہ بعد وسبعین[4] یہاں مؤلف نے لکھے ہیں بعض لوگ ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے کتاب ذکر فخر عالم علیہم السلام کی لکھی اور اس کا مذاکرہ کیا پس اس تالیف وتذکیر سے سوائے اس بات کے کہ ذکر فخر عالم اور سیر آپ کی تالیف کرنا ور پڑھنا عمدہ عمل ہے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا سو اس کا کوئی بھی منکر نہیں اس سے عمل مولد کا کسی قسم کا جواز نہیں ظاہر ہوتا اور بعض وہ ہیں کہ انہوں نے عمل مولد کیا اور وہ عمل مولد جس

۱ مجبور ۲ منتہائے علم ۳ بے شمار ۴ ستر

Marfat.com

انکار نہیں کرتا اس میں شامل ہونے سے (۴۶) عبدالرحمن صفوری شافعی صاحب نزہۃ المجالس (۴۷) نورالدین ابوسعید نورانی انہوں نے بھی کل ملکوں سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے اور بادشاہ مصر کے حال میں لکھا ہے، کہ بادشاہ مصر سائبانی ساختہ بود کہ دوازدہ ہزار کس در سایۂ او می نشستند در غایت آراستگی از جہت آنکہ دریں شب و روز آنرا برافرازند در غیر آں پیچیدہ باشد (۴۸) سید امام جعفر برزنجی ان کا مولد شریف نثر عبارت مقفی فصیح مشہور ہے دیار عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے (۴۹) سید زین العابدین برزنجی ان کا مولد شریف منظوم دیار عرب شریف میں رائج ہے (۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابوالقاسم بخاری ان کا نسب محمد بن اسماعیل بخاری تک پہنچتا ہے (۵۱) شیخ اسماعیل حقی آفندی مفسر واعظ مصنف تفسیر روح البیان (۵۲) احمد بن محمد قشاشی مدنی (۵۳) محمد بن غرب مدنی (۵۴) شیخ عبدالمالک کردی (۵۵) فاضل ابراہیم باجوری (۵۶) امیر محمد استاد ابراہیم باجوری (۵۷) شیخ سقاط استاد الاستاد باجوری (۵۸) شیخ عبدالباقی پدر و استاد علامہ زرقانی (۵۹) شیخ محمد رملی (۶۰) علامہ احمد بن حجر مؤلف تحفۃ الاخیار بمولد المختار (۶۱) حافظ ابن رجب حنبلی (۶۲) ابی زکریا یحییٰ ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی (۶۳) سعید بن مسعود گازرونی انہوں نے بہت ملکوں کے علماء و صوفیہ سے مولد شریف ہونا ثابت کیا ہے (۶۴) مولانا زین الدین محمود نقشبندی (۶۵) حضرت مولانا جمال الدین

چھ سو چار میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے کہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ حسن المقصد سے بندہ نقل کر چکا ہے کہ جمع ہو کر کچھ قرأت پڑھیں اور ذکر آپ کا کر کے کھانا کھا کر چلے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو تو اس عمل میں ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین اور اطعام طعام[1] زائد ہوا ہے اور یہ دونوں امر باصلہ مباح ہیں چونکہ اس زمانہ میں نہ یہ امور مؤکد عملی ہوئی تھی اور نہ عوام کو اس سے کوئی مضرت تھی بزعم ان علماء کے لہٰذا اس مجلس میں کراہت نہ تھی بلکہ مباح تھے اگرچہ جن علماء کو اس میں اس امر کا خدشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ کہا تھا، چنانچہ بالا واضح ہو لیا پس چونکہ اس میں کوئی امر منکر نہیں تھا محض یہ دو امر مباح تھے کہ خواص و عوام میں علماً و عملاً اپنے درجہ سے نہیں خارج ہوئے تھے تو وہ محافل مباح رہی اور مولود انکار شرع کی نہ ہوئی اور اسی طرح عمل درآمد رہا پس ابتداء ایجاد اس محفل سے آخر تک یہی وضع مباح رہی اب شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی محفل کی کیفیت سنو کہ جن کو مؤلف خاتم الاسماء رہنما رہا ہے فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں یہ عبارت بعینہا ان کی نقل کرتا ہوں وکنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارھاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ ومشاھدہ قبل بعثتہ فرأیت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتہا ببصر الروح واللہ اعلم کیف الامر بین ھذا و ذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ المتوکلین بامثال ھذہ المشاھد بامثال ھذہ المجالس ورأیت یخالط الانوار الملائکۃ انوار الرحمۃ انتہی بلفظہ اب ناظرین غور فرمائیں کہ شاہ ولی اللہ جو مولد النبی میں اپنا ہونا فرماتے ہیں تو مولد النبی وہ مکان مکہ معظمہ[2] میں ہے جس میں آپؐ کی ولادت ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنا رکھا ہے اس کی زیارت کرتے ہیں اور وہاں لوگ جو جمع ہوئے یوم ولادت میں تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے اور وہاں جو صلوٰۃ و سلام اور ذکر آپؐ کی حالات کا تھا وہ نفس ذکر آپؐ کا تھا چنانچہ بالکل ظاہر و بدیہی ہے پس اس میں نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا نہ وہاں طعام و شیرینی کا ذکر ہے نہ وہاں فرش و بخور کا نشان ہے نہ فسقہ فجرہ بلباس و زی مکردہ کا پتہ ہے فقط وہاں مجمع ناس کا ہونا اور آپؐ کے حالات کے ذکر اور صلوٰۃ کا ہونا مذکور ہے جس کو مؤلف مجلس مولود قرار دیتا ہے اور اپنی ہیئت

---

[1] مستحب کہ کھانا کھلانا کہ اُس بنی وغیرہ۔ [2] مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ جہاں حضرت علیہ السلام کی ولادت کے دن اور وہاں لوگ دور دور سے یہ کہہ کر روحانی ملنا ہے دیکھا اور انکا ہم شرف حاصل ہے کہ کہیں کو تھا وہ امر درمیان ان کے اور اس کے عوض کیا ہیں کہ ان انوار کی طرف

Marfat.com

میرک (٦٦) علامہ محمد فاعی مدنی الساکن فی رزقاق البدور (٦٧) قاضی ابن خلکان شافعی (٦٨) شیخ محمد بن طاہر محدث مصنف مجمع البحار (٦٩) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (٧٠) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین میں اپنا شریک ہونا محفل مولد شریف میں اور دیکھنا انوار کا اس میں بیان کرتے ہیں اور ان کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ جسجگہ ایسی مجلسیں ہوتی ہیں وہاں سب جگہ فرشتے انوار رحمت لاتے ہیں کما قال فتأملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ھذہ المشاھد بامثال ھذہ المجالس ورأیت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ واضح ہو کہ ہم شروع رسالہ میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ جمیع مفتیان فتویٰ انکاری کے مستند اور مقتدا اور من ینتہی الیہ اسنادہم ہیں پس فاتحہ طعام بھی ہم نے ان سے ثابت کردی اور اب بحث مولد شریف کا اثبات بھی ہم نے ان ہی کے نام پر ختم کیا اور خاص ان کی زبان سے اس مجلس کا محل نزول ملائکہ اور مورد رحمت ہونا ثابت کردیا و کفیٰ بہ حجت **نقل مواہیر علماء عرب** حضرت مولانا احمد سعید فقیہہ محدث دہلوی نقشبندیؒ اپنے رسالہ میں جو مولوی محبوب علی جعفری کے جواب میں لکھا ہے علماء عرب کے مفتیان مذاہب اربعہ کا فتویٰ در باب قیام نقل فرماتے ہیں علاوہ اس کے غایۃ المرام مطبوعہ کلاں کوٹھی میں بھی وہ فتویٰ عرب کا منقول ہے اس کو بطور تلخیص و ترک تطویل لکھتا ہوں (١)

قد اجمعت الامۃ المحمدیۃ من اھل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام وھی بدعۃ مستحبۃ لما فیہ من اظہار الفرح والسرور والتعظیم قالہ بفمہ وامر برقمہ عثمان حسن الدمیاطی الشافعی المقیم بالمسجد الحرام (٢) نعم استحسنہ کثیرون کتبہ عبداللہ بن محمد المیرغنی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ

کذا یہ پردلیل لانا ہے ذرا انصاف درکار ہے کہ اس میں تو دوامر مباح کے سیوطی کے عمل مولد میں منقول تھے وہ بھی نہیں نفس ذکر فخر عالم کا بیان ہے اب دیکھو کہ یہ عمل مولد ابتدا سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا مؤلف کی محفل و دعویٰ کو اس سے کیا مناسبت ہے کیونکہ اس وقت کی محافل میں بارہا مذکور ہو چکا کہ منکرات شرعیہ جو باصلہ مکروہ و حرام ہیں موجود ہوتے ہیں اور وہ امور کہ باصلہ مباح تھے اور اب وہ واجب علماً یا عملاً ہو گئے ہیں اور مکروہ و بدعت بن گئے ہیں ضرور موجود ہوتے ہیں پس ان علماء سلف سے جو کچھ مؤلف نے ثابت کیا یا نفس ذکر ہی یا مخلوط بامر کہ درجہ اباحت میں ہی ہے اور مؤلف کے مولود میں خود منا کیر بھی موجود ہیں اور مباحات بھی منا کیر ہو گئے ہیں پس ان علماء کے قول و تعامل سے کس طرح اثبات ہیئت کذائیہ مروجہ کا ممکن ہو کوئی عاقل بالغ ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ جس امر کا مانعین انکار کرتے ہیں اس کا اس تعامل میں نام و نشان نہیں اور جس کا دعویٰ مؤلف کرتا ہے اس کا یہاں پتہ بھی نہیں اور پھر حجت جواز کی بتا دے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا غباوۃ و غفلت ہے اور کسقدر کوتاہ فہمی و جہل ہے پس صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ مؤلف کی اسم نویسی علماء کی محض مردم شماری و دھوکہ دہی عوام کی ہے ورنہ کوئی حجت اس کی اسمیں نہیں اسواسطے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا قصہ بیان ہو لیا کہ جسپر مؤلف کو بہت شور تھا اور جلال الدین کی تحریر سے تمام حال عمل مولد کا واضح ہو لیا کہ جسپر مؤلف کو کمال اعتماد تھا کہ اس وقت سے لے کر برابر متعامل علماء معدودین کا رہا ہے اور واضح ہو گیا کہ یہ متعامل ہرگز مانعین کا خلاف رائے نہیں اگر تھوڑا سا فہم ہو تو بدیہی ہے پس اب مؤلف کا یہ قول کہ شاہ ولی اللہ کی زبان سے اس محفل کو محل نزول ملائکہ ہونا ثابت کردیا کسقدر لغو ہے کیونکہ نفس ذکر مولود کا نہ انکار ہے نہ اس کی نزاع ہے قیود میں کلام ہے سو اس کا یہاں نہ نام ہے نہ نشان ہے مگر مؤلف کو بالکل جہل ہے اور اس کا کوتاہ فہم ہونا ہر ناظر عاقل پر ظاہر و عیاں ہے

قولہ نقل مواہیر علماء عرب و ہند اصلاً مفید نہیں

اقول اوپر تو مؤلف نے شاہ ولی اللہ تک کے اقوال سے ثابت جواز مجلس مولود مروج کا چاہا تھا سو وہ تو اس کے مدعا کا مثبت ہرگز نہ ہوا جیسا واضح ہو لیا اب علماء عرب کے اقوال سے قیام کا اثبات کرتا ہے اور یہ علماء معاصر جناب مولانا احمد علی صاحبؒ کے ہیں نہ ان کو مولانا ممدوح پر تقدم زمانی ہے اور نہ سبق علمی ہم رجال و نحن رجال کا مضمون ہے اور نہ یہ وجہ حاصل کہ سوائے ایک مولانا احمد علی صاحبؒ کے سب کا اتفاق استحسان اس قیام پر بالخصوص

سلہ محفل کی جمع سلہ ممنوعات سلہ عمل سلہ جز کا رواج ہو سلہ وہ بھی آدمی اور ہم بھی آدمی ہیں،

Marfat.com

(۳) القیام عند ذکر ولادۃ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ کثیر من العلماء کتبہ حسین ابن ابراھیم مفتی المالکیہ بمکۃ المحمیہ (۴) نعم القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ العلماء وھو حسن الفقیر اویہ محمد بن ابی بکر رئیس مفتی الشافعیہ بمکۃ المکرمہ (۵) نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ العلماء الاعلام قدوۃ الدین والاسلام کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ بن یحییٰ مفتی الحنابلہ فی مکۃ المشرفہ (۶) امام القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراءۃ المولد الشریف توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام من غیر نکیر منکر ورد راد واللہ ولی التوفیق والھادی الی سواء الطریق حررہ خادم الشریعۃ والمنہاج عبد اللہ بن المرحوم عبد الرحمٰن سراج المفسر والمحدث بمسجد الحرام واضح ہو کہ یہ عبد اللہ سراج بڑے کمل رجال میں تھے اس عاجز نے مخالف اور موافق مذہب والوں سب سے ان کی تعریف سنی ہے اور حضرت مولانا احمد سعید نقشبندیؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ مولانا عبد اللہ سراج حنفی مفسر و محدث حرم شریف مکہ یکتائے عہد خویش بود و راس رئیس فرقہ محدثین بزانوی ادب در درس او نشستے و اعتراف بجامعیت مولانا موصوف می نمود و فتویٰ باستحسان قیام نموداست و نزد راقم السطور موجود الی آخرہ فائدہ اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ جو ہم نے کلام ان علماء عرب کا نقل کیا ہے یہ وہ منتخب کاملین تھے جو سلطان عالیجاہ روم کی طرف سے مکہ معظمہ میں مفتی مقرر کئے ہوئے تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور ان سے پہلے بھی قدیم الایام میں جو علماء و فضلاء عرب میں گذرے حکم دیتے رہے ہیں استحباب قیام کا چنانچہ سید امام برزنجیؒ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر میں فرماتے ہیں وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ افسوس ہے کہ جب سے اب تک کتنی صدیاں گذر چکیں اور مخبر صادقؐ کا سچا وعدہ ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد جو بدعت کو اکھاڑے اور سنت کو قائم کرے پیدا ہوا کرے گا کیا سبب کہ بلاد متبرکہ ہندوستان میں تو جب سے بہتیرے مجدد ہو گئے اور وہاں یعنی مکہ میں ایک بھی مجدد نہ ہوا جو اس بدعت اور ضلالت کا استیصال کرتا بس معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے کہ یہ قیام خیر البلاد میں سیکڑوں برس سے ہے اور علماء سب مستحق اس کو کہتے رہے اور عبد اللہ سراج مفتی مکہ معظمہ لکھتے ہیں کہ کسی نے اس پر رد و انکار کیا پس

کیونکہ ہزارہا علماء اس عصر کے محض منکر اس قیام کے ہیں اور یہ امر مخفی نہیں پس ان علماء مذکورہ کے اقوال کی حجت ہونے کی مؤلف کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وہ عرب ہیں اس واسطے مؤلف اس کو پیش کرتا ہے سو یہ باطل ہے جس کو حق تعالیٰ علم دیوے وہی عالم معتمد[1] خواہ ہند و عجم میں ہو خواہ عرب میں بخاری و مسلم اور جملہ اصحاب کتب حدیث اور شرح وقایہ و ہدایہ و کنز و درمختار وغیرہ با جملہ مؤلفین کتب فقہ کے عجم تھے اور اس آخر وقت میں اب مولوی رحمۃ اللہ صاحب تمام علماء مکہ پر فائق[2] اور باقرار علماء مکہ اعلم[3] ہیں اور رہا یہ وجہ کہ خود مؤلف نے لکھا ہے کہ سلطان نے ان کو انتخاب کر کے مفتی بنایا تو یہ نہ کوئی شرعی حجت اعلمیت کی ہے اور نہ دلیل عقلی کیوں کہ اکثر مشاہدہ موجود ہے کہ عمال و قضاۃ سلطانی ادنیٰ ادنیٰ علماء و علماء ہوتے ہیں چنانچہ اب بھی یہ امر روم و عرب میں موجود ہے کہ مفتی و قاضی ہونے کو اعلمیت لازم نہیں سو یہ دلیل[4] اعلمیت مؤلف کی با جہل ہے حقیقت حال اور قواعد شرع سے یا عوام کو دھوکہ دینا مراد ہے معہذا مولانا احمد علی صاحب تو اس قیام کی کراہت دلیل شرعی سے ثابت فرماتے ہیں جس میں مؤلف نے کیا کیا چکر کھائے اور کلام خارج از علم و فہم کر کے اس کے جواب کے در پے ہوا اور ناکام رہا در تمام حجت مخفی اپنا ظاہر کر کے ضحکہ بنا اور یہ علماء مؤلف کے یہی لکھ رہے ہیں کہ استحسنہ کثیر من العلماء یا قریب اس کے کوئی کہتا ہے کہ امت میں سے نے اجماع کیا ہے استحسان پر اور بدعت مستحبہ ہے کوئی اکثر استحسان کہتا ہے کوئی کہتا ہے کہ متوارث بلا دو نکیر ہے اور یہ فقط دعویٰ محض اور قول بے دلیل ہے کیوں کہ اس میں اختلاف کرنا علماء کا خود ثابت ہو چکا اور بدعت ہونے کا وہ بھی اقرار کر رہے ہیں پھر اجماع کس طرح ہو سکتا ہے اور یہ کلیات نفس سے تقیید[5] اطلاق خود ممنوع ہو چکی پھر کس کا اجماع معتبر ہو سکتا ہے اور کس کا استحسان قابل التفات کے بن سکتا ہے ہاں اگر نفس قیام کا استحسان ہو

[1] قابل اعتماد [2] بلند [3] بڑے عالم [4] دلیل [5] مطلق کو مقید بنانا۔

Marfat.com

انکار نہیں کیا بیشک و شبہ جائز بلکہ مستحسن ہے ہرگز ضلالت نہیں مولوی قطب الدین خاں صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسئلہ پر مکہ اور مدینہ کے علما متفق ہوں یہ اس کے حق ہونے کی دلیل ہے مظاہر الحق مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۸۰ میں بدعتیوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ سنیوں کا مذہب سچا ہے مکہ مدینہ کہ دین وہیں سے پیدا ہوا وہاں کے لوگ بھی سنی ہیں اگر ان کا مذہب یعنی بدعتیوں اور رافضیوں کا اچھا ہوتا تو وہ مکہ مدینہ والے پہلے اس مذہب میں ہوتے انتہی کلامہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر انکار قیام مولد شریف کا اچھا ہوتا تو اول علماء عرب انکار کرتے کیونکہ پختہ اہل سنت والجماعت وہی ہیں اب نقل کرتے ہیں ہم بطور اختصار دو سرا فتویٰ علماء عرب کا جس کو ۱۲۸۶ھ بارہ سو اٹھاسی ہجری میں مولوی عبدالرحیم صاحب ترکمانی مرتب کرا کر لائے تھے اور کتاب وضعۃ النعیم کے آخر میں چھاپا تھا عبارات سوال یہ ہے سوال ما قولکم رحمکم اللہ فان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر الولادۃ خاصۃ مع تعیین الیوم وتزئین المکان واستعمال الطیب وقراءۃ سورۃ من القرآن واطعام الطعام للمسلمین ھل یجوز ویثاب فاعلہ ام لا بینوا توجروا۔ جواب علماء مکہ معظمہ للخیصاً:- اعلم ان عمل المولد بهذہ الکیفیۃ المذکورۃ مستحسن مستحب فالمنکر لھا ان امتنع لا نکارۃ علی شیء حسن عند اللہ والمسلمین کما جاء فی حدیث ابن مسعود قال ما رآہ المسلمون حسنا فھو حسن والمراد من المسلمین الذین کملوا الاسلام کالعلماء العاملین وعلماء العرب والمصر والشام والروم والاندلس کلھم رأوہ حسنا من زمان السلف الی لان فصار الاجماع والامر الذی ثبت بالاجماع فھو حق لیس بضلال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمع امتی علی ضلالۃ فعلی حاکم الشرع تعزیر منکرہ واللہ اعلم۔

عبدالرحمن سراج	احمد دحلان	حسن	عبدالرحمن جمال	حسن طیب	محمد شرقی	مفتی حنفی	مفتی شافعی
مفتی حنبلی	حنفی	حنفی	مفتی مالکی	سلیمان عیسے	عبدالقادر خوقیر	ابراہیم الفتن	محمد جار اللہ
احمد الداغستانی	عبدالقادر شمس	عبدالرحمن آفندی	احمد ابوالخیر	عبدالقادر سنخینی	محمد سعید	عبدالمطلب	کمال احمد

بلا تقیید اور بلا فساد عقیدۂ عوام تو خود مانعین بھی نفس قیام کو منع نہیں کرتے تو یہ فتاوی ہرگز مخالف مانعین کے نہ ہوئے اور مؤلف کو کچھ مفید نہ ہوویں گے بہر حال ان اقوال سے علماء کے نزدیک موافق قواعد شرعیہ کے کوئی کچھ بھی ثبوت نہیں مگر مؤلف کی ناواقفیت علم دینیہ سے یہ حرکات کراتی ہے اور وہی مآل کار حجت ہوتی ہے کہ علماء نے یہ کہا اور کیا ہے اور یہ کوئی حجت فی الدین نہیں خصوصاً جو کہ یہ تعامل نص کے مخالف ہوا اور رد و انکار اس پر کسی عالم سے ثابت ہو جاوے چہ جائیکہ صدہا سے مدلل رد ہو چکا ہو اب یہ قول مؤلف کا کہ کتنی صدیاں گذر چکی کسی مجدد عرب نے اس کو منع نہ کیا یہ بھی ایک کلام سخت کم فہمی مؤلف کی ہے ہر چند ظاہر ہے کہ مؤلف نہ مجدد کے معنی اور کیفیت سمجھا اور نہ تجدید کی حقیقت سے واقف ہوا فقط ترجمہ حدیث کا مظاہر حق سے یاد کر لیا ہے اور ہم کو بھی جواب دینے کے واسطے اس کی تقریر و تحقیق ضرور نہیں فقط اس قدر الزامی جواب کافی ہے کہ عید عاشوراء کو بخاری و مسلم کی حدیث میں تصریح ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے رد کیا اور خالفوا الیہود اس میں ارشاد فرمایا اور پھر کس وقت میں عید عاشوراء مکہ میں حادث ہوئی اور کسی مجدد نے اس کو منع اور موقوف نہ کیا اب تک چلی آتی ہے اور سب علماء کے گھر میں ہوتی ہے تو معلوم کہ مؤلف کے نزدیک کوئی مجدد وہاں نہیں ہوا یا یہ بھی مسنون و مستحب ہے اور مؤلف اور اس کے سب مجددین و علماء مکہ کے نزدیک حلال ہے

ل مفرضین کے انجام کو رسکے دلیل سے ثابت ہے یہود کی مخالفت کرو

Marfat.com

محمد سعید الادیب	علی جودہ	سید عبداللہ کوشک	حسین عرب	براہیم نوموسی	احمد امین	شیخ فروش	عبدالرحمن عجیمی
عبداللہ مشاط	عبداللہ قماشی	محمد بابا بصیل	محمد سیونی	علی آمیمی	محمد صالح زواری	عبداللہ زواری	محمد حبیب اللہ
احمد النخراوی	سلیمان عقبہ	سید شلبی عمر	عبدالحمید الداغستانی	مصطفٰی عفیفی	منصور	نشاوی	محمد راضی

جواب علماء مدینہ منورہ تلخیصاً۔ اعلم ان ما یصنع من الولائم فی المولد الشریف وقراءته بحضرة المسلمین وانفاق المبرات والقیام عند ذکر ولادة الرسول الامین ورش ماء الورد والقیاد البخور وتزئین المکان وقراءة شیء من القرآن والصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہار الفرح والسرور فلا شبہة فی انه بدعة حسنة مستحبة وفضیلة مستحسنة فلا ینکرها الا مبتدع لا استماع بقوله بل علی حاکم الاسلام ان یعزره واللہ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

محمد امین	جعفر حسینی البرزنجی	عبدالجبار	سید جمال الدین	ابراہیم بن خیار	یوسف سیند	السید علی محمد	السید عبداللہ بن سید احمد
محمد بن احمد رفاعی	عمر ابن علی	حریری علی	مصطفٰی سید	احمد سراج	حسن ادیب	ابوالبرکات	عبدالقادر مشاط
سید سالم	احمد الحبشی	محمد نور سلیمانی	عبدالرحیم البرعی	محمد عثمان کردی	قاسم	عبدالعزیز ہاشمی	یوسف روے
محسن	مبارک ابن سعید	حامد	محمد ہاشم ابن حسن	عبداللہ ابن ملی	عبدالرحمن صفوی		

جواب علماء جدہ تلخیصاً

اعلم ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بهذه الصورة المجموعة المذکورة بدعة حسنة مستحبة شرعاً لا ینکرها الا من فی قلبه شعبة من شعب النفاق وکیف یسوغ له ذلک مع قوله تعالی ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب واللہ اعلم

حالاں کہ نص صریح اس کے منع کی موجود ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں صواعق محرقہ سے نقل کرتے ہیں۔ وہم از بدع ناصبیہ متعصبہ باہل بیت از عید گرفتن آں روز باظہار فرح وسرور وزینت وخضاب واکتحال ولبس ثیاب الخ خلاصہ یہ کہ احادیث واقوال معتمدین سے عید ہونا عاشورا کا حرام ہو چکا پس اب مؤلف حدیث صریح کو اور اقوال علماء مقبولہ خود کو بالرائے رد کرکے تجدید مکہ کو قبول کرے تاکہ اس کا قیام مستحب ہو یا کچھ تاویل اس عید کی جریان کی باوجود مجدد دین کی کرے گا وہ ہی اس قیام کی کرکے اور دل میں سمجھ کر تائب ہو جاوے بہرحال مؤلف کی فہم کا کمال ہر ہر نکتہ میں واضح ہوتا ہے اور نواب قطب الدین خاں نے یہ لکھا ہے کہ قدم صحابہ کے عہد سے وہاں حرمین میں سنی ہی رہے یہ دلیل اہل سنت کی اہل حق ہونے کی ہے نہ یہ کہ وہاں کوئی بدعت جاری نہیں ہوتی اب بھی مناکحہ مروجہ حرمین کی مؤلف پر مخفی نہیں اور رفض بھی اب ایک مدت سے مکہ اور مدینہ میں موجود ہے اگر مؤلف کو یقین نہیں تو تحقیق کرلیوے پس یہ خوبی فہم مؤلف کی ہے کہ مطلب کو غور نہیں کرتا پس قیام تو خود بعد چھ سو سال کے حادث ہوا ہے اور عید عاشورا بھی بعد قرون کثیرہ کے حادث ہوئی پس ایسے تعامل سے حجت لانا اہل علم کا کام نہیں اور یہ دلیل لائق شان علم کے نہیں بلکہ عوام کا قول ہے اور فتوی بارہ سو اٹھاسی کا جو مؤلف نقل کرتا ہے اس کے جواب کی کچھ حاجت نہیں کیوں کہ اجماع کے

Marfat.com

علی بن احمد باصبرین | عباس ابن جعفر ابن صدیق | احمد فتاح | محمد سلیمان | احمد عباس | محمد صالح | احمد عثمان

احمد بن عجلان | محمد صدقہ | عبدالرحیم بن محمد زبیدی

جواب علمار حدیدہ خاتمۃ المولد الشریف مع الاشیاء المذکورۃ جائزۃ بل مستحبۃ فیثاب فاعلها نقل الف ذلك العلماء وحثوا علی فعلہ وقالوا الا ینکرها الا مبتدع فعلی حاکم الشریعۃ ان یعذرہ

علی شامی | محمد سالم عابش | علی بن عبداللہ | محمد بن ابراہیم حبشی | علی الطحان | محمد بن عبداللہ | الفقیر الی اللہ یحیی ابن مکرم | محمد بن داؤد بن عبدالرحمن | علی بن ابراہیم الزبیدی

علی ابن محمد حباب | احمد بن محمد ابن الجلیل | عبدالرحمن بن علی حضرمی

واضح ہو کہ یہ چاروں جواب یعنی علمار مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً نیز علمار جدہ و حدیدہ اسی ایک سوال کے جواب میں ہیں جمیع قیود قیام تزئین مکان وغیرہ کی مذکور ہیں پس علمار عرب انفاہم اللہ و سلمہم اسی ہیئت کذائی کے منکر کو بالاتفاق تعزیر کا حکم دیتے ہیں اب نقل کی جاتی ہیں مہریں ہندوستان کے علمار مستندین کے جو اپنے وقت کے فرد کامل تھے **ازانجملہ علمار فرنگی محل** کہ سنہ یکہزار دو صد و ہفتاد و نہ ہجری میں محمد مصطفےٰ خان صاحب کے مطبع مصطفائی میں فتویٰ ان کا مطبوع ہوا تھا جس کو اس کے مضامین بالتفصیل دیکھنے ہوں کتاب مذکور بہم پہنچا کر دیکھے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولد شریف کی تعیین خاص ماہ ربیع الاول کے ساتھ فرض اور واجب تو نہیں ہاں البتہ بہت علمار و محدثین نے مستحب اور مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرون ثلثہ میں نہ ہوئی ہو وہ بدعت سیئہ ہے صحیح نہیں اور جب کہ آیت کریمہ وتعزروہ وتوقروہ سے تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوئی ہر کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر ولادت شریف جو منجملہ افراد تعظیم ہے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ یہ بدعت سیئہ ہرگز نہیں احررہ ابوالبرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علی عفی عنہ (۲) محمد سعداللہ عفی عنہ (۳) محمد لطف اللہ عفی عنہ (۴) ابوالاحیا محمد المدعو بالنعیم (۵) ابوالحسن محمد صالح (۶) محمد عبدالوحید

ابوالبقا محمد عبدالحکیم ۱۲۳۰ | حفیظ اللہ ۱۲۲۲ | نعیم اللہ ۱۲۲۷ | محمد علی ۱۲۶۲ | محمد عبدالحلیم ۱۲۶۶

ازانجملہ علمار دہلی و بریلی و رامپور افغانان واضح ہو کہ محفل مولد شریف اور قیام کے جواز میں ایک کتاب غایۃ المرام مطبع علوی کلاں کوٹھی میں واقع سنہ یکہزار و دو صد و ہفتاد و یک مطبوع ہوئی تھی اسمیں علمار و فضلار دہلی و بریلی و رامپور وغیرہ چند مقامات کے علمار مستندین کے فتویٰ جمع کر کے چھاپے تھے اور جوں کہ سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی بھی استحباب محفل میلاد شریف کا اعتقاد رکھتا تھا اور رئیس مسلمان اسلام کے تجمل اور احتشام

معنی اور حدیث ما رأہ المسلمون کی مراد پہلے واضح ہو چکی ہے اب اس فتوی سے علم علمار عرب کا ہر اہل علم پر واضح ہو جاوے گا اور قول ان کا مخالف نص کے ہرگز معتمد اور ملتفت نہیں ہو سکتا ہے اور ان کے اقوال کے قیود مذکورہ کو درجہ اباحت میں اگر کوئی دعوی کر بیوے تو پھر مؤلف کو کوئی جواب نہیں گو بظاہر الفاظ فتاوی کے ان قیود کی تاکید کو تقاضا کرتے ہیں اور خلاف نص کے ہو کر مردود بن جاتے ہیں اور یہی جواب فتاوی ہندیہ کا ہے کہ منجملہ مفتیوں مؤلف کے بہادر شاہ اور حکیم احسان اللہ خاں اور حکیم امام الدین خاں بھی ہیں اور دیگر اشخاص خواہ مخواہ تصریح نام کی حاجت نہیں اور جس قدر یہ اس سے چند گونہ زیادہ علم و عمل اور عدد میں مانعین موجود ہیں مگر ہم کو بعد دلائل ادلہ اربعہ کے کیا حاجت مردم شماری کی ہے یہ طریقہ مؤلف کا تو خود دلیل عجز کی اثبات حجت شرعیہ سے ہے اور پھر آخر میں مؤلف مانعین کو جمع سیسیر خود بخود دل کی تسلی کو کہہ ہا ہے شرم کی آنکھ نہ ہو تو جو چاہے کہے، اور سواد اعظم کے معنی پہلی

Marfat.com

کا سبب ہوتا ہے رئیس المسلمین اور زین المسلمین سمجھ کر ان کی مہر بھی علماء دہلی کی مہروں کے ساتھ کرائی گئی تھی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولوی مخصوص اللہ صاحب مرحوم بھی اس وقت زندہ تھے ان کی مہر بھی استحسان محفل مولد شریف پر کرائی گئی جس کو ہر عالم فاضل کی تحریر حرفاً حرفاً بالتفصیل دیکھنی منظور ہووے اصل کتاب بہم پہنچا کر ملاحظہ کرے اسمیں محفل مولد شریف کو مع جمیع تعینات مروجہ مثل قیام وتقسیم شیرینی وغیرہ جائز بلکہ مستحب لکھا ہے ایک سو بائیس صفحہ کی کتاب ہے اس کے صفحات متفرقہ پر جو مہریں اور دستخط مرقوم ہیں ان سب کو مجتمع ایک جگہ نقل کرتا ہوں ۴۷ علماء کے دستخط اور مہریں ہیں ہر عالم کا نام ایک شکل مربع میں مندرج کرتا ہوں

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی ابوظفر سراج الدین سنہ احدی	حکیم احسان اللہ خان صاحب وزیر عبدہ احسن اللہ	مفتی صاحب صدر الصدور دہلی محمد ...	مدرس اول مدرسہ دہلی یا حافظ سید محمد

عالم فاضل کہ بلقب حکیم در دہلی معروف بود امام الدین خان محمد	قاضی احمد الدین خان صاحب احمد الدین خان	قاضی محمد علی صاحب حب محمد علی در دل و در جان بداں	حضرت شاہ احمد سعید مجددی ہو احمد فقیر احمد سعید	ہو احمد محمد عمر

خلف حضرت احمد سعید صاحب محمد مظہر	فاضل جامع علوم مولوی کریم اللہ صاحب شد اللہ خلق محمد کریم	مولوی نور الدین صاحب واعظ جامع دہلی دین محمدی در فرید آمده	دستخط مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

یہ عالم بڑے مفتی تھے دستخط مولوی داور بخش صاحب	دستخط مولوی حسن ... محمد عفی عنہ	محمد عزیز الدین	سید تفضیل حسین	رضوی سید یعقوب علی	محمد رضا علی خاں

محمد اللہ کے مخصوص ہیں	احمد حسین	میر محمود علی	غلام حسین	محمد عبد الواحد	محمد لطف علی خاں	وز شہر علم محمد علی

جلال الدین محمد کمال	المولیٰ طالب مدد کرم	عمدۃ العلماء شرع متین مفتی مولوی محمد شرف الدین	عفی اللہ عنہ محمد یعقوب علی	یا حافظ	کرم نبی	ز اللہ تؤید وینصر من یشاء

محقق ہو چکے اور جو نادر شاذ ہے وہ بھی معلوم ہو لیا اب ایک قول پر اکتفا کر کے ختم رسالہ کرتا ہوں قال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا. حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اتباع طریقہ مرضیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرض فرماتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد کیا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ ضلالۃ الحدیث. وعن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ

Marfat.com

عبدالکریم	عبداللہ ولد محمد رفیع اللہ	فخر العلماء محمد عبد الجامع خاں	ابن اللہ جمیل وحبیب الجمال	محمد عبد العلے	علی حسین	محمد لطف اللہ	نور النبی
محمد عبداللہ	علی الدین	آل نبی	مقصود علی	حسین حافظ شریف	شاہ ظہور حسن عالم وعدل اشہرت	سبط محمد گل باغ جاوید	نظام الدین احمد
محمد علی خادم العلماء	وزیر علی	مولانا محبوب علی شاہ علی خلف سید	آئمہ تاج محمد عالم علے	محمد سلامت اللہ	دستخط فضل رسول فاضل بدایونی	سید بشیر علی امروہی	مولوی داد بخش
حسن الزماں	محمد فضل حق	رفیع اللہ	محمد جلال الدین	وحید الدین	محمد فضل اللہ	فضل حسن	محمد عبد الحق
محمد حیات	محمد خلیل الرحمن	محمد حیات ولد مولوی سید احمد					

اہل سنت والجماعت خیال فرمادیں کہ ان دونوں قرنوں متاخرہ میں ہندوستان کے کیسے کیسے علماء جلیل القدر مثل مفتی سعد اللہ صاحب و مولانا تراب علی و مولانا سید محمد مدرس اعلی و مولانا فضل حق و مولانا محمد حیات و مولانا حیدر علی مصنف منتہی الکلام و مولانا سلامت اللہ و مفتی صدر الدین خاں صاحب و مفتی شرع متین مفتی شرف الدین صاحب استحسان محفل مولد شریف پر فرما رہے ہیں اس وقت میں ایسے عالم کہاں ہیں ایک ایک عالم کو دو دو سو کے مقابل سمجھو اور ہم نے اس وقت کے علماء کی مہریں نہیں کرائیں علماء سلف کی نقل مولف پر اکتفا کیا اب یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس لمعہ تامہ میں ہم نے جسقدر علماء عاملین اور فضلاء کاملین کے نام ذکر کیے اگرچہ یہ جمیع اقالیم مشرقی و مغربی جنوبی و شمالی کے تمام علماء و فقہاء کے نام نہیں اگر ان سب کو جمع کیجئے تو واللہ اکبر ایک دفتر بنتا ہے کما قال گراں حملہ اسعدی ملا کند :: مگر دفتر بے دیگر انشا کند، یہ تو چند مقامات کے چند علماء کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن یہ بھی کیا کچھ کم ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین کا ایک جمہور کبیر و جم غفیر ہے پس بموجب فرمانے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کا اتباع اہل سنت کو لازم ہے فرمایا آپ نے اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فی النار اس کی تحقیق لمعہ اولی نور چہارم میں محدثین سے ہم نقل کر چکے ہیں وہاں دیکھو معنی یہ ہیں کہ پیروی کرو بڑی جماعت کی جو جدا ہوا ان سے وہ پڑے گا آگ میں یعنی جب اختلاف واقع ہو علماء میں تو جس طرف اکثر مسلمین ہوں اس پر عمل کرو یہ تو حدیث ہے اب فقہ کا مسئلہ سنو علامہ شامی نے جلد ثانی شرح درمختار باب صدقۃ الفطر میں تصحیح کی ہے فان المانعین جمع یسیر و المجوزین جم غفیر والاعتماد علی ما علیہ الجم الکثیر اور نہر جلد اول رسم المفتی میں لکھا ہے فان اختلفوا یوخذ بقول الاکثرین اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی اس دلیل کو حق جانتے ہیں چنانچہ مصابیح التراویح مطبوعہ مطبع ضیائی کے صفحہ میں لکھتے ہیں آنفاق اکابر و تسلیم اوشاں یا جم غفیر ازوشاں نیز دلیل است الی آخرہ اور مولوی اسمعیل صاحب تذکیر الاخوان کی فصل سادس میں کتاب و سنت و اجماع و قیاس مجتہدین کا ذکر کر کے اس کے بعد لکھتے ہیں پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے تو اس کا کیا ٹھکانا مگر ہاں اکثر دیندار متقی پرہیزگار اس مسئلہ کو قبول کریں تو البتہ وہ

الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم الحدیث پس دونوں حدیث تمسک سنت نبویہ اور التزام و استنان طریقہ صحابہ کو واجب کر رہے ہیں لہذا ہر امر عبادت میں واجب ہے کہ طریقہ و سنت صحابہ

بھی معتبر ہے انتہی، اب دیکھیے اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ کسی مولوی مشائخ کی نکالی ہوئی بات کو اگر حصار اجہان متفق ہو کر مانیں مگر اکثر دیندار
متفق اس کو مان لیں تو وہ بھی حق اور معتبر ہے پس اس مسئلہ میں مولوی اسماعیل صاحب اور نیز مولوی محمد قاسم صاحب تابع فقہا اور محدثین کہ ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ
میں متفق ہو جانا اکثر علمار دین کا ایک جانب میں دلیل حقیقت کی ہے یہ مسئلہ خاص ان کی زبان سے ہم نے سنوادیا اب اگر منع استحسان مولد شریف میں یہ صاحب یا ان
کے تابعین اس دلیل سے باہر ہونے لگیں تو ہم ان لوگوں پر کچھ دار وغہ ہو کر موکل نہیں ہوئے کہ ان کے دل و زبان کو امر حق کی طرف جبراً پھیر دیں خود حضرت ہادی
انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہ نسبت یہ ارشاد ہے لست علیھم بمصیطر اور دوسری جگہ فرمایا انک لا تھدی من احببت ہمارا ذمہ توضیح امر حق تھا وہ
کر چکے جس لفظ کی قید مولوی اسماعیل صاحب نے لگائی ہے یعنی دیندار متقی پرہیزگاروں سے جواز محفل مولد شریف ثابت کر چکے مثل امام ابو شامہ و ابوالخیر سخاوی و ابن
جزری و سیوطی و قسطلانی وغیرہم جن کے نام لمعۃ نامہ میں ہم نے لکھے ہیں اور جو شخص شاہ ولی اللہ صاحب کے سلاسل طریقت اور اسانید علم حدیث سے واقف
ہوگا اس سے یہ بات مخفی نہیں ہوگی کہ ان مجوزین مولد شریف میں وہ علمار بھی ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ حدیث اور شیوخ طریقت کے پیشوا ہیں پس خوب
تحقیق کو پہنچا چکے ہم یہ بات کہ مولد شریف کرنا جم غفیر سے ثابت ہے اور یہ مضمون حدیث اور فقہ سے اور ان کی علمار مستندین سے ثابت کر چکے کہ جو چیز جم غفیر سے ثابت ہے
وہ معتبر اور ماخوذ بہ اور معتمد علیہ لازم الاتباع ہے جب دونوں مقدمہ صحیح ثابت ہو چکے تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ مولد شریف کرنا معتبر ماخوذ بہ معتمد علیہ لازم الاتباع ہے والسلام علی من
اتبع الہدیٰ مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات، یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں تو سمیع و علیم ہے سنتا ہے جمیع اقوال کو جانتا ہے دلوں کے احوال کو نہیں لکھی میں نے یہ کتاب مگر اس لئے کہ
افراط و تفریط جانبین سے دور ہو ہر فریق اپنی غلو و تعصب سے نفور ہو اگر حضرات مانعین پر باعث تکفیر و تفسیق اہل ایمان چند تنبیہات ہیں تو طرف ثانی کو بھی
اصلاح نیت و تصحیح اعمال کے لئے ہدایات بینات ہیں اور مبنی کیا میں نے اپنے جمیع مسائل و دلائل کو ان علمار مقبولین کی دلائل و اقوال پر کہ وہ دنیا میں
کالبدر المنیر مشہور ہیں اور کتابیں ان کی ان ملکوں میں جابجا موجود اور حوالہ دے چکا ہوں میں ہر ایک مسئلہ میں تصانیف سلف صالحین کا پس میرا
میرا جو قول ہے وہ فی الحقیقت ان ہی مقبولین کا قول ہے یا اللہ ان مقبولین کے توسل سے قبول کر تو مجھ سے یہ کتاب اور کیجو اس کو فریقین کے لئے فصل الخطاب
یا اللہ اس کتاب کی ہر دلیل مظہر الحق اور شک میں پڑے ہوؤں کو دافع الاوہام ہو یہ کتاب تسکین بخش براہین حقانی سے راحت قلوب مستہام ہو یا اللہ میری کل رسائل
مغفرت کی وسائل ہوں اور یہ انوار ساطعہ اندھیری گور کا چراغ ہو میری قبر بہار جنت کا باغ ہو اے ناظرین انوار ساطعہ کہو تم میری اس دعا پر آمین یا رب العالمین
آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین :: فقط تمام شد تمت

کو ہر مسلم عاقل اپنا امام بنا دے اور اس کے موافق عمل کرے اور خلاف قول و فعل ان کے قول کسی عالم کا اور توارث اور استحسان کسی
کا ہرگز قابل التفات و اعتبار فی الدین کے نہیں مؤلف نے لاحاصل تطویل کی اور کوئی نفع اس کو اس سے حاصل نہیں ہوتا کما لا یخفی
علی من وفق للفہم والسداد واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والحمد للہ علی آلہ و نوالہ کہ برہان رابع تمام ہوئی و تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا
اور اطفار انوار باطلہ انوار ساطعہ کا کما ینبغی حاصل ہوا ذھب اللہ بنورھم و ترکھم فی ظلمت لا یبصرون پس بعد اس
براہین قاطعہ کے بھی اگر مؤلف اور اس کے ہمشرب بدعت کو تنبیہ نہ ہو تو من یضلل فلا ھادی لہ کا مورد ہے اور اب بھی اگر ظلمات
ضلالۃ بدعۃ پر نظر نہ ہو تو ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور کا مصداق ہے نجانا اللہ تعالیٰ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد
اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ
علی سیدنا ومولانا محمد ھادی الامۃ وکاشف الغمۃ الذی ترکنا علی مثل البیضاء لیلھا ونھارھا سواء وعلی آلہ وصحبہ اتباعہ سرج الامۃ
ومصابیح الظلمۃ صلوۃ دائمۃ کما یحب ربنا ویرضی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین تمت

Marfat.com

تقریظ کتاب براہین قاطعہ جریدہ قلم فیض رقم جناب قدوۃ المحققین زبدۃ الفقہاء والمحدثین عمدۃ الصلحاء والکاملین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدفیوضہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا۔ اما بعد احقر الناس خادم الطلبہ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نے اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا الحق کہ بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب کافی اور الزام وحجت وافی ہے اور فی الواقع یہ براہین قاطعہ اپنے مصنف کی وسعت نورِ علوم دینیہ فسحتِ ذکاء و فہم وحسن تقریر وبہار تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے باحسن البیان فاضح ہے لہٰذا یہ احقر الناس اس کتاب کو ملقب بالدلائل الواضحہ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے مؤلف کے علم وفہم میں برکت اور اس کی خیرات ومبرات میں عمومًا اور اس تالیف نفیس میں خصوصًا کرامت قبولیت عطا فرماوے اور اس کو موجب ندامت وتوبہ اہل بدعت کا اور سبب استقامت اور تثبت متبعین سنت کا بنا کر مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرماوے آمین وما ذٰلک علی اللہ بعزیز واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الکائنات وآلہ وصحبہ اہل الدرجات عدد ما یحب ویرضی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

تاریخ طبع اول کتاب براہین قاطعہ از جناب قامع البدعۃ محی السنۃ مولوی محمد حسین صاحب فقیر

چوں اختطات برق براہین حق رسید
تاریخ اوست بے سر طغیان وگفتگو

شد باعث ذہاب با نوار ساطعہ
بدعات قطع کرد براہین قاطعہ

تاریخ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل خط فیض نمط حضرت سیدنا و مرشدنا جناب حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ تعالےٰ

التماسِ مشتہر

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح رائے ناظرین ہو کہ امسال جو بعض حجاج مکہ معظمہ سے بعد فراغ حج بیت اللہ و زیارت روضۂ اطہر جناب سرورِ عالم فخرِ بنی آدم رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم و زیارت حضرت حجۃ الاصفیا و تاج الاولیا و زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین شمس الحقیقۃ والعرفان بدر الطریقۃ والاحسان حجۃ اللہ تعالیٰ البالغہ برہان الملۃ المستقیمہ مرجع عالم منبع الفیض الاتم بحر الحقائق والاسرار مصدر العلوم والانوار صاحب المقامات العلیۃ والافضال والدرجات الرفیعہ الصدیق الاعظم والقطب الافخم و سیدنا الحاج شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی المہاجر فی المکۃ المعظمۃ لازالت شموس فیوضہ بازغۃ و بدور مکارمہ طالعۃ ہندوستان کو واپس آئے تو ایک نقل نامہ والا حضرت موصوف الصدر سلمہ کی جو ذیل میں درج کیجاتی ہے ساتھ لائے کہ جس کی تحریر کی وجہ حضرت سلمہ کو یہ پیش آئی کہ ایک مولوی نذیر احمد خاں نامی ساکن رام پور فی الحال مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات نے ایک خط طویل جس میں چند اعتراضات براہین قاطعہ کے مضمون پر کئے ہیں روانہ خدمت عالیہ حضرت حاجی صاحب سلمہ کیا اس خط میں علاوہ اعتراضات کے تکفیر علماء ربانیین کی نوبت پہنچائی چنانچہ ان اعتراضات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاوے گا۔

الحاصل اس نامہ والا حضرت موصوف سلمہ کو دیکھ کر اور اسکے مضامین سے بقدر استعداد واقف ہو کر یہ خیال میں آیا کہ چونکہ اس تحریر میں حضرت سلمہ نے افراط و تفریط سے اغماض فرما کر طریق وسط کو جو خیر امت کی علامت ہے اختیار فرمایا ہے اور اصلاحِ خلق اور رفع اختلافات کو مدنظر رکھا اور حق گوئی میں پرواہ مطاعنِ طاعنین نہیں فرمائی علاوہ ازیں بیان بھی ایسا مدلل اور قوی ہے کہ باوجود اختصار کے مطالب مرقومہ بوجہ احسن منکشف ہیں صاف صاف الفاظ میں مسائل متنازعہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ کسی کو گنجائش چون و چرا نہ رہی عقل و نقل و شریعۃ و حقیقۃ کو باہم ایسا ربط دیا کہ کسی کو سوائے تسلیم مجال گفتگو نہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس خط حضرت حاجی صاحب سلمہ کو طبع کرا دیا جاوے کہ اُس تحریر سراپا ہدایت کو اہل انصاف علی الخصوص معتقدین و مریدین حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب موصوف سلمہ دیکھ کر اختلاف باہمی سے کنارہ کریں اور تحریرات فریقین کے لئے یہ خط محاکمہ ہو جاوے اور نیز یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ حضرت سیدی و مرشدی جناب حاجی صاحب عم فیضہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ جو خاص خلیفہ[1] حضرت سلمہ کے ہیں ان مسائل میں ------- متفق ہیں کسی قسم کی

[1] چنانچہ حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب سلمہ ضیاء القلوب کے صفحہ ۶ میں ارقام فرماتے ہیں و نیز ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من

مخالفت باہم نہیں جیساکہ عوام میں مشہور ہو گیا اور اس تحریر بابرکت کے دیکھنے سے حلم و اخلاق حضرت سلمہ کا سب پر عیاں ہو جاوے گا کہ باوجود یکہ مسائل یعنی مولوی نذیر احمد خاں اپنے خط میں بہت کچھ سب و شتم و تکفیر و تذلیل کو کام میں لائے ہیں لیکن حضرت سلمہ نے کوئی امر خلاف داب علماء تحریر نہیں فرمایا اور نہ ان کی سب و شتم کا جواب ترکی بترکی دیا بلکہ نفس مطلب سے بحث فرمائی اور اصلاح باہمی مدنظر رکھی علاوہ ازیں چونکہ حضرت عم فیضہم نے وقت تحریر جواب یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی عبد السمیع کو بھی ان ہی مسائل میں شبہ ہے ایک نقل اس کی ان کے پاس بھی جانا مناسب ہے اس لئے طبع کرانے میں یہ بھی نفع سمجھا گیا کہ مولوی عبد السمیع یا جس کسی صاحب کو ان مسائل میں اشتباہ

شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشاں بجائے من و من بمقام اوشاں شدم و صحبت اوشاں را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زمانہ نایاب اند و از خدمت بابرکت ایشاں فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر امثال تحصیل نمایند انشاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نخواہد ماند اللہ تعالیٰ در عمر شاں برکت دہد۔ از تمامی نعماء عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف گرداند و بمراتبات عالیات رساند و از نور ہدایت ایشاں عالم را منور گرداند و تاقیامت فیض اوشاں جاری دارد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد انتہیٰ بلفظہ۔ احقر کاتب الحروف کہتا ہے کہ خدائے پاک نے حضرت حاجی صاحب سلمہ کی دعا ان حضرات کے بارہ قبول فرمائی چنانکہ ان کے نور ہدایت سے عالم کو منور فرمایا اور نیز جناب حاجی صاحب سلمہ نے بارہا یہ فرمایا کہ جو کچھ ضیاء القلوب میں ان حضرات کی شان میں کلمات لکھے گئے ہیں وہ میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھے بلکہ بامر حق جل و علیٰ و الہام غیبی لکھے گئے و کفی بہ فضلاً والحمد للہ تعالیٰ پس حضرت مولانا رشید احمد صاحب سلمہ پر طعن کرنا بعینہ حضرت حاجی صاحب سلمہ پر طعن ہے مخالفین اپنا انجام سوچیں اور تائب ہوں وما علینا الا البلاغ

له کیونکہ جو کچھ حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب نے مسائل متنازعہ کی نسبت اس خط میں تحریر فرمایا ہے بعینہ یہی مسلک حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا ہے ۱۲

له چنانچہ مولوی احمد حسن صاحب پنجابی مدرس مدرسہ کانپور وغیرہ کو بھی اس مسئلہ میں اشتباہ واقع ہوا اور معتبرین و متکلمین کے کلام میں لفظ محال و ممتنع دیکھ کر قدرت باری کی نفی کردی حالاں کہ وہی حضرات دوسری جگہ خلاف وعدہ کو داخل قدرت فرماتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ حضرات وقوع کذب کو محال لکھتے ہیں اور ان کی مراد محال و ممتنع سے محال بالغیر و ممتنع بالغیر ہے ورنہ خدائے پاک قادر علی الاطلاق کو تخلف وعدہ وعید و خلاف مقدرات کے کرنے سے مجبور کہنا پڑے گا وہو باطل بالاجماع۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مثلاً زید جس کی تقدیر میں عالم ہونا اور عمرو جس کے مقدر میں جاہل ہونا لکھا گیا یا ایک شخص کیلئے جنت کا وعدہ ہوا اور دوسرے کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم ہو سو اگر اس تقدیر یا وعدہ وعید کا خلاف ہوگا تو لوح محفوظ میں یا وحی میں خلاف واقع ہونا ثابت ہوگا اور یہی کذب ہے مگر اس عدم وقوع سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کو خلاف کرنے پر بھی قدرت نہ رہی ورنہ زید عالم کا جاہل کرنا اور عمرو جاہل کا عالم بنانا اور جنتی کا دوزخ میں لیجانا اور اس کا عکس قدرت خدائے پاک سے خارج ماننا پڑے گا بلکہ یہ لازم آئے گا کہ تمام کائنات کے لئے جو کچھ ایجاد مقدر کر دیا گیا ہے اس کے خلاف سے خدا تعالیٰ عاجز ہے معاذ اللہ مولوی احمد حسن صاحب بلا تدبر و تفکر رسالہ لکھنے کو تو موجود ہو گئے پر نہ سمجھے کہ اس مسئلہ کے انکار اور اہل حق کی تضلیل سے بالکل خدا تعالیٰ کا عجز لازم آتا ہے اور عقیدہ اہل سنت بلکہ اہل اسلام کے خلاف پر عوام کو جماتا ہے لفظ کذب سے گھبرا کر کمال و قدرت جناب باری کی نفی کرنا بعینہ ایسا ہے جیساکہ کوئی شخص خنزیر وغیرہ وارذل مخلوقات دیکھ کر یا افعال و اعمال سیئہ و شرور انسانی کو لحاظ فرما کر خدا تعالیٰ کو ان چیزوں کے تعلق کہنے سے انکار کرے اور خدا تعالیٰ کے تنزیہ اس میں سمجھے اور یہ کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ ایسے برے افعال اور بدترین مخلوقات کو پیدا فرماوے سو جیسا اس شخص کا یہ کہنا اہل حق کے نزدیک مسلم نہیں بلکہ سب جانتے ہیں کہ مخلوقات کے نقص سے خدائے پاک تک نقص نہیں پہنچتا اور اس کی تنزیہ میں کچھ فرق نہیں آتا ایسے ہی قضیہ کاذبہ خلاف واقع کے پیدا کرنے سے خدائے پاک میں کیونکر نقص آنے لگا جو بدیں وجہ قادر مطلق کی قدرت کا انکار کیا جاوے ۱۲

Marfat.com

ہو اس جواب حضرت حاجی سلمہ سے اپنی تسکین کرے اور چوں کہ اس تحریر کی اشاعت سے صرف اصلاح طرفین و رفع فتنہ و خلاف باہمی مقصود ہے نہ اظہار نفسانیت و عناد پس اگر کسی صاحب کو اس تحریر کی حقیقت میں شبہ ہو تو حضرت سیدی و مولائی جناب حاجی صاحب سلمہ سے بذریعہ تحریر تصدیق کرے اور مولوی نذیر احمد خاں صاحب مکتوب الیہ کے پاس بھی یہ تحریر موجود ہے امید ہے کہ وہ بھی بے کم و کاست اظہار واقعی فرمائیں گے اور اصل تحریر کو نہ چھپائیں گے اور نیز جناب مولوی حاجی محمد عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی جو قریب ایک سال سے حرمین شریفین میں تھے وقت تحریر صحیفہ بھی حضرت حاجی صاحب سلمہ کی خدمت میں حاضر تھے اس امر کے شاہد ہیں اور نقل اصل خط حضرت موصوف کی اپنے پاس بھی رکھتے ہیں اور چوں کہ کاتب حروف کی غرض اشاعت سے صرف اصلاح و تسکین فتن ہے اسلئے مصداق حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ امید اجر رکھتا ہے اور بصد عجز و زاری جناب باری جل و علیٰ میں ملتجی ہے کہ اس تحریر حضرت والا سلمہ کی باعث رفع فتنہ و نزاع باہمی فرمائے اور نیز ناظرین حق بین اور انصاف پرست کی خدمت والا میں ملتمس ہے کہ اس تحریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور کاتب کی اس اشاعت کو کسی اور غرض پر محمول فرما کر مطعون و ملام نہ فرمائیں نقل سوالات سائل ہیں سائل کے نفس مسئلہ کو بوجہ اختصار لکھتا ہوں سب و شتم و تکفیر و تضلیل جو اصل خط سائل میں مندرج ہے وہ بوجہ تطویل درج تحریر لہذا نہیں کیا اصل خط بندہ کے پاس موجود ہے جواب حضرت سلمہ بجنسہ نقل ہوگا

خلاصہ اعتراض

پہلا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے

دوسرا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشریت میں مثل جملہ مخلوقات کے کہکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب کی برابر کر دیا اور ہامان و فرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برابر ہو گئے یہ بات کفر کی ہے

تیسرا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنیوالوں کو ہنود اور روافض لکھا۔

چوتھا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین شریفین پر ترجیح دی۔

پانچواں اعتراض براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ جو ایک وتر نہ پڑھے اس کے ایمان کا کیا ٹھکانا ہے پس یہ اعتراض امام صاحب و صاحبین وغیرہ تک جو نہیں وتر کے قائل ہیں پہنچتا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے ایمان کا بھی ٹھکانا نہ ہو۔ نعوذ باللہ

چھٹا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں یہ صاف لکھدیا ہے کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیہ والشافعیہ بلا ضرورت دوسرے کے مذہب پر عمل کرے

نقل خط حضرت حاجی صاحب سلمہٗ

نحمد اللہ العلیم القدیر الدیان الذی کشف بمحض فضلہ علی من اصطفے من عبادہ حقائق العلوم والبیان ونصلی ونسلم علی عبادہ الذین اصطفٰے لاسیما علی اشرف الرسل والانبیاء سیدنا محمدن المصطفٰے وآلہ وصحبہ النجباء الاتقیاء اما بعد از **فقیر امداد اللہ** چشتی فاروقی عفا اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیۃ اسلام آں کہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور تنقیح براہین قاطعہ بالاختصار لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

Marfat.com

جواب اول ۔ واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ سمجھے ہیں وہ بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوعِ کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف نص صریح ہے ومن اصدق من اللہ قیلا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد وغیرہ ملیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص و کذب وغیرہ سے۔ یا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل عقل سے مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیا کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں ہے یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت ادراک سے اکثر انبار قاصر ہیں آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا الآیۃ اور دوسری جگہ فرمایا

لہ کیونکہ فساق مومنین کے لئے مثلاً جو کچھ وعید و تہدید آیات و احادیث میں فرمائی گئی ہیں وہ عموماً باعتبار استحقاق عذاب سزائے نفس اعمال بلا تخصیص مقرر فرمائے گئے ہیں پھر اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ ہم ان میں سے جس کو چاہیں بلا تعذیب بخشدیں پس اس وعید کا خلاف کذب نہیں چنانچہ بعض اہل عصیان مومنین کا بلا تعذیب جنت میں جانا اور خدا تعالیٰ کا ان کو محض اپنی رحمت سے بخشدینا احادیث میں مصرح ہے البتہ کفار کے لئے دوزخ میں جانا وعید قطعی ہے اس کا خلاف کذب ہے اس لئے کفار جنت میں نہ جاویں گے مگر کفار کا جنت میں داخل کرنا قدرۃ خداوندی میں داخل ہے یہی معنی امکان کذب کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کذب پر قادر ہے پر وقوع اس کا نہ ہوگا ۱۲۔ سے جیسے رسول خدا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل اصل میں ممکن ہے یعنی خدا تعالیٰ قادر ہے کہ آپ کا مثل پیدا کر دے کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ مثل الممکن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں واجب نہیں مخلوق ہیں خالق نہیں تو آپ کا نظیر بھی ممکن افعیینا بالخلق الاول مگر چونکہ وعدہ الٰہی ہو چکا کہ کمالات نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اس لئے وقوع نظیر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا محال ہو گیا ہے محال بالغیر علیٰ ہذا زید مثلاً جس کی تقدیر میں عالم ہونا لکھا گیا اس کا جاہل ہونا بالذات ممکن یعنی خدا تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے پس چونکہ خدا تعالیٰ کا لکھا ہوا بدلتا نہیں اس لئے زید کا جاہل ہونا محال بالغیر ہو گیا اسی طرح غیر متناہی مثالیں اس کی موجود ہیں ۱۲ سے معترض کے شبہات کی بنا وقوعِ کذب پر تھی کیونکہ قرآن شریف میں مثلاً احتمال کذب اسی وقت ہے کہ کذب کے وقوع کا کوئی قائل ہو ہرگاہ وقوع کذب باری تعالیٰ محال ہے یا استحالہ کسی وجہ سے ہوا احتمال کذب کلام اللہ بھی غلط اور نیز واضح ہو کہ ہرگاہ جناب حاجی صاحب سلمہ نے جمیع محققین اہل اسلام و صوفیہ کرام کا مذہب امکان کذب بمعنی دخولہ تحت القدرۃ تحریر فرمایا تو اب منکرین اپنا انجام سوچیں کہ وہ کس گروہ میں داخل ہیں ۱۲ سے مگر جب دیکھا کہ اس زمانہ کے معمولی مغالطات کے بھروسہ قدرت خداوندی کی نفی کرنے لگے اور اہل حق کی تکفیر و تذلیل پر آمادہ ہوئے تو بضرورت اظہار اس مسئلہ کا کرنا پڑا ۱۲ منہ ھ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے تمہارے اوپر عذاب بھیجنے پر اور آیت ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بدولت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں عذاب نہ آئے گا پس اس وعدہ کی وجہ سے دنیا میں بے شک عذاب نہ آئے گا مگر آیت اولیٰ سے اس کا قدرت الٰہی میں داخل ہونا معلوم ہوا وھو المدعیٰ ۱۲ منہ سے بدلائل نقل و عقل ثابت ہے کہ خلاف وعدہ کے قدرت میں داخل ہونے سے کذب کا داخل قدرۃ ہونا لازم آتا ہے بلکہ احادیث میں مصرح ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے خلاف وعدہ عہد کو کذب سے تعبیر کیا چنانچہ قصہ ابوہریرہؓ میں جو ان کو شیطان لعین کے ساتھ غلہ صدقہ میں پیش آیا اور شیطان نے یہ عہد کیا کہ میں پھر نہ آؤں گا مگر چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شیطان پھر آئے گا اور اپنا

Marfat.com

وما کان اللہ یعذبھم وانت فیھم الایۃ آیۂ ثانیہ میں نفی وقوع عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب[1] لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرۃ باری تعالیٰ جل علیٰ ہے کیوں نہ ہو وہو علیٰ کل شیٔ قدیر، احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ[2] مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل علی ہے ہو چکی مگر چونکہ صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں ہے اس لئے نظر بقدرۃ[3] جلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر[4] لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر ہے فرماتے رہے واللہ[5] ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم انکا قائل واللہ تعالیٰ یحق الحق وھو یھدی السبیل،

جواب ثانی:۔ علیٰ ہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بشریت میں شریک و مثل ہونا جملہ بشر کے بنص قرآنی ثابت ہے اس کا انکار نص کا انکار ہے مگر ایک وصف میں مثل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع اوصاف میں مثل ہو اگر یہ سو برابری کا دعویٰ کوئی نہیں[6] کرتا خود براہین قاطعہ میں آیت انما انا بشر مثلکم کی شرح کے بعد صاف لکھدیا ہے، کہ جملہ یوحی الی سے علو مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور امتیاز معلوم ہو گیا مگر شائد آپنے براہین قاطعہ کی اگلی عبارت کو بنظر انصاف نہیں دیکھا اس لئے تکفیر علماء و صلحاء پر مبادرت کرکے اپنا خیال کیا یہ طعن تو درپردہ خود سرور کائنات بلکہ خالق موجودات تک پہنچتا ہے کیوں کہ انما انا بشر مثلکم کے اظہار و بیان کا ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جناب باری تعالیٰ جل علیٰ کی طرف سے ہوا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

---

[1] وعدہ اور عہد پورا نہ کرے گا اس لئے اس کو کاذب فرمایا لفظ کذب جو حدیث میں موجود ہے شاید دعویٰ ہے یعنی شیطان تجھ سے جھوٹ بول گیا پس بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ وعدہ کا خلاف کرنا تو داخل قدرت جناب باری ہے پر کذب داخل قدرت نہیں محض سفسطۂ عقلی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی محدثات و ممکنات خواہ برے ہوں یا اچھے سب اس کی قدرت میں ذات و صفات خداوندی جو ازلی ابدی ہیں ان میں حدوث ممکن نہیں اس لئے وہ اس سے خارج ہیں ۱۲ [2] عشرہ مبشرہ یعنی دس صحابیؓ جن کو ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے دخول جنت کی بشارت دی ۱۲ [3] کیوں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس کے لئے قطعاً جنت کا وعدہ فرمایا اس کو دوزخ میں ڈال دے اور دوزخی قطعی کو جنت میں داخل کرے اگرچہ اس کے عدل و کرم سے ایسا نہ ہوگا پر اس کی قدرت و جلال کے سامنے چون و چرا کی مجال نہیں وہو القاہر فوق عبادہ وہو الحکیم الخبیر ۱۲ [4] تاکہ بخشے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ اگلے پچھلے ۱۲ [5] قسم اللہ تعالیٰ کی نہیں جانتا ہوں میں حالانکہ میں رسول خدا تعالیٰ کا ہوں کہ کیا کیا جاوے گا ساتھ میرے اور نہ یہ کہ کیا معاملہ ہوگا ساتھ تمہارے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا نظر بقدرۃ جلال و کبریائی ہے ورنہ آپؐ کو وعدہ الٰہی پر پورا وثوق تھا ۱۲ [6] معترض کا یہ کہنا کہ ہامان و فرعون کی برابر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے کہدیا نہایت درجہ کی بلادت اور گستاخی ہے رسول اللہؐ کے کمالات تو اور انبیاءؑ کو بھی عطا نہیں ہوئے اور کوئی نبیؑ کمالات میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں چہ جائیکہ فرعون و ہامان مگر یہ خوش فہمی معترض کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر اور مخلوق کہدینے سے فرعون و ہامان کی برابری ثابت کردی کیا معترض کے نزدیک جملہ انبیاء علیہم السلام اور امتی اور مومنین و کفار یکساں ہیں معاذاللہ. یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاءؑ معترض کے نزدیک مخلوق و بشر ہونے سے خارج ہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم و نیز دیگر انبیاءؑ کا کمال تو عبدیت ہی میں ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۱۲

Marfat.com

جواب ثالث — اسی طرح صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کہا ہے اور نہ نفس ذکر و قیام کرنے والوں کو ہنود روافض لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمتہ مشابہتہ روافض و ہنود کا لگایا ہے چنانچہ خود فتوی جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وے باعث حسنات و برکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے

جواب رابع — ایسے ہی براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین پر ترجیح نہیں دی ہے جو موجب استبعاد ہو بلکہ اس کتاب میں صاف لکھدیا ہے کہ دیوبند کو مثل بازار کے جو شر البلاد ہے سمجھو اور حرمین کو مثل مسجد کے جو خیر البلاد ہے مگر فتوی ایں اعتبار عالم ربانی منتقی کا ہے گو وہ کسی جگہ کا ہو بنظر تحقیق اس میں کس کو کلام ہو سکتی ہے،

جواب خامس — ایسے ہی ایک وتر کی بحث میں جو آپ نے لکھا ہے کہ صاحب براہین کا اعتراض امام صاحب و صاحبین علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے یہ تو محض تعصب یا[1] سفاہت ہے صاحب براہین اس شخص کو رد کرتے ہیں جو عموماً ایک وتر پڑھنے والوں پر طعن کرے کیوں کہ ایک وتر پڑھنے والے بعض صحابہؓ و ائمہؒ بھی ہیں حضرت امامؒ و صاحبینؒ نے کب ایک وتر پڑھنے والوں پر طعن کیا ہے اور وے کب طعن کر سکتے ہیں کہ اس طرف بھی صحابہؓ کبار و ائمہؒ خیار ہیں صاحب انوار ساطعہ نے چونکہ بالعموم ایک وتر پڑھنے والوں کو مطعون کیا تھا حالانکہ ان میں صحابہؓ و ائمہ ہیں اس کو متنبہ کیا ہے اور اس گستاخی سے روکا ہے،

جواب سادس — صاحب براہین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیہ والشافعیہ میں بلا ضرورت دوسرے کے مذہب پر عمل کرنا درست ہے اس میں یہ مضمون کسی جگہ نہیں شاید آپ کو نقل قول امام ابن ہمام سے جو در بارہ تراویح لکھا ہے یہ شبہ پیدا ہوا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں اول تو امام ابن ہمامؒ حنفی ہیں شافعی نہیں پھر صاحب براہین نے اس پر عمل ہونا نہیں لکھا اور نہ اس کو ترجیح دی فقط واللہ الموفق والہادی و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین،

---

[1] حضرت حاجی صاحب سلمہ نے جیسا اس تحریر میں قیودات زائدہ سے منع فرمایا ایسا ہی زبانی بھی بارہا قیودات زائدہ سے منع فرمایا اور نیز حضرت سلمہ کی دیگر تحریرات سے ممانعت عیاں ہے پس اس صورت میں اگر حضرت سلمہ نے کسی کو اجازت میلاد شریف کی دی تو اس کو نفس ذکر میلاد شریف پر محمول کرنا چاہیے ۱۲

[2] پس معترض کا یہ کہنا کہ براہین کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایمان کا بھی کیا ٹھکانا نہایت حمق و شقاوت ہے کیوں کہ ان حضراتؒ نے ایک وتر پڑھنے والوں صحابہؓ و ائمہؒ کو کبھی طعن نہیں کیا اور نہ کلمات تحقیر ان حضرات کی شان میں لکھے مؤلف انوار ساطعہ نے بالعموم ایک وتر پڑھنے والوں کی نسبت کلمات ناشائستہ لکھے اس لئے اس کو گستاخی سے روکا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ تحقیر احادیث و تحقیر سلف میں ایمان کا ٹھکانا نہیں، اگر مؤلف انوار ساطعہ کہے کہ میری مراد حضرت صحابہؓ و ائمہ قائلین وتر واحد پر اعتراض کرنا نہیں تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کیونکہ اس کتاب میں بالتعمیم ایک وتر پڑھنے والوں پر اعتراض کیا ہے حکم شرع ظاہر پر ہے اور پھر سلف ہوں یا خلف جس امر میں وہ متبع حدیث نبویؐ ہیں اس فعل پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی تحقیر یا اعتراض جس پر ہے کسی احادیث یا اتباع ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ چاہیے کہ فرق باطلہ و اہل ہوی جن عقائد و اعمال میں اہل حق کے موافق ہیں ان عقائد و اعمال پر بھی اعتراض کیا جائے پس جب ایک وتر کے قائلین بھی صحابہؓ و اہل سنت ہیں تو اس فعل پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے فقط ——

تمام شد

محمد وبا محمد ذخیرہ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

مدنی کتب خانہ کی مطبوعات

مکتوبات شیخ الاسلام مکمل

قیمت ۱۲۵/-

خطبات شیخ الاسلام

براہین قاطعہ

فتح المبین فی کشف مکائد غیر مقلدین

قیمت ۵۱/-

اسلام کا قانون دیت

تحفہ حنفیہ رد شرک و بدعات

Marfat.com